جولائی سنہ ۱۹۱۹ء

جلد ۱ نمبر ۱

زندگی

ایڈیٹر بی ایل شاکر

ہندوستانی مسیحی جماعت کا مذہبی، قومی و معاشرتی رسالہ

فہرست مضامین

منشر ... سے شائع ہوا

قیمت سالانہ عہ؍ — قیمت فی پرچہ ۳؍

خبرین

زندگی جن حضرات کی خدمت مین بلا طلب حاضر ہو' براہِ کرم فوراً اپنے عندیہ سے مطلع فرمائین' ورنہ خاموشی رضامندی متصور ہوگی' اور اُن کا نام رجسٹر خریداران مین درج کرکے آئندہ ماہ کا پرچہ بصیغہ قیمت طلب پیکٹ ارسال کیا جائے گا' جس کا وصول کرنا اُن کا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا۔ عدم خریداری کی صورت مین پرچہ کسی اور مسیحی کے حوالے کردیجیے۔ "زندگی" کے متعلق جملہ خط وکتابت وترسیل زر ذیل کے پتہ پر ہونا چاہیے ۔۔۔

منیجر رسالہ زندگی' منرو اپریس' لکھنؤ' (ا)

مدراس انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کی کونسل نے سکرٹر   ما ور حضور ملک معظم قیصر ہند کی خدمت مین ایک رزولیوشن بھیجا کہ لارڈ ونیلنگنڈ کہ   ن توسیع پر اظہار تشکر کیا ہے۔ کونسل کی راے مین اس توسیع سے رعایا کی بہبودی ر   ہ ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسز بیسنٹ اور اُن کے رفقا کی نظربندی لارڈ ونیلنگڈن ہی کے احکام کے ذریعہ سے عمل مین آئی ہے۔ الہ آباد کا مشہور اخبار "لیڈر" آئی سی اے کونسل کی اس کارروائی پر معترض ہے۔ وہ لکھتا ہے: "ہمارے ہندوستانی مسیحی برادران سخت غلطی کا شکار ہوے ہین۔ وہ ہرگز حکمران قوم کے فرد نہین سمجھے جاسکتے۔ وہ بھی ہمیشہ اُسی حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے اور دیکھے جائین گے' جس سے غیر مسیحی ہندوستانی دیکھے جاتے ہین جب انھین انگریز کبھی اپنا نہین سمجھین گے' تو کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے ہموطنون سے بھی الگ ہوجائین"۔

انڈین نیشنل کانگرس کے آیندہ اجلاس کے انتظام وانصرام کے لیے جو منیجنگ کمیٹی کلکتہ مین قائم ہوئی ہے' اُس مین ہماری جماعت کے بھی دو ممتاز فرد شامل ہین: یعنی پادری بی اے نگ اور پادری جی این باسو۔ ملکی وقومی ترقی کے لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم برادرانِ وطن کے ساتھ مل کر کام کرین۔

نہایت خوشی کی بات ہے کہ آج کل   مین تین ہندوستانی مسیحی میونسپل کمشنر ہین۔

شذرات

زندگی

آج ہم "زندگی" کا پہلا نمبر شائع کرتے ہین۔ ہمین امید ہے کہ یہ چھوٹا سا رسالہ ہر طرح کی فائدہ مند ترقی مین اپنی ہندوستانی مسیحی جماعت کا مددگار ثابت ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی ہم متوقع ہین کہ ہماری جماعت بھی اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گی، اور اس ضرورت مین ہماری امداد فرمائے گی یعنی اگر آپ اس کا وجود ہندوستانی مسیحی جماعت کے لیے مفید تصور فرماتے ہین تو اس کی اشاعت بڑھانے مین ہماری مدد کیجیے، اور جس طرح ہو سکے اس کو سنبھالیے۔

جب ہم یہ کہتے ہین کہ اس رسالہ کی اشاعت سے ہماری غرض یہ ہے کہ ہندوستانی مسیحی جماعت کو فائدہ پہنچایا جائے تو گویا ہم نے اس کی پالیسی ظاہر کر دی۔ ہر قسم کی نامناسب نکتہ چینی اور بیجا خوشامد اس کے احاطہ سے خارج ہے۔ اپنی جماعت کی روحانی، معاشرتی اور اخلاقی ترقی ہمیشہ "زندگی" کے مدِ نظر رہے گی۔ مشنون کا انتظام اور مشنری پالیسی کا اثر جہان تک ہماری جماعت پر پڑتا ہے، اُس پر آزادانہ بحث کرنا اس کا فرض ہوگا۔ ہماری رائے مین اس قسم کے رسالہ کا یہ ایک اعلیٰ فرض ہے [illegible] ملک کی مسیحی جماعت کی ضروریات کا

لحاظ کیا جائے اور جو باتین اس کی ترقی کے سدراہ ہین خواہ وہ داخلی ہون یا خارجی اُن پر
پردہ ڈالنے کے بجائے اُن کو کھول کر دکھایا جائے اور حتی المقدور اُنکو رفع کرنے کی مناسب
تجویزین پیش کی جائین۔ اس لیے یاد رکھیئے کہ نور زندگی ہندوستانی مسیحی جماعت کا ایک ادنیٰ
خادم ہے اور محبت کی خدمات کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو فائدہ پہنچانے پر کمربستہ ہے ہماری
دلی خواہش ہے کہ نور زندگی کے ذریعہ سے ہندوستانی مسیحی جماعت مین اتفاق و اتحاد کی
روح پیدا ہو اور سب جو مسیحی کہلاتے ہین محبت کے بندھن سے وابستہ ہو کر مسیح کے بدن کے
زندہ عضو ثابت ہون!

اگر اس اہم خدمت مین ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو معزز ناظرین اپنے قیمتی مشورہ
سے ہمین سرفراز فرمائین کیونکہ جب اس رسالہ کو ہم ہندوستانی مسیحی جماعت کا ترجمان بنانا
چاہتے تو جمہور کی آراء کو مدنظر رکھنا ہمارے لیے ضروری اور لابدی ہے۔ لہذا اپنی قیمتی آراء
سے وقتاً فوقتاً ہمین ممتاز فرماتے رہیے۔

خدمت اور قربانی

بپٹسٹ مشنری یونین کا ماٹو ایک بیل ہے جو ہل اور مذبح کے درمیان کھڑا ہے اور اُسکے
نیچے یہ الفاظ تحریر ہین کہ اُس کے لیے بھی تیار اور اُس کے لیے بھی!
یہ صرف مشنریون ہی کے لیے ایک عمدہ ہدایت نہین ہے جن کی
زندگی خصوصیت سے محنت اور قربانی سے پر ہے بلکہ یہ ہر مسیحی کے لیے جو ایک شریفانہ کام
کرنے پر آمادہ ہے ایک ہدایت ہے۔ اُس کو اپنے دوستون کی جماعت قربان کرنا پڑے گی!
اُس کو اپنی من بھاتی خوشیون سے دستبردار ہونا پڑے گا اور ہر ایسی چیز سے جو
ترقی کے سدراہ ہے اجتناب کرنا ہے [illegible] اور اپنی مرضی کو ترک
کرنے کے مقابلہ مین محنت کرنا آسان ہے لیکن اگر کوئی اپنا فرض ادا کرنا چاہتا ہے تو اُس کو ان
دونون کے لیے تیار رہنا پڑے گا یعنی کام کے لیے بھی اور قربانی کے لیے بھی!
اپنے دل مین سنجیدگی کے ساتھ غور کرو اور جواب دو کہ کیا تم ان دونون کامون
کے لیے تیار ہو؟

ایمان اور استقلال

دنیا مین انھین لوگون کے سر کامیابی کا سہرا بندھا ہی جو اپنے ارادون مین استوار اور
مستقل ہوتے ہین۔ کیا یہ ممکن ہی کہ جب تک ہمارا دل پورے طور پر
اس طرف مائل نہو ہم نجات حاصل کر سکین؟ فضل انسان کو نجات
کے لیے ویسا ہی مستعد کر دیتا ہی جیسا وہ ماندہ فقیر، جو آنکھین پانے کی امید مین مسیح کے پاس
آیا اور آخر بینا ہو گیا۔

ذکر ہی کہ ایک امیدوار نے کسی کاروباری شخص کے دروازے پر جا کر دستک دی۔
ملازم آیا تو اُس نے اپنا مطلب بیان کیا کہ "مین تمھارے آقا سے ملنا چاہتا ہون" جواب ملا
کہ تم اُن سے نہین مل سکتے۔" امیدوار نے اِس جواب کی کچھ پروا نہین کی
بلکہ دروا[illegible] بعد ایک اور شخص باہر نکلا تو اُس نے بھی یہی جواب دیا کہ "تم
اُن سے نہین مل [illegible] جو کچھ تم دریافت کرو مین اُس کا جواب دے سکتا ہون"
امیدوار نے کہا [illegible] مین تمام رات یہان منتظر رہنے پر آمادہ ہون لیکن خود انھین سے
ملاقات کرونگا میرا کام صرف انھین سے ہی!" آپ کو کچھ تعجب نہوگا کہ آخر بہت سی جھڑکیون
کے بعد وہ شخص اپنے مقصد مین کامیاب ہو گیا۔ بہت عجیب بات ہوگی اگر کوئی گنہگار دل
سے آمادہ ہو اور خداوند مسیح اُس کو قبول نہ کرے۔ اگر تم فضل کے خواہشمند ہو تو تم کو فضل ضرور
ملیگا۔ اگر تم محروم رہنا نہین چاہتے تو ہرگز محروم نہ رہوگے۔ موقع اور محل کا انتظار نہ کرو، بلکہ
ایمان کے ساتھ جمے رہو، تب یقیناً تم خداوند مسیح کو پا جاؤگے!

ہمدردی

کسی دوست کی ہمدردی حاصل کرنا، اگر سچ پوچھا جائے تو وفاداری اور فرض شناسی
کے لیے تائید غیبی سے کم نہین! جب ہم یہ خیال کرتے ہین کہ ہم سے اور ہمارے
کام سے دوسرون کا تعلق کہان تک ہی تو آزمائش اور دکھ تکلیف کے وقت ہم مین
ایک ثابت قدمی اور استواری پیدا ہو جاتی ہی۔ لہٰذا اِزین قاعدے کو مدنظر رکھ کر ہمین یہ دیکھنا
چاہیے کہ جن لوگون کو ہم سے تعلق ہی، کہان تک ہم [illegible] کے آرام و آسایش کا سامان مہیا کر سکتے
ہین۔ ہمدردی کو ایک دو ملائم الفاظ [illegible] نہایت ہی قوی ہوتا ہی۔

خدا کی حضوری

صرف ایک خدا ساری مخلوقات مین سائر و دائر ہی۔ سب جگہ حاضر ہی۔ سارے جاندار اشیا کی روح در روح ہی۔ قضا و قدر کا مالک ہی۔ سب مین بسا ہوا ہی۔ سب پر شاہد ہی۔ اور سب کا سکھانے والا ہی (اپنشد)

اس روح کے سامنے جو سب کی صانع ہی چھوٹے اور بڑے کی کیا حقیقت ہی جہان وہ آیا ساری چیزین موجود ہو گئین، اور اُس کی ہر جگہ رسائی ہی (ایمرسن)

وہ خدا جو ہمیشہ زندہ اور محبت کرنے والا ہی: ایک خدا، ایک قانون، ایک عنصر ہی (ٹینسن)

ہم روز ایک دوسرے سے ملتے اور اُن چیزون کے متعلق جو ہمارے گرد و پیش ہین بات چیت کرتے ہین۔ یعنی اُن اشیا کی بابت جو اِس خوشنما و پر فضا و مرئی دنیا سے تعلق رکھتی ہین۔ ان کے متعلق ہم اس طرح گفتگو کرتے ہین گویا صرف یہی دنیا اور اُس کی اشیا ہین جن سے ہمارا تعلق ہی۔ لیکن حقیقت یہ ہی کہ ان سب کے ساتھ ہی اور اشیا بھی ہین جو وزن دار اور اُن سے زیادہ اہم ہین۔ یعنی اشیاے روحانی، جو اِس دنیا سے علحدہ اور غیر مرئی ہین، اور جن سے ہم کو اپنی اِس زمینی زندگی کے بعد سابقہ پڑتا ہی، اور جن کا تعلق اُس زندگی سے ہی جس کی انتہا نہین۔ بعض اوقات اِن دوسری قسم کی باتون پر باہم غور کرنا نہایت مُفید ہی کیونکہ یہ خیالات ہم کو بہتر انسان بناتے ہین۔ اِس بہتری سے صرف دماغی و علمی ترقی ہی مراد نہین بلکہ ہمارے دل اور زندگی کی بہتری بھی مقصود ہے۔

لفظ بہتر سے ہماری مراد ایک ایسی حالت ہی جس کو ہم سب جانتے ہین اور جو ہم سب کے لیے یکسان ضروری اور مفید ہی۔ ہم سب اس بات پر متفق ہین کہ برائی اور بھلائی ایک شے ہی اور ہم بُرے اور بھلے [illegible] معنی کبھی سمجھتے ہین۔ اور جب ہم بہتر بننے کا

ذکر کرتے ہین تو ہماری غرض یہ ہوتی ہو کہ ہم بھلائی کے اُس معیار تک پہنچین جو سب کے نزدیک مسلم اور میرے اور تمھارے دونون کے لیے یکسان ہو۔ پس ہم صرف اُن امور کا ذکر کرین گے جن کو ہم سب بالاشتراک تسلیم کرتے ہین، اور ختلافی امور کو نظرانداز کرین گے۔

اِس سلسلۂ مضامین کے ذریعہ سے ہم ہر ماہ ایک خیال اپنے ناظرین کے سامنے اِس اُمید پر پیش کرین گے کہ وہ تنہائی مین اِس پر سوچین اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرین تاکہ اس کی تاثیر ان کی زندگی مین نمایان ہو۔

سب سے پہلا مضمون "خدا کی پاک حضوری کا احساس" ہے۔ اگر ہم جیسا کہ ہمارا اعتقاد ہو اس بات کو [illegible] کرین کہ خدا ہمیشہ ہمارے ساتھ ہو، اور ہم مین ہو، تو ہم سب جیسے کہ ہم مین [illegible] انسان بن سکتے ہین۔

ہمارا یہ اعتقاد [illegible] ایک خدا ہو اور ہم سب کو اس کا یقین بھی ہو۔ خواہ اُس کا نام پرمیشور ہو یا اللہ مگر ہم سب اس کو مانتے ہین کہ وہ ایک پاک قادر مطلق خالق ہو۔ جس نے سب چیزون کو پیدا کیا ہو، اور وہ نہ صرف زمین و آسمان کا بادشاہ ہو، بلکہ وہ ہم سب کا جن کو اُس نے خلق کیا ہو باپ اور مہربان محافظ ہو۔ ہمارا ایمان ہو کہ جو کچھ عمدہ اور خالص ہو اور جو کچھ پاک اور سچا ہو وہ اُسی کی طرف سے ہو۔ صرف وہی کاملیت کا سرچشمہ ہو۔ وہ ہماری خوبیون سے خوش ہوتا اور بُرائیون سے نفرت کرتا ہو۔

ہم اِس بات کو بھی مانتے ہین کہ ہر فرد انسان کے اندر ایک الٰہی شے ہوتی ہو، جس کو ضمیر یا نور ہدایت کہتے ہین۔ یہ گویا خدا کی آواز ہو۔ یہ ضمیر یا نور ہدایت ہم مین موجود ہو، اور ہمارا اعتقاد ہو کہ وہ دنیا کے ہر ایک حصہ کے افراد انسانی مین پائی جاتی ہو۔ اُسی کی بابت کہا گیا ہو کہ یہی وہ نور ہو جو ہر فانی انسان کو روشن کرتا ہو۔ یہی وہ روشنی ہو جو ہمارے طریق فرائض پر مثل ایک لالٹین کے روشنی ڈالتی ہو، اور انسان کو اس صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے [illegible] کاوش اور ہر شخص اس تحریک کی اطاعت کرے۔ لیکن ہم جانتے ہین کہ [illegible] انسان مین ایک گناہ آلود طبیعت

بھی ہے، جو اس کو اپنی خواہشون اور اس تغیر پذیر دنیا کے بطلانون کی پیروی کی طرف
گمراہ کرتی رہتی ہے۔ ان دنیاوی اغراض کی متابعت انسان کے دل کو خدا کی جانب
سے سخت اور ٹھنڈا کر دیتی ہے اور اس کو اُس آواز کے سننے سے جو درحقیقت خدا کی
آواز ہے اور ہمارے اندر سے آتی ہے، باز رکھتی ہے۔

پس ہم کو ہر طرح کی کوشش کرنا چاہیے کہ ہمارا ضمیر ہر طرح کی آلودگی سے صاف
رہے، اور ہم اس کو اس طرح روشن اور خالص اور پاک رکھین، کہ اس زوال پذیر دنیا
کی دلفریبیان ہم کو خدا سے دور نہ کر دین بلکہ ہم اس قدر اُس کے نزدیک رہین گویا ہمیشہ
اُس کی پاک نظر کے سامنے ہین۔

اگر ہم صرف خدا کی حضوری کو محسوس کرین تو یقین ہے کہ ہم گناہ کی غیبت سے باز
رہین گے خدا کی حضوری محسوس کرنا! ذرا سوچو کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ [illegible] اس سے بڑھ کر
کوئی اور بات عجیب اور عظیم ہو سکتی ہے کہ قدوس خدائے تعالیٰ جو بے حد خوبی اور حکمت اور
قدرت والا ہے، وہ ہر وقت ہمارے قریب ہے، تاکہ جس طرح باپ اپنے بچے کی مدد اور رہنمائی
کرتا ہے وہ ہماری مدد اور ہدایت کرے۔ جو کچھ ہم کرتے ہین اس مین ہم اُسکو اپنا شریک بنا سکتے
ہین۔ جو ہم کہتے ہین وہ گویا اُس کی آواز سے بولتے ہین۔ جو کچھ ہم سوچتے ہین وہ گویا اُس کے
خیال اور دل سے سوچتے ہین۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے افعال واقوال اور خیالات
مین وہ ہمارے ساتھ ہو سکتا ہے، اور اس طرح ہم گناہ سے بچ سکتے ہین۔ ہم گناہ کی طرف
اسی وقت مائل ہوتے ہین جب ہم اس بات کو بھول جاتے ہین کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔
یہ امر کیسا افسوسناک ہے کہ ہم اکثر اس کو بھول جاتے ہین۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم درحقیقت ہمیشہ
اُس کو یاد رکھتے ہین؟ کیا تمھارا خیال ہے کہ اگر ہم اس بات کو یاد رکھین کہ خدا ہمارے ساتھ
ہے، وہ ہمارے نزدیک کھڑا ہے، ہماری ساری بات چیت کو سُن رہا ہے، تو ہم کبھی فریب دہی
کی جرأت کر سکین گے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر ہمین اس بات کا احساس ہے کہ اس کی نظر ہم پر
ہے، تو ہم کبھی اپنے وقت کو ضائع کرین گے؟ کیا ہم کبھی سخت یا غضب آمیز بات مُنھ سے
نکالین گے اگر ہم کو یہ معلوم ہو کہ وہ سُن [illegible] ہم کو اُس کی پاک حضوری کا احساس ہو

توکیا ہم کوئی ناپاک خیال اپنے دل مین لاسکین گے؟ یاد رکھو، اگر ہم اِس بات کو خوب
محسوس کرلین کہ خدا تعالیٰ کس قدر ہم سب کے قریب ہی اور کس طرح وہ ہماری حفاظت
کرتا اور ہم سے محبت رکھتا ہی تو ہم کبھی بُرائی کا خیال بھی اپنے دل مین آنے دین گے۔

پس جو خیال اِس مضمون مین پیش کیا گیا ہی وہ یہ ہی کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہی۔ خدا میرے
ساتھ ہی۔ جو کچھ مین کرتا یا سوچتا ہون وہ سب جانتا ہی۔ اور اُس کی نظر جو مجھ پر ہی وہ بطور
ایک اعلیٰ ترین اور پاک ترین خدا کے ہی بلکہ بطور میرے باپ اور دوست کے بھی۔
پس مین اُس کے نزدیک رہون گا گو اُس کو نہ دیکھون۔ اُس سے اپنی ساری مشکلات
مین مدد مانگون گا۔ اُس کے سامنے چھوٹی یا بڑی کی کچھ حقیقت نہین۔ اس کے ساتھ
رہنے سے [illegible] ہون گا۔ بلا اس کی مدد کے مین کوئی بھلائی نہین کرسکتا
بلکہ ٹھوکر کھا[illegible] گا۔

اگر تم خدا [illegible] کا خیال رکھو تو کامل یقین ہی کہ وہ تمھاری مدد کرے گا۔

پس کیا [illegible] پر سوچو گے؟ ہر روز جب صبح کو بیدار ہوتے ہو تو یہ
اقرار کرو کہ اے خدا تو میرے ساتھ ہی! اسی طرح شب کو بھی جب تم سونے کے لیے جاتے
ہو اِس بات پر سوچو۔ کیا تم اس کی کوشش کروگے کہ دن مین کسی وقت اس بات کو یاد
کرو؟ شاید رفتہ رفتہ گھڑیال کی آواز سنتے ہی تم کو خدا کی یاد کی عادت ہو جائے۔ یہ اگرچہ
سادہ امداد ہی لیکن بسا اوقات نہایت مفید ثابت ہوتی ہی اس لیے کہ وہ بذریعہ حسّون
کے ہم کو اُس چیز کی طرف مائل کرتی ہی جو رہ جاتی ہی اور اگرچہ بظاہر ان چیزون کا تعلق
اِس دنیا سے ہو لیکن تو بھی وہ ہماری رہنمائی آسمان کی جانب اور نیز اُس کی طرف کرتی
ہین جو پاک ہی۔ اسی طرح اس دنیا کی حقیر ترین اشیا اور ہمارے روزانہ فرائض کا معمولی
دھندا ہمارے لیے دینداری کا باعث ہو سکتا ہی بشرطیکہ ہم اُن کو ایسا بنائین۔

نیرنگیِ افلاک سے حیران مت [illegible] کو حق تو پریشان مت ہو
کافی ہی تجھے فضلِ خدائے [illegible] ہی تیرا، ہراسان مت ہو

زندگی کی حقیقی تعریف

تمھین کبھی نہ کبھی کسی مشہور تاریخی مقام مین جانے کا اتفاق ضرور ہوا ہو گا جہان بڑے بڑے آدمی گزرے ہین جنھون نے اپنی زندگی مین کارہاے نمایان انجام دیے ہین۔ ہان ایسا شہر جس کی عبادت گاہین جس کے بازار اور جس کی عمارتین زمانہ ماضی کی حیرت خیز یادگار ہین۔ ایسے شہرون کی تاریخ ہمیشہ عجیب اور حیرت انگیز ہوتی ہی، اور اُن کی سیر کرتے وقت ہمارے دل مین ان واقعات اور نظارون کا جو یہان پیش آئے اور اُن لوگون کا جو یہان گزرے ہین خود بخود ایک نقشہ کھنچ جاتا ہی لیکن ایسے موقعون پر یہ خیال ہمارے دل مین بہت کم پیدا ہوتا ہی کہ حقیقی اہمیت اُن واقعات کو حاصل نہین جو یہان پیش آئے بلکہ اُن اخلاقی اثرات سے تعلق رکھتی ہی جو ان واقعات کی بدولت اس زمانہ کے لوگون پر پڑے۔ جو کچھ ان لوگون نے کیا، اُن مین اُن کا منشا خاص کیا تھا؟ انھون نے اپنے فرائض کو کس طریقہ پر انجام دیا؟ ان عجیب و غریب نظارون مین سے گزرتے وقت انھون نے کس حد تک عزت، انصاف، رحم، اخلاص، عفو، صبر، ایثار یا برخلاف اس کے کس درجہ تک خود غرضی، حرص، بزدلی، انتقام، شہوات نفسانی، اور ظلم سے کام لیا؟ مختصر الفاظ مین یون کہیے کہ ان واقعات کا اُن کے خصائل پر کیا اثر پڑا؟ اور اُن کے افعال موجودہ زمانے مین انھین دنیا کے روبرو کس رنگ مین پیش کرتے ہین؟ کسی شخص کے مشہور ترین افعال بھی مرور زمانہ سے محض تاریخی واقعات کی صورت اختیار کر لیتے ہین، لیکن ان افعال کا خصلت سے جو تعلق ہی وہ دائمی اہمیت رکھتا ہی۔ یہ سوال واقعی غور طلب ہی کہ ہم کسی تاریخی مقام پر کھڑے ہو کر سوچین کہ ان لوگون کی موجودہ حالت کیا ہی جو کبھی یہان رہ چکے ہین، یا جنھون نے یہان رہ کر کسی قسم کے افعال مین حصہ لیا ہی، یا یہ کہ اُن کے افعال و حرکات کا آئندہ نسلون کی خصلت پر کیا اثر پڑا ہی؟

کسی بڑے شہر کے بارونق بازار [illegible] ہو جاؤ کیسی ہماہمی نظر آتی ہی، ہر طبقہ کے

لوگ آتے جاتے ہیں۔ کوئی مال خریدتا ہے اور کوئی فروخت کرنے میں مصروف ہے۔ کاروباری آدمی اپنے کام دھندے پر جارہے ہیں گاڑیبان، پولیس والے غریب امیر، غرض ہر شخص کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے۔ بظاہر اُن کی مصروفیتیں متنوع اور مختلف ہیں، ایک کے کام کو دوسرے کے کام سے کوئی علاقہ نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایک ہی خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔ وہ خدمت کیا ہے؟ کیرکٹر یا خصلت تیار کرنا! اُن کی باقی اور ظاہری مصروفیتیں صرف عارضی ہیں، بس کیرکٹر ہی دائمی ہے!

یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص جو کسی کام یا مصروفیت میں اس کا مطمح نظر خصلت کی تیاری ہی ہوتا ہو۔ بعض لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں، اور بعض اس سے بالکل بیخبر ہوتے ہیں، لیکن نتیجہ ہر حال میں ایک ہی، خواہ اُسے کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ ہر شخص کا ہر فعل کسی نہ کسی قسم کے اندر خصلت کی تیاری میں حصہ لیتا ہے۔ اور آخرکار جب وہ اس کشمکش کی زندگی کو خیرباد کہکر خاموش دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اپنے پیچھے اپنے افعال کا اخلاقی نتیجہ ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ ہر شخص کا جب یہی حال ہے تو کیا یہ معاملہ اس قابل نہیں ہے کہ ہم اُس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں؟

یہاں پہنچکر ایک خاص مشکل رونما ہوتی ہے۔ زندگی نہایت پیچیدہ ہے۔ نیکی اور بدی توام ہیں۔ بارہا نیکوں سے برے افعال سرزد ہوتے ہیں، اور کبھی بُروں سے بھی اچھے کام ظہور میں آجاتے ہیں۔ ایک ہی شخص مختلف حالتوں میں مختلف خصائل کا اظہار کرتا ہے حتیٰ کہ ایک ہی فعل مختلف حالتوں میں مختلف نیک و بد اثرات رکھتا ہے۔ فعل بجائے خود ایک ہی چیز ہے۔ بددیانتی کا نام دنیا کے کسی حصے میں دیانتداری نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب ہم فعل کو نظرانداز کرکے فاعل کو پیش نظر رکھتے ہیں تو قدم قدم پر صدہا مختلف خیالات اور اثرات ہماری قوت فیصلہ پر اثرانداز ہونے لگتے ہیں۔ جس شخص نے کبھی اپنی زندگی پر غور کیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ بُرائی اور بھلائی دونوں کی طرف سے کس قدر ضمنی معاملات کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ اس طریق استدلال سے ہم آخر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کسی فعل کا اچھا یا بُرا ہونا اس منشا سے تعلق رکھتا ہے جو فاعل کے دل میں موجود ہو۔

اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی معیار ایسا ہے جس سے تمام افعال جانچے جاسکین؟ کیا کوئی ایسی کسوٹی ہے جو ہر قسم کے متضاد اثرات اور مخالف حالات مین ہمین بتا سکے کہ ہمارا کیرکٹر ترقی پر ہے، یا زوال و انحطاط پر؟ بیشک ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا انسان کی قوتِ ارادی اس کے نیکی پر عامل ہونے کے بعد بھی جد وجہد کرتی ہے یا اس کے عمداً اور بالارادہ برائی کو پسند کرنے پر خاموش رہتی ہے! یہی حقیقی اور فیصلہ کن معیار ہے، اور اس کا تعلق زندگی کے کسی ایک آدھ اہم شعبہ سے نہین بلکہ ان چھوٹی چھوٹی باتون سے ہے جو ہر وقت ہمین پیش آتی رہتی ہین۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمین کسی ایسے معیار پر جانچکر سزا نہ دی جائے گی، جس سے ہم ناواقف تھے۔ اس لیے نہین کہ ہم کسی دوسرے شخص کے مساوی ثابت نہین ہوتے، اور نہ اس لیے کہ ہم اپنے ہی معیار کو حاصل کرنے مین [illegible] ہے۔ بلکہ سزا کا فیصلہ اس بات پر ہوگا کہ ہم نے اس معیار کو حاصل کرنے کی کوئی حقیقی اور [illegible] کوشش نہین کی۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ تمھاری قوتِ ارادی دن بدن کسی ایک سمت مین ضرور ترقی کر رہی ہے اور اُسے اپنے افعال کے انتخاب و عمل مین روز بروز زیادہ آسانی نظر آتی ہے۔ بس اسی پر خصلت کے سوال کا دارومدار ہے۔

اِن واقعات سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہماری قسمت کا فیصلہ ہماری قوتِ ارادی کے ہاتھ مین ہے۔ قوتِ ارادی ہی ضمیر کی پابند ہو کر یا حرص و ہوا مین مبتلا ہو کر اس قسم کی خصلت تیار کرتی ہے، جو بُری یا بھلی ہو سکتی ہے۔ لیکن اِس کے لیے اِس بات کی بھی ضرورت ہے کہ قوتِ ارادی بالکل آزاد ہو۔ کسی فعل کی اخلاقی قدر و قیمت کا تعلق یا مدار محض اس بات پر رہتا ہے کہ وہ کس حد تک قوتِ ارادی کی باخبری اور آزادی کے ساتھ ظہور مین آیا۔ یہان ایک اور سوال عائد ہوتا ہے کہ کیا قوتِ ارادی ہمیشہ آزاد ہوتی ہے؟ بیشک آزاد ہوتی ہے! اور باوجود اِس کے بعض ایسے موقعے پیش آتے ہین کہ ہم واقعات کی ترغیب مین آکر اس آزادی کے احساس کو خیرباد کہہ دیتے ہین۔ اس فعل سے پہلے اور اُس کے بعد تو یہ احساس ضرور موجود ہوتا ہے لیکن عین وقت پر [illegible] جاتا ہے۔ ایسا کیون ہوتا ہے؟ اِس لیے کہ ہم

کا قانون یہی ہے۔ ہر فعل اور ہر فیصلہ خواہ وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہو، ہمارے اندر ایک سمت خاص مین قدم رکھنے کا رجحان پیدا کر دیتا ہے جس قدر زیادہ اس فعل کو کیا جائے اور جس قدر زیادہ اس قسم کے فیصلے سے کام لیا جائے، اسی قدر زیادہ قوت ارادی اُس طرف چلنے کی عادت اختیار کر لیتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ جب انسان اپنی زندگی مین پہلی مرتبہ ایک خفیف سی بُرائی کرنے لگتا ہے، تو اُسے اپنے ضمیر کے ساتھ اس سے بہت زیادہ جد و جہد کرنا پڑتی ہے جس قدر بعد مین کسی عظیم ترین گناہ کے لیے بھی نہین کرنا پڑتی۔ بار بار بُرائی کی طرف مائل ہونے سے قوت ارادی اسی سمت مین چلنے کی عادی ہو جاتی ہے، اور ہر بار اس فعل مین زیادہ آمادگی ظاہر کرتی ہے۔ پہلے جس کام مین اُسے بہت تامل ہوتا تھا اب اُسے شوق سے کرنے لگتی ہے، اور جب ایک دفعہ اس قسم کی عادت [illegible] ہو جائے تو انسان کے اندر اُس کا اثر اتنا غالب ہو جاتا ہے کہ تحریص و ترغیب [illegible] عادت کا دباؤ قوت ارادی کی آزادی کو بھی سلب کر دیتا ہے۔

ہم لوگ جب کبھی بُرے فعل کی عادت اختیار کرتے ہین، تو اپنے دل کو یہ کہکر تسلی پاتے ہین کہ جب چاہون گا مین اس طریق کو ترک کر دون گا۔ حقیقت مین یہ ایک غیر ممکن عمل ہے، کیونکہ جو شخص ایک دفعہ بُرائی کی طرف چلا، اُس کا ہر قدم بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے ہی کی طرف بڑھتا جائے گا۔ وہ جس قدر راستہ بُرائی کا طے کر چکا ہے، وہان سے اصلی مقام تک واپس آنے کا کوئی مختصر راستہ نہین ہے اس راستہ کو قدم بقدم طے کرنا پڑے گا گناہ کی زنجیرین جو بدن کے گرد کسی جا چکی ہین، اُنھین ایک ایک کر کے کھولنا اور توڑنا ہو گا۔ یہ ایک نہایت سخت جد و جہد ہو گی، یعنی اُس جد و جہد سے بھی زیادہ سخت جو اوّل مرتبہ بُرائی کی طرف قدم اُٹھانے کے وقت کرنا پڑی تھی۔ ہان، اگر استقلال اور ضبط و انتظام کے ساتھ جد و جہد کو جاری رکھا جائے تو انجام کار کامیابی حاصل ہونا ممکن ہے!

یہی بات جو بادی النظر مین [illegible] شکن نظر آتی ہے در اصل بڑی امید افزا اور دل [illegible] والی ہے کیونکہ اگر قوت ارادی [illegible] تبدیلیان ظہور پذیر ہونا ممکن سمجھا جائے،

تو ہماری اخلاقی زندگی کسی طرح محفوظ نہو۔ ہر وقت خطرہ لگا رہے کہ کہین ایک لمحہ مین ساری محنت کی کمائی ضائع نہو جائے۔ مانا کہ کسی عظیم حرص کے زیر اثر آ کر اچھے آدمی بھی بُرائی کے راستہ پر چلنے لگتے ہین لیکن انھین بہرحال مایوس نہونا چاہیے صرف ایک خطا سے اُن کی عمر بھر کی عادات مین انقلاب واقع نہین ہو سکتا۔

اور اگر کسی شخص مین بُری عادات جاگزین ہو چکی ہین اور بار بار اس سے بُرائی سرزد ہو چکی ہو تاہم اُسے بھی یہ جانکر تسلی ہو سکتی ہو کہ جو قدم مین نیکی کی طرف اُٹھاتا ہون وہ میرے لیے موجب تقویت اور عادات بد کے لیے باعث ضعف ہو۔ اُس کو ہر روز جسقدر جد و جہد بُرائی سے بچنے کے لیے کرنا پڑتی ہو وہ دراصل آزادی کے حصول مین اُس کی ترقی پر دلالت کرتی ہو۔ جون جون وقت گزرتا جائے گا نیکی کی طرف اُس کی رفتار تیز تر ہوتی جائے گی، کیونکہ ہر نیک فعل خواہ وہ کتنا ہی حقیر کیون نہو ہمارے بدن سے گناہ کی زنجیرون کو ایک درجہ اور ڈھیلا کر دیتا ہو۔

زندگی کے حقیقی معنی یہ نہین ہین کہ ہم کیا کرتے ہین، بلکہ یہ کہ ہم پر ہمارے افعال کا اخلاقی اثر کیا ہوتا ہو۔ بالفاظ دیگر زندگی کے حقیقی معنی یہ ہین کہ وہ خود او راس کے متعلقات خصلت کی تیاری کے لیے سامان فراہم کر رہے ہین۔ تعمیر کی طاقت قوت ارادی کو حاصل ہو۔ اور ہر شخص کا فرض اولین یہی ہو کہ وہ چھوٹی بڑی تمام باتون مین ضمیر کی آواز کو اپنی قوت ارادی کے لیے مشعل ہدایت بنائے۔ اگر کبھی ناکامی ہو تو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہین خواہ وہ ناکامی کتنی ہی عظیم کیون نہو، کیونکہ ہر چند قوت ارادی کے گرد گناہ کی پہلی زنجیر گرہگیر ہو چکی ہو، لیکن حقیقت مین وہ ابھی تک آزاد ہو، اُس مین جد و جہد کی طاقت ہو۔ اگر اس جد و جہد کو دن بدن ساعت بساعت جاری رکھا گیا اور اُس کے ساتھ ہی ہمت و استقلال سے بھی کام لیا گیا تو وہ آخر کار از سر نو آزاد ہو جائے گی۔

کیون نیند قیامت کی ہو طاری، جاگو! اب جاگ چکی ہو خلق ساری، جاگو!
غفلت ہو کہ یہ خواب گران اے [illegible] ت ہو یا نیند ہماری، جاگو!

قانون عہد عتیق

یعنی پرانے عہد نامہ کی کتابوں کی فہرست مسلّم

مسیحیون نے ابتدا ہی سے یہودیوں کی کتب مقدسہ کو منجانب اللہ اور الہامی نوشتہ[1] تسلیم کیا۔ بلکہ پہلی صدی عیسوی کے کچھ زمانہ تک تو لفظ نوشتہ کا مفہوم فقط کتب مذکورہ ہی کے لیے مختص سمجھا جاتا تھا۔ جب عیسائی رفتہ رفتہ مسیحی تحریرون کو یہودی کتب مقدسہ کے برابر وجہ سند جاننے لگے تو اُن کو عہد جدید کہکر عہد عتیق یعنے یہودیوں کی کتب مقدسہ سے امتیاز کرنے لگے۔ ملاحظہ ہو ۲ قرنت ۳: ۱۴

یہودیوں کے نوشتے اُن کی قدیم قومی زبان عبرانی مین تھے، عزرا اور دانیل کے صرف چند ابواب آرامی زبان مین تھے جو پانچوین صدی قبل مسیح سے ملک فلسطین کی قومی اور ملکی زبان ہوگئی تھی۔ یہودیون کی مقدس کتابون کی تین تقسیمین حسب ذیل ہین:

(۱) شریعت یعنی موسیٰ کی پانچ کتابین۔

(۲) کتب انبیا یعنی پرانی کتب تواریخ مشتمل بر یشوع، قاضیون، صموئیل، سلاطین اور نیز وہ کتابین جن کو اب ہم کتب الانبیا کہتے ہین مشتمل بر یسعیاہ، یرمیاہ، حزقیل اثنا عشر یعنی بارہ انبیاے اصغر کے صحائف۔

(۳) نوشتے مشتمل بر زبور، ایوب، امثال، روت، واعظ، غزل الغزلات، نوحہ، دانیل، آستر، عزرا، نحمیاہ، تواریخ۔ اس تقسیم کا کوئی نوعی نام تجویز نہین کیا جا سکتا تھا کیونکہ اس کے اجزا باعتبار مضمون مختلف النوع تھے۔

انبیاے اصغر کے صحائف ایک کتاب شمار ہوتے تھے۔ عزرا نحمیاہ بھی ایک کتاب تھی۔ نیز صموئیل اور سلاطین اور تواریخ کو بھی بعد ہی مین دو دو کتابون مین تقسیم کیا گیا ہے۔ پس جن کتابون کو اب ہم ۳۹ شمار کرتے ہین اُن کو یہودی ۲۴ شمار کرتے ہین۔

---

[1] SCRIPTURE یا اسی [illegible] الفاظ دیگر زبانون مین ۱۲

جدول ذیل سے اُس کی توضیح ہوگی :-

پروٹسٹنٹ مسیحیوں کا موجودہ طریقِ شمار		یہودیوں کا طریقِ شمار	
۱	پیدائش	۱	پیدایش
۲	خروج	۲	خروج
۳	احبار	۳	احبار
۴	گنتی	۴	گنتی
۵	استثنا	۵	استثناء
۶	یشوع	۶	یشوع
۷	قاضیون کی کتاب	۷	قاضیون کی کتاب
۸	روت	۸	روت
۹	۱-صمویل	۹	صمویل
۱۰	۲-صمویل		
۱۱	۱-سلاطین	۱۰	سلاطین
۱۲	۲-سلاطین		
۱۳	۱-تواریخ	۱۱	تواریخ
۱۴	۲-تواریخ		
۱۵	عزرا	۱۲	عزرا نحمیاہ
۱۶	نحمیاہ		
۱۷	استر	۱۳	استر
۱۸	ایوب	۱۴	ایوب
۱۹	زبور	۱۵	زبور
۲۰	امثال	۱۶	امثال
۲۱	واعظ	۱۷	واعظ

۲۲	غزل الغزلات	۱۸	غزل الغزلات
۲۳	یسعیاہ	۱۹	یسعیاہ
۲۴	یرمیاہ	۲۰	یرمیاہ
۲۵	نوحہ	۲۱	نوحہ
۲۶	حزقیئل	۲۲	حزقیئل
۲۷	دانئیل	۲۳	دانئیل
۲۸	ہوسیع	۲۴	بارہ انبیاء اصغر کے صحائف
۲۹	یوئیل		
۳۰	[illegible]		
۳۱	[illegible]یاہ		
۳۲	یوناہ		
۳۳	میکاہ		
۳۴	نحوم		
۳۵	حبقوق		
۳۶	سفنیاہ		
۳۷	حجی		
۳۸	ذکریاہ		
۳۹	ملاکی		

کتب مشمولہ توریت و "انبیاے سابقین" یعنی یشوع تا سلاطین کی ترتیب چونکہ تاریخی تھی اس لیے بلا تبدیل ویسے ہی قائم رہی۔ "انبیاے متاخرین" مین یرمیاہ کو بعض اوقات اول رکھتے تھے یعنی سلاطین کے بعد ہی جس کے ساتھ اس کا تعلق بہت نزدیکی تھا۔ تیسری تقسیم مین ترتیب کا کوئی قاعدہ ملحوظ نہ تھا۔ اس لیے اس کی کتابون کی ترتیب مین مختلف رائین محققین [illegible] پہلے جس ترتیب سے ہم نے تیسری

تقسیم کی کتابین بیان کی ہین وہی سب سے قدیم ترتیب ہو اور یہودی کاہنون کے عقیدہ مین تاریخی بھی۔

اوائل زمانۂ مذہب عیسوی مین یہودیون کے عبادت خانون مین سبت کے دن پہلا ورد شریعت سے پڑھا جاتا تھا اور دوسرا انبیا سے۔ اس مدید استعمال کی کی وجہ سے ان دونون تقسیمون کی کتابون کی الہامیت کو قبول عام حاصل ہو گیا تھا اور تیسری تقسیم یعنی نوشتون کی بھی اکثر کتابون کے الہامی ہونے مین عموماً شبہ نہ تھا۔ البتہ غزل الغزلات اور واعظ کے باب مین اختلاف راے تھا بعض کٹر یہودی ان دونون کو قانون سے خارج سمجھتے تھے اور بعض انھین الہامی تسلیم کرتے تھے پس دوسری صدی عیسوی کے شروع مین بمقام جمنیہ کاہنون کی ایک بڑی کونسل منعقد ہوئی اور بکثرت راے سے دونون مذکورۂ بالا کتابون کو الہامی تسلیم کیا گیا۔ اس طرح کا اختلاف بعد مین بھی موجود تھا چنانچہ تیسری صدی تک بھی ایسے یہودی علما تھے جو استر کو قانون سے خارج جانتے تھے اور بعض ابن سیراخ کو الہامی مانتے تھے۔

ان امور سے ظاہر ہے کہ گو عموماً یہودیون کے درمیان دوسری صدی عیسوی تک کتب الہامیہ کے باب مین اتفاق راے تھا تاہم قانون ہنوز مرتب نہ ہوا تھا بلکہ بعض انفرادی کتابون کے متعلق صاف اختلاف موجود تھا۔ اس امر کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ دوسری صدی کے وسط مین کاہنون نے باضابطہ اعلان کیا تھا کہ اہل بدعت کی انجیل اور دیگر تحاریر الہامی نہین ہین۔ اسی کے شمول مین انھون نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ ابن سیراخ اور دیگر کتابین جو اس کے زمانہ یعنی سنہ ۱۸۰ ق م کے بعد ضبط تحریر مین آئین قانون سے خارج ہین۔ یہ فیصلہ اس اصول پر کیا گیا تھا کہ عزرا اور نحمیاہ کے زمانہ سے الہام اٹھ گیا۔ یہ نظریہ یوسفس کی تحریر مین بھی پایا جاتا ہے اس قسم کے فیصلون کے ذریعہ سے قانون مرتب ہو گیا تھا۔ یہودیون کی کتب الہامیہ کی سب سے

سلہ اہل ورد کے لیے توریت کو اس طرح چھوٹے چھوٹے حصون مین تقسیم کیا گیا تھا کہ تین سال مین ایک بار کل کتاب ختم ہو جاتی تھی ۱۲ ... انسائیکلوپیڈیا ۱۲

پرانی فہرست جو ہم تک پہنچی ہو اُس مین مختلف صحیفون کی قانونیت سے بالکل بحث نہین کی گئی ہو کیونکہ یہ تو فیصلہ شدہ اور مسلم تھی بلکہ انبیا اور نوشتون کی صرف ترتیب کا بیان اس مین ہو یہ فہرست دوسری صدی کے اواخر کی تحریر معلوم ہوتی ہو اور کل کتابون کے نام اسمین شامل ہین۔

اسکندر ذوالقرنین کی وسیع سلطنت مین بعد بارہ برس تک یہودی پھیلے ہوے رہے۔ چنانچہ بابل فارس سوریہ ایشیاے کوچک مصر وغیرہ مین یہودی آباد تھے مورخ فیلو اپنے زمانہ (قریب سنہ ۴۰ء) مین شہر اسکندریہ واقع ملک مصر کے یہودیون کا شمار تخمیناً دس لاکھ بیان کرتا ہو اس شہر مین مختلف ممالک کے لوگ آبسے تھے اور سب نے اپنی قومی زبان کے بواسطہ شاہی زبان یعنی یونانی اختیار کر لی تھی۔ یہودی اس سے مستثنیٰ نہ تھے اور اب وہ اپنی قدیم مذہبی زبان عبرانی کو سمجھ نہین سکتے تھے لہذا ضرور ہوا کہ اپنی الہامی کتاب کو یونانی مین ترجمہ کرین۔ یہودیون کے یہان روایت ہو اور قرین قیاس بھی ہو کہ سب سے پیشتر توریت کا ترجمہ ہوا۔ یہ ترجمہ قریب ڈھائی سو سال ق م ختم ہوا تھا، دیگر صحیفون کا ترجمہ مختلف اوقات ومقامات مین ہوتا رہا بعض صحیفون کے متن مین بوقت ترجمہ اضافہ بھی ہوا جیسے دانیل اور آستر مین چند ابواب مترجمون نے بڑھا دیئے اس اضافہ متن کو فلسطین کے یہودیون نے قبول نہین کیا۔ علاوہ ازین منجملہ اُن صحیفون کے جو فیصلہ ہو کر داخل قانون سمجھے گئے تھے چند اور کتابین بھی کتب الہامیہ کے نمونہ پر عبرانی یا ارامی زبان مین تحریر کی گئی تھین ذیل کی مختصر جدول سے اُن کی کیفیت واضح ہوگی:۔

الہامی کتاب	کتاب جو اُس نمونہ پر لکھی گئی
کتب تاریخی مثل صموئیل و سلاطین وغیرہ	مکابیون کی پہلی کتاب
امثال	ابن سیراخ
زبور	مزامیر سلیمان*

* ہماری بائبل کے مزامیر [illegible] کتاب تھی جو کبھی داخل قانون نہین سمجھی گئی۔

استر — یودت

دانئیل — رویائے حنوک، رویائے نوح، رویائے عزرا، باروخ وغیرہ

یہ کتابین بھی رفتہ رفتہ یونانی مین ترجمہ ہوگئی تھین اور ان مین سے بعض بہت شائع ہوئین ان کے علاوہ یونانی دان یہودیون نے بعض عبرانی الہامی کتابون کی طرز مین کچھ کتابین خود یونانی مین بھی لکھین مثلاً حکمت سلیمان اور مکابیون کی دوسری کتاب اور بعض دیگر کتابین یونانی زبان مین یونانی ادبیات کی کسی نہ کسی طرز مین تحریر ہوئین مثلاً مکابیون کی چوتھی کتاب جس مین عقل کی فضیلت جذبات پر ثابت کی گئی ہی جو بالکل استوئکی فلسفہ سے ماخوذ ہی۔ (باقی آیندہ)

ایس۔ ڈبلیو۔ بٹلر

کلامِ حق

اے کلام بے مثال ولاجواب! — اے خدائے پاک کی پاک کتاب!

عکس تیرا دافعِ ظلمات کفر — نور تیرا روکشِ صد آفتاب

دولتِ جاوید اُس کو مل گئی — فیض سے تیرے ہوا جو فیضیاب

تشنگانِ راہِ حق کے واسطے — چشمۂ شیرین ہی تو زیرِ سحاب

تو ہے مرہم زخمِ دل کے واسطے — ایک نسخہ ہے پئے صد اضطراب

تیری خوشبو سے معطر ہی جہان — ہی ریاضِ قدس کا گویا گلاب

مخزنِ علمِ لدُنی لاکلام — معدنِ افضال و حسان و ثواب

ہین بھرے تجھ مین جہان کے علم و فن — اے کلامِ حق ہے تو اُم الکتاب

بے زبان ہی ایک خاموشی تری — سیکڑون دفتر ہے تیرا ایک باب

ہو جہان مین تیری ہی ضو گستری — ہی تو ہی صدق و صفا کا ماہتاب

تو نے داہم بر رہِ جنت کیا — تو نے دکھلائی ہمین راہِ صواب

وصف ہو تیرا رقم ممکن نہین — ہین ترے اوصاف بے حد و حساب

شاکر (میر علی)

ہندوستانی مسیحیون کا مطمحِ نظر

کچھ عرصہ ہوا کہ میرے ایک مسیحی دوست نے جو اُس وقت امریکہ کی ایک یونیورسٹی مین الٰہیات اور فلسفہ کی تحصیل کر رہے تھے، مجھے ایک خط تحریر فرمایا تھا۔ مسیحی مذہب کے قبول کرنے سے پیشتر انھین ہندوستان کی مذہبی جماعتی تمدنی اور ملکی تحریکون اور انجمنون وغیرہ سے بہت دلچسپی تھی، اور اُن مین شریک ہو کر انھون نے طرح طرح کی خدمات انجام دی تھین لیکن روحانی اطمینان انھین اس وقت تک حاصل نہوا جبتک کہ آپ [illegible] کے قدمون مین نہین آ گئے۔ اپنے خط مین منجملہ اور باتون کے دو امر آپ نے ایسے [illegible] فرمائے تھے جن کو مین یہان پیش کرنا مناسب سمجھتا ہون۔ یہ مسیحی جماعت پر جو نکتہ چینی انھون [illegible] کی ہے، ممکن ہے کہ بعض حضرات کو وہ سخت گیری اور بے انصافی پر مبنی معلوم ہو۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ میرے دوست نے مسیحی جماعت کے پست و بلند اور ماحول کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن مین وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ جو کچھ وہ کہتے ہین، صدق دلی اور نیک نیتی سے کہتے ہین۔ میرا پچیس سال کا تجربہ شاہد ہے کہ دینی غیرت اور مسیح کی محبت و اطاعت کے اعتبار سے اُن کے مثل کم لوگ مین نے دیکھے ہین۔ ان کے متذکرہ خط کا اقتباس حسب ذیل ہے:-

"مجھ مین اور دیگر مسیحیون مین بہت فرق ہے۔ (۱) مجھے اپنے ملک کے ساتھ حد درجہ عقیدت ہے۔ مین سراپا "ہندوستانی" ہون۔ (۲) مین ہندو اخلاق اور معقول کا قائل ہون۔ میرا اعتقاد ہے کہ اپنشدون اور ویدون مین جو الٰہی صفات "شد۔ سپاودھم" "انتھم" "مھم" وغیرہ بیان ہوئی ہین، وہ سب خداوند مسیح پر صادق آتی ہین۔ اسی معبود کی تلاش مین رشی اور منی تارک الدنیا ہوے تھے۔ (۳) میرا پختہ یقین ہے کہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤن کو خداوند مسیح کے مطیع بنانے کا یہ طریقہ درست نہین ہے کہ ہم اُن کو غیر قوم کہہ کر اُن سے الگ تھلگ رہین۔ اس جدائی اور [illegible] جہ سے اُن کے مسیحی ہونے مین گوناگون

دقتیں حائل ہوتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ رنج و راحت میں اُن کے شریک ہوں اور اپنے آپ کو اُن سے متحد کر کے اپنے کلام سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے اُن کے دل پر نقش کر دیں کہ فی الحقیقت ہندوستانی مسیحی اپنے ملک کے محب اور قوم کے شیدائی ہیں۔

"ہم ہندوستانی مسیحیوں نے ہندوؤں کی کتب مقدسہ سے واقفیت حاصل کرنے میں بہت غفلت سے کام لیا ہے اور اُن کی رسم و رواجوں سے تو ہمیں مطلق ہمدردی نہیں رہی۔ ہم نے اتنی جرأت نہیں کی کہ ملکی معاملات میں اپنے خیالات و آراء کا اظہار کریں، بلکہ الٹا ہم بعض بڑے بڑے ہادیانِ ملک کا مذاق اُڑاتے رہے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں مجھے مشہور و معروف بزرگ، قوم و محبِ ملک اور دیندار مسیحی بابو کالی چرن بنرجی (مرحوم) کی خدمت میں بمقام کلکتہ حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ میں اُس زمانہ میں بیمار تھا۔ مجھ میں اور صاحب موصوف میں ہندوستان کی قومی کلیسیا (نیشنل چرچ) کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہندوؤں کو مسیحیت کے زیر اثر لانے کے لیے ضرور ہے کہ ہندوستانی مسیحی قولاً و عملاً ہندوستانی ہوں۔ مگر افسوس کہ وہ ایسے نہیں ہیں۔ وہ تو باہر سے تشریف لانے والے مشنری صاحبان سے بھی زیادہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں اور عادات و خصائل اور دستوروں سے ناواقف ہیں۔ مرحوم اس وقت سخت علیل تھے، اور یہ کلمات آپ نہایت دلسوزی کے ساتھ فرماتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ہم ہندوستانی [illegible] تعلیم [illegible] کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے۔ اگر ایسی حالت میں اعلیٰ درجہ کے ہندو مسیحیت کی جانب سے ایسی بے پروائی برتیں تو ہمیں متعجب نہ ہونا چاہیے۔ یہ ہمارا ہی قصور ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے دنیا کے کسی اور ملک میں لوگ اس قدر [illegible] مذہب اور مشتاق نجات نہیں ہیں جتنے ہمارے ہندو بھائی ہیں بالخصوص اونچی ذات والے۔"

اقتباس بالا سے ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ میرے دوست کی رائے میں ہم نے اب تک اپنے فرائض کو محسوس نہیں کیا۔ اعلیٰ ذات کے ہندو جو بہت کم تعداد میں اب تک مسیحی مذہب کے دائرہ میں آئے [illegible] کے ذمہ دار ہم لوگ ہی ہیں پس ظاہر ہے

مہر سے یہ خدمت ہرگز نہ اسے نہ دین گے کہ انجیلی خدمت اونچی ذات والون کو چھوڑ کر
عوام مین کی جائے چنانچہ وہ فرماتے ہین:-

"بعض اصحاب کا خیال ہو کہ اونچی ذات والون مین بشارت ناممکن" ہو۔ مجھے حیرت
ہو کہ مسیحی ہو کر بھی بعض حضرات ایسے مایوسانہ خیالات کیون رکھتے ہین۔ کیا وہ جو دو ہزار برس
قبل قادر علی الاطلاق تھا، اب اُس کی قدرت جاتی رہی؟ آدمزاد کون ہو جو یون شاکی
ہو اور خداوند کی خدمت کو ناممکن بتائے! آدمی خدا کے ہاتھ مین ایسا ہی ہو جیسا کمہار کے
ہاتھ مین مٹی۔ پس اس کو یہ لازم ہو کہ خود کو خدمت کا محض ایک ذریعہ سمجھ کر خداوند کے احکام
کی تعمیل کرے۔ اُس کا یہ منصب نہین ہو کہ وہ اپنے آقا کے حکم پر شک لائے۔ ہمارا صرف
یہی کام ہو کہ حتی الوسع خدمت مین کوشان ہون، اور نتائج کو خداوند کے ہاتھ مین چھوڑ دین
اگر ہم مسیحی اِس طرح [illegible]ت کو انجام نہین دے سکتے، تو چاہیئے کہ ہم اُس سے دست بردار
ہو جائین اور اپنے آپ [illegible] کو مسیحی بھی نہ کہین مین دریافت کرتا ہون کہ ہم نے اپنے نجات
دہندے کے نام پر کون سی مصیبتین سہین؟ کیا قربانی کی؟ کتنی مرتبہ ہم نے کوڑے کھائے؟
کتنی دفعہ ہم قید مین پڑے؟ ہم ترسوس کے خیمہ دوز کی طرح کیون کلام نہین کر سکتے؟
مسیح کے سپاہیون کو خوف اور رنج اور شبہ سے نہین کانپنا چاہیئے۔ ہندو بالطبع حلیم مزاج
اور مذہب کی طرف مائل ہین۔ اگر ہم اپنے مذہب کی خوبی اُنھین نہین دکھا سکتے، اور
خداوند کے کفارہ کا اُنھین قائل نہین کر سکتے، تو مناسب ہو کہ ہم اس اعلیٰ خدمت سے
برطرف ہون، اور اپنے آپ کو خداوند کے شاگرد اور خادم نہ کہین۔ نہین، ہم پر فرض ہو کہ
جتنی زیادہ وہ ہم سے نفرت کرین اُتنا ہی ہم ان کو اور زیادہ پیار کرین۔ اگر وہ ہم سے ناخوش
ہون اور ہمین حقیر سمجھین تو ہم برداشت کرین اور عاجزی کا شیوہ اختیار کرین۔ اگر ہم کو وہ ماریں
تو ہم اُنھین چومین۔ آؤ، ہم عہد کرین کہ ہم کبھی ناامید نہ ہون گے، بلکہ صلیب پر نظر
رکھ کر برابر ہمت حاصل کرتے رہین گے۔ آؤ، ہم خود غرضی کو ترک کر کے اِس راہ
مین نثار ہونے کو آمادہ رہین۔ ہمارا خداوند زندہ ہو۔ ہم اسی کی طرف تاکتے رہین۔ وہی
ہم کو قوت اور ہمت اور حکمت بخشے گا۔"

مین نہین جانتا کہ ناظرین پر میرے دوست کے ان اقتباسات کا کیا اثر ہوگا۔ مگر مجھ کو تو اس خط سے بڑی روحانی تقویت حاصل ہوئی۔ "مسیحی"

دُعا

(اہل جنگ کے واسطے)

اے قادر مطلق خدا، جس نے کُل روے زمین پر بسنے کے لیے تمام قومون کو ایک نسل سے پیدا کیا ہی، اور جس نے اپنے پاک کلام مین سکھایا ہی کہ ہمارا باپ اور خدا صرف تو ہی ہی اور ہم سب بھائی ہین، ہم اس جنگ عظیم کے تاریک وقت مین تیری منت کرتے ہین کہ تو لوگون کی آنکھین کھول، اور جن کو تو نے حکومت اور اختیار بخشا ہی اُن پر ظاہر فرما کہ اُن کے درست اور حقیقی تعلقات تیرے ساتھ، اور ایک دوسرے کے ساتھ کیا ہین۔ اپنی روح کے وسیلہ سے اُن کو تعلیم دے کہ باہمی منافرت اور سخت گیری کا باعث کمزوری ہی کہ قوت کا سبب، اور کہ قومون کی اصلی محافظت اسلحۂ جنگ سے نہین ہوتی بلکہ ان نیک اصول عمل سے جن سے راستبازی، صداقت، اخوت اور صلح پیدا ہوتی ہی۔ جو لوگ جنگ مین مصیبتین برداشت کر رہے ہین، اُن کو اپنے فضل کا اطمینان بخش۔ بیمارون کو صحت عنایت فرما۔ زخمیون کو تسلی دے۔ مرنے والون کی خبرگیری کر۔ اور جلد ایسا کر کہ تمام دنیا مین امن وامان پھیلے اور سب لوگ اتفاق و محبت کے ساتھ رہین پھر جنگ نہو، ہمارے نجات دہندہ اور خداوند یسوع مسیح کی خاطر ہماری اس درخواست کو قبول کر۔ آمین!!

تسلیم و رضا گر تری عادت ہوگی — حاصل تجھے ہر [illegible]

غم ہوگا کسی شے کا نہ تجھ کو شاکر — گر تجھ کو [illegible]

جس کو اہلِ جماعت چندہ کے ذریعہ سے جمع کرتے ہین۔ اب یہ دستور اِس قدر رائج نہین ہی۔ اگلی ہتک سُریانی مسیحی واعظون کو ماہوار مقررہ تنخواہ دینے کے قاعدہ سے بالکل ناواقف تھے، لہٰذا وہ ان لوگون کی بہت تعظیم کرتے تھے جو بغیر مشاہرہ کے خدماتِ الٰہی انجام دیتے تھے۔ لیکن چونکہ بدقسمتی سے مغرب کی اندھی تقلید سے واعظون کی مقررہ تنخواہون اور مدارجِ ترقی کا قاعدہ بندھ گیا، پاسبان کی خدمت کا حسن اور شان رفتہ رفتہ کم ہونے لگی۔ حتیٰ کہ اِن لوگون کے دلون مین خادمانِ دین کی وہ پہلی سی وقعت نہ رہی؛ چنانچہ ملآئلم زبان مین واعظون کی خدمت کے متعلق مسیحیون مین یہ مثل زبان زد خاص وعام ہو گئی ہی کہ یہ لوگ اپنی اُجرت کی خاطر کلیسیا مین بیٹھتے ہین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مسافر پروری سُریانیون کے خصائص قومی مین داخل ہی۔ راقم کو ہند کے مختلف حصّون مین سفر کرنے اور ہندوؤن اور مسیحیون سے ملنے کا اتفاق ہوا ہی اور وہ فخر کے ساتھ بیان کر سکتا ہی کہ مقابلتہً سُریانی مسیحی مہمان نوازی مین اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہین۔ اس کو وہ فرائض مذہبی سے جانتے ہین۔ ایامِ گزشتہ مین ان کے یہان دستور تھا کہ کھانے سے پیشتر دیکھ لیا کرتے تھے کہ پھاٹک پر کوئی مسافر تو نہین ہی۔ یہان پر یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ پُرانے زمانہ مین یہ لوگ اپنے مکانون کے پھاٹکون پر خاص مسافرون کے آرام کے واسطے ایک چھوٹا سا گھر بنایا کرتے تھے جس کو پڈی گوڑے یا چاوڈی کہتے تھے۔ اِن گھرون مین کئی کمرے اور برآمدے ہوتے تھے، جن مین کئی ایک آدمیون کی اقامت کی بخوبی گنجایش رہتی تھی۔ اِن گھرون کی تعمیر اور مسافرون کا انتظار تو اب رفت وگزشت ہی لیکن ہان اب بھی اگر کوئی مسافر اُن کے پاس چلا جائے تو یہ لوگ اس کی بہت خاطر کرتے ہین۔ (ترجمہ)

بندون کی قبول التجا کرتا ہے — دروازہ جو کھٹکھٹائین وا کرتا ہے
کرتے ہین مدد اپنی جو مردانِ خدا — شاکر! مدد اُن کی ہی خدا کرتا ہے

دنیائے خرابات

رات کا وقت تھا، اور کوئی خداوند مسیح کے ہمراہ نہ تھا۔ خداوند نے ایک شہر پناہ دیکھی، اور اُس کی طرف قدم اُٹھائے۔ جب وہ قریب پہنچا تو فرحت کے قدموں کی چال، مسرت کے دمنوں سے کھلے قہقہے، اور بہت سے باجوں کے نغمے سُنے۔ اُس نے شہر پناہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور دربان نے دروازہ کھول دیا۔

جب خداوند شہر میں داخل ہوا تو ایک سنگ مرمر کا مکان دیکھا جس کے ستون خوشنما بیلوں سے مرصع تھے، اور جس میں عود کی شمعیں روشن تھیں۔ وہ اس مکان میں داخل ہوا، اور برآمدوں کو طے کر کے جب دعوت کے بڑے کمرے میں پہنچا، تو ایک کوچ پر، جس پر زرنگاری مخمل بچھا ہوا تھا، ایک شخص کو لیٹے ہوئے دیکھا جس کے سر پر گلاب کے پھول رشک تاج بنے ہوئے تھے، اور جس کے لب شراب ارغوانی سے سرخ ہو رہے تھے۔

خداوند اُس کے پاس گیا، اور اُس کا بازو پکڑ کر اُس سے دریافت کیا "تم کیوں ایسی زندگی بسر کرتے ہو؟" اُس جوانِ رعنا نے پلٹ کر دیکھا تو اُسے پہچانا اور جواب دیا "میں ایک وقت میں کوڑھی تھا، اور آپ نے مجھے شفا بخشی، اب اور کیسی زندگی بسر کروں؟"

خداوند اس مکان سے باہر آ کر ایک سڑک پر ہو لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے ایک عورت کو دیکھا، جو زیور سے مرصع اور موتیوں سے لدی ہوئی تھی، اور اس کے پیچھے ایک شخص جو دو رنگ کا کوٹ زیب تن کیے تھا شکاریوں کی طرح دبے پاؤں آ رہا تھا۔ عورت حسن کی دیوی معلوم ہوتی تھی، اور اس شخص کی آنکھیں شہوت سے شہاب ہو رہی تھیں۔ خداوند لپک کر اُس شخص کے پاس پہنچا، اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر دریافت کیا کہ "تم کیوں اس عورت کی طرف ایسی نظروں سے تاکتے ہو؟" اس جوان نے دیکھا تو خداوند کو پہچان لیا۔ اُس نے جواب دیا: "میں ایک زمانہ میں اندھا تھا، آپ نے مجھے بینائی بخشی۔ اب میں کس چیز

پر نگاہ ڈالون؟"

خداوند آگے بڑھا، اور اُس عورت کا منقش دامن پکڑ کر کہا "کیا گناہ کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے؟" عورت نے مڑ کر دیکھا تو خداوند کو پہچان لیا، اور ہنس کر جواب دیا "لیکن آپ نے تو میرے سب گناہ معاف کر دیے تھے، اور یہ راستہ نہایت خوشگوار رہا۔"

جب خداوند شہر سے باہر چلا آیا، تو سڑک پر ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو رو رہا تھا خداوند اس کی طرف متوجہ ہوا، اور ہمدردی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "تم کیون روتے ہو؟" اُس آدمی نے اوپر نگاہ اُٹھائی تو خداوند کو پہچان لیا، اور جواب دیا "مین مر گیا تھا، آپ نے مجھے زندہ کیا، اب رووُن نہین تو اور کیا کرون؟"

(ترجمہ از ملفوظات آسکر وائلڈ)

جذباتِ صادق

کیون نہون شاد مسیحا تری اُلفت والے
وارثِ خلد یہی ہین یہی جنت والے

تیری اُلفت کا ملے گا نہ دو عالم مین جواب
دعوئ عشق کرین لاکھ محبت والے

نہ ملا تیرے سوا کوئی بھی درمان دل کا
یون تو دیکھے بہت اعجاز و کرامت والے

تیری سرکار مین آیا ہون تمنا لے کر
تیرے دربار سے جائین کہان حاجت والے

منفعلا چارہ سیہ کا! یہ گنہگار ہون مین
رحم کر رحم، مرے حال پہ رحمت والے

آتشِ سوزِ نہانی سے پُھکا جاتا ہون
دے رہائی تپِ تشویش سے قدرت والے

تیرے الطاف و کرم سے مین ہوا مالا مال
ہیچ ہین میری نظر مین زر و دولت والے

عرش پر رہتا ہی ہر دم دلِ فرخ اُن کا
بادۂ لطفِ مسیحا کے جو ہین متوالے

ہے بجا، ناز مجھے جتنا بھی اے صادق ہو
فاخرِ بخت ہوا کرتے ہین قسمت والے

اپل صادق بی اے

بُرائی کی جڑ

ایک ڈراما جس مین ہندوستانی مسیحی جماعت کے رسوم اور طریقِ معاشرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے

پہلا ایکٹ - پہلا سین

مسٹر ڈیوڈ ہنری نامی بیرسٹر ایٹ لا کا مکان

[ولیم اور اس کی ہمشیرہ للّی دونوں کمرے مین داخل ہوتے ہین]

للّی - (کسی قدر تلخی کے ساتھ) ولی! تم والدہ کے مزاج سے خوب واقف ہو اور اُس پر جیسا چاہتے ہو اُن کو دِق کرتے ہو۔

ولیم - مین والدہ کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہون اور تمھارے مزاج سے بھی۔ اگر تم عمر مین دو سال مجھ سے بڑی ہو تو اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ جب چاہو مجھے لعنت ملامت کرنے لگو۔

للّی - مین تمھین ہرگز لعنت ملامت نہین کرتی۔ مین نے صرف صلاح کے طور پر تم سے ایک بات کہی ہے۔ تحقیق مناسب ہے کہ تم اُن لوگون کی دوستی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

ولیم - اُن لوگون! اب تم میرے دوستون کے لیے اِس قسم کے الفاظ استعمال کرنے لگین! وہ تو نہایت شریف ہین۔

للّی - اُن کے شریف ہونے مین بھلا کیا شک! خود میرا بھی یہی خیال ہے۔ تاہم تمھین ایسے شریفون کی صحبت سے بچنا چاہیئے۔ تمھارا فرض ہے! تم خود شریف بننے کی کوشش کرو۔

ولیم - یہی وجہ ہے کہ مین تمھارے مقابلہ مین ان کی صحبت کو زیادہ ترجیح دیتا ہون۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ مین ان کے ساتھ رہنے سہنے سے شریف بن جاؤن گا۔

للی ۔ ۔ ۔ ورنہ گدھا بننے مین تو کچھ شک ہی نہین۔
ولیم ۔ اب دیکھو پھر تم نے لڑائی شروع کی! تم مجھے گدھا کہنے والی کون ہوتی ہو؟
للی ۔ کوئی نہین۔ مین نے صرف اس خیال سے کہا کہ تم بہت کچھ اُس سیدھے جانور سے ملتے ہو، جو طعام نہی کی سواری کے سوا کسی اور مصرف کا نہین۔
ولیم ۔ اور ذرا اپنی تو کہو۔ تم بھی تو چڑیا خانے کے اُس چھوٹے اور مصروف جانور کی طرح نظر آتی ہو جو سارے دن چیختا، چلاتا، اور کھکھیاتا رہتا ہے۔
للی ۔ دفع ہو یہان سے، ورنہ مین والدہ سے کہتی ہون۔ (بآواز) ماما! دیکھو ولی مجھے ستا رہا ہے!
ولیم ۔ خوب! خود تو مجھے گدھا کہتی ہو اور پھر میری ہی شکایت!

[مسز نادر کمرے مین داخل ہوتی ہین]

مسز نادر ۔ اچھا! پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ کہان تک مین تم لوگون کو لڑنے جھگڑنے سے باز رکھون۔ ولی! تم بہت ہی شریر ہو، ہمیشہ اپنی بہن کو اور مجھ کو دق کرتے ہو۔ جب تم دونون گھر مین ہوتے ہو تو مجھے لمحہ بھر بھی آرام نصیب نہین ہوتا۔ یہی غنیمت ہے کہ کملا گھر سے باہر ہے۔ للی! تم تو سمجھدار ہو اور ہر بات کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہو۔
للی ۔ ماما! اس سے مین نے صرف یہ کہا تھا کہ اُن لوگون کی صحبت سے باز رہے۔ آپ جانتی ہین کہ میرا اشارہ کن کی طرف تھا۔
ولیم ۔ انھون نے مجھے گدھا کہا۔ یہ کہنے والی کون ہوتی ہین؟
مسز نادر ۔ یہ تو تمھارے لیے نہایت موزون نام ہے!
للی ۔ اِس نے مجھے بندر کہا۔
ولیم ۔ مین نے تمھین بندر کہا تھا؟ کیون جھوٹ بولتی ہو!
للی ۔ تم نے یہ نہین کہا کہ مین چڑیا خانے کے اُس جانور کی طرح ہون جو سارے دن چیختا، چلاتا، اور کھکھیاتا رہتا ہے۔
ولیم ۔ کیا صرف بندر ہی ایسا جانور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم خود اپنے آپ کو بندر سے مشابہ

سمجھتی ہو!

للی - دیکھو ماما! --- شریر کہین کا۔

مسٹر نادر - دولی! فی الحقیقت تمھارے دوست بہت ہی .... کیا کہون لفظ زبان پر نہین آتا

ولیم - ہان ہان شریف کہیئے!

مسز نادر - تمھارے دوست غدار ضرر رسان ہین - یہ درست ہو کہ وہ ماسٹر صاحب کے بیٹے ہین؛ مگر ان ماسٹر دن ہی کی اولاد زیادہ شریر ہوتی ہو نہین معلوم اسکی کیا وجہ ہو۔

ولیم - مگر ماما! تم نے تو اُس دن یہ فرمایا تھا کہ وہ ایک دن بڑے آدمی بنین گے!

مسز نادر - ہان، وہ بڑے آدمی بن سکتے ہین - وہ بڑے ہوشیار ہین - دیکھو، وہ امتحانات مین کس عمدگی سے پاس ہوتے ہین - وہ صرف بڑے آدمی ہی نہین بلکہ متمول بھی ہون گے، تب اُس وقت اُن [illegible] ڈیون پر کون نظر کرے گا؟

ولیم - مین بھی متمول ہو[illegible] گا، اور یقین ایک عمدہ ساری خرید دون گا۔ للی کو تو ساری کی ضرورت ہوگی نہین، کیونکہ جو بیوقوف اِس سے شادی کرے گا، وہ اِسے بہت سی ساریان خریدے گا۔

للی - ولی! تو خاموش رہیگا کہ نہین - نالایق کہین کا۔

[مسٹر ڈیوڈ ہنری نادر کمرے مین داخل ہوتے ہین]

مسٹر نادر - کیا معاملہ ہو للی؟ ولی ستا رہا ہوگا! کیون؟

مسز نادر - اُس نے اِسے گدھا کہا تھا۔

للی - نہین نہین - مین نے اِسے گدھا کہا تھا۔

مسٹر نادر - تم نے بہت ٹھیک کہا بچے کو ہمیشہ بیچہ ہی کہنا چاہیئے! اِس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ آج تم باجے کی طرف سے کیون غافل ہو۔ کیا سبق نہین ملا؟

للی - ملا تو ہو مگر مین آج جاؤن گی نہین۔

مسٹر نادر - کیون نہین جاؤگی؟

للی - آج مشق نہین کر سکی - یہ ولی تو کچھ کر[illegible]ے نہین دیتا۔

مسٹر نادر ۔ کیون بے پاجی! تو کیون نہین اپنے کام سے کام رکھتا؟

ولیم ۔ پاپا! مین تو اپنے کام مین مشغول تھا کہ یہ آئین اور مجھے گدھا کہنے لگین۔

للی ۔ پاپا! مین انے اس سے صرف یہ کہا تھا کہ اپنے اُن دوستون کے ساتھ نہ پھرا کر میرا اشارہ کرشن راؤ کے لڑکون کی طرف تھا۔ دن مین پچاس پچاس مرتبہ وہ لوگ یہان آتے ہین۔

مسٹر نادر ۔ ہان ہان! مین نے بھی بارہا یہ دیکھا ہی مین اس کو پسند نہین کرتا کہ تم اُن کی صحبت اختیار کرو۔ وہ بہت اچھے لڑکے نہین ہین!

مسز نادر ۔ غالباً اُن کا باپ واقف نہین کہ ان کے بچون کی نسبت دوسرے لوگ کیا رائے رکھتے ہین!

مسٹر نادر ۔ اُسے اپنے بچون کی زیادہ فکر نہین ہی۔ اس کے مین میرا یہ خیال ہی کہ عمدہ جگہ کے لیے عمدہ آدمی کا انتخاب نہین ہوا، وہ ہرگز پا تقرر ہونے کے قابل نہ تھا۔ گرجے سے زیادہ وہ ٹریم کار کا شائق ہی۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی کہ وہ بہت بڑا مکار اور ریاکار ہی!

مسز نادر ۔ وہ بہت اچھا آدمی ہی۔ جب کبھی وہ یہان آتا ہی تو اس کی گفتگو کیسی ہمدردانہ اور مہربانی آمیز ہوتی ہی۔

مسٹر نادر ۔ اِس کی تمام مہربانی اور ہمدردی ایک پیالہ چاء کے لئے ہوتی ہی۔ یہ لیجیے! وہ حضرت خود ہی تشریف لا رہے ہین۔ "شیطان کا ذکر کرو، وہ فوراً موجود ہوگا"!

[پادری سموایل کرشن راؤ کمرے مین داخل ہوتے ہین]

پادری صاحب ۔ تسلیم، مزاج شریف۔

مسٹر نادر ۔ آداب عرض۔

پادری صاحب ۔ للی! آج تم اسکول نہین گئین؟

للی ۔ جی نہین، مشق کیے بغیر جاتی تو اُستانی صاحبہ خفا ہوتین۔

پادری صاحب ۔ اور ہان، یہ تو بتاؤ کہ ۰۰ ۱۹ کی، ڈینزی، جماعت مین کیسی ہی؟

للی - بہت اچھی ہے - وہ خوب اپنا سبق یاد کرتی ہے -
مسز نادر - وہ بہت ہوشیار لڑکی ہے -
پادری صاحب - ہان - اُس کی اُستانیان بھی یہی کہتی ہین - اِن اُستانیون کو بھی تو کچھ زیادہ نہین آتا!
مسٹر نادر - ڈیزی اپنی اُستانیون سے بہت زیادہ جانتی ہو آپ اُس کو انگلستان کیون نہین بھیجتے ؟
پادری صاحب - اگر کوئی خرچ اُٹھانے پر آمادہ ہو جائے تو مین آج بھیجنے کے لیے تیار رہون - میرے پاس روپیہ کہان سے آیا ؟ اگر کسی امیر آدمی سے اِس کی شادی ہو گئی تو البتہ وہ انگلستان جا سکے گی - اور آپ نے للی کے لیے کیا تجویز کی ؟
مسٹر نادر - مین آئندہ کے لیے سوچنے بچارنے کا قائل نہین ہون - موجودہ ہی میرے لیے کافی ہے - بہت سے مرد اور عورت محض اِس وجہ سے غم اور مصیبت کا شکار ہوے ہین کہ وہ اپنی تجویزون مین کامیاب نہین ہو سکے -
پادری صاحب - مگر آپ جانتے ہین کہ آئندہ کے لیے سوچنا ہمارا فرض ہے - ہم فانی انسان ہین - ہم جب اِس دنیا سے کوچ کرین تو ایسا تو ہو کہ ہمارے بچون کا کوئی حامی یا سرپرست ہو - ہمین مناسب نہین کہ ہم اُنھین بے یار و مددگار چھوڑ دین -
مسٹر نادر - یہی وجہ ہے کہ مین نے حتی الامکان اِنھین اچھی تعلیم دلائی ہے مصیبت کے وقت یہ تعلیم اُن کا ساتھ دے سکتی ہے -
پادری صاحب - لیکن جناب! لڑکیان تو تعلیم کو ذریعۂ معاش نہین بناتین - بہت سی تعلیم یافتہ عورتون کو بالآخر مایوس اور لاچار بیویان بننا پڑا - اُن کے ناولون اخبارون شام کے جلسون اور دیگر تفریحون نے اُنھین اِس قدر مصروف رکھا کہ خانگی امور کی طرف متوجہ ہونے کی بہت کم نوبت آئی - ملازمین نے اپنی مالکہ کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کا فائدہ ضرور اُٹھایا، اور خوب ہاتھ صاف کیے - لڑکیون کو صرف بقدر ضرورت تعلیم دینا چاہیے - اِس سے زیادہ اگر کوئی اور چیز لڑکیون کے لیے مفید ہے تو متمول انسان سے شادی، اور بس -

مسز نادر ۔ مین خیال کرتی ہون کہ جس کے پاس روپیہ نہین ہی اُسے زیادہ تعلیم بھی کچھ فائدہ نہین دے سکتی ۔ دماغ مین بہت کچھ جمع ہو گیا تو کیا ؟ معدہ تو خالی کا خالی ہی رہا ۔ ایسی حالت تو کچھ آرام وہ نظر نہین آتی ۔ دنیا کی ہر چیز کا علم حاصل ہو جانے سے کیا حاصل ؛ جبکہ تھوڑی بھی اپنی دسترس مین نہون ؟

مسٹر نادر ۔ مسٹر کرشن پاؤ ! اس معاملہ پر مجھ مین اور میری بیوی مین ہمیشہ بحث ہوتی ہی ۔ روپیہ بیشک کام کی چیز ہی ، مگر ایسی نہین کہ اسی پر ہمارا دارومدار ہو ۔ اگر تھارے پاس روپیہ ہی تو اس مین کوئی بُرائی نہین ، مگر اس کے حصول کو زندگی کا مقصد نہ بناؤ ۔ اچھا ۔ میری آمدنی بہت اچھی ہی ، اور مین اُس کا بیشتر حصہ صرف کر دیتا ہون ۔ مین فاقہ کشی کرنے سے رہا کہ آگے چل کر مجھے یا میرے بعد میرے ورثا کو بہت بڑی رقم ہاتھ لگے اور وہ گلچھرے اُڑائین ۔

پادری صاحب ۔ اس معاملہ مین مجھے آپ سے اتفاق ہی ۔ بیشک روپیہ کے بہت سے استعمال ہین ۔ مگر ہم غریب لوگ اتنا کہان پس انداز کر سکتے ہین کہ ہمارے بعد ہمارے بچون کی مدد ہو سکے ۔ ہم اپنے بیٹون کو عمدہ تعلیم دلا سکتے ہین ، اور اپنی بیٹیون کے لیے اچھے شوہر تلاش کر سکتے ہین ۔ یہ میری زندگی کا مقصد ہی اور امید ہی کہ مین اس مین کامیاب ہون گا ۔

مسٹر نادر ۔ میرے خیالات اس کے برعکس ہین ۔ مین اس ذلیل حرکت کی جرأت نہین کر سکتا کہ اپنی بیٹیون کے لئے شوہر پھانستا پھرون ! اگر لڑکیان قابل ہون گی تو وقت پر ان کو قابل شوہر بھی مل جائین گے ۔ قابلیت سے مراد تمول نہین ہی کیونکہ ایک نوعمر آدمی کے لئے یہ کوئی سفارش نہین ہو سکتی ۔ روپیہ زیادہ تر انھین لوگون کے پاس ہوتا ہی جو طبیعت کے کمینے اور پاجی ہین ۔ مین ایک غریب آدمی کو جس کا دل و دماغ اچھا ہو اُس امیر پر ترجیح دیتا ہون جس کا دماغ بالکل خالی اور دل مین دغا بازی بھری ہو ۔ اپنی لڑکی کے لئے شوہر تلاش کرنے کے باب مین میرا طرز عمل کچھ نہو گا ۔ جس کو وہ چاہے اپنے لیے پسند کرے ۔ البتہ اگر کسی وقت ضرورت ہو گی تو مین اپنے اختیارات کو اپنے کام مین لا کر اُس کو دیوانگی سے باز رکھون گا ۔

پادری صاحب ۔ آپ کا فیصلہ قابل تعریف ہی ۔ یقین ہی کہ اس مین کامیابی بھی ہو گی ۔

مسٹر نادر ۔ کامیابی ہو یا ناکامی ، مین اُس سے نہین پروا کرون گا ۔ اعلیٰ توقعین کی ہین جو

جو ہمارے عقد پر حکمران ہیں۔

پادری صاحب:۔ بیچارا ٹامس بہت سخت بیمار اور شفاخانہ میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ زیادہ دن زندہ نہ رہے گا۔ مناسب ہے کہ میں اُسے بھی دیکھتا جاؤں۔

مسٹر نادر:۔ یہ سُن کر مجھے بہت افسوس ہوا۔ اگر اس بیچارے کو کچھ روپے کی ضرورت ہو تو مجھے مطلع فرمائیے گا۔ میں نہایت خوشی سے مدد کروں گا۔

پادری صاحب:۔ اِس مہربانی کے لیے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مسٹر نادر:۔ لِلی ذرا پادری صاحب کے لیے کافی تیار کرو اور اپنے والد کے لیے بھی۔

[کافی آتی ہے اور پادری صاحب نہایت شوق سے پی کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں]

پادری صاحب:۔ اچھا، تو آپ مجھ کو اجازت دیجئے۔ بہت بہت سلام مسٹر نادر سے، کافی آپ کی ہمیشہ مزیدار ہوتی ہے۔ لِلی تمھیں ایسی عمدہ کافی بنانا سیکھ لینا چاہیے تاکہ جب تمھاری شادی ہو جائے، تو اپنے شوہر کو بنا بنا کر پلا سکو۔ اچھا خدا حافظ!

[پادری صاحب تشریف لیجاتے ہیں]

مسٹر نادر:۔ مجھے حیرت ہے کہ آج اِس بھلے مانس کو کیا ہوا کہ سارے وقت شادی اور شوہر کے سوا کوئی اور بات اِس کی زبان پر نہیں آئی۔ ہو نہ ہو ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ خیر دیدہ باید۔ [بیرسٹر صاحب بھی اُٹھ کر چل دیتے ہیں]

(باقی آئندہ)

"ملپشم"

چشم عبرت کھول اور شاہوں کا تو انجام دیکھ — آسمان نے ہے کیسی انکی مٹی کی خراب

یادگارِ قیصر و قیصر ایک ویرانہ ہے بس — اور اک کھنڈل ہے کہ تھا وہ گنبدِ افراسیاب

جھومتے تھے جن میں پردے قاقم و سنجاب کے — گونجتا تھا جس میں شورِ نغمۂ چنگ و رباب

اب اُنھیں میں مکڑیاں ہیں پردہ دارِ بیکسی

چُغد ہے نوبت نوازِ دورِ انقلاب

(نادر کاکوروی)

پاسٹر کے فرائض

پاسٹر صاحب۔ آپ کی بلاہٹ کیسی اعلیٰ ہی۔ آپ کا صرف یہی کام نہین کہ اپنی
روزی کمائین یا دماغی کامون مین مشغول رہین یا صرف خدا کے کلام کے مطالعہ ہی مین
لگے رہین اور عمدہ وعظ تیار کرین۔ آپ کا یہ بھی کام ہی کہ لاپروا کو ہوش مین لائین جاہل
کو سکھائین مصیبت زدہ کو تسلی دین ایمان دارون کو اخلاق و دین مین ترقی دلائین
بُرون کو اچھا بنائین نہ کہ اُن سے کنارہ کرین اور اچھون کو بہتر بنائین نہ کہ اُن کو اچھا
سمجھ کے چھوڑ دین۔ اِس مبارک کام کے لیے ہفتہ کے ساتون دن چاہئین۔ پلپٹ پر سے
بھی تعلیم دین اور جب پلپٹ پر نہون اُس وقت بھی۔ کتنا افسوس [illegible] دیکھنے آتا ہی کہ بعض
جگہ ہفتہ مین ایک میٹنگ بھی نہین ہوتی۔ جناب جبکہ پاسٹر دینی باتین سکھانے سے
رہے تو اخلاقی تعلیم کا کیا ذکر۔ آپ کے دل مین اپنے آقا کی اُن روحون کی جو آپ کے سپرد
کی گئی ہین پوری محبت ہونی چاہیئے۔ پھر آپ کی قدر و منزلت اِس مین نہین ہی کہ چاء کی
میز پر بیٹھ کر قہقہے لگائین اور زٹل ہانکین یا چھوٹے بچون کے ساتھ کھیلین۔ یون تو دن
بھر مین آپ کے کئی گھنٹے گزر جائین گے اور آپ پر الزام آئے گا۔

ڈاکٹر کاکلر صاحب مشہور متا د فرماتے ہین کہ ایک دفعہ کسی پاسٹر نے کہا "اگر
مین کسی گھرانے مین ایک گھنٹہ بھی صرف کرتا ہون تو مجھ کو ایک وعظ بنانے کی نسبت
وہان زیادہ تکلیف ہوتی ہی" جناب! یہ آپ کا فرض ہی کہ اپنے لوگون کے بوجھون کی برداشت
کرین۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پولوس رسول تسلونیقیون کے ۲ : ۷۔۸ مین یون کہتا ہی "ہم تمھارے
درمیان ایسے ملائم رہے جیسے دائی جو اپنے بچون کو پالتی ہی۔ ایسے ہی ہم تمھارے درمیان
دل سوز ہو کے نہ فقط خدا کی انجیل بلکہ اپنی جان تک بھی تمھین دینے کو راضی تھے کیونکہ تم
ہمارے پیارے تھے"۔ اگر رسول اپنے اِس فرض کو فرض نہ سمجھتا تو اتنا عالی قدر پاسٹر اور
منادنہ ہوتا۔ محبت سب باتون کی برداشت کرتی ہی"۔

اور لیجئے۔ خدا کے کلام کو چھوڑ کر اپنے لوگون کا بھی ایسا مطالعہ کرین جیسے کسی دلچسپ
کتاب کا۔ آپ نے انگریزی شاعر ورڈز ورتھ کا نام سنا ہوگا۔ اگر وہ پہاڑون مین جاتا نہ
رہتا تو قدرتی مضامین کو اپنی دلفریب نظم مین باندھ نہ سکتا۔ بیجان چیز کا مطالعہ کیا
تو کیا کیا؟ جاندار کو تو بالاستحقاق رکھ دیا۔ کتابین تو صرف آدمی کا خلاصہ ہی بتاتی ہین
لیکن آپ کے لوگ اور بڑی سی کل صفت۔ عمدہ وعظ اکثر وہی ہوتے ہین جن مین آپ کی
جماعت نے مدد دی ہو۔ جبکہ آپ ہفتہ وار لوگون سے ملتے ہین، خیال رکھین کہ اُن کی
کسی بات نے آپ کے دل پر زیادہ اثر کیا ہو۔ یہ ضرور نہین کہ خدا کا ایلچی لوگون سے
عزت کا چاہنے والا ہو۔ بہت سے پادری صاحبان کو اکثر اس بات سے نقصان پہنچا
ہو کہ امیرون سے چاپلوسی کے لبون سے بولتے ہین اور اپنے کو اُن کی ایک
جایداد بنا دیتے ہین۔ اگر آپ امیرون کے لیے اسیر ہین تو کیا ہین غریبون کے لیئے
ہون تو ان کو کچھ فائدہ [illegible] ہو!

اگر کسی کی طرف سے غافل ہین تو خیال رکھین کہ غریبون کی اور بدقسمتون کی طرف
سے غافل نہ ہون۔ جن کے دیکھین کہ بہت کم دوست ہین آپ اُن کے دوست ہو جائین۔
کیا آپ کو یاد نہین کہ مسیح ایسون کے ہان جاتا تھا جہان بیمار، کمزور، نادان، اندھا بھائی،
لنگڑا باپ، اور بھولی بھٹکی بہن رہتی تھی۔ مسیح کے نقش پا ایسون کے دروازے کی چوکھٹ
پر ہین۔ آپ کو یاد ہو کہ ہمارا اُستاد امیرون کی بابت کیا کیا کہہ گیا ہے۔ ہر ایک کے رہنے کی جگہ
کی ایک یادداشت بنائین۔ چہرون کو اچھی طرح سے یاد رکھین۔ بڑے شہرون مین اکثر
مین نے یہ پوچھتے سنا ہو کہ تمھارا کیا نام ہے؟ کہان رہتے ہو؟ کس کے لڑکے ہو؟ کیا خوب!
آپ کو یہ بھی نہین معلوم کہ آپ کے سپرد کون کون سی جانین کی گئی ہین۔ اگر آپ محبت سے
آدمیون کو اپنی طرف نہین کھینچ سکتے تو مسیح کی طرف کیونکر کھینچین گے۔ محبت سے اپنا کرین
نہ کہ اختیار جتا کر کہ بس ہم افسر ہین اور تم نوکر ہو۔

آپ یہ بھی جان رکھین کہ ہمت بھی کچھ چیز ہے مطلب میرا دلیری سے ہے۔ اگر کوئی یہ
خیال کرے کہ صداقت کو چھپا کر لوگون [illegible]شنودی حاصل ہو سکتی ہے یا اس غرض

سے کہ لوگ راضی ہو جائیں برائی کو کچھ اچھی صورت میں سے لے آئیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ کوشش کریں کہ لوگ آپ کو خدا سے ڈرنے والا سمجھیں۔ سب گنہگاروں کے ساتھ حقیقی وفاداری اور خیر خواہی جتائیں اور وہ بھی محبت سے۔

سوچ کے دانائی سے بولنا بھی عمدہ بات ہے۔ شاید بعض بڑے بگڑے دلوں سے آپ کا واسطہ پڑے۔ ان سے اس طرح بولنا کہ وہ باتوں ہی میں مر جائے لیکن اس میں دانائی نہیں ہے کہ ہر ایک کو باتوں ہی باتوں میں خوش کر دیا۔ چاہے پیچھے اس کا نقصان ہی ہو۔ جواب ہو دانائی اور صفائی سے ہو نہ گول لپٹی ہو نہ جاہلانہ غصہ سے۔

آپ ذہن پر نگران مقرر کئے گئے ہیں۔ مردہ دلوں کو جگائیے جناب جگائیے پاک روح کی خاطر جگائیے اور پاک روح کے ساتھ کام کیجئے آدمیوں سے صلاح لیں پر ان پر بھروسہ نہ کریں۔ موم کی ناک نہ بنیں۔ متلاشیوں کے لیے دروازہ کھلا رکھیں اور اگر کوئی اپنی ذاتی تسلی اور نجات کے لیے آپ کے کام میں خلل انداز بھی ہو تو آپ خوش ہوں۔ خواہ وہ پیدائشی مسیحی ہی کیوں نہ ہو سدت کے مسیحی اور پیدائشی مسیحی کی پروا نہ رکھیں کلام کی منادی محبت سے ساتھ بہادری کے کریں۔ مسیح کو اپنی جان میں رکھیں پیچھے نہ ڈالیں ہر قدم پر اپنے ساتھ رکھیں۔

ای۔ جوزف

→ • → • → ✱ ← • ← • ←

رہ کے دنیا میں سبھی کی بیوفائی دیکھ لی
صبح محشر آئی تو کیا اور اب جیسی آئی تو کیا
کہتے تھے قیامت کہ جب ہو یہ دنیا ہوتا
باغ دنیا میں چلا کرتی ہے مطلب کی ہوا
کوئی بھی اپنا دکھلا امتحان رنج میں
رنج سے راحت کے سب احسان دنیا جو خدا

مجھ خدا کوئی نہیں۔ ساری خدائی دیکھ لی
ہم نے اپنے جیتے جی عالم جدائی دیکھ لی
میں نے اپنے بھائیوں کی بیوفائی دیکھ لی
آشنا بن بن کے رسم آشنائی دیکھ لی
آزما کر وقت پر ساری خدائی دیکھ لی
وصل اس کا ہو گیا جس نے جدائی دیکھ لی

اپنے آگے بیٹھنا مضطر ہو سا چاہیے
تم نے [illegible] اور وکی آج دیکھ لی

ہم کو درکار ہین آدمی کچھ!

جو کہ ہر طبقے کے آدمی ہون
زندہ دل نیکدل اور جری ہون

ذی ہنر، باخرد، علم والے
صائب الرائے اور حلم والے

ملک و مالک کے یار اور فدائی
قوم کے جان نثار اور فدائی

اے خدا! ہم کو وہ آدمی دے
جو ہون عزم اور ارادے کے پکے

جن کے عزم اور ارادے بڑے ہون
کام کے واسطے جو بنے ہون

ایسے درکار ہین آدمی کچھ!
اور تو چاہتے ہین ہم سبھی کچھ!

ہم کو درکار ہین آدمی کچھ!

جو قوی جسم ہون اور قوی دل
جو صحیح الدماغ اور ہون عاقل

جن کی راہِ طریقت ہو اُمید
جن کی شمع ہدایت ہو اُمید

سچی عزت پہ سر دینے والے
جان تک بات پر دینے والے

ملک کی بہتری کچھ جو دیکھین
اپنی ہستی کو ہستی نہ سمجھین

ملک کے ناموس ہون وہ بیٹے
فخرِ جد و پدر ہون وہ بیٹے

دل سے جو بھلائی کا کرین کام
نام ان کا نہ ہو جن سے بدنام

گو کرین لوگ اُن سے بُرائی
اُن سے ہر حال مین ہو بھلائی

ایسے درکار ہین آدمی کچھ
اور تو چاہتے ہین ہم سبھی کچھ

ہم کو درکار ہین آدمی کچھ!

جو بوقت ہجوم مہمات
جی کڑا کر کے ہمت کا دین ساتھ

ہاتھ مین لین نشانِ بزرگان
دے کے سر رکھ لین شانِ بزرگان

جو کہ دلدادگانِ وطن ہون — جن کے دقفِ وطن جان و تن ہون
بزدلی بزدلون کو مبارک — حق کشی جاہلون کو مبارک
ہی ہمیشہ خدا حق کا ساتھی — ہو جو ہے کوئی ناحق کا ساتھی
حق پسندون کی ہی ہم کو حاجت — حق کے بندون کی ہی ہم کو حاجت
سچے وہ جن پہ خود سچ کو ہو ناز — گو ہون جھوٹون مین بے یار و دمساز
راہ جن کی ہو راہِ حقیقت — جو بزرگون کے ہون ہم طریقت
جو خدا کے ہون دیندار بندے — ملک و شہ کے وفادار بندے
قوم کا کام خود کرنے والے — قوم کے نام پر مر مٹنے والے

ایسے درکار ہین آدمی کچھ
اور تو ہند مین ہی سبھی کچھ

ضامن (کنتوری)

فکر مآل

از تصنیف مسٹر ہنری انجلو متخلص بہ خاکسار (مرحوم)

انسان وہ ہی کہ جس کو اجل کا خیال ہو — آغاز زندگی ہی مین فکر مآل ہے
خوفِ خدا کا شام و سحر ایک حال ہو — راحت کی ہو خوشی نہ الم کا ملال ہو

جز شکر کردگار دہان آشنا نہین
شکوے سے لب گلے سے زبان آشنا نہین

دیکھا کبھی نہ آنکھ اٹھا کر سوے حرام — غیر کلام حق نہ سنا کان نے کلام
ہاتھون سے غیر بندگیِ حق لیا نہ کام — رکھا خلاف راہ شریعت نہ ایک گام

جانا جدا نہ زیست مین نابود و بود کو
سمجھا عدم کا نقش ہی نقشِ وجود کو

بہتر ہر ایک حال مین ہی طاعتِ خدا — غفلت اس امر نیک سے اک دم ہی ناروا
بندے پہ فرض وہ ہی جو مالک کی ہی رضا — لیکن شباب مین ہے ہر اک امر کا مزا

قابو مین اپنے سر نہین ہے دست و پا نہین
پیری مین کوئی طاعتِ حق کا مزا نہین

کچھ کرلے یادِ حق، یہ زمانہ ہے مغتنم — پیری مین چل سکے گا نہ یہ راہ اک قدم
کم ہوگی روشنی یہ و مہر دم بہ دم — یعنی وجودِ نورِ نظر ہوگا کالعدم

کالی گھٹا کی طرح سے آنا شباب کا
آئے گا پھر نہ جا کے زمانہ شباب کا

رہا نہین گے دونون خانۂ تن سے نگاہبان — کمزور ہون گے وہ کہ جو ہین صاحبِ توان
یعنی قدم چلین گے پہلے دو قدم جہان — ہوگی خمیدگی سے کمر صورتِ کمان

نورِ نظر یہ مردمِ دیدہ سے جائے گا
آنکھون کی کھڑکیون سے نظر کچھ نہ آئے گا

جاتی رہیگی کام سے دانتون کی آسیا — آنکھین مقفلین کی بولین گے طائر اگر ذرا
رہ سے بند کانون کے بھی ہونگے مطلقا — خوش آئے گی نہ نغمہ کی بھی کان کو صدا

یہ ضعف اپنا زورِ بشر کو دکھائے گا
چڑھ کر بلند جا پہ پھر اترا نہ جائیگا

بادام بھی نہ دانت سے ٹوٹین گے زینہار — سایہ ملخ کا ہوگا کئی من کا تن کو بار
ست جائے گی ہر نفس کی خواہش جو ہے ہزار — ایک ایک استخوان بدن ہوگا آشکار

جاتی رہیگی عقل کی دولت جو پاس ہے
اشک روان رہین گے اٹھنے سے یاس ہے

وقت ہے لکھا ہوا آجائے گی قضا — ہوگا قفس سے جسم کے یہ مرغِ جان رہا
آئے گا کچھ لحاظ نہ مدت کے ربط کا — تن خاک مین ملے گا کہ ہے خاک سے بنا

کر رکھین ہین جہان مین جو فعال نیک و بد
جائے گا کچھ نہ ساتھ مگر اعمال نیک و بد

بس خاکسار بس اب نہ زیادہ کر اب کلام — ہے اختصار طول سے مطبوعِ خاص و عام

ہے شش جہت مین چار طرف تیرا نیک نام — کر التجا خدا سے کہ اے ربِ ذوالکرام!

راحت رہے قریب مرے، دُور غم رہے

سر پر مدام سایۂ ابرِ کرم رہے

گڈریا

گڈریے کو قسمت ملی کیسی پیاری — کہ دن بھر کے کامون سے ہمت نہ ہاری

وہ کر دیتا ہے صبح سے شام بالکل — نہین اس کو ملتا ہے آرام بالکل

پھرا کرتا ہے بھیڑون کے پیچھے پیچھے — پہاڑون کے اوپر پہاڑون کے نیچے

زبان اُس کی حمدِ خدا سے بھری ہے — ہر اک بات اس کی نہایت کھری ہے

وہ سنتا ہے آواز ہر اک کی دل سے — جو کہتے ہین معصوم بھیڑون کے بچے

سدا اُن پہ امن و امان کا ہے سایا — محبت کا راگ اُن کی [illegible] جس نے گایا

وہ کرتا ہے بھیڑون کی اپنے حفاظت — ہمہ ان کی وہ کرتا رہتا ہے خدمت

حقیقت مین اُن کا نصیبہ بڑا ہے

کہ پاس اُن کے اُن کا گڈریا کھڑا ہے

قیصر

جلوۂ پاک دکھا اپنا خدارا مجھ کو — میرے عیسیٰ! نہین اب صبر کا یارا مجھ کو

نگہِ لطف سے سرشاری ساحل ہے مجھے — کم نگاہی تری تنکے کا سہارا مجھ کو

شبِ مہ بن گئی قسمت کی سیاہی آخر — چاند سا رُخ نظر آیا ترا پیارا مجھ کو

قالبِ مردہ مین رحمت سے تری جان آئی — دی حیاتِ ابدی تو نے دوبارا مجھ کو

تو مٹاتا خلشِ خارِ معاصی نہ اگر — سخت دشوار تھا اس درد کا چارا مجھ کو

لذتِ دہر سے مانوس نہین دلِ میرا — اور نہ ہوگا کبھی یہ ننگ گوارا مجھ کو

غمِ عصیان نہین محشر مین مجھے اے شاکر

چشمِ عیسیٰ کا ہے کافی اک اشارا مجھ کو

یعنی ڈاکٹر گھوش، مسٹر موہن، اور مسٹر الگزنڈر۔ اس معاملہ میں شاید ہی ہندوستان کے کسی اور شہر کو الہ آباد پر فوقیت حاصل ہو۔

چرچ مشن کا نگرگیشنل پریس لکھنؤ جو ۱۸۶۱ء میں قائم ہوا تھا، اب فروخت ہو رہا ہے۔ ہماری کاروباری قابلیت کا یہ حال ہے کہ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ ہندوستان میں بہت سے ایسے مطابع نظر آئیں گے جو ایک معمولی پیمانہ پر شروع ہوئے تھے مگر اپنی ترقی اور کام کی عمدگی و صفائی کے باعث ہندوستان بھر میں مشہور و ممتاز ہیں۔ انڈین پریس الہ آباد اور نولکشور پریس لکھنؤ اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ مگر ہمارے ہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ہمارے تمام کاموں میں بالعموم ترقی معکوس ہی نظر آئے گی۔ افسوس!

سہارنپور کے [illegible] ایس جی راے کی اہلیہ محترمہ سنڈے اسکول سے واپس آ رہی تھیں کہ ایک [illegible] ٹانگے نے گرا دیا جس سے اُن کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مشن کے شفاخانہ میں زیر علاج ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم جلد اُن کو صحت عطا فرمائے۔

کنور مہاراج سنگھ صاحب سی آئی ای ڈپٹی کلکٹر کا تقرر درجہ دوم کی ڈپٹی کمشنری پر ہوا ہے۔ آپ ہمیرپور میں تعینات ہوئے ہیں جہاں آپ مجسٹریٹ و کلکٹری کی خدمات انجام دیں گے۔

یکم جون کو پوایان ضلع شاہجہان پور میں مس ڈیزی ہنکاک کی شادی مسٹر سموئیل کا کر کے ساتھ سادگی آمیز دھوم دھام کے ساتھ عمل میں آئی۔ مقامی مسیحی ارکان کے علاوہ باہر سے بھی بہت سے حضرات اس تقریب مسرت میں شریک ہونے کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ پادری سی ہنکاک صاحب نے دعوت کا اہتمام نہایت عمدہ پیمانہ پر کیا تھا اور جہیز بھی دل کھول کر دیا۔ ہماری دعا ہے کہ خدا اس جوڑے کو برکت دے۔ مسٹر سموئیل کا کر شاہجہان پور کی کلوڈنگ فیکٹری میں کام کرتے تھے۔ اب اُن کا تبادلہ سیالکوٹ (پنجاب) کو ہو گیا ہے۔

عراق عرب کے ہندوستانی مسیحی سپاہیوں کی مذہبی تعلیم [illegible]
[illegible] آباد [illegible] کے پادری ایم ڈی [illegible]

صاحب نہایت خوبی و عمدگی سے اس خدمت کو انجام دیں گے۔ پہلے پادری ... منتخب ہوئے تھے، مگر وہ بعض وجوہ سے وہاں تشریف نہ لیجا سکے۔

لکھنؤ کی مسیحی پریم سبھا کئی باتوں میں خاص طور پر ممتاز تھی۔ اس نے بعض ایسے کام انجام دیے ہیں جو مدت تک یادگار رہیں گے۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ ایسا عمدہ اور ضروری کام بند ہو جائے۔ گزشتہ دنوں میں از سر نو پریم سبھا قائم ہوئی تھی، اور یقین کیا جاتا تھا کہ رفتہ رفتہ پھر ترقی کرے گی، مگر افسوس! مادر چہ خیالیم و فلک درچہ خیال پادری ـــ صاحب کے بیجا دباؤ اور دخل اندازی سے پھر بیٹھ گئی۔ اگر ہمارے پادری صاحبان اپنے اختیار و اقتدار کو اپنی مقررہ حدود سے متجاوز نہ ہونے دیا کریں تو یقیناً ان کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔

ڈاکٹر لکھن سنگھ سوڈھی ایم بی (سابق سول سرجن وجیسٹ ... میڈیکل افسر) نے چینی منڈی لاہور میں ایک پرائیوٹ ڈسپنسری کھولی ہے جہاں آپ روزانہ صبح کو ۷ سے ۱۰ بجے تک مریضوں کو بلا فیس دیکھیں گے اور طبی مشورہ دیں گے۔ نیز غربا کو ادویات بھی مفت عنایت کریں گے۔ خدا آپ کے کام میں برکت بخشے!

لکھنؤ کی انڈین کرسچن ایسوسی ایشن سال میں ایک آدھ مرتبہ اپنی کاغذی کارروائی کر لیتی ہے، مگر اب تو بہت دن سے خواب غفلت میں ہے۔ مدت ہوئی کہ کوئی رزولیوشن بھی یا اب کے گورنمنٹ یا کسی اور ممتاز شخصیت کی خدمت میں نہیں بھیجا گیا۔ اس کے سوا ایسوسی ایشن کا اور کام ہی کیا ہے۔ خدا رحم کرے! پراونشل ایسوسی ایشن کا حال اس سے بھی ابتر ہے۔ آل انڈیا کانفرنس کے موقعہ پر بیدار ہو تو ہو، ورنہ اس کی بھی کم امید ہے۔

مسٹر آئی آر ٹیال کی تبدیلی نینی تال کو ہو گئی تھی، لیکن حال میں آپ ہردوئی کو پھر واپس آ گئے ہیں، جہاں آپ ڈپٹی کمشنر صاحب کے دفتر میں ہیڈ کلرک ہیں۔ ہردوئی کی ہندوستانی مسیحی جماعت آپ کی واپسی سے بہت خوش ہے۔

میتھوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ میں باہتمام مسٹر ... پرنٹر طبع ہوا اور ... مسٹر ... پرس لکھنؤ سے شائع کیا۔

ہندوستانی مسیحی جماعت کا مذہبی، قومی، و معاشرتی رسالہ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عہ منروا پریس لکھنؤ (اودھ) سے شائع ہوا قیمت فی پرچہ ۳ر

واقعات اور رائین

جن حضرات کی خدمت مین "زندگی" بلا طلب حاضر ہو، اُن سے درخواست ہو کہ براہ کرم فوراً اپنے عندیہ سے مطلع فرمائین، ورنہ خاموشی رضامندی متصور ہو گی اور ان کا نام رجسٹر خریداران مین درج کر کے آیندہ ماہ کا پرچہ بصیغہ قیمت طلب پیکٹ ارسال کیا جاے گا جس کو وصول کرنا ان کا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا - عدم خریداری کی صورت مین پرچہ کسی اور مسیحی کے حوالے کر دیجیے - جملہ خط و کتابت منیجر رسالہ "زندگی" منروا پریس لکھنؤ کے نام ہونا چاہیے -

---

مدراس گورنمنٹ کی خدمت مین جنوبی ہند کے ہندوستانی مسیحیون نے ایک عرضداشت (میموریل) اس مضمون کی بھیجی ہو کہ "اگر اصلاحات بعد از جنگ عمل مین آئین اور ملک کو برٹش سلطنت کے زیر سایہ کامل حکومت خود اختیاری عطا فرمائی جائے تو اس وقت ہماری دینی و تعلیمی قابلیتون کا خاص لحاظ فرما کر ہمین بھی اس مین حصہ دیا جائے" شاباش! ع

یہی کہنے کی باتین ہین، یہی کرنے کی باتین ہین!

مسٹر پی ایس شیو سوامی آئر نے مدراسی اخبارات کو تحریر کیا ہو کہ "صوبہ مدراس سے سپاہ تحفظ ہند (انڈین ڈیفنس فورس) مین ۴۰۴۷ آدمی داخل ہوئے ہین - ان مین ۱۰۱ ہندوستانی مسیحی ہین، مسلمانون کی تعداد صرف ۲۰ ہو" کیا اب بھی گورنمنٹ ہندوستانی مسیحی جماعت کو ملکی و قومی لحاظ سے ایک جماعت تسلیم نہ کریگی؟

کوکب ہند (لکھنؤ) لکھتا ہو کہ "۹۹ فیصدی مسیحی نوجوان، جن پر قوم کا آئندہ دار و مدار ہو، فی زمانا اپنی مادری زبان کو بگاڑ کر بولنا اور اُس سے نفرت کرنا جنٹلمین بننے کا جزو اعظم سمجھتے ہین - جب مسیحی نوجوانون کا یہ حال ہو تو مسیحی علم ادب کا خدا ہی حافظ ہو"

اسٹیٹسمین (کلکتہ کا مشہور روزانہ انگریزی اخبار) کا ایک نامہ نگار لکھتا ہو کہ "ہمارے باہمت اور محنتی مشنری صاحبان ہر سال ہزارہا آدمیون کو مسیحی کرتے ہین، اور چند برس بعد یہی لوگ اچھے انگریزی نامون کے ساتھ "انگلو انڈین" بن جاتے ہین - برطانوی نژاد والدین کی اولاد کے لیے "انگلو انڈین" نہایت موزون لفظ تھا، لیکن کس قدر افسوس کی بات ہو کہ وہ لوگ بھی آزادانہ اس کو استعمال کرتے ہین، جو ہرگز اس کے مستحق نہین - یعنی آج کل "خالص" ہندوستانیون نے "انگلو انڈین" لقب اختیار کر لیا ہو" نامہ نگار مذکور

THE ZINDAGI
A CHRISTIAN MONTHLY

MINERVA PRESS
LUCKNOW

Dear Sir,

In sending you a specimen copy of The ZINDAGI, I beg to invite your attention to the fact that this Monthly has been started for the advancement of the Indian Christian Community in Religion, Politics and Society.

A beginning has been made just to remove a long-felt want and if the Community realize its usefulness by a ready response, permit me to say that no pains and money will be spared to make it a useful and an up-to-date Organ of the Community. I have an idea to make The ZINDAGI a weekly paper as soon as the number of subscribers reach 250, and it is hoped it would not be an optimistic figure for the Urdu-knowing members of our Community scattered all over India.

To ensure the success of The ZINDAGI, the active sympathy and co-operation of the Community is of vital import, therefore, appreciating your interest in the betterment of the Community, I beg to request you to lend a helping hand in becoming a subscriber of The ZINDAGI and in introducing it to your friends and other members of the Community.

Thanking you in anticipation of an early reply.

Yours faithfully,

P. L. SHAKER,

Editor.

شذرات

کچھ اپنی نسبت

"زندگی" کا خیر مقدم جس جوش اور فراخدلی کیساتھ کیا گیا ہے، وہ ہمارے لیے نہایت حوصلہ افزا ہے بیشتر حضرات نے اِس سالے کی ضرورت تسلیم کی اور ہماری ناچیز محنت و کوشش کی داد دی ہے۔ مگر جن لوگوں نے زندگی کے ایک ہی نمبر کو پیش نظر رکھکر اُس کی آیندہ روش کے متعلق فتویٰ صادر کر دیا ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ اُن کی یہ کارروائی کس حد تک مستحسن خیال کی جائیگی۔ جائز نکتہ چینی کے ہم ہرگز مخالف نہیں لیکن ہماری یہ خواہش ضرور ہے کہ زندگی کے متعلق جو رائے قائم کی جائے، وہ محض یک طرفہ و مخالفانہ نہو۔

زندگی کی آیندہ روش کے متعلق ہم بعید از خیال دعاوی کا اعادہ ناپسند کرتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے ارادے بلند اور مقاصد بالا ہیں، اور ہماری ناچیز کوششیں اُنہیں کی تکمیل کیلیے وقف رہیں گی۔ ہم آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ زندگی کا اجرا ذاتی منافع اور تجارتی فوائد کے خیال سے نہیں کیا گیا، بلکہ اسکا محرک وہ خیال ہے جو زمانۂ دراز سے ہمارے دل میں موجزن تھا، اور شکر ہے کہ اب وہ پورا ہوا۔ ہم نے محض درد دل سے مجبور ہوکر یہ بوجھ

اپنے نازک اور کمزور شانوں پر اٹھایا ہے اور اب ہماری نظر باری تعالیٰ کی عنایت و مہربانی اور اپنی جماعت کی حوصلہ افزائیوں پر ہے۔ اگر زندگی کی خدمات قابل قبول نظر آئیں تو اس کو اپنی امداد و سرپرستی سے ہرگز محروم نہ رکھیئے کیونکہ ظاہر ہے کہ مالی حیثیت سے زندگی کچھ زیادہ خوش نصیب نہیں ہے۔

اگر ہندوستانی مسیحی جماعت ہماری امداد پر کمربستہ ہو گئی اور توسیع اشاعت کے ذریعہ سے زندگی کو اس کی ابتدائی مالی مشکلات سے نکال دیا، تو وہ دن دور نہیں جب زندگی ایک ہفتہ وار اخبار کی صورت میں آپ کی خدمت کریگا۔ اگر آپ زندگی کو ہفتہ وار اخبار کی صورت میں ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو سرگرمانہ کوشش کیجیے کہ اس کا حلقہ اشاعت کافی وسیع ہو جائے۔ یہی ایک صورت ہے جس سے ہم اپنے ارادوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کیا اس سلسلے میں آپ ہماری امداد فرمائیں گے؟

ہندوستانی مسیحی جماعت میں انگریزیت کو اختیار کرنے کا ایک عام رجحان پایا جاتا ہے۔

ایک عظیم خطرہ

یہاں تک کوئی خرابی نہ تھی اگر مشکل یہ ہے کہ انگریزی لباس اور انگریزی طریق معاشرت کے لوازمات میں اب یہ بات بھی داخل ہو رہی ہے کہ ان کو اختیار کرنیوالا ہندوستانیت کی سطح سے گویا بہت بلند و بالا ہو جاتا ہے۔ کیا ہماری جماعت کے ارباب حل وعقد نے کبھی اس امر پر غور کیا ہے کہ آئے دن سیکڑوں جوان ہمارے ہاتھ سے نکل رہے ہیں۔ جن نوجوانوں پر ہماری آئندہ امیدوں کا دار و مدار ہونا چاہیئے تھا وہی ہندوستانی مسیحی جماعت سے الگ اور برگشتہ ہو رہے ہیں۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ چند روپے کے فائدے کے لیے ہمارے نوجوان اپنی قومیت سے منکر ہو جاتے ہیں۔ وہ کیوں ایسا کرتے ہیں؟ صرف اس لیے کہ خود کو "انگلو انڈین" بتانے سے انھیں قدرے زیادہ تنخواہ کی ملازمت مل جاتی ہے۔ یہ سلسلہ اگر یہیں ختم ہو جاتا تو صبر کر لیا جاتا مگر آفت تو یہ ہے کہ اس کا اثر بہت دور تک پہنچتا ہے۔ مثلاً ان لوگوں کی اولاد خاص الخاص "یورپین" بن جاتی ہے۔ وہ خود تو کبھی کبھی "ہندوستانی" مسیحیوں سے مل جل لیتے ہیں۔

مگر اُن کی اولاد میں ہم ہندوستانیوں کی طرف سے ایک خاص نفرت پیدا ہو جاتی ہے، جس کے باعث ہندوستانیوں سے ملنے جلنے میں وہ اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اگر یہی کیفیت رہی تو اندیشہ ہے کہ جو نقصان ہماری جماعت کو اب تک پہنچا ہے، اس کی مقدار بہت زیادہ ہو جائیگی۔ اور تعجب نہیں کہ اُس حد تک پہنچ جائے کہ تلافی ناممکن ہو۔

ہماری جماعت کے لیے یہ بہت بڑا خطرہ ہے، اور ضرورت اس امر کی متقاضی ہے کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے اس کا سدباب ہو سکے۔ انگریزی طریق معاشرت اختیار کرنے میں فوائد بھی ہیں اور نقصان بھی، اگر ہم اس مسئلہ کو ایک خاص نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہمیں صرف اس بات کا تعلق ہے کہ جوانوں کی اس قومیت شکنی اور قوم فروشی کے باعث ہماری جماعت دن بدن کمزور ہو رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ ناس موومنٹ کے ذریعہ سے مسیحیوں کا شمار آج کل بہت بڑھ رہا ہے، مگر اُس سے اس نقصان کی تلافی ہرگز نہیں ہوتی۔

اس خرابی کا سردست اگر کوئی علاج ہے، تو وہ مشنریوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری جماعت کے لڑکے زیادہ تر مشنریوں کے زیر اثر تعلیم و تربیت پاتے ہیں، اور مشن اسکولوں میں تعلیم و تربیت ایسے اصول پر ہوتی ہے کہ لڑکوں کو ہندوستانی قومیت سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ اگر مشنری صاحبان کسی قدر توجہ سے کام لیں، اور ہماری قومی ضروریات کو ملحوظ رکھیں، تو ایک حد تک یہ خرابی دور ہو سکتی ہے۔ ہم مشنری صاحبان سے باادب یہ درخواست کرتے ہیں کہ

تمہیں نے درد دیا ہے تمہیں دوا دینا!

لارڈ رانلڈشے کی نصیحت

ماہ گزشتہ کے شروع میں ہندوستانی مسیحیوں کے ایک ڈیپوٹیشن نے ہز ایکسلنسی لارڈ رانلڈشے (گورنر بنگال) کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ایڈریس پیش کیا۔ ہز ایکسلنسی نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "بنگال کی آبادی ساڑھے چار کروڑ ہے، اور اس میں صرف تراسی ہزار ہندوستانی مسیحی ہیں۔ اگر آپ لوگ کامیابی کے ساتھ خود کو برقرار رکھنا اور اپنے اثر و اقتدار کو بڑھانا چاہتے ہیں، تو اپنی شخصیت

کو مضبوط اور روپیہ پابنائیے۔ جب تک آپ کی جماعت میں اپنے مذہب اور ارکانِ مذہب کے لیے حقیقی جوش اور خالص سرگرمی پیدا نہیں ہوگی، اُس وقت تک ناممکن ہے کہ آپ اُن مذہبی اور مجلسی طاقتوں کا مقابلہ کر سکیں، جو ہر چہار طرف سے دباؤ ڈال رہی ہیں"۔

ہز اکسلنسی کے یہ الفاظ راستی سے مملو ہیں، اور کچھ شک نہیں کہ ان کی دقیقہ سنج نظر نے صورتِ معاملات کو خوب بھانپا ہے۔ اگر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ضرورت متقاضی ہے کہ ہماری جماعت میں قومی بیداری کے جذبات و احساسات پیدا ہوں۔ اس کے بغیر ہماری جماعت تابِ مقاومت نہیں لا سکتی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ ہماری تعداد بہت کم ہے لیکن اگر ہم اتفاق و اتحاد سے کام لیں تو ہمارا ابھی بہت کچھ اثر و اقتدار قائم ہو سکتا ہے۔ یہ امر موجبِ مسرت و امتنان ہے کہ ہماری جماعت میں بھی کچھ کچھ بیداری کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر یہی حالت قائم رہی تو ایک دن ہماری ہستی بھی تسلیم کی جائیگی۔ انشاءاللہ ؎

زمانے کا دن رات ہے یہ اشارا — کہ ہے آشتی میں مری یاں گزارا
نہیں پیروی جن کو میری گوارا — مجھے اُن سے کرنا پڑیگا کنارا

سدا ایک ہی رُخ نہیں ناؤ چلتی
چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی

مسیحی فقیری

دس بارہ برس ہوئے کہ پنجاب میں مسیحی فقیری کا چرچا بہت زوروں پر تھا۔ مگر وہ ایک لہر تھی کہ اُٹھی اور بیٹھ گئی۔ جیانند وہ سب "سادھو"، جو جگہ جگہ "آزادی" اور "سیاحت" [illegible] کے گیت گاتے پھرتے تھے پھر "پابند" ہو کر مشنوں میں جا گھسے۔ اُس فقیری کا اب کوئی نشان پنجاب میں باقی نہیں رہا۔ دو تین برس سے پھر اس باسی کڑھی میں اُبال آیا ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ اس دفعہ اس کا کیا حشر ہوتا ہے کیونکہ حقیقی سادھوؤں کے ساتھ [illegible] سادھو بھی پیدا ہو گئے ہیں، جو گویا "مسیحی فقیری" کو بدنام [illegible] شخص کو نہایت عزت و محبت [illegible] اُس نے ایسی ناشائستہ حرکت

کی جس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہین معلوم ہوتا۔" ہندوستانی مسیحی جماعت کو اُن بھیڑیون سے جو بھیڑون کے بھیس مین آتے ہین، ہوشیار رہنا چاہیئے۔ "وہ جھوٹے نبیون سے خبردار رہو!"۔ "تم اُن کو اُن کے پھلون سے پہچانوگے!"

فقیری بجاے خود نہایت مفید اور قابلِ قدر چیز ہے، اور کچھ شک نہین کہ ہمین خدا رسیدہ سادھوؤن کی ضرورت بھی ہی۔ اُن کی تعلیم اور چال چلن کا اثر نہ صرف ہماری جماعت پر بلکہ غیر مسیحی جماعتون پر بھی بہت گہرا اور نہایت پائدار ہوگا۔ مگر شرط صرف یہ ہی کہ سادھو ایسا خدا رسیدہ ہوکہ ہر وقت خدا کی یاد مین مگن رہے، اپنی زندگی خدا کے کام کے لیے وقف کردے، اور اِس دنیا مین اپنی مسافرت کے ایام اِس طرح بسر کرے کہ دنیا مین رہکر بھی وہ دنیا کا نہو ایسے سادھو کے دل مین دُنیا کی پیچیدگیون کے لیے مطلق جگہ باقی نہ رہیگی۔

فقیری کے قواعد وضوابط تجویز یا مقرر کرنا مشکل بات ہی۔ تاہم فقیری کے لیے سب سے مقدم شرط یہ ہی کہ اس طریق زندگی کو اختیار کرنے والا شخص مجرد رہے۔ پنجاب کے مسیحی فقیرون مین سب سے بڑا عیب یہی تھا کہ وہ تقریباً سب کے سب اہل وعیال والے تھے انکی ناکامیابی کا ایک ذریعہ اسکو بھی قرار دیا جاسکتا ہی۔

ہمارے درمیان جن لوگون نے اس طریقِ زندگی کو اختیار کیا ہی، اُن کے لیے ہماری یہی دعا ہی کہ خدا انھین توفیق بخشے کہ وہ اس کو نیک نیتی اور وفاداری سے انجام دین، انکی محنت اگر سچے دل سے کیجائے، ہرگز بیکار ثابت نہوگی۔

معافی

ہم سے درخواست کی گئی ہی کہ معافی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرین۔ "کیا ہم معافی طلب کرنے سے قبل اپنے دشمنون کو معاف کرسکتے ہین؟" معافی دو قسم کی ہی۔ ایک روحانی، جس کا تعلق دل سے ہی، اور دوسری وہ جو باقاعدہ طلب کیجاے اور زبان سے بھی اس کا اظہار ہو۔ مسیحی مزاج مین معافی کو بہت دخل ہے۔ اِس سے عوام الناس کے ساتھ محبت اور ہمدردی پیدا ہوتی ہی اور کوئی برا خیال کسی کی طرف سے دل مین پیدا نہین ہوتا لیکن جن لوگون نے معافی کی درخواست نہ کی ان کو معاف کرنا، گویا اپنے موتیون

کو سؤروں کے آگے پھینکنا ہے۔ معافی کا مستحق وہی ہے، اور اسی کو ملتی بھی ہے، جو دل سے اس کا طالب ہوتا ہے۔ سچے مسیحی کی زندگی محبت میں بسر ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہمسایہ کی بدسلوکی پیشِ نظر رکھتا ہے، مگر اپنی خطاؤں کو نہیں بھول جاتا۔ وہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کا ہر وقت مشتاق رہتا ہے، وہ اس کی مدد کرتا، اور بُرائی کے بدلے بھلائی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اگر دشمن ذرا بھی اپنے قصور پر نادم ہو، تو وہ ہمیشہ اُس سے ہاتھ ملانے میں خوشی اور رغبت سے کام لیتا ہے۔ معافی مانگنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو ہرگز یہ الفاظ استعمال نہ کرینگے کہ "مجھ سے قصور ہوا، مجھے معاف کیجیے!" لیکن اپنے طرزِ عمل، اپنے لب ولہجہ، اپنی صورت، اور دیگر ذرائع سے طلبِ معافی کا اظہار کرتے ہیں۔ بہر حال ہر مسیحی کو معافی کا مزاج پیدا کرنا چاہیے، اور ہمیشہ اپنے اُس ہمسایہ سے، جس نے اُس سے بدی کی ہے، میل جول پیدا کرنے کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔

مرقعِ تثلیث

"مرقعِ تثلیث" کے نام سے حال میں ایک مختصر کتاب شائع ہوئی ہے جس میں نوابزادہ سید مہر حسن میرزا صاحب نے منکرانِ تثلیث کو تثلیث کے مفہوم و معانی سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کتاب کے اچھے اور مفید ہونے میں شک نہیں، مگر افسوس ہے کہ یہ "عیسائیوں کی الہامی زبان" یعنی رومن میں چھاپی گئی ہے۔ اگر اُردو میں شائع ہوتی تو غیر مسیحی حضرات، جو کتاب کے مخاطب صحیح ہیں، اس سے مستفید ہو سکتے تھے۔ عبارت اور طرزِ تحریر کو بھی زیادہ سلیس اور عام فہم ہونا چاہیے تھے۔ اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ صحت کا کافی خیال رکھا جاتا۔ "مرقعِ تثلیث" کی قیمت تین آنہ ہے، اور مسٹر کالون سنگھ عنیٰ، کرسچن کالج، لکھنؤ فرمائشات کی تعمیل کرینگے۔

خانگی تکلیفات اور اختلافِ رائے

شادی شدہ زندگی میں بہت سی خانگی تکلیفات محض اختلافِ رائے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں بالخصوص اُس وقت جبکہ میاں بیوی میں سے کوئی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ فریقِ ثانی کی کیا رائے ہے۔ شادی شدہ زندگی کو

کامیاب زندگی بنانے کے لیے بہت رواداری اور ضبط وتحمل سے کام لینا چاہیئے۔ تم میں بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں، اور تمھاری بیوی بھی ان نقائص سے بری نہیں۔ اور تعجب نہیں کہ شادی کے قبل ہی دونوں ان باتوں سے واقف ہوگئے ہوں۔ اب خوش رہنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ صبر سے کام لیا جائے۔

چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنے جھگڑنے سے پرہیز کرو۔ اگر کسی وجہ سے آرا میں اختلاف ہو تو خاموش رہو، بات کو تبنگڑ بنانے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص کو رائے قائم کرنے کا اختیار ہے، خواہ وہ الفاظ میں ظاہر کی جائے یا نہ کی جائے۔ ذرا خود ہی اس امر پر غور کرو کہ جس بات کو تم درست خیال کرتے ہو، اگر وہ شخص اس سے اختلاف کرے جس کو اپنی تمام عمر تمھارے ساتھ بسر کرنی ہوگی، تو اس کا کیا حال ہوگا۔

ان تکلیفات کو دور کرنے کی ایک بہت اچھی ترکیب ہے۔ میاں بیوی میں سے جب کوئی کسی وجہ سے ناخوش ہو جائے تو خاموش ہو رہنا چاہیئے، اور جب تک مخالفت جاری رہے ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا جائے۔ اس تدبیر سے بہت اچھا نتیجہ مترتب ہوگا۔ ایک دفعہ ضرور اس کا تجربہ کر کے دیکھیے۔

توجہ اور محنت

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ افلاس کا کچھ نہ کچھ تعلق کاہلی سے ضرور ہے، لیکن ایسا ہونا ضروریات سے نہیں ہے۔ بعض غریب لوگ کاریگری کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ فارغ البال نہیں ہوتے؟ اس لیے کہ بسا اوقات یہ لوگ اپنا کام پیش بینی اور تمیز سے انجام نہیں دیتے۔ کامیاب وہی شخص ہوتا ہے جو اپنے دماغ سے زیادہ کام لیتا اور اپنے کام کو غایت عقلمندی اور کفایت شعاری سے انجام دیتا ہے۔ محض دماغ لڑانی سے کام نہیں چلتا۔ توجہ اور محنت دونوں مل کر ہر مشکل پر غالب آ سکتے ہیں۔ غریب و محتاج ہو جانا تو بہت آسان ہے۔ خوب محنت کرو، مگر توجہ سے کام نہ لو، غریبی ہاتھ باندھے سامنے کھڑی ہوگی۔

چاہتے ہو تم نزولِ رحمتِ خالق اگر   دل لگا کر دوستو! محنت کرو۔ محنت کرو!

ایمان

اگرچہ ہم نے تیرا چہرہ نہیں دیکھا تاہم ایمان اور صرف ایمان ہی سے تجھے قبول کرتے ہیں۔ ثابت نہیں کرسکتے تاہم ایمان رکھتے ہیں (ٹینیسن)

گزشتہ مضمون میں ہم نے "خدا کی حضوری" پر غور کیا تھا۔ نیز دکھلایا تھا کہ اس دائمی قربت کے احساس سے ہم کو کیا کیا برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہم نے اشارۃً یہ بھی ذکر کیا تھا کہ ہم خدا کا خیال محض اپنی خطا کی سزا کے خوف سے نہ کریں بلکہ اس لحاظ سے کہ وہ ہمارا محافظ اور دوست ہے اور ہر وقت ہماری سننے اور مدد کرنے کے لیے موجود ہے۔ خدا کی پاک رفاقت کا خیال اگر فی الحقیقت ہمارے دل میں جاگزین ہو جائے تو وہ ہم کو گناہ سے باز رکھ سکتا ہے اور ہماری انسانیت کو ایسا اعلیٰ بنا سکتا ہے کہ کسی اور ذریعہ سے ویسا بننا ناممکن ہے۔

ہم سب کو اس بات کا یقین ہے کہ خدا کی ایک ہستی ضرور ہے بلکہ اس سے زیادہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ خدا ایک قائم بالذات وجود ہے۔ یہ اعتقاد ہم میں ایسا پختہ ہے اور ہماری روزانہ زندگی سے اُس کو ایسا گہرا تعلق ہے کہ ہم اُس پر مطلق شک نہیں لاتے اور نہ اُسے ثابت کرنے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اگر ہم لاکھ کوشش کریں تاہم اُس کے وجود کو ثابت نہیں کرسکتے ہیں جیسے کہ معمولی واقعات کو اپنی محدود عقل اور جسمانی حسوں کے ذریعہ سے ثابت نہیں کرسکتے۔ خدا کی ذات انسانی عقل کے مقابلہ میں بے حد اعلےٰ اور نادیدنی بھی ہے۔ وہ نہ ان فانی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ اُس کو ہم ان فانی ہاتھوں سے چھو سکتے ہیں۔ لیکن ہم اس بات کو ضرور محسوس کرتے ہیں کہ کوئی شے ہمارے اندر ہے جو ہر حال میں ہمارے فرائض سے ہم کو مطلع کرتی اور یہ بتلاتی رہتی ہے کہ کونسی بات بھلی اور کونسی بُری ہے۔ اس کا نام ضمیر اور خدا کی آواز ہے۔ اس آواز کا یہ خاصہ ہے کہ جس قدر زیادہ کان لگا کر ہم اس کو سنتے ہیں یعنی اُس کی تابعداری کرتے ہیں اُسی قدر وہ اور زیادہ قوی اور صاف

SUBSCRIPTION BLANK.

To

The Manager, The ZINDAGI,

Minerva Press, Lucknow.

Dear Sir,

Please enrol my name as a Subscriber to the ZINDAGI, and send the next issue by Value-payable Post recovering one year's subscription.

Name

Postal Address

Date

...نمایاں ہوتی جاتی ہے۔ یہ آواز سب سے زیادہ معقول شہادت اس امر کی ہے کہ خدا ہے یہی ثبوت ہمارے اطمینان کے لیے کافی ہے اور اس کی تائید اس عالمگیر خیال سے بھی ہوتی ہے جو ابتدائے زمانہ سے کلی طور پر انسان کے اندر خدائی ہستی کی بابت پایا گیا ہے۔ جب ہم موجودات عالم کی عجیب وغریب ترتیب و نظام پر غور کرتے ہین تو ہمارا اعتقاد خدا کی ہستی کے متعلق اور مضبوط ہوجاتا ہے کیونکہ موجودات عالم مین ترتیب و نظام کا محض خود بخود اپنی مختلف ذاتی قوتون کے متناسب ترقی کے سبب قائم رہنا محال ہے بلکہ اُن تمام قوانین کی جو ہمارے گرد و پیش مین حقیقی علت العلل ایک الٰہی مقنن ہے جو سب پر حکمران و منتظم ہے۔

اس ضمیر قلبی کے خیال سے ایک دوسرا خیال بہت تنگ تعلق رکھتا ہے یعنی قوت ارادی کا خیال۔ کیا ہماری قوت ارادی آزاد ہے یا مجبور۔ آیا جس بات کو ہم بھلا یا برا جانتے ہین اس کو کرنے یا نہ کرنے مین ہم آزاد ہین یا محض قسمت کے ہاتھ مین اسیر ہین ہے کیا جب کوئی کام ہم کرتے ہین تو اپنے اختیار سے کرتے ہین یا اس لیے کہ ہم اس کے کرنے پر اسی طرح مجبور ہین جیسے موجودات مین سب کچھ علت و معلول یا سبب و نتیجہ کے زیر تحت قانون قدرت کے مطابق ہوتا ہے؟ اگر سب کچھ محض سبب و نتیجہ ہی ہے اور اگر نہ خدا ہے نہ ضمیر قلبی اور نہ ارادہ تو کسی ایسی شے کا وجود باقی و قایم نہین رہتا جیسے اخلاقی ذمہ واری یا اخلاقی جبر۔ اگر سچ مچ یہی بات ہے تو پھر کوئی بات بھلی رہتی ہے نہ بری اور پھر ہم انسان نہین بلکہ گویا کٹھ پتلی ہوجاتے ہین جس کو قسمت کی غیر ذمہ وار انگلیان جدھر چاہتی ہین اُدھر نچاتی ہین۔ میرے دوستو! مین اس بات کو نہین مانتا اور تم کو بھی یہی مشورہ دیتا ہون کہ تم بھی اس کو نہ مانو۔ کیونکہ ساری دنیا کی تمیز مشترک اس بات کو نہین مانتی بلکہ ہر جگہ دنیا کی تمیز مشترک نے انسان کو اس کے افعال و اعمال کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور اسی بنا پر اُس سے جواب دہی کی گئی ہے کہ وہ ایک ایسی ہستی ہے جو اپنے ارادہ مین با اختیار ہے۔ ہم جانتے ہین کہ ہم اپنے ارادہ مین با اختیار تو ہین لیکن ضمیر قلبی کے بھی تابع ہین اور اس تابعداری سے ہماری قوت ارادی اور بھی زیادہ با اختیار ہوجاتی ہے۔

اگر ہماری قوت ارادی آزاد ہے اور بلحاظ اخلاق آزاد ہونے کے یہ قوت اپنے زیر پیش

کی اشیا پر اپنا اثر ڈالتی ہے تو ہم کو معقولاً ماننا پڑتا ہے گو ہم ثابت نہ کر سکین، کہ ایک اعلیٰ
زبردست اخلاقی ارادہ ہے جو سب پر موثر ہے اور وہ ارادہ تمام مادی اشیا پر حکمران ہے اور
ہمارے ارادے بھی اسی کا ایک حصہ ہین۔ اس کو خواہ علت اولے لکھو یا کچھ اور لیکن ہم پر
فرض ہے کہ ہم اس کا ادب کرین اور اُس کو خدا کہین۔ اگر نہ ارادہ ہے نہ اخلاق ہے نہ گناہ ہے
تو کیا ہم اور ہمارا وجود سب کچھ لایعنی نہین ہو جاتا؟ ہان ہم علت و معلول اور موجودات
عالم کی عجیب و غریب ترتیب و تنظیم کو مانین لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات پر اعتقاد
رکھین کہ یہ سب کچھ خدا کی حکمت و صنعت سے ہے۔ وہی ان سب کا مرکز و منبع ہے اور یہ سب کچھ اس
کی ٹمٹماتی روشنیان ہین۔

خدا کی بابت ایسے اعتقاد کو ہم ایمان سے تعبیر کرتے ہین۔ گو ہم اس کو دیکھ نہین سکتے اور
عقل سے پورے طور پر اُس کی ہستی کا ثبوت دے سکتے ہین تاہم اُس پر ایمان رکھتے ہین یعنی
ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم اس بات کا احساس کرتے ہین کہ ہمارے دائرہ بصیرت سے باہر اور
جسمانی حسون کے تجربون سے بالاتر کوئی شے ہے جسے ہم کو قبول کرنا چاہیے۔ سچا ایمان صرف
اُس کو مان لینے ہی پر دلالت نہین کرتا بلکہ اسکا اثر ہمارے چال چلن مین بھی ہونا چاہیے۔ پس اگر
ایمان خدا پر سچا ہے تو ہم اس ایمان کے موافق اپنا چال چلن رکھینگے۔ ہم اسکی یاد اور دھیان سے
مسرور ہونگے۔ ہم اس کی عبادت سے محظوظ ہونگے۔

میرے دوستو۔ کیا ہمارا ایمان ایسا ہے؟ ہم سب اقرار کرتے ہین کہ ہمارا ایمان خدا پر ہے
لیکن کیا ہمارا چال چلن اس اقرار کا مصداق ہے؟ کیا ہمارا ایمان بے حد سرد اور کمزور نہین ہے؟
کیا ہم کبھی کبھی دنون اور ہفتون اس بات کو فراموش نہین کر دیتے کہ خدا ہمارے قریب ہے؟
کیا ہم اس زندگی کی نعمتون کو محض اس طرح استعمال نہین کرتے گویا وہ ہماری ہی پیدا کی
ہوئی ہین؟ یعنی ہم خدا کی محبت اور احسان کو نہین بھول جاتے ہین جس نے وہ نعمتین ہمے
بخشین ہین؟ کیا ہم اس دنیا کی دلفریبیون مین ایسے محو نہین ہو جاتے کہ خدا کی ہستی کو بھلا کر تمام
چیزون مین مصروف ہو جاتے ہین جو ہمارے گرد و پیش ہین اور خیال کرتے ہین کہ
انھین چیزون کے لیے کام و کوشش کرنا چاہیے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہو کہ ہم میں سے اکثر کا یہی حال ہو۔ اگرچہ ہم خدا پر ایمان رکھنے کا اقرار کرتے ہیں لیکن درحقیقت ہم اس طور سے زندگی گزارتے ہیں گویا بے خدا ہیں ۔ اس حالت پر یہ بات صادق آتی ہو کہ ہم ایمان سے نہیں بلکہ اپنی نظر سے چلتے ہیں۔

ہم روزمرہ کے معمولی امور میں ایمان پر عملدرآمد کرتے ہیں۔ یکھا چاہیے کہ اس سے ہم بات کو بھی مانیں ۔ ہم ایسی باتوں پر جن کو ہم نے نہیں دیکھا نیز ایسی باتوں پر جن کو ہم نے خود نہیں آزمایا محض معتبر شہادت کی بنا پر یقین کرتے ہیں ۔ مثلاً تم سب انگلستان کے وجود کے قائل ہو۔ تم نے اس کو صرف نقشہ پر دیکھا ہو یا اس کی بابت سنا اور پڑھا ہو اور نیز اُن لوگوں سے گفتگو کی ہو جو انگلستان میں موجود تھے حالانکہ تم نے خود اس کو کبھی نہیں دیکھا جس قدر زیادہ تم انگلستان کی بابت سوچتے ہو اور جس قدر زیادہ تم اس کی بابت پڑھتے ہو اُسی قدر تم کو انگلستان کے موجود ہونے کا یقین ہوتا جاتا ہو اور یہ یقین تمھاری روزانہ زندگی کی رفتار اور کاموں میں اپنا اثر دکھلاتا ہو۔

یہی مثال خدا پر ایمان رکھنے کے متعلق عائد کی جاسکتی ہو۔ دوسری چیزوں کی طرح ہم ایمان کو بھی قوی بنا سکتے ہیں۔ جس قدر ہم خدا کی بابت زیادہ غور کریں گے اسی قدر ہمارا ایمان اور قوی ہوتا جائے گا۔

اگر ہم سچ مچ اس پر غور کرنے کی خواہش کریں تو یہ عادت ہمارے لیے آسان ہوجائیگی۔ لیکن افسوس کے ساتھ ماننا پڑیگا کہ ہماری خواہشات اکثر نادیدنی چیزوں کے بجاے دیدنی چیزوں پر اور خدا کے بہ نسبت اس دنیاے فانی کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں اور تب ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ بغیر کسی خاص امداد کے ہم یقیناً کامیاب نہ ہونگے۔ یہ مدد کس قسم کی ہونا چاہیے؟ بعض لوگ صرف رسمی و رواجی حرکات اور طریقوں سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا وہ خدا کی حضوری کو محسوس کر رہے ہیں مگر وہ روحانی مدد نہیں ملتی جو درکار ہو۔ وہ مدد صرف دعا کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔

ہندوستانی مسیحی جماعت کی فوری توجہ کیلئے چند ضروری مسایل

راجہ سر ہرنام سنگھ آہلو والیہ کے سی-آئی-ای کی ایک تقریر کا ترجمہ و خلاصہ

سب سے پہلے ہمین اپنی جماعت کی تعلیم کے مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے - ہماری ایسی ایک غریب جماعت کے لیے یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ سب لوگ اعلیٰ تعلیم سے مستفید ہوسکین، لہذا ضرورت ہے کہ صنعتی وحرفتی تعلیم پر زور دیا جاے اور میرے خیال مین صنعتی وحرفتی تعلیم کے مقابلہ مین زراعت کی طرف متوجہ ہونے کی زیادہ ضرورت ہے - دیہاتی مسیحیون کی حالت خصوصیت کے ساتھ توجہ طلب ہے - آگے چل کر ہماری جماعت کا دارومدار انھین پر ہوگا لہذا ہمارا فرض ہے کہ حتی الوسع ان کی بہتری وبہبودی کی فکر کرین یعنی روحانی ترقی ہی مین نہین بلکہ اُن کی مادی ترقی مین بھی کوشان ہون -

ان تعلقات پر بھی غور کرنا چاہیئے جو ہمارے اور گورنمنٹ کے درمیان ہین - اس بات کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہین کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم حسب سابق گورنمنٹ کے ساتھ وفادار ہون جس کے زیر سایہ ہم امن کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہین اور جس کی ذات سے باشندگان ہند کو بے شمار فواید حاصل ہوئے ہین لیکن اس کے ساتھ ہی ذہن مین یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستانی قوم کا ایک حصہ ہونے کے لحاظ سے یہ بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ملک کے ساتھ بھی وفادار رہون - میرے خیال مین گورنمنٹ کیساتھ وفاداری اور اپنے ملک کیساتھ وفاداری دونون لازم وملزوم ہین - ہندوستانی مسیحی آل انڈیا کانفرنس کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ جب کبھی ضرورت محسوس ہو میموریل وغیرہ کے ذریعہ سے گورنمنٹ کی توجہ ہماری جماعت کی ضروریات اور دلانے کی کوشش کرے - اعداد وشمار کے لحاظ سے ہندوستان مین ہماری جماعت تیسرے نمبر پر ہے ہمین کوشش کرنا چاہیئے کہ کونسلون میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون وغیرہ مین ہماری جماعت کے نمایندون کو مناسب جگہ دی جاے نیز سرکاری ملازمت وغیرہ دلے [illegible]

مین ہمارے حقوق نظرانداز و پامال نہ کیے جائین۔

اِس معاملے مین گورنمنٹ کی امداد پر ہمارا دارومدار ہے۔ جب تک گورنمنٹ ہماری مدد نہین کریگی، ہمین ہمارے ملکی و قومی حقوق حاصل نہین ہونگے۔ حال مین پنجاب گورنمنٹ نے ہندوستانی مسیحیون کے حقوق کو تسلیم کیا ہے۔ تاہم پنجاب مین اور دیگر صوبجات مین ہمارے لیے ابھی ترقی کا ایک وسیع میدان موجود ہے۔ ہمین اپنے غریب بھائیون کی حالت درست کرنے مین محنت و کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھنا چاہیئے۔ ہماری جماعت کی مفلسی ایک حد تک ہماری ترقی کے سدِ راہ ہے۔ ہمین خود سینہ سپر ہوکر اس کو دور کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے! اس کے بعد گورنمنٹ اور مختلف مشنون کی امداد پر بھروسہ کرنا مناسب ہوگا۔

گورنمنٹ کی یہ کارروائی قابلِ شکریہ ہے کہ اس نے پنجاب کے ہندوستانی مسیحیون کو ہندوستانی افواج مین بھرتی ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اِس سے نہ صرف گورنمنٹ کی مدد میدانِ جنگ مین ہوگی یا ہماری جماعت کو اظہارِ وفاداری کا ایک بہترین موقع ملیگا، بلکہ ہندوستانی کلیسیا کو بیحد مفاد حاصل ہونگے۔

اب مین اپنی جماعت کے اُن باہمی تعلقات کا ذکر کرنا چاہتا ہون جو مشنون و مشنریون کے درمیان ہین۔ یہ مسئلہ جس قدر مشکل اور نازک ہے اسی قدر زیادہ ہندوستانی مسیحی جماعت کی آیندہ بہتری و بہبودی سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس بات سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ مشنریون نے ہندوستان مین بہت کام کیا اور کر رہے ہین اور ہم کبھی اُن کے احسانات سے سبکدوش نہین ہوسکتے۔ لیکن میری دانست مین کبھی کبھی مشنری صاحبان اِس بات کو بھول جاتے ہین کہ زمانہ بدل گیا ہے اور ہندوستان اب وہ ہندوستان نہین رہا جو آج سے چند برس قبل تھا۔ اب ہندوستان مین ایک نئی روح پیدا ہوگئی ہے۔ میرا اشارہ "قومی بیداری" کی طرف ہے جس کو ترقی دینا مشنری سرگرمی مین داخل ہونا چاہیئے۔ بدقسمتی سے مشنریون اور تعلیم یافتہ ہندوستانی مسیحیون کے باہمی تعلقات ایسے اچھے نہین ہین جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا۔ اس کشیدگی تعلقات پر ایک حد تک دونون فریق ملزم قرار دیے جاسکتے ہین لیکن کیا یہ درست نہین ہے کہ اس کی زیادہ ذمہ داری انھین حضرات پر عائد

ہوتی ہے جو اس ملک مین باشندگان ہند کو انجیل کی بشارت دینے کے لیے آتے ہین۔

موجودہ مشنری نظام مین تعلیم یافتہ ہندوستانی مسیحیون کو کوئی حق حاصل نہین ہے۔ بالعموم انھین کوئی ممتاز عہدہ نہین دیا جاتا، اور جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے، اُن کا مشاہرہ بھی مقابلتہً نہایت قلیل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مشنری صاحبان آزادانہ رائے کو بہت بُرا سمجھتے ہین اور صلاح و مشورہ سے دور رہتے ہین۔ بعض اوقات جب کوئی انھین کلیسیائی معاملات مین حصہ لینے کا مشتاق و خواہشمند ہوتا ہے تو اُس کو وہ تقویت و مدد نہین دی جاتی جس کا وہ مستحق ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ میری دانست مین اس کے دو خاص سبب ہین۔ (۱) قومی تعصب (۲) تمام اختیار و ذمہ داری کو اپنے ہی ہاتھ مین رکھنے کی مشنریون کی زبردست خواہش۔

مین نے بارہا سنا ہے کہ مشنری صاحبان اس امر پر زور دیتے ہین کہ چونکہ مشن کے کامون کو جاری رکھنے کے لیے جو چندہ ملتا ہے وہ انھین کے قومی بھائیون سے ملتا ہے نہ کہ ہندوستانیون سے، لہذا اُس روپے کو خرچ کرنے کا پورا پورا اختیار انھین کو حاصل ہے لیکن اگر اس مسئلہ پر زیادہ غائر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوگا کہ چندہ دہندگان کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہندوستان مین مسیح کی بادشاہت ترقی پائے۔ یقیناً اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اب وہ وقت آگیا ہے جبکہ اپنی تعداد و تعلیم کے لحاظ سے ہندوستانی مسیحی جماعت کا صلاح و مشورہ مشنریون کے لیے قیمتی ثابت ہو، اور اسی سلسلے مین چندہ دہندگان کا بھی اصلی مقصد پورا ہوگا۔ لہذا کسی حالت مین انکی رائے کو بے حقیقت نہ سمجھنا چاہیئے۔ علاوہ ازین اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ غیر ملکی مشنریون اور ہندوستانی مسیحی جماعت کے تعلقات مین زیادہ نزدیکی اور یگانگت قائم ہوگی، اور دونون فریق متحد و متفق ہو جائینگے۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ حضرات اس مسئلہ پر ضرور توجہ فرمائینگے جن سے اسکو تعلق ہے۔

میری رائے مین یہ کسی حالت مین مناسب و درست نہ ہوگا کہ مشنری صاحبان سے ہم اپنے تعلقات قطع کر لین۔ ابھی اس کا وقت نہین آیا ہے۔ ابھی ہمین اُن کی مستقل مدد اور صلاح کی ضرورت ہے، اور سب سے زیادہ ہمین ان کی خالص اور مہربانانہ شرکت کی احتیاج ہے۔ میری نگاہین اُس وقت پر لگی ہوئی ہین جبکہ ہندوستان مین ایک ایسی کلیسیا قائم ہوگی

جس مین تمام اقوام ایک ساتھ مل کر کام کرین گی، جس مین قومی تعصب یا رنگت کے امتیاز کو دخل نہوگا، بلکہ سب کے سب ہم آہنگ ہوکر اس ملک کے باشندون کی مادی و روحانی ترقی اور بنی نوع انسان کی بھلائی مین کوشان ہونگے۔

آخر مین اب مین اپنی جماعت اور ہندوستان کی غیر مسیحی جماعتون کے باہمی تعلقات کا ذکر کرنا چاہتا ہون - ہندوستان کی حالت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ کچھ عرصہ تک اجتماعی آوازہی کو برادران ملک کی ترقی کا اصلی ذریعہ قرار دیا جاے گا۔ ہندوستان مین مختلف گروہ آباد ہین، جن کی ضروریات، جن کے اعتقادات، اور جن کی معاشرت ایک دوسرے سے جداگانہ ہے - اس صورت مین فی الحال ہمارے لیے ترقی کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے، اور وہ قومی اجتماع ہے۔ جو جماعت اس سے چشم پوشی کریگی، اُس کو دوسری جماعتون کے مقابلہ مین، جلد یا بدیر، مادی و معاشری ہر دو لحاظ سے خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔ بہرحال ہمین اس قسم کے قومی اجتماعات سے علحدگی اختیار کرنے مین دوراندیشانہ احتیاط سے کام لینا چاہیے - ان سے ذاتی یا اجتماعی تعلقات قائم کرنے مین ہمین نفرت و عداوت کا اظہار کرنے کی ہرگز ضرورت نہین - قومی معاملات مین ہندوستانی مسیحی جماعت کو اپنے غیر مسیحی برادران ملک کا ساتھ دینا چاہیے - کئی وجوہ سے ہندوستانی مسیحی جماعت، دوسری جماعتون کے درمیان، صلح کرانے کی اہمیت رکھتی ہے، اور اگر ضرورت ہو تو وہ امن اور خیرخواہی کے لیے اپنے مادی اغراض و مقاصد سے بخوشی دست بردار ہو سکتی ہے، بشرطیکہ قومی اغراض و مقاصد پر آنچ نہ آنے پائے۔

برادران! یہ ہین وہ چند باتین جن کو مین آپ کی خدمت مین اس نیت سے پیش کرتا ہون کہ آپ سنجیدگی کے ساتھ ان پر غور کرین۔

کیون نیند قیامت کی ہے طاری، جاگو!	اب جاگ چکی ہے خلق ساری، جاگو!
غفلت ہے کہ یہ خواب گران اے شاکر	یہ موت ہے یا نیند تمھاری، جاگو!

قانون عہد عتیق

یونانی تہذیب کا اثر مصنفین مذکورۂ صدر کی زبان اور طرز تحریر ہی پر نہین پڑا بلکہ انکے خیالات بھی بہت کچھ یونانی رنگ مین رنگ گئے تھے۔ فلاطونی اور ارسطوئی فلسفہ گھر گھر پھیل گیا تھا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن پھر بھی یہودیت اِن لوگون کے رگ و پے مین ایسی سرایت کرگئی تھی کہ اپنے شرعی احکام کو یہ لوگ فلسفیانہ مسائل پر ترجیح دیتے تھے، اور ادر گرد بت پرستی کا رواج دیکھ کر یہوواہ کے دین کی صداقت اور بھی ان کے دلون پر کالنقش فی الحجر ہوتی تھی۔ لہذا اپنی ہی مقدس کتابون کو یہ لوگ الہامی اور آسمانی جانتے تھے۔ شریعت اور انبیاء کی قانونیت کے عقیدہ مین یہ لوگ فلسطینی یہودیون کے شریک تھے، البتہ نوشتون کے متعلق اختلاف تھا کیونکہ ان کا قانون ہنوز باضابطہ مرتب نہین ہوا تھا۔ یہ اختلاف بالخصوص اُن صحیفون کے بارے مین تھا جو زیادہ تر تہذیب اخلاق کی غرض سے پڑھے جاتے تھے اور جن پر مذہبی مسائل کا اثبات کچھ زیادہ مبنی نہین سمجھا جاتا تھا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اختلاف اس طور کا نہ تھا کہ ان دو گروہون یعنی مصری اور فلسطینی یہودیون کے مابین کوئی بڑا مذہبی افتراق پیدا ہو جاتا۔

ملک فلسطین کے باہر مذہب عیسوی کی اشاعت اُن یونانی دان یہودیون کے ذریعہ سے ہوئی جو مسیح موعود پر ایمان لے آئے تھے۔ ان کی انجیلی خدمت سے جو لوگ مسیحی ہوئے وہ، خواہ یہودی ہون خواہ غیر یہودی، سب کے سب یونانی بولتے تھے بلکہ ان مین سے بعض کی مادری زبان یونانی تھی۔ پس کلیسیا نے یہودیون کی کتب مقدسہ کو موجودہ وقت تراجم کی صورت مین حاصل کیا۔ مسیحیون کا عہد عتیق شروع سے یونانی بائبل رہا ہے نہ کہ عبرانی، اور جس طرح یہودی اعتقاد رکھتے تھے کہ مترجمون کو خدا نے غلطی سے محفوظ رکھا ہے اسی طرح مسیحی بھی معتقد تھے کہ اصل عبرانی کے مثل یونانی ترجمہ ہفتادی بھی الہامی ہے۔ کلام الٰہی کی محبت کے جوش مین انھون نے یہودیون کے ہاتھ سے ان سب کتابون کو نہایت خوشی کے ساتھ

قبول کیا جن کو یہودی کتب مقدسہ سمجھتے تھے، اور اس امر کو تحقیق نہ کیا کہ اس مجموعہ میں سے وہ لوگ خاص کن کن صحیفوں کو قانونی مانتے تھے، اور خود ان صحیفوں کے مضمون میں ان کو ایسی وجوہ نہیں جن سے قانونی اور غیر قانونی میں امتیاز ہو سکتا۔ مثلاً وہ نہ سمجھ سکے کہ کیوں آستر کو الہامی تسلیم کیا جائے مگر توبت کو نہیں، یا کس وجہ سے واعظ کو منجانب اللہ یقین کیا جائے جس میں بقای روح کی بابت تشکک پایا جاتا ہے، اور حکمت سلیمان کو محض انسانی تحریر تصور کیا جائے، جس میں بقای روح کا ثبوت فصاحت و بلاغت کے ساتھ دیا گیا ہے یا کس سبب سے امثال کو الہامی سمجھا جائے اور ابن سیراخ کو محض عقل انسانی کا اختراع۔

جب دوسری صدی عیسوی میں مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم ہوا تو مسیحی معتقدین کو معلوم ہوا کہ یہودی بعض صحیفوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتے، اور جب یہودیوں کے مخالف ان صحیفوں کی آیات سے سند لاتے ہیں تو وہ اس طرز عمل کو ناواجب خیال کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحیوں کے درمیان یہودیوں کی کتب الہامیہ کی فہرستیں مرتب ہونے لگیں۔ سب سے قدیم فہرست جو ہم تک پہونچی ہے وہ ملیتو اسقف سارڈیس کی ترتیب دادہ ہے اور سال ترتیب سنہ ۱۷۰ء ہے۔ یہ فہرست اُن سب صحیفوں پر مشتمل ہے جن کو ہم اس مضمون کے اول حصے میں بیان کر چکے ہیں، باستثنائے آستر، جس کے متعلق، جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں یہودیوں میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا، چنانچہ عرصہ تک یہودیوں کی کتب مقدسہ کی فہرستوں سے جو مسیحی علماء کے ہاتھوں مرتب ہوئیں اس قسم کا اختلاف و تذبذب ظاہر ہوتا رہا ہے۔

اس اثنا میں مسیحی کلیسیا نے اپنی عبادت اور تعلیم مذہبی میں بطور خود ان امور میں ایک جدا راہ اختیار کر لی تھی۔ تحریر ابن سیراخ کو نوجوانوں اور نو مریدوں کی اخلاقی تعلیم و ہدایت کے واسطے رکھا گیا تھا، جیسا کہ اس کتاب کے نام مندرجۂ یونانی بائبل سے ظاہر ہے۔ یعنی ایکلیزیاستی کوس جس کے معنی ہیں "کلیسیا کی کتاب"۔ اس کے سوا اور بھی صحیفے مسیحیوں کے درمیان تعظیم اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جنکو یہودی داخل قانون نہیں جانتے تھے۔ سنہ ۲۴۰ء کے قریب جولیس افریقی، اسقف عماؤس واقع ملک فلسطین نے اوریجن کو قصۂ سوزانہ بزرگان "(مندرجۂ دانیل)" کے باب میں ایک تنقیدی خط تحریر کیا تھا۔

اُسقوف مذکور نے کہا کہ یہ قصہ اصل عبرانی دانی ایل مین موجود نہین ہے اور نہ یہودی اس کو قبول کرتے ہین، نیز اُس نے اندرونی شہادت سے ثابت کیا کہ یہ قصہ عبرانی سے جو اصل الہامی نسخہ کی زبان تھی، ترجمہ نہین ہوا تھا، بلکہ خود یونانی مین تصنیف ہوا تھا علاوہ ازین اُس نے تاریخی بنا پر قصہ مذکورہ کے نفس مضمون پر چند اعتراضات وارد کیے اور کہا "نوشتہ" کی حیثیت سے نہین چاہیئے کہ اس سے اقتباس یا اسناد کیا جاسے۔ اُرِجَن نے جو اپنے زمانہ مین الکتاب کا غالباً سب سے بڑا عالم تھا، جواباً تحریر کیا کہ اگر "قصہ سوزانہ" کو محض اس بنا پر ترک کیا جائے کہ یہودی اس کو الہامی قبول نہین کرتے تو اوبھی چند صحیفون کو مثل یودِت اور طوبیاس وغیرہ کے چھوڑنا ہوگا کیونکہ ان کو بھی یہودی نہین مانتے؛ نیز اُس نے کہا کہ کلیسیا نے ابتدا سے اِن صحیفون کا استعمال عبادت اور تعلیم مذہبی مین کیا ہے۔ کلیسیا کی یہ طرزعمل مسیحیون کے واسطے کافی وجہ سند تھی، یا کیا معنی کہ محض یہودیون کو خوش کرنے کے لیے مسیحی جماعت اپنی الکتاب مین سے کچھ کم کرے، یا صحیفون کے الہامی یا جعلی ہونے کے باب مین یہودیون کی راے کی پیروی کرے۔

مسیحی جماعت مین یہی کیفیت جاری رہی، یہودی کتب مقدسہ کی فہرستین مسیحی علما کے ذریعہ سے شائع ہوتی رہین۔ بعض بزرگان یونانی، جنھون نے اس معاملہ مین زیادہ غور کیا، مسائل کے ثبوت مین ان کتابون سے سند نہین لاتے تھے، حالانکہ تعلیم و تلقین مین ان سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ ۳۶۷ء مین بزرگ عطناسیوس پرانے اور نئے عہد کے صحیفون کی فہرست پیش کرنے کے بعد یون فرماتے ہین کہ "ان کے سوا اور بھی چند کتابین ہین یعنی، حکمت سلیمان، ابن سیراخ، آستر، یودت، طوبیاس، اور تعلیم دوازدہ رسول یہ داخل قانون تو نہین ہین مگر بزرگون نے ان کے پڑھنے کی اجازت اُن لوگون کو دی ہے جو عبادتون مین شریک ہوتے ہین اور مذہبی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہین" ان باتون کا اثر کلیسیا کے عمل پر کچھ نہ ہوا اور یہ کتابین عبادتون مین برابر مستعمل رہین، ان کتابون کی الہامیت اور وجہ سند ہونے کے باب مین کلیسیاے جامع نے فیصلہ نہین کیا، گو کہ چند مقامی کلیسیاؤن نے بالاجماع ان کی فہرستین مرتب کین۔

لاطینی کلیسیا کو الکتاب یونانیون سے پہونچی۔ پس جو لاطینی ترجمے یونانی زبان سے کیے گئے وہ طبعاً اُن کتابون پر مشتمل تھے جنھین یہودی قانون سے خارج جانتے تھے۔ لیکن کلیسیا الہامی سمجھتی تھی۔ پانچوین صدی کے اوائل مین جیروم نے براہ راست عبرانی سے ایک نیا لاطینی ترجمہ کرنا شروع کیا۔ وہ مدتون تک بیت اللحم مین جا کر رہا اور یہودیون سے عبرانی زبان سیکھی۔ جن سے اُس نے ترجمہ مین بھی مدد لی۔ یہ ترجمہ بالاقساط شائع ہوا۔ بعض ترجمہ کے دیباچون اور اپنی دیگر تحریرون مین جیروم عبرانی عہد عتیق کے صحیفون کی فہرست دیتا ہی جو ہماری الکتاب سے مطابق ہی[1] لیکن خود جیروم نے بھی یہودی کتب مقدسہ کی قانون کو یعنی الکتاب کا قانون تسلیم نہین کیا۔ چنانچہ چند اسقفون کی درخواست پر اس نے یہودت اور طوبیاس کا ترجمہ کیا۔ اور اگرچہ ان کتابون کے دیباچون مین اُس نے لکھا کہ یہودی اِن کو قانون سے خارج اور جعلی سمجھتے ہین۔ مگر طوبیاس کی نسبت یہ کہا کہ "فریسیون کی رائے کی مخالفت کرنا اور اسقفون کے احکام کی تعمیل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہی" اور یہودت کے امر مین بیان کیا کہ نقایہ[2] کی کونسل نے اس کو کتب مقدسہ مین شامل رکھا ہی۔ ایک اور جگہ ابن سیراخ اور حکمت کے باب مین کہتا ہی کہ کلیسیا ان کتابون کو "لوگون کی ہدایت کے واسطے پڑھتی ہی مسائل کے اثبات کے واسطے نہین" اور یہ بیان یونانی بزرگون کی رای اور طرز عمل سے ملتا ہی۔ پس جیروم گویا دو رایون کے درمیان استادہ ہی۔ جس کتاب کو وہ یہودی کتب مقدسہ کے مجموعہ مین نہین پاتا اُس کو بحیثیت نقاد غیر الہامی کہتا ہی اور بحیثیت پیرو کلیسیا اس قسم کی کتابون کو ارجین کی طرح "ہدایت" کے واسطے مفید جانتا ہی۔ اسی درمیانی راہ کو روفینس عبرانی کتب مقدسہ کی فہرست لکھکر زیادہ واضح طور پر یون بیان کرتا ہی کہ "ان کے سوا اور بھی چند کتابین ہین جن کو علما نے قانونی نہین بلکہ کلیسیائی کہا ہی۔ حکمت، ابن سیراخ، طوبیاس، یودت اور مکابیون کی کتابین اسی قبیل سے ہین۔"

---

[1] سینی پر وٹسٹنٹ۔ [2] نقایہ کی کونسل نے الکتاب کے قانون کے متعلق کوئی باضابطہ فیصلہ نہین کیا۔ نہ ہمین یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حوالہ کس امر پر مبنی ہے۔

اگستین کے اثر نے کلیسیائی رائے کا پلہ اور بھاری کر دیا۔ اُس نے جیروم سے شکایتہً کہا کہ تم نے لاطینی ترجمہ یونانی کی ترمیم پر اکتفا کیون نہ کی، اور یہودیون کے عبرانی مجموعۂ کتب مقدسہ سے ترجمہ کر کے ایمانداروں کے ایمان مین خلل کیون ڈالا۔ نیز اپنی تصنیف "درتعلیم عیسوی" مصنفۂ ۳۹۷ء مین وہ طوبیاس، یودت، ابن سیراخ، حکمت، اور مکابیون کی پہلی اور دوسری کتابون کو عہد عتیق کی قانونی کتابون مین داخل کرتا ہے۔ افریقہ کی مقامی سند منعقدۂ ہپو ۳۹۳ء و کارتھیج ۳۹۷ء نے بھی یہی فیصلہ کیا۔

وہ سریانی کلیسائین جن کا عہد عتیق زبان عبرانی سے ترجمہ ہوا تھا صرف انھین صحیفون کو الہامی جانتی تھین جو یہودی کتب مقدسہ کے مجموعہ مین پائے جاتے تھے، لیکن سب سے قدیم سُریانی عہد عتیق مین تواریخ، عزرا، نحمیاہ نہین تھے اور کتاب ابن سیراخ موجود تھی۔ ان سریانی جماعتون نے جو یونانی کلیسا سے متحد رہین، کلیسیاے مذکور کے زیر اثر رفتہ رفتہ یونانی الکتاب کی دیگر کتابون کو بھی ترجمہ کر کر کے اضافہ کر لیا، مگر نسطوری جن کے یہان کیتھولک کلیسا کے مقابلہ مین تنقید و تدقیق کو زیادہ گنجائش تھی، یا تو برابر ان کتابون کو رد کرتے رہے یا اور صحیفون سے ان کو کم درجہ پر درجہ سند سمجھتے رہے۔ دیگر صحیفون کے نام جنھین بالعموم اُس وقت اور لوگ قانونی یقین کرتے تھے لیکن نسطوری غیر الہامی جانتے تھے، یہ ہین یعنی تواریخ، عزرا، نحمیاہ، یودت، مکابیون کی دو کتابین، ایوب، ابن سیراخ، اور حکمت۔

قرون وسطی مین مسیحی علماء کے درمیان وہی پرانے اختلافات کسی نہ کسی صورت مین موجود رہے، مگر عملاً عہد عتیق مین وہ سب کتابین شامل سمجھی جاتی تھین جو یونانی یا لاطینی الکتاب مین پائی جاتی تھین۔ "قانونی" اور "کلیسائی" کی تفریق سے عوام کو سروکار نہ تھا۔ علماء کی رایون کے مقابلہ مین ان کے واسطے کلیسیا کا قدیم عمل زیادہ زوردار اور کافی تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ چوتھی صدی کے بعد سے تمام صحیفے قدیم طومارون کے بجائے کتابون کی صورت مین یکجا رکھے جانے لگے، یہان تک کہ یہ سب کتابین خلط ملط ہو گئین۔

سولھوین صدی مین اصلاح دین (ریفارمیشن) کے وقت پھر اس قدیم تفریق کی طرف توجہ مرکوز ہوئی۔ چونکہ مصلحین نے [illegible] اور روح الایمان

تسلیم کیا، لہٰذا اُن کے لیے یہ تحقیق ضرور ہوئی کہ کن کن صحیفوں کو بلاشبہ الہامی مانا جا سکتا ہے
عہد عتیق کے قانون میں کسی کتاب کو وہ محض اس وجہ سے شامل نہیں سمجھ سکتے تھے کہ کلیسیا
نے ابتدا سے ایسا کیا تھا۔ عہد جدید کی سند افضل و اعلیٰ ہے۔ مقدس پولوس کہہ چکے ہیں کہ
خدا نے اپنا کلام یہودیوں کو سونپا تھا؛ نیز خود خداوند مسیح اور رسولوں نے برابر یہودیوں ہی کے
مجموعۂ کتب الہامیہ سے حوالے پیش کیا اور انھیں صحیفوں سے اقتباس کیا۔

پس لوتھر طبعاً جیروم کا پیرو رہا۔ اُس کے پہلے ہی مکمل جرمنی ترجمہ میں جو ۱۵۳۴ء
میں چھپا تھا، ذیل کی کتابیں عہد عتیق و عہد جدید کے بیچ میں الگ چھاپی گئی تھیں یعنی؛ یودت
حکمت، طوبیاس، ابن سیراخ، بارُوخ، استر اور دانیل کے یونانی اضافے، مکابیوں کی ۲
کتابیں، اور دعائے منسی۔ ان کتابوں کو شامل جیروم اُس نے مساتیرہ (اپاکرفا) کہا یعنی
"وہ کتابیں جو کلام الٰہی کے برابر وجہ سند نہیں ہیں تاہم پڑھنے کے واسطے مفید اور خوب ہیں۔"

اس امر میں کل پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں نے لوتھر کی پیروی کی۔ چنانچہ تمثیلاً ملاحظہ ہو
کلیسیائے انگلستان کے ۳۹ قوانین میں سے چھٹا قانون۔ ڈارٹ کی سنڈ منعقدہ ۱۶۱۸ء
اور ویسٹ منسٹر اسمبلی منعقدہ ۱۶۴۳ء نے اور بھی اس امر کی توضیح کر دی۔ موخرالذکر
کا یہ فیصلہ ہے کہ "وہ کتابیں جو بالعموم مساتیرہ کہلاتی ہیں چونکہ الہامی نہیں ہیں، لہٰذا وہ مقدس
نوشتہ کا کوئی جز نہیں ہیں، اور پس خدا کی کلیسیا میں کچھ سند نہیں رکھتیں، نہ اور کسی انسانی
تحریر سے زیادہ قابل استعمال یا واجب التعظیم ہیں"۔

پروٹسٹنٹوں کے بمقابل رومی کلیسیا نے ٹرینٹ کی کونسل منعقدہ ۱۵۴۶ء کے
چوتھے اجلاس میں "قانونی نوشتوں کے متعلق حکم" صادر کیا اور اُن کتابوں کو داخل قانون
قرار دیا جنھیں پروٹسٹنٹوں نے مساتیرہ کروانا تھا۔ پس اب کیتھولک بائبل مذکورۂ ذیل
کتابوں پر مشتمل ہے یعنی موسیٰ کی پانچ کتابیں[۵۴] [illegible] روت، سلاطین کی
چار کتابیں، تواریخ کی دو کتابیں، [illegible] طوبیاس، یودت،

---

۵۴ اس کے معنی ہیں پوشیدہ [illegible] مروج اخبار
[illegible]

نسر، ایوب، زبور، امثال، واعظ، غزل الغزلات، حکمت، ابن سیراخ، یسعیاہ، یرمیاہ مع
روخ، حزقیل، دانیل، بارہ انبیاے صغر، مکابیون کی پہلی اور دوسری کتابین......
رکوئی شخص اِن صحیفون کو تماماً و کمالاً مع ان کے کل اجزا کے مقدس اور قانونی تسلیم نہ کرے
ں صورت مین کہ وہ کیتھولک کلیسا مین شروع سے پڑھے گئے ہین اور قدیم لاطینی الکتاب
ن موجود تھے .... تو وہ شخص ملعون ہو۔ اس فیصلہ نے اِن کل کتابون کو ایک قسم
ن داخل کرکے "قانونی" اور "کلیسائی" کی قدیم تفریق یک لخت اُٹھا دی۔ پس اب
ھولک علما اگر ان کے مابین کچھ فرق کر سکتے ہین تو صرف اتنا کہ یہ چند کتابین بعد مین قانونی
یلیم کی گیئن اور بس، ورنہ الہامیت کے اعتبار سے اُنھین سب کو ایک برابر ماننا پڑتا ہی۔

(ماخوذ)

ایس ڈبلیو بیٹلر

مجھے ہی دل و جان سے پیارا مسیحا	مری زیست کا ہی سہارا مسیحا
ترے سوزِ فرقت سے دم ہی لبون پر	دکھا دے مجھے اک نظارا مسیحا
سوا تیرے کس سے کہون درد اپنا	تو ہی تو گنہ کا ہی چارا مسیحا
گناہون کا مجھکو جو غم ہو تو کیون ہو	ہوا میری خاطر کفارا مسیحا
دوا دے شفا دے کہ تو چارہ گر ہی	کہ دل ہے مرا پارا پارا مسیحا
بلا جلد مجھکو حضوری مین اپنی	نہین تیری فرقت گوارا مسیحا
یہی التجا ہے یہی مدعا ہے	مجھے بھی بچا لے خدارا مسیحا
نہ ڈالون گا اپنی نگاہین کسی پر	کہ آنکھون کا ہی میری تارا مسیحا

یہ صادق تو ہی تیرا ہی خون خریدہ
نہ کرنا تو اس سے کنارا مسیحا

راقم
اے ایس خان صادق از لکھنؤ

ہندوستانی مسیحیون کا مطمح نظر

جناب "مسیحی" صاحب کے دوست نے جو مطمح نظر ہمارے سامنے پیش کیا ہی مین اس سے اتفاق کرتا ہون ۔ انھون نے بہت درست فرمایا کہ اُن کے دوست نے مسیحی جماعت کے اجزای ترکیبی کا تو ذکر کیا ہی مگر اصل بات کی توجہ نہین کی ۔ میرا خیال ہی کہ ہمارے جو قصور اور غفلتین اور عیوب انھون نے ظاہر کیے ہین وہ ایک مدت تک باقی رہینگے ۔ مین سمجھتا ہون کہ "مسیحی" کے دوست خود اونچی ذات سے دائرہ مسیحیت مین آئے ہین ۔ پس اسی وجہ سے وہ ہندو خلاق اور معقول شئے کے قائل ہو سکتے ہین ۔ اور ہندؤن کی کتب مقدسہ اور ریت رسمون کو نظر ہمدردی سے دیکھ سکتے ہین ۔ اور نیشنل کانگریس کے شریک ہو سکتے ہین لیکن جناب عالی یاد رکھنا چاہیئے کہ ۹۵ فی صدی مسیحی اُن ہی نیچی ذات والون مین سے آئے ہین جن کو اعلیٰ درجہ کے ہندؤن نے مدتون پاؤن کے نیچے روندا ہی اور جن کو وہ فنا کر ڈالتے اگر خود اُن ہی کے راحت وآرام کے لیے اُن کا وجود ضروری نہوتا ۔ جن کو نیچ کہا جاتا ہی ان کی کثرت ہمارے درمیان ہمارے دین یا مشنریون کی بدنامی کا باعث ہرگز نہین ہی ۔ بلکہ مین سمجھتا ہون کہ اس سے ہمارے مذہب کی فضیلت اور اس کے خادمون کی خوبی ثابت ہوتی ہی کہ ان لوگون کو بربادی سے بچا کر ترقی کی شاہراہ پر ڈال دیا ۔ مشنریون نے ان لوگون کو بچانے مین اپنے آقا کے منشا کے عین مطابق عمل کیا ہے ۔ پس عادۃً محال ہی کہ یہ مسیحی جو مدتون اعلیٰ درجہ کے ہندؤن کے جوتے کے نیچے رہے ہین ہندو اخلاق کے قائل ہون جس نے اُن کو حضیض نکبت مین ڈال رکھا تھا یا ہندؤن کی کتب مقدسہ سے محبت رکھین جن کے منتر سُننے کے بھی وہ ناقابل سمجھے جاتے تھے ۔ آپ کیونکر امید رکھ سکتے ہین کہ یہ لوگ انکی کتب مقدسہ کے ساتھ ہمدردی دکھائینگے جب کہ وہ بخوبی جانتے ہین کہ ابھی تک اُن کے بہت سے ہمجنس بلکہ خود ان کے عزیز واقارب اُن ہی اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہندؤن کے مظلوم ہین جو سرکار عالی وقار سے طرح طرح کے ملکی حقوق طلب فرما رہے ہین ۔ جب صورت حال یہ ہی تو کیا "مسیحی" کے دوست یا اسی خیال کے

ادہر لوگ توقع کر سکتے ہین کہ عام مسیحی کانگریس والون کے شریک ہون۔ ہند کی مسیحی جماعت کی عیب گیری سے پیشتر لازم ہی کہ ان جملہ اُمور کا لحاظ رکھا جائے لیکن سوال کیا جا سکتا ہی کہ کیا اونچی ذات والے مسیحی فطرتاً و دیگر قسم کے مسیحیوں کے خیالات و آرا ر سے متغایر خیالات و آرا ر نہ رکھینگے بے شک اُن سے ایسی توقع کی جا سکتی ہی مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کا وجود مسیحی جماعت مین ایسا ہی ہی جیسا دریا مین ایک قطرہ۔ پس گو وہ کتنا ہی ہندؤن کے اخلاق اور کتب متعددہ اور نیشنل کانگریس سے ہمدردی رکھین اور اُس کا اظہار کرین، لیکن اُن کی آرا ر عام مسیحی جماعت سے منسوب نہین کی جا سکتین۔ اونچی ذات کے کتنے مسیحیون نے اِن اُمور مین غور فرمایا ہی؟ حقیقت یہ ہی کہ اب تک مسیحیون نے فرداً فرداً اپنی بہتری کا خیال کیا ہی اور اپنے پڑوسیون کو اُٹھانے کا کام مشن کے خادمون پر چھوڑ رکھا ہی تاہم چونکہ آزادی اور قومیت کی ہوا ہند کی مسیحی جماعت پر آہستہ آہستہ چلنے لگی ہی اور دو تین نسلون کے بعد عام مسیحی ترقی کرکے اعلیٰ درجہ کے اور تعلیم یافتہ ہو جاتے ہین اس لیے یقین کیا جا سکتا ہی کہ کچھ مدت مین ہندوستانی مسیحی جماعت کو اپنی ہندیت اور حقوق اور فرائض کا احساس بوجہ الکمال ہو جائیگا اور وہ ہند کی اُن سب تحریکون کے ساتھ اپنے کو متحد کرلے گی جو خداوند کی بادشاہت کے خلاف نہون

"صاف گو"

عصیان سے آب آب ہون، وہ خاکسار ہون ۔۔۔ پانی سے دب رہا ہون، وہ مشتِ غبار ہون

بندہ ہون وہ ترا کہ نہ کی بندگی تری ۔۔۔ میرے گناہ بخش دے، مین شرمسار ہون

مجھکو جمال پاک دکھا دے مرے مسیح ۔۔۔ بیتاب شوق دید سے ہون بیقرار ہون

رحمت تری ہی عام، ترا نام ہے کریم ۔۔۔ تیرے کرم کا مین بھی اک امیدوار ہون

ہی ذات تیری منبعِ لطف و کرم مسیح ۔۔۔ کر التفات، بحرِ معاصی سے پار ہون

وہ کشتیِ نجات، تو ہی جس کا ناخدا ۔۔۔ میرے زہے نصیب کہ اُس پر سوار ہون

ہی شکر کی جگہ کہ ہون خادم مسیح کا
شاکر نگاہِ خلق مین ہرچند خوار ہون

شاکر (میرٹھی)

بُرائی کی جڑ

ایک ڈرامہ جس مین ہندوستانی مسیحی جماعت کے رسوم اور طریق معاشرت کا نقشہ کھینچا گیا ہی

پہلا ایکٹ

دوسرا سین ۔ پبلز پارک ۔ فوجی باجہ کا دن

[ولیم اور اُسکی بہنین پارک مین داخل ہوتے ہین]

ولی ۔ مین سمجھتا ہون کہ ہم لوگ وقت پر پہونچ گئے کہ باجہ والون کی واپسی کو دیکھ سکین :

للی ۔ باجے کی آواز تو آرہی ہی ۔ ہم لوگ وقت پر پہونچے ہین ۔

ولی ۔ وقت پر پہونچے ! بیشک ہم باجہ والون کو ایک نظر دیکھ لین گے ، اور یقیناً "قومی ترانہ" کا آخری حصہ بھی سُن لین گے ۔ یہ پہلا اور آخری موقعہ ہی کہ مین تمھارے ساتھ باجہ سننے کے لیے آیا ہون ۔ میرا خیال ہی کہ ایک ملکہ بھی اپنی تاجپوشی کے وقت سنگار کرنے مین اتنا وقت صرف نہ کرتی ہوگی ، جتنا تم شام کی ہوا خوری کی تیاری مین صرف کرتی ہو ۔ کیا تم فی الحقیقت یہ سمجھتی ہو کہ ڈھائی گھنٹے کے سنگار کے بعد تم بہت خوبصورت اور دلکش بن جاتی ہو ؟ مجھے اُس غریب پر رحم آتا ہی جو تمھارے ساتھ شادی کریگا ۔

للی ۔ (دانت پکچکا کر) او نالایق ! دیکھتا نہین ہی کہ ادھر اُدھر آدمی پھر رہے ہین ۔ اچھا ٹھہر ! گھر پہونچ لینے دے مین والدہ سے کہونگی کہ راستے مین تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہی ۔ تجھ سے اپنی زبان نہین بند رکھی جاتی ؟

کملا ۔ لڑائی نکرو ، للی ! سب جانتے ہین کہ یہ بیوقوف ہی ، نیز یہ خود جانتا ہی ۔ مگر اِسے کیا پروا ، کوئی کچھ سمجھا کرے ! ذرا اس کا کالر تو دیکھو ! گردن ہی نہین جھکتی ۔ مین نے اسے اپنی نئی اور

خوبصورت ٹائی سے کشتی کرتے دیکھا تھا۔ مگر اس کی ساری کوششون کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ جواب دیگئی۔ اس نے چھ دفعہ کوشش کی کہ کالر مین سے ٹائی گزر جاے، مگر ساتوین دفعہ مین وہ خود ہی جاتی رہی۔ کچھ تعجب نہین کہ ٹائی کے ٹکڑے اس کی جیب مین ہون۔ اس حالت مین یہ کب کسی کیساتھ صلح و آشتی سے پیش آ سکتا ہے۔

ولی۔ (مسکرا کر) کملا! تم بھی عجیب ہو! باتین بنانا تم نے کہان سے سیکھ لین؟ یہ پھبتیان ماموں جان پر اڑایا کرو، سنا!

کملا۔ ماموں جان کالر استعمال ہی نہین کرتے۔ کاش، انھین بھی یہ شوق ہوتا۔ وہ بیچارے تو پرانے خیال کے آدمی ہین۔

للی۔ کیا تم وہان بہت خوش رہین۔

کملا۔ ہرگز نہین۔ وہان بہت مشکل سے وقت گزرا۔ وہان رہتے ہوئے مجھے کراہیت معلوم ہوتی تھی۔

ولی۔ مٹن پف اور چاکلیٹ وہان نہ ملتے ہون گے۔ کیون؟

کملا۔ مجھے بھی کیا اپنی ہی طرح پیٹو سمجھا ہے؟ ضرورت سے زیادہ چیزین مجھے کھانے کو ملین۔ مگر بات یہ ہے کہ مجھے ماموں جان کی طبیعت پسند نہین آئی۔

للی۔ کیون، خیر تو ہے!

کملا۔ وہ اپنے ہوش و حواس مین بہت کم ہوتے ہین، اور اسی کی وجہ سے بیچاری ممانی بہت رنجیدہ اور رغمزدہ رہتی ہین۔

ولی۔ کیا مرمت کرتے ہین؟

کملا۔ تو سب کو اپنی ہی طرح سمجھتا ہے۔ ماموں جان بہت رات گئے گھر مین آتے ہین، اور شراب کے نشہ مین اس قدر چور ہوتے ہین کہ انھین کچھ ہوش نہین ہوتا۔

للی۔ کیا ماموں شراب بھی پیتے ہین؟ مین تو یہ سمجھتی تھی وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے ہون گے۔ تم جانتی ہو، وہ برہمنون مین سے ہین۔

کملا۔ برہمن تھے یا کون، اس سے کیا، شراب تو وہ اتنی پیتے ہین کوئی کیا پئیگا۔

لی - افسوس! پھر وہ کیون مسیحی ہوئے؟
کملا - وہ اپنے آرام کے لیے مسیحی ہوئے، نہ کہ تمھین خوش کرنے کے لیے - جب وہ ہندو تھے تو ہندؤن کے لیے باعث ننگ تھے، اور اب مسیحی ہین تو ہم لوگون کے لیے باعثِ ننگ ہین -
لی - یہی تو وہ آدمی ہین جو حق کے تلاشیون کے لیے ٹھوکر کا باعث ہوتے ہین - اگر ہمارے غیر مسیحی دوست ہمارے ماموں جان کی نسبت ہم سے کچھ دریافت کرین تو ہم کیا کہہ سکتے ہین! -
دلی - کیا وجہ ہی کہ کوئی آدمی شراب نہ پیئے؟ مسیحی مذہب شراب استعمال کرنیکو منع نہین کرتا علاوہ ازین اعتدال کے ساتھ پینا صحت کے لیے مفید ہے -
لی - مذہب نہایت زور کے ساتھ شراب نوشی کی ممانعت کرتا ہی جس کو تم "اعتدال کے ساتھ پینا" کہتے ہو، میری دانست مین وہ اعتدال کے ساتھ گناہ کرنا ہی - ہر شرابی شروع مین اعتدال ہی کے ساتھ پیتا ہے - مین کسی شرابی کا ہرگز اعتبار نہین کرسکتی خدا کا شکر ہی کہ ہماری جماعت مین شرابیون کی تعداد بہت زیادہ نہین ہی -
کملا - لِلی! وہ دیکھو، پادری کرشن راؤ کی لڑکی، ڈیزی، ایک جوان آدمی کے ساتھ اُن درختون کے نیچے چہل قدمی کر رہی ہی -
دلی - وہ اس کا نیا منظورِ نظر ہے - مین نے سنا ہی کہ ان دونون کی شادی ہونیوالی ہی -
لی - بیسیون مرتبہ مین نے یہ سنا ہی کہ اس کی شادی ہونے والی ہی، اور ہمیشہ ایک نئے آدمی کے ساتھ - مین تو یہ سمجھتی ہون کہ اس کے پاس دل ہی نہین - مگر اس مین اُس کا کیا قصور، ہی اُس کے والد خود ایسے موقع دیتے ہین - جب کوئی ہونہار جوان یہان آتا ہی تو پاسٹر صاحب اُسی کو اپنا داماد بنانے پر آمادہ ہوجاتے ہین، اور بیٹی ایسی سعادتمند ہی کہ اُس کو بھی کچھ عذر نہین ہوتا - مین سمجھتی ہون کہ اس کی شادی کبھی نہوگی - اگر وہ خود ہی اپنی عزت و آبرو کا خیال نہ رکھیگی، تو اور کون اس کا خیال رکھیگا۔
کملا - سُننے مین تو یہ آیا تھا کہ اس کی والدہ اپنے بھائی، ابرٹ یسوع داس کے ساتھ ڈیزی

کی شادی کرنا چاہتی ہین -

للی - اِن معاملات مین اُس غریب کی کون سُنتا ہی - کچھ شک نہین کہ وہ فرشتہ خصلت عورت ہی مگر ایسی دنیا مین جو شیطانون سے پُر ہو، فرشتون کو کون منھ لگاتا ہی -

ولی - اچھا، اب خاموش رہو - بہت بکواس ہو چکی - وہ ہم لوگون کی طرف آ رہے ہین - اُن سے اچھی طرح پیش آنا چاہیئے

[ڈیزی دوڑ کر اِن لوگون کی طرف آتی ہے]

ڈیزی - آہا، کملا! تم کب آئین؟ مین نے تو یہ خیال کیا تھا کہ شاید اب تم نہ آؤگی -

کملا - مین آج ہی صبح آئی ہون - کہو کیا حال ہی؟

ڈیزی - بدستور - للی! اپنی سناؤ، تم کچھ ناخوش سی نظر آتی ہو - کیا معاملہ ہی؟

للی - کچھ نہین - مین صرف یہ سوچ رہی ہون کہ وہ کون شخص ہے جو درختون کی آڑ مین چھپا ہوا ہے -

ڈیزی - وہ میرے ایک دُور کے رشتہ کے بھائی ہین - رنگون سے تشریف لائے ہین! مجھ سے اُنھون نے کہا کہ مین اُنھین یہان کی سیر کرا دون - کیا اُن سے تمھارا تعارف کرا دون؟

للی - اِس تکلیف کی کیا ضرورت ہی -

ڈیزی - اوہ! میری تکلیف کا کیا ذکر - ذرا دیر ٹھہرو، مین اُنھین ابھی لائی -

[کملا نے کے لیے دوڑ گئی]

کملا - للی! رنگونی تحفہ کے استقبال کے لیے تیار ہو جاؤ -

[ڈیزی اور مسٹر دورائی راج آتے ہین]

ڈیزی - یہ میرے رشتہ دار مسٹر دورائی راج ہین - یہ میری دوست للی اور کملا اور یہ اِن کے بھائی ولیم ہین - اِن کے والد مسٹر ہنری ڈیوڈ ناد کو شاید تم جانتے ہوگے -

مسٹر دورائی راج - ہان ہان، خوب اچھی طرح سے - وہ بیرسٹر ایٹ لا ہین نا؟

ڈیزی - ہان، وہی -

مسٹر دورائی راج - یہاں بہت گرمی ہے مس للی! رنگون نہایت اچھی جگہ ہے۔
للی - تب تو آپ کو وہیں رہنا چاہیے تھا۔
مسٹر دورائی راج - اِس صورت میں آپ ایسے اچھے لوگوں سے کیونکر ملاقات ہوتی۔
للی - یہ بات ہے۔ گویا رنگون میں اچھے لوگ نہیں ہیں۔
مسٹر دورائی راج - ہاں، ایسے اچھے نہیں جیسے آپ لوگ ہیں۔
للی - (منھ بگاڑ کر) - کملا! واپسی کا وقت آگیا - اچھا، ڈیزی! سلام۔
مسٹر دورائی راج - سلام - عنایت فرما کر بُرا نہ مانئے۔

[ڈیزی اور مسٹر دورائی راج اپنا راستہ لیتے ہیں]

للی - کس قدر شوخ اور گستاخ آدمی ہے - ان دونوں کا جوڑا اچھا ہے۔
کملا - اگر اِس کے اخلاق و آداب کو دیکھا جائے تو یہ کہنا بیجا نہیں کہ رنگون کی رہائش سے اس پر کوئی اچھا اثر نہیں کیا۔
للی - لوگ اخلاق و آداب سیکھنے کے لیے رنگون نہیں جاتے، بلکہ اپنی جیبیں بھرنے کے لیے جاتے ہیں۔
ولی - اِس کی پوشش کس قدر عجیب تھی - غالبًا یہ رنگون کا فیشن ہوگا۔
کملا - ڈیزی بہت عمدہ ساری پہنے تھی - میں سمجھتی ہوں کہ یہ اِس کے "دُور کے رشتہ کے بھائی" لائے ہوں گے۔
للی - کیا تعجب ہے - ڈیزی بڑی خوش قسمت لڑکی ہے۔
ولی - لڑکی! اَے خدایا تیری پناہ! جب میں چھوٹا سا تھا، اُس وقت یہ جوان تھی - اب میں بھی جوان ہو گیا اور اس پر بھی وہ لڑکی ہی رہی - اچھا، ذرا تیزی سے قدم اُٹھاو، ورنہ دیر ہو جائیگی، تو والدہ خفا ہوں گی۔

[تینوں ذرا تیزی سے اپنے گھر کا راستہ لیتے ہیں]

تیسرا سین ۔ مسٹر نادر کا مکان

للی پیانو بجا رہی ہے، اور مسٹر نادر قریب ہی ایک آرام کرسی پر لیٹے مطالعۂ اخبار مین مصروف ہین ۔ اخبار ایک طرف رکھکر کچھ دیر وہ اپنی لڑکی کی طرف دیکھا کیے ۔ پھر کرسی پر سے ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے، اور پیانو کے پاس جا پہونچے ۔

مسٹر نادر ۔ للی! کیا تم پیانو بجانے مین ماہر ہوگئی ہو؟

للی ۔ نہین پاپا ۔ ابھی تو مین طفل مکتب ہون ۔ ماہر ہونے کے لیے دس پندرہ برس درکار ہین

مسٹر نادر ۔ خیر مجھے اس کا چندان خیال نہین کہ تم پیانو بجانے مین ماہر ہو کہ نہین ۔ میری صرف اسی قدر خواہش کہ تم ہمیشہ حلیم طبع خوش مزاج، اور معصوم رہو ۔ جیسی اب ہو۔

للی ۔ کیون پاپا ۔ کیا آپ کو میری طرف سے کچھ اندیشہ ہے؟ کیا آپ ایسے محبت کرنے والے باپ کے ہوتے مین کبھی ناخوش ہو سکتی ہون!

مسٹر نادر ۔ ہرگز نہین ۔ لیکن ، بیٹی مجھ پر اپنی خوشی کا انحصار نہ رکھو ۔ ایک دن، جلد یا بدیر، مجھے جانا ہوگا ۔ تب میری لاڈلی بیٹی کا کیا حال ہوگا ۔

للی ۔ (بسور کر) ۔ پاپا! اس قسم کی باتین کیون کرتے ہو؟ مین ان کو نہین سن سکتی ۔ آپ خدا کے فضل سے توانا و تندرست ہین، اور مجھے یقین ہے ۔ ابھی بہت برس تک آپ کا سایہ ہم لوگون کے سر پر قائم رہیگا ۔

مسٹر نادر ۔ لیکن، بچی! مین بہت دن تک نہین رہ سکتا ۔ آسمان کی طرف دیکھو! ہمارا باپ وہان ہے ۔ وہ تمھین جانتا ہے اور تمھین پیار کرتا ہے ۔ ہمیشہ یاد رکھو ۔ ہم اس کے ہاتھ مین ہین ۔ اسی پر ایمان رکھو ۔ اس کو پیار کرو، وہی سب کچھ دیتا ہے ۔

للی ۔ مین آپ کی اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھونگی ۔

مسٹر نادر ۔ مگر بیٹی للی! ہمیشہ خدا پر ایمان رکھنا بہت ہی مشکل ہے ۔ بعض اوقات ہمین مصیبتون اور آزمائشون مین سے گزرنا پڑتا ہے ۔ زندگی پھولون کا بستر نہین ہے ۔ یہان دکھ درد

سہنے پڑتے ہین - ہماری آزمائش کا وقت، نہایت ہی کوفت اور جگر سوزی کا وقت ہوتا ہی۔ اُس وقت کچھ نظر نہین آتا - چارون طرف تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہی۔ لیکن اگر ہم اُس پر ایمان رکھین، اور مضبوطی سے ایمان کو قایم رکھین تو وہ ہم کو فتح سے بھی بڑھکر غلبہ حاصل ہوتا ہی"۔ اپنے ایمان کو ایسا مضبوط اور استوار بناؤ کہ کسی حالت مین بھی نہ جاتا رہے -

للی - پاپا! یہ آج آپ کیا فرمارہے ہین؟ آپ کی نصیحت سننے کی مین ہمیشہ مشتاق ہون، لیکن آپ اس قدر غمزدہ کیون ہین!

مسٹر نادر - للی! جب تم پیانو بجارہی تھین، تو مجھے تمھاری والدہ کا خیال آیا، اور جونہی مین نے تمھاری طرف دیکھا تو تمھارے چہرہ پر مجھے ان کی جھلک اور ان کی شیرین مسکراہٹ نظر آئی بچی! تمھاری عزیز والدہ ایک فرشتہ تھین - اگر خدا کا مجھے کچھ علم ہے، یا بہشت کی کچھ اُمید رکھتا ہون، تو یہ سب کچھ مجھے انھین کے ذریعہ سے ملا - اُن کی پاکبازانہ زندگی کی پیاری یاد اب بھی مجھے نیک بننے اور نیکی کرنے کی تلقین کرتی ہی - خدا کی مدد سے قوت پاکر، اور اُن کی یاد کی رہنمائی سے، مین نے اپنی زندگی کو نہایت خوبی و اطمینان کیساتھ بسر کیا ہی -

للی - مجھے تو بالکل والدہ کا خیال نہین - کاش! مین بھی انھین یاد کرسکتی۔ بعض اوقات مجھے یہ خیال ہوتا ہی کہ وہ آسمان پر سے مجھے دیکھ رہی ہین! اور اس سے مجھے محسوس کرنے کا موقعہ ملتا ہی کہ اُن کا اثر مجھ پر حاوی ہی، اور اُن کی روح محبت سے مجھ پر سایہ کیے ہے! کیا ایسا ممکن ہی؟ آپ کا کیا خیال ہی! -

مسٹر نادر - ہان، ممکن ہی! میرا ایمان ہی کہ جو لوگ رُوحی عالم مین داخل ہو چکے ہین، وہ جگہ اور وقت کی قیود سے آزاد ہین - جو کچھ یہان گزرتا ہی، وہ اُس کو دیکھنے اور جاننے پر قادر ہین - ایماندار جو دُنیا مین ہی، اور ایماندار جو آسمان پر ہی، وہ یقیناً ایک دوسرے سے واقف ہوتے ہین - اگر تم نیک ہو تو اپنی والدہ سے، جو آسمان مین ہی، روح کے ذریعہ سے نامہ و پیام کرسکتی ہو -

للی - جب والدہ کا انتقال ہوا تھا، اُن کی کیا عمر تھی؟

مسٹر نادر - جب وہ مجھے چھوڑکر خدا کے پاس گئی ہین، تو اُنکی عمر صرف ۲۴ برس کی تھی -

اُس وقت تم چار برس کی تھین، اور وِلی دو برس کا۔ کملا اس وقت پیدا ہی ہوئی تھی میرا اور اُن کا صرف پانچ برس ساتھ رہا۔ وہ میری رفیق اور میری رہنما تھین! اور اُن پانچ برس مین جو مسرت مجھے حاصل ہوئی اُس کی یاد کو دنیا کا کوئی غم میرے دل سے نہین مٹا سکتا۔ وہ نہایت سمجھدار اور فہمیدہ بیوی تھی، اور للی! میری یہ خواہش ہو کہ تم بھی اپنی والدہ کے نقشِ قدم پر چلو۔ جلد یا بدیر تمھین بھی بیوی بننا پڑیگا۔ تم بھی اپنے شوہر کے ساتھ وہی سلوک کرنا، جو تمھاری فرشتہ صفت والدہ نے میرے ساتھ کیا۔

للی۔ لیکن، پاپا! اس کی ضرورت ہی کیا ہو کہ مین شادی کرون؟

مسٹر نادر۔ مین اس کی کوئی خاص وجہ نہین بتا سکتا۔ شادی شدہ زندگی ایسی دلچسپ زندگی ہرگز نہین ہو، جیسی مجرّدون کو نظر آتی ہے، یا وہ سوچتے ہین کہ ایسی ہوگی۔ اِس مین اگر خوشیان ہین تو غم اور تکلیف بھی ہین۔ شادی کرنا، انسانی سوسائٹی کے لیے فرض کو ادا کرنا ہو۔ اگر کوئی شخص بلا کسی خاص یا کافی وجہ کے شادی نہین کرتا، میری راے مین، وہ ایک مبارک فرض کو انجام دیے بغیر چھوڑ دیتا ہو۔ کوئی آرہا ہو۔ دیکھو تو کون ہو؟

للی۔ (دروازے کے پاس جاکر)۔ پادری صاحب ہین، اور ان کے ساتھ کوئی اور شخص بھی ہو۔

[للی باہر نکل جاتی ہو۔ پادری کرشن راؤ اور اُنکے دوست کمرے مین داخل ہوتے ہین]

پادری صاحب۔ (مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا کر) تسلیمات عرض ہو۔ یہ میرے دوست مسٹر ڈانیل پلائی ہین (دونون بیٹھ جاتے ہین)۔

مسٹر نادر۔ مجھے یاد نہین پڑتا، مسٹر کرشن راؤ، کہ مین نے آپ کے دوست کو اِس سے پیشتر کبھی دیکھا ہو۔

پادری صاحب۔ بیشک، آپ نے نہ دیکھا ہوگا۔ یہ مُدّت تک باہر رہے ہین۔ انھون نے بہت سفر کیا اور دنیا کا بہت سا حصہ دیکھا، اور اب یہ اپنے وطن کو واپس آئے ہین، اور اتنا روپیہ اپنے ساتھ لائے ہین کہ یہ فیصلہ بھی نہین کر سکتے کہ کیونکر اس کو صرف کرین۔

مسٹر نادر۔ معلوم ہوتا ہو، مسٹر پلائی، کہ آپ نے بہشتِ شدّاد کی سیر کی ہوگی۔

مسٹر پلائی۔ بہشتِ شداد؟ اِس نام کی مین نے کوئی جگہ نہین دیکھی۔ گزشتہ دس برس سے

مین پیراک مین تھا۔
مسٹر نادر۔ آپ کے لیے پیراک کیا بہشت شدّاد سے کم ہی۔ مین خیال کرتا ہون کہ وہین آپ نے سب روپیہ کمایا ہوگا۔
مسٹر بلائی۔ لیکن میرے پاس بہت روپیہ نہین ہی۔ یہ مسٹر کرشن راؤ کا حسن ظن ہی کہ وہ مجھے بہت متمول خیال فرماتے ہین۔ میرے پاس مشکل سے پچاس ساٹھ ہزار روپیہ ہے۔ پیراک مین اس رقم کو زیادہ نہین سمجھا جاتا ہی۔
مسٹر نادر۔ مسٹر کرشن راؤ کا میل جول زیادہ تر میرے ایسے لوگون سے ہے، اور ہم غریب لوگون کی نظر مین پچاس ساٹھ ہزار روپیہ کچھ چیز ہے۔ آپ ہی خیال فرمائیے کہ ہم لوگ جنھون نے اتنا روپیہ کبھی آنکھ سے بھی نہین دیکھا، اس کو کیا کچھ نہ سمجھتے ہون گے۔
پادری صاحب۔ مسٹر بلائی کا ارادہ ہی کہ مدراس کی سکونت اختیار کرین، اور شادی کرنے کا بھی خیال ہی۔ ایک برس ہوا کہ ان کی پہلی بیوی کا انتقال ہوچکا ہی اور اب دوسری بیوی کی ان کو تلاش ہی۔ انھین امید ہی کہ آپ اس معاملۂ خاص مین ان کی مدد فرمائین گے۔
مسٹر نادر۔ مسٹر بلائی! مین ایک قانوندان شخص ہون، کسی شادی ایجنسی کا مالک نہین ہون۔ مسٹر کرشن راؤ سے آپ کو البتہ کافی مدد مل سکتی ہی۔ لیکن اگر بدقسمتی سے کبھی آپ کسی قسم کی وعدہ خلافی کے شکار ہو جائین یا اپنی آیندہ بیوی کو طلاق دینے پر آمادہ ہو جائین، تو اپنے پیشہ کی مناسبت سے مین ہمیشہ خدمت کے لیے تیار ہون۔
پادری صاحب۔ آپ تو مسٹر نادر! مذاق کرتے ہین۔ ہم لوگ ذاتی معاملہ پر گفتگو کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہین۔
مسٹر نادر۔ اوہ! آپ شادی کے متعلق میری راے دریافت فرماتے ہین؟ مین نہایت خوشی سے حاضر ہون۔ میری راے مین ایک ایسے جوان آدمی کے لیے جو بہت کچھ سننے اور صرف ضرورت کے وقت، اور وہ بھی زمانہ سازی سے، بولنے کے لیے تیار ہو چکا ہو شادی نہایت ہی مسرت دہ اور ایک نعمت غیر مترقبہ ہی۔ اپنی فصاحت اور گویائی کو پلیٹ فارم کے لیے تیار رکھیے، اور گھر مین بالکل بے زبان بنکر رہیے، تب آپ ازدواج کی مسرت

سے یقیناً لطف اندوز ہو سکین گے -

پادری صاحب - مسٹر نادر! آپ اب بھی مذاق کر رہے ہین - ہم شادی کے مسئلہ پر آپ سے راے لینے کے لیے نہین آئے بلکہ ایک درخواست لیکر حاضر ہوئے ہین -

مسٹر نادر - تب تو آپ نے فضول تمہیدون اور اِدھر اُدھر کی باتون مین ہمارا بہت وقت ضائع کیا - ہان تو فرمائیے وہ درخواست ہی کیا ؟

پادری صاحب - یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو چکا ہی کہ مسٹر للّائی شادی کی فکر مین ہین، مگر ایسی ویسی بیوی سے یہ خوش نہین ہو سکتے - یہ ایسی بیوی چاہتے ہین جو روپے کا صحیح استعمال جانتی ہو اور ان کی حیثیت کو قائم رکھنے کی اہلیت رکھتی ہو - مختصر یہ کہ مسٹر للّائی کی نظر ہماری للی پہ ہی -

مسٹر نادر - مسٹر کرشن راؤ! مین آپ کی اس نوازش و مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ آپ ہمارے معاملات مین اس قدر دلچسپی لیتے ہین! نیز اس کا بھی کہ آپ نے مسٹر للّائی کو یہان لانے کی تکلیف گوارا فرمائی - مین کبھی خیال بھی نہین کر سکتا تھا کہ میری لڑکی کی شہرت پیراک ایسے دور دراز مقام تک پہونچے گی - بلکہ مجھے اب بھی اندیشہ ہی کہ اُسے اس قدر عالمگیر شہرت حاصل نہین ہی -

پادری صاحب - خیر! خواہ کچھ ہو، مگر اِس سے آپ ہرگز انکار نہین کر سکتے کہ آپ کی لڑکی کے لیے یہ ایک اچھا موقعہ ہی - اِس سے اُس کی حیثیت و شخصیت ایسی ممتاز ہو جائے گی کہ بہت سی جوان لڑکیون کو اُس پر رشک ہوگا - خیال تو فرمائیے کہ اِس درخواست سے آپ کی لڑکی کا اعزاز کس قدر بڑھ گیا -

مسٹر نادر - اگر کسی لڑکی کے اعزاز کا انحصار محض شادی کی درخواستون کی تعداد پر ہی، بلالحاظ اس کے کہ وہ درخواستین کن کی طرف سے کی گئیین، تو یقیناً آپ نے میری لڑکی کو بہت اعزاز بخشا ہی، اور اس کے لیے مین آپ کا ممنونِ احسان ہون - اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ اِس شادی سے اُس کی حیثیت و شخصیت کس قدر ممتاز ہو جائے گی، سو اسکو مین خود بھی سوچ سمجھ سکتا ہون، یہ مین جانتا ہون کہ اگر ایسا انتظام ہو تو یقیناً اُس کی حیثیت بدل جائے گی، لیکن مجھے خوف ہے کہ یہ تبدیلی اس کے حق میں ... [illegible]

پادری صاحب۔ بہرحال آپ کو اب اس بات کے اظہار مین کچھ تامل نہونا چاہئیے کہ آپ اپنے آیندہ داماد کو کیا جہیز دینے کا ارادہ رکھتے ہین؟

مسٹر نادر۔ میرے خیال مین یہ لین دین کی بات چیت صرف فریقین مین طے ہونا چاہئیے۔ صرف فریقین ہی ایسے معاملات کے لیے نہایت مناسب جگہ ہی۔ مجھ سے آپ کو ہرگز ایسی توقع نہ رکھنا چاہئیے کہ مین اپنی لڑکی کے لیے شوہر خرید ونگا۔ میری راے مین اس مسئلہ کو اب یہین ختم ہوجانا چاہئیے

پادری صاحب۔ مسٹر نادر! مین امید کرتا ہون کہ مسٹر ملائی کی اِس درخواست سے آپ ناراض نہین ہوئے۔

مسٹر نادر۔ ہرگز نہین۔ مین ایسا تنگ خیال آدمی نہین ہون۔ ہر شخص، بشرطیکہ قانونی نکتۂ خیال سے کوئی روک نہو، دُنیا کی جس لڑکی کو چاہے اپنی زوجیت مین لانے کی خواہش کرسکتا ہی۔ لیکن وہ لڑکی اِسکی ہوگی یا نہین، یہ دوسرا سوال ہی۔ مسٹر ملائی! مین آپ سے مل کر بہت خوش ہوا۔ مین آپ کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ آپ نے میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائے اور میری لڑکی کو اپنی زوجیت مین لانے کی خواہش ظاہر کرنے مین، مجھے بیحد افتخار بخشا۔ مجھے افسوس ہی کہ ایک تعیّن وقت (اَپئیمنٹ) کی وجہ سے مین معافی ملنگنے پر مجبور ہون۔ سلام، مسٹر کرشن راؤ! (مصافحہ کرتے ہوئے) مجھے امید ہی کہ مسز کرشن راؤ اب اچھی ہون گی۔

پادری صاحب۔ ہان! اُن کو قدرے آرام تو ہی، لیکن ابھی اُن کی حالت مخدوش ہی ہی۔ اچھا، سلام! [مسٹر کرشن راؤ اور مسٹر ملائی کمرے سے نکلکر اپنے گھر کا راستہ لیتے ہین]

(باقی آئندہ)
"دلپشم"

عیش، غم، دولت کا نشہ، فکر احتیاج کی
کل کا غم، برسون کا دھڑکا اور راحت آج کی
کیسا لہرین لے رہا ہی رات دن بحرِ حیات
بیٹھکر ساحل پہ سیر ین دیکھئے امواج کی
(نادر کاکوری مرحوم)

مسدّس

از تصنیف کپتان الگزنڈر ہیڈرلی متخلص بہ آزاد (مرحوم)

تیری رحمت حامیِ رزقِ گدایان یا مسیح تیری بخشش تاج بخشِ تاجداران یا مسیح
تیری شفقت ہر کس و ناکس کی خواہان یا مسیح ہے تجھی سے نیک و بد کی مشکل آسان یا مسیح
ساقیِ کونین و شاہِ دو جہان تو ہی تو ہے
یا مسیحا چارہ سازِ عاصیان تو ہی تو ہے

تیری ہی رحمت کی ہے شاہ و گدا کو احتیاج تیری ہی رحمت کی رند و پارسا کو احتیاج
تیری ہی رحمت کی مہرِ پُر ضیا کو احتیاج تیری ہی رحمت کی مہتاب و سُہا کو احتیاج
ما سوا اللہ - تیرے سب شہا محتاج ہین
انس و حیوان و ملک ارض و سما محتاج ہین

گلشنِ دل کا ہے تیرا ابرِ رحمت آبیار نیک و بد اعمال سے ہے گہ خزان گاہے بہار
ہر روش ہر رنگ مین ہے فیض تیرا آشکار سبزۂ نو خیز و نکہت غنچہ و گل برگ و بار
اس چمن کی [illegible] دم سے ترے بنیاد ہے
بوستانِ دل ترے اخلاق سے آباد ہے

عالمِ ظاہر مین آیا عالمِ مستور سے روشنی دی دیدۂ اعمیٰ کو اپنے نور سے
کر دیا مجبور رحمت کو تنِ رنجور سے مردۂ بیجان کو زندہ کر اٹھایا گور سے
تو نے صحت دی مریضانِ جہان کو آن مین
بخشدی تو نے توان ہر ناتوان کو آن مین

طرح کی راہِ شریعت رہروان کیواسطے رہنما خود کو بنایا گمرہان کے واسطے
رنج کھینچے تیرہ کاران جہان کیواسطے جان دی تو نے نجاتِ عاصیان کیواسطے

تو نے عالم مین گوارا کین مصیبت سیکڑون
خلق کے بدلے سہین شاہا! اذیت سیکڑون

تو یہان تک مہربان شاہا ہمارا ہوگیا — آپ مرجانا تجھے ہم پر گوارا ہوگیا
لطف ہر عالم مین تیرا آشکارا ہوگیا — بس ہمین دارین مین تیرا سہارا ہوگیا

خلق کی بخشش نہ تھی گر تو نہ آتا دہر مین
عفو عصیان کا ہمین مطلب نہ پاتا دہر مین

تو نے عالم اپنی قدرت کا دکھایا ہی ہمین — دام تزویرات شیطان سے چھڑایا ہی ہمین
تو ہی شاہا جادۂ طاعت پہ لایا ہی ہمین — از سر نو تابع فرمان بنایا ہے ہمین

گر نہ ہوتا جلوہ آرا دہر مین تجھ سا شفیع
خسروا! ہم سب کو شیطان اپنا کر لیتا مطیع

تجھ کو، شاہا! یون بنایا کردگارِ قدیر — کوئی غیر از حق نہین کونین مین تیرا نظیر
تیرے رتبہ کو کوئی کیا پہنچے انسان حقیر — اہل عالم خاک کے ذرے ہین تو مہر منیر

تو ہی فرزند خدا - فرزند پیارا جان سے
ذات حق ہر آئینہ ظاہر ہی تیری شان سے

دائما تیرے احبا پہ ہین افضال کریم — ملتہب ہی تیرے اعدا کے لیے نار جحیم
حشر مین تیری محب کو شادیان بیخوف و بیم — منفعل ہوگا قیامت مین شہا تیرا خصیم

تجھ سی جو الفت رکھی وہ دوست ہی اللہ کا
رو، سیہ دارین مین ہوگا، تری بدخواہ کا

خسروا! از بسکہ ہین میری خطائین بیحساب — عاصیان دہر مین اصلا نہین میرا جواب
قابل دوزخ ہون مین اور لائق قہر و عتاب — عین نصفت ہی جہانتک مجھپہ ہون رنج و عذاب

اور کچھ چارہ نظر آتا نہین اپنا مجھے
تیری الفت پر توکل ہی شفاعت کا مجھے

نے مجھے توقیر کی خواہش نہ عزت چاہیے — نام کا خواہان نہین نے شان و شوکت چاہیے

مین نہ طالب ہون حکومت کا نہ دولت چاہیئے مجھکو شاہا صرف تیرے در کی طاعت چاہیئے
مبتلائے غم ہون اپنا عشق دے اور شاد کر
یا مسیحا بندِ عصیان سے مجھے آزاد کر

میرا ہمسایہ کون ہی؟

یہ خیال آیا کسی دن میرا ہمسایہ ہی کون حضرتِ دل نے کہا فورًا کہ سُن ای بیخبر!
تیرا ہمسایہ ہی وہ جس کا کہ دل ہی دردمند فکر و غم سے جس کو رہتا ہی سدا دوران سر
دستِ شفقت تیرا پہنچا سکتا ہی تسکین جسے
جس کو کرسکتی ہی خوش تیری عنایت کی نظر
تیرا ہمسایہ ہی وہ جو مفلس و نادار ہے فرطِ فکر اشتہا سے ہی جسے ضعفِ بصر
دربدر جس کو پھراتی ہی جہان مین مفلسی
جا اگر مقدور رکھتا ہی تو کچھ امداد کر!
تیرا ہمسایہ ہی وہ جو ہی تھکا ماندہ بہت جس کا دورِ زندگانی آگیا ہی ختم پر
ضعف و تکلیف و مرض سے ہی کمر جسکی دوتا
جا امداد بھی کر اُس کا اور دلجوئی بھی کر!
تیری ہمسایہ زنِ بیوہ ہی اور طفلِ یتیم بیکسی روتی ہی جن کے حال پر شام و سحر
نعمتِ دنیا سے جو محروم اور محتاج ہین
جا اگر کچھ رحم ہی دل مین تو لے اُنکی خبر!
تیرا ہمسایہ ہی وہ جو ہی غلامِ زرخرید جسم کیا جس کا تصور تک ہے قیدی سر بسر
جسکی اُمیدِ رہائی موت پر موقوف ہے
جا اُسے آزاد کر۔ آزاد کر۔ آزاد کر!
تیرا ہمسایہ وہی ہی جسکی حالت ہی تباہ زیست اپنی کر رہا ہی جو کہ مر مر کر بسر
اپنے بیٹے اور بھائی کے برابر جان اُسے

جا! دُرِ مقصود و مطلب سے کر اُس کو بہرہ ور
اِس نصیحت پر ذرا کر غور یون غافل نہ بن — تو چھڑا سکتا ہے بندِ غم سے اُن سبکو مگر
وہ جو ہاتھون سے مصیبت کے ہوئے ہین دلفگار
کچھ تو حصہ اپنی قسمت کا اُنھین تقسیم کر!

(ترجمہ انگریزی) — اختر (مرحوم)

آج اور کل

آج کا کام اگر نہ آج کرو — کل کو کیا ہوگا کام پھر کل کا
وہ ہماری بلند اُمیدین — ہے ستارون کی طرح جن مین ضیا
آج اگر چھپ گئی ہین بادل مین — کل نکل آئینگی۔ غم اِس کا کیا!

دل وہ جس کی ہمین ضرورت ہے — آج غم کا اگر شکار ہوا
فکر سے کیون ہون دل شکستہ ہم — کیون کہین، تھا لکھا یہ قسمت کا
آج کانٹون سے کام ہے، تو کل — گل شگفتہ اُمید کا ہوگا

آج خاموش اگرچہ بیٹھا ہے — کل یہ طائر چمن مین چہکے گا
اُڑ گئی آج جن گلون پر اوس — رنگ کل اِن کا اور ہی ہوگا
کشتی آج اپنی گو ہے خشکی پر — ہوگا پانی مین کل گزر اِس کا

لوگ اکثر ہین مبتلائے الم — آتی ہے جن کی دردناک صدا
چہرہ اُترا ہوا ہے۔ رنگت زرد — جاری آنکھون سے خون کا دریا
خوب اِس بات کو سمجھ مسکین — تھا نہ ہو گیا ہے اب غم کا
آگئی بارِ [illegible] رحمت کی — اب نہ یہ غم نہ یہ الم ہوگا
آج طاقت [illegible] — ہوگا کل [illegible] زمین اونچا

گرچہ یادِ گزشتہ پر دل کو　　ہے بہت رنج اور بہت صدما
دل اگرچہ بہت ہی کڑھتا ہے　　چشم مین ہے مگر خوشی کی ضیا
صبح پر اُن کی روشنی کی نمود　　غور سے دیکھو ہے مسرت زا
دیکھو راہِ وسیعِ خودداری　　کس طرح اُس پہ چلتی ہے دُنیا
سب رہین مطمئن کہ جو لوگ آج　　نظر آتے ہین مبتلائے بلا
کل کشائش اُنھین نصیب ہو گی　　دُور ہوگا یہ رنج جانفرسا

شعلے کی طرح اے جوانمرد اُٹھ　　کیا تجھے کچھ نظر نہین آتا
غور سے دیکھ آسمان کی طرف　　نظر آئے گا دوسرا نقشا
وہ دعائین ہماری ٹکرا کر　　کر رہی ہین درِ قبول کو وا
گو ہے کانٹون پہ عمر کی رفتار　　گو بہت پُرخطر ہے یہ رستا
گرچہ کشتِ امل کے بوتے ہین　　دلِ پُر درد بار رہا ٹوٹا
تخم ریزی اگرچہ کرتے ہین　　اشک ریزی کے ساتھ صبح و مسا
گیت گاتے ہوئے مگر کل ہم　　کھیت کاٹین گے دوستو اپنا

ہان جوانمردو! اختیار کرو　　تم دلیرانہ زندگی کو سدا
موت کو یاد تم کرو ہر دم　　کہو لبّیک جب بُلائے خدا
یہی محنت کی ہے جوانمردی　　یہی اچھّا صلہ ہے محنت کا
فتح محنت کے اِس طرح ہے ساتھ　　جس طرح ساتھ چولی دامن کا
غم کے بادل کو دُور کرتی ہے　　ہے خوشی ایسی - اِس کا کیا کہنا!
ہے شہادت کی سرخروئی آج
اور کل نعرہ فتح و نصرت کا
شاکر (میرٹھی)

نے بہت پتے کی کہی ہی بلکہ سچ تو یہ ہی کہ ہمین خود بھی یہی رونا ہی۔ بھلا کہین اس ملمع سازی سے کام چل سکتا ہی اصلیت کبھی چھپی نہین رہ سکتی۔

انڈین کرسچن ایسوسی ایشن لکھنو کا ایک دعائیہ جلسہ سالگرہ جنگ (۴ اگست) کے روز منعقد ہوا جس مین اتحادیون کی کامیابی کے لیے دعائین مانگی گئین۔ عبادت کے بعد ایسوسی ایشن مذکور کے سکرٹری مسٹر اے ایس ڈبلو ایم اے نے حسب موقع نہایت عجیب تقریر کی جس مین منجملہ اور باتون کے آپ نے یہ بھی ظاہر کیا کہ جرمنی طریقہ جنگ کے باعث تہذیب و تمدن کو کس قدر نقصان پہنچا ہی۔ بعد ازان پادری گنگا ناتھ صاحب سکل پریسیڈنٹ ایسوسی ایشن نے تقریر کی۔ آپ نے نہایت وضاحت سے یہ بیان کیا کہ گورنمنٹ کی بھلائی اور بہتری مین ہندوستانی مسیحی جماعت کی بھی بھلائی اور بہتری مضمر ہی۔ آپ نے فخر کے ساتھ بیان کیا کہ ہماری جماعت نے وائی ایم سی اے کے عملی کام کے ذریعہ سے سپاہیون کے لیے مفید و ضروری اشیاء مہیا و فراہم کرنے، روپیہ دینے اور نوجوانون کے لیے آدمی بہم پہنچانے مین سلطنت کی بہت خدمت کی ہی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اس بات کی سخت ضرورت ہی کہ ہم لوگ اس مدد اور خدمت کے سلسلے کو برابر جاری رکھین، اور حتی الامکان اپنی گورنمنٹ کا ہاتھ بٹائین۔ جلسہ کے آخر مین اظہار وفاداری کا ایک رزولیوشن پیش ہو کر باتفاق رائے منظور ہوا۔

ڈاکٹر ایس این گنگلی ہیلتھ آفیسر نینی تال نے اپنی خدمات متعدد طبی خدمات میسوپوٹیمیا کے لیے پیش کی تھین جن کو گورنمنٹ نے قبول منظور فرمایا ہی۔ احکامات کا انتظار ہی جن کے وصول ہوتے ہی آپ روانہ ہو جائینگے۔ ہماری دلی دعا ہی کہ خداوند کریم آپ کا حافظ و نگہبان ہو۔

گزشتہ نمبر مین یہ خبر درج ہو چکی ہی کہ عراق عرب کے ہندوستانی مسیحی سپاہیون کی مذہبی تعلیم و نگرانی کے لیے گورنمنٹ نے پادری ایم ڈی اسرائیل (ایس پی جی مشن) کو چنا ہی۔ اب معلوم ہوا ہی کہ مدراس کے پادری تھیوڈور سبرامانیم (ویسلین مشن) بھی اسی خدمت کے لیے نامزد ہوے ہین۔ پادری اسرائیل صاحب ۹ جون کو روانہ ہو گئے تھے اور پادری سبرامانیم صاحب گزشتہ ماہ مین گئے ہین۔

پادری ایم ڈی اسرائیل - آپ کی عمر اس وقت ۴۸ سال ہی اور تعلق ایس پی جی مشن سے ہی۔ کئی برس تک آپ مدغاسکر مین مشنری رہ چکے ہین۔ پندرہ برس سے زائد مدت سے آپ سکندرآباد دکن کے مشنری کام کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ ... ہوتا ہی سنہ ۱۹۱ ... مین آپ

انگلستان تشریف لے گئے تھے تاکہ الٰہیات کی اعلےٰ تعلیم حاصل کرین۔ دو سال قیام کے بعد آپ وہان سے واپس آئے۔ حیدرآباد (دکن) کی انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کے آپ سکرٹری تھے۔

پادری تھیوڈور سبرانیم - آپ کی عمر بھی ۸۴ سال ہے۔ آپ کی ولادت ایک برہمن خاندان میں ہوئی تھی ۱۸۹۱ء عیسوی مین آپ نے مسیحی مذہب اختیار کیا، اور ۱۸۹۷ء مین ویسلیین مشنری سوسائٹی مین شریک ہوئے ۱۸۹۸ء مین آپ برطانوی کانفرنس کی طرف سے جنوبی افریقہ کو بھیجے گئے تاکہ وہان جو ہندوستانی مقیم ہین، اُن کے درمیان کام کرین۔ وہان سے واپس آنے پر ۱۹۱۲ء مین، آپ رویاپیٹ (مدراس) کی ویسلیین کلیسیا کے پاسبان مقرر ہوئے۔ آپ نہایت قابل واعظ ہین۔

مسٹر میسی (سکنہ گونڈہ) مدت سے اندرونی مرض مین مبتلا تھین بہت کوشش سے علاج معالجہ کیا گیا، مگر مرض مین کوئی افاقہ نہوا، آخر ۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء کو انھون نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ چار بچے اُن کی یادگار رہین۔ ہم پادری جی میسی صاحب (تھیوسٹ مشن) سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہین، اور دست بدعا ہین کہ خداوند کریم ان کو صبر و اطمینان بخشے، اور بچون کا حافظ و نگہبان ہو۔

ہندوستان کے تمام بڑے شہرون مین ہمین زندگی کے لیے ایسے نامہ نگارون کی ضرورت ہے جو وقتاً فی وقتاً اپنی مقامی ہندوستانی مسیحی جماعت کے ضروری حالات اور واقعات ارسال فرماتے رہین۔ ہم اُن حضرات کے دل سے شکرگزار رہونگے جو اس سلسلے مین ہماری امداد فرمائین گے۔

ہمین ایسے اُردوخوان ہندوستانی مسیحیون کے نام اور پتے درکار ہین جن کو اپنی جماعت کے معاملات سے حقیقی دلچسپی ہے۔ عنایت فرما کر آپ بھی کچھ نام اور پتے ارسال فرمائیے۔ یہ بھی ایک ذریعہ ہے جس سے زندگی کا حلقۂ اشاعت کافی وسیع ہو سکتا ہے۔

لاہور کی انڈین کرسچن ایسوسی ایشن نے محض اس بنا پر آل انڈیا کانفرنس کیساتھ ملحق ہونا پسند نہین کیا کہ موخرالذکر ایک سیاسی جماعت ہے۔ حیرت و استعجاب کا مقام ہے اب تک لاہور کی ایسوسی ایشن اپنا نصب العین قائم نہ کر سکی ہماری رائے مین انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد مین یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ اپنی جماعت کے قومی و ملکی معاملات مین حصہ لے اور کسی لحاظ سے ان اغراض و مقاصد کو سیاسیات سے الگ نہین کیا جا سکتا ہے۔

متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ مین باہتمام مسٹر ایچ ایچ کول پرنٹر طبع ہوا اور پی ایل شاکر نے منروالیس لکھنؤ سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ای (۸۱۱)

اکتوبر ۱۹۱۶ء

زندگی

ایڈیٹر پادری ایل شاکر

جلد — نمبر

ہندوستانی مسیحی جماعت کا مذہبی قومی و معاشرتی رسالہ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عہ — منوا پریس لکھنؤ (اودھ) سے شایع ہوا — قیمت فی پرچہ ۳؍

واقعات ورائین

یقین ہے کہ ہمارے ناظرین یہ پڑھکر خوش ہونگے کہ سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا کے قیام ہندوستان کے زمانہ کے لیے ڈاکٹر جان تھیمائی بی اے بی ایل آپ کے پرائیویٹ سکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر تھیمائی ان دنون انگلستان میں مقیم تھے۔ کچھ عرصہ تک آپ نے مدراس میں وکالت کی۔ بعد ازان اس پیشہ کو خیرباد کہکر مدراس وای ایم سی اے کے سلسلہ میں کام کرنا شروع کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ انگلستان تشریف لے گئے تا کہ لندن کے مدرسہ اقتصادیات میں داخل ہوکر علم الاقتصاد کی تعلیم حاصل کرین۔ وہین آپنے ہندوستان مین نظام دیہہ (ولیج اڈمنسٹریشن ان انڈیا) کے مبحث پر ایک سالہ لکھا جسپر آپ کو ڈاکٹر کی ڈگری عطا ہوئی۔ ڈاکٹر تھیمائی سُریانی مسیحی اور ایک ممتاز خاندان کے رکن ہین۔ ہمین امید کرنا چاہیئے کہ ڈاکٹر تھیمائی کی ہندوستانی معاملات سے واقفیت اور دوسری طرف ہندوستان سے اُن کی قدرتی ہمدردی و دلچسپی یقیناً رائٹ آنریبل مسٹر مانٹیگو کے مشن کی کامیابی مین مفید ثابت ہوگی۔

اکتوبر کے مہینہ مین لکھنؤ مین خوب رونق رہی۔ انگریزی اور ہندوستانی دسہرہ میٹنگس نہایت عمدگی سے ہوئین اور یقیناً بہتون کو اُن سے روحانی فائدہ حاصل ہوا۔ دسہرہ میٹنگس سے قبل مسٹر تامل ڈیوڈ کے مفید و دلچسپ لیکچرون کا سلسلہ جاری رہا۔ اس سے قبل سوامی سندر سنگھ نے اپنے روحانی تجربات اور پند و نصائح سے لکھنؤ کے مسیحیون کو محظوظ و مسرور کیا۔

ہمارے صوبہ کی انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کی کانفرنس و کنونشن امسال لکھنؤ مین (۲۳-۲۵ اکتوبر ۲۷ء) منعقد ہوئی۔ مسٹر ایچ ڈیوڈ بی اے صدر تھے۔ الہ آباد، کانپور، بنارس، مرادآباد، آگرہ وغیرہ مقامات سے ڈیلیگیٹ تشریف لائے تھے۔ اِس کانفرنس و کنونشن کا واحد مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت اور ہندوستانی مسیحی جماعت کی ضروریات پر غور کیا جائے۔ کئی رزولیوشن پیش ہوکر پاس ہوئے۔ ۲۲ کی شام کو لوکل لیگ کی طرف سے پادری گنگا ناتھ صاحب شکل کے بنگلہ پر استقبالی جلسہ ہوا۔ حاضرین کا شمار کافی تھا۔ پادری گنگا ناتھ صاحب شکل نے حسب موقعہ ایک دلچسپ تقریر کی، اور مسٹر ڈیوڈ نے ڈیلیگیٹون اور وزیٹرون کی طرف سے جواب دیا۔ اِس جلسہ مین بشپ وارن صاحب (متعلقہ امریکن میتھوڈسٹ مشن) بھی تشریف فرما تھے۔ آپنے نہایت دلچسپ و مفید تقریر فرمائی، جس مین ہندوستانی مسیحی جماعت کی کوششون کو سراہا گیا تھا۔ ۲۴ و ۲۵ کو کنونشن کے اجلاس ہوئے۔ ۲۵ کی شام کو ۴½ بجے ایک عام جلسہ بھی منعقد ہوا، جس کے صدر کمشنر صاحب لکھنؤ (سی ای وائلڈ اسکوئر) تھے۔ اِسی جلسہ مین صاحب صدر نے مس ولیمنا سنگھ بی اے اور مسٹر وی جوشی بی اے کو پراونشل ایسوسی ایشن کی طرف سے تمغے عنایت کیے۔ ۲۳ و ۲۴ کے جلسون مین یہ افسوسناک مشاہدہ ہوا کہ ہماری جماعت مین ایک نئی انتہا پسند پارٹی پیدا ہورہی ہے جو ہوم رول کے معاملہ مین بعض غیر مسیحی برادران ملک کے دوش بدوش رہنا چاہتی ہے۔ ہماری رائے مین ہماری جماعت کے لیے ایک [illegible] عمل پالیسی زیادہ موزون و مناسب ہے۔ جس طرح ہم

شذرات

ہماری لڑکیون کی تعلیم

ہماری جماعت مختلف مشنری سوسائٹیون کی مرہون منت ہے، جو ہماری لڑکیون کی تعلیم کے لیے لیڈی مشنریون کو ہندوستان مین بھیجتی ہین۔ ہماری لڑکیان زیادہ تر بورڈنگ اسکولون مین تعلیم پاتی ہین۔ لڑکیون کی تعلیم کا خاص مقصد ہماری راے مین، کتابی علم حاصل کرکے امتحان مین کامیاب ہونا یا معاش پیدا کرنا نہین ہی، بلکہ یہ مقصد ہی کہ اُنھین ایسی تعلیم و تربیت دی جائے، کہ شادی کے بعد وہ اپنے شوہر کی عمدہ مددگار اور ساتھی ثابت ہون۔ اِس مقصد مین کامیاب ہونا کوئی آسان کام نہین ہی۔ یورپین خواتین کے خیالات خواہ کیسے ہی اعلیٰ اور اُن کے حوصلے کتنے ہی بلند کیون نہ ہون، مگر اُن کی تمام کوششین بیکار ثابت ہونگی تاوقتیکہ وہ ہندوستانی پاسبانون اور دیگر مسیحیون سے امداد لینے پر آمادہ نہ ہونگی۔ اب سوال عائد ہوتا ہی کہ کیا موجودہ طریقۂ تعلیم حصول کامیابی کے لیے کافی ہی؟ یہ سوال جس قدر ضروری اور غور طلب ہی، اُسی قدر مشکل بھی ہی۔ تعلیم کا مدعا کیا ہی؟ کیا یہ کہ لڑکیان خانگی کاروبار کا علم حاصل کرین اور اپنے

مہ شوہر کی مدد و خدمت کا سلیقہ سیکھیں، یا یہ کہ لڑکیوں کو ایسی حالت پر پہنچا دیا جائے کہ
و دغرض اور غیر مطمئن ہو جائیں - بے شک، یہ لڑکیوں کا فرض ہی کہ وہ ان سب باتوں کو
ل کرنے کی کوشش کریں جن سے اُن کی صنف نازک پر کسی قسم کی خرابی عائد نہو -
زمانہ میں جبکہ خانگی مصارف کو پورا کرنے کے لیے غیر معمولی محنت و مشقت کی ضرورت
، یہ بات عیب میں داخل نہ سمجھی جائیگی کہ بیویاں بھی گھر کے اخراجات پورا کرنے کے
ے کچھ کام کریں اور اس طرح اپنے شوہروں کا ہاتھ بٹائیں - لیکن عورتوں کا کام زیادہ تر
ہے کہ وہ گھر کے کام کاج کو دیکھیں اور بچوں کی کافی نگہداشت کریں - کیا ہماری
یوں کو اسکولوں میں ایسی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے جس سے وہ وفادار اور محبتی
را چھی مائیں بن سکیں ؟ کیا وہ مغربی تعلیم جو ہماری لڑکیوں کو دی جاتی ہے (نیز ہی لڑکوں
ی) اُس کا یہ اثر و نتیجہ ہو سکتا ہی کہ ہماری لڑکیاں فروتن اور اپنے ملک کے حق میں کارآمد
بت ہونگی ؟ یا اس تعلیم کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مغرور ہو جائیں اور اپنی غیر تعلیم یافتہ بہنوں
نفرت کی نگاہ سے دیکھیں ؟ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں ایک خاص امتیاز ہونا چاہیے؛
کیوں ہی پر قوم کی آیندہ بہتری و بہبودی کا دارومدار ہے !

ہماری لڑکیوں کو بورڈنگ اسکولوں میں ایک اعلیٰ نسوانی مطمح نظر (آئیڈیل) کو حاصل کرنے
ضرورت ہے اور وہ مطمح نظر موجودہ طریقہ تعلیم کی ترمیم سے حاصل ہو سکتا ہے - موجودہ طریقہ
علیم کی یہ خوبی ہے کہ شادی ہو جانے کے بعد بجائے اس کے کہ مردوں کو اُن سے کچھ مدد
ہنچے وہ اُلٹا اُن کے کاموں میں مخل ہوتی ہیں - کیا یہ فعل پسندیدہ ہے ؟ اس بات کی سخت
ضرورت ہے کہ وہ اپنے ہی دائرہ میں رہیں اور اس سے باہر نکلنے کی کوشش نکریں - اِس
عالمہ میں ایشیائی تہذیب سے کسیقدر مدد مل سکتی ہی -

لڑکیوں کو کن باتوں کی تعلیم ملنی چاہیئے ؟ بارہا یہ سوال ہماری جماعت میں زیر بحث آیا، مگر اس کا
کوئی نتیجہ نہیں نکلا - ذیل میں ہم چند وہ باتیں درج کرتے
لڑکیوں کو کیا سکھانا چاہیئے ؟ ہیں جن کو ہماری لڑکیوں کے نصاب تعلیم میں ضرور

شامل ہونا چاہیئے، کیونکہ ان کے بغیر ان کی تعلیم ادھوری ہی نہیں بلکہ ناقص رہے گی ۔
(۱) کھانا پکانا (۲) سینا پرونا (۳) ہاتھ کا کام (۴) خانگی حساب کتاب رکھنا (۵) خانگی اخراجات میں کیونکر کفایت شعاری کی جا سکتی ہے؟ (۶) گھر کا رکھ رکھاؤ (۷) حفظ صحت (۸) صفائی و پاکیزگی (۹) تیمار داری (۱۰) اپنے فرائض کا علم (۱۱) صحت و تندرستی قائم رکھنے کے اصول - کیا ان میں سے کوئی چیز لڑکیوں کو بورڈنگ اسکولوں میں سکھائی جاتی ہے؟ افسوس کے ساتھ اقرار کرنا پڑے گا کہ ان میں سے ایک بات بھی اُن کو نہیں سکھائی جاتی - وجہ؟ کیونکہ اُن بیچاریوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ اس طرف متوجہ ہو سکیں - اور وقت کیوں نہیں ملتا؟ اس لیے کہ تمام وقت "تعلیم" میں صرف ہو جاتا ہے - اگر ان چیزوں کا نام تعلیم نہیں ہے تو نہیں معلوم اور کونسی شے کا نام "تعلیم" ہے -

لڑکیوں کے والدین دل سے اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اُن کی بچیاں "تعلیم" سے آراستہ و پیراستہ ہوں - لہٰذا دیکھنا چاہیئے کہ اُن کی لڑکیوں کو کیا سکھایا جاتا ہے - سنئے:-
(۱) جبر و مقابلہ (۲) انگریزی (۳) آئزک نیوٹن کا نظریہ (۴) قدیم تواریخ (۵) اعلیٰ ریاضی (۶) اعلیٰ انگریزی علم ادب (۷) مغربی تہذیب و معاشرت - کیا ان چیزوں کی تعلیم زیادہ تر لڑکیوں کے لیے بیکار نہیں ہے - بیشک انھیں بیکار ہی کہنا چاہیئے - پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری لڑکیوں کو ان سے زیادہ ضروری چیزوں کے مقابلہ میں ان بیکار علوم کی تعلیم دی جاتی ہے؟ صرف اس لیے کہ طریقہ تعلیم یہی ہے اور طریقہ یہ کہتا ہے کہ اُن کی تعلیم میں کسی دوسری شے کو مخل نہ ہونے دیا جائے - موجودہ "تعلیم" انھیں چیزوں سے تعبیر ہے -

---

ایڈیسن اپنے ایک مضمون میں ایک خواب کا ذکر کرتا ہے جس میں اس نے ایک تصویر خانہ (پکچر گیلری) دیکھا جہاں ایک مصور عمدہ تصویروں میں رنگ بھرنے میں مشغول تھا حالانکہ اُس نے اُن میں سے کوئی تصویر خود نہ بنائی تھی - مصور کا برش ہر نقش کو جو پہلے اچھی طرح اُبھرا ہوا تھا، بگاڑتا اور ہر عیب کو زیادہ نمایاں کرتا جاتا تھا اور ہر ایک رنگ

تحسہ

کو جس کو برش لگاتا تھا، بد رنگ بناتا تھا۔ اِس مصور کا نام حسد تھا۔ یہ ایڈیسن کے خواب کا خلاصہ ہے۔ جب کوئی ایسا شخص جس کی عادت مین دوسرون کی خطا پر مبالغہ آمیزی کرنا، یا اُن کے طرز و انداز مین نقص ڈھونڈھنا یا ان کی کمزوریون کو اُچھالنا داخل ہو، آئینہ مین اپنی صورت دیکھتا ہے تو اُسے اپنی حقیقت نظر آتی ہو۔ ایسے شخص کے نقش و نگار ممکن ہے کہ خوبصورتی سے ملو ہون، لیکن اس کی طبیعت گناہ کی بدصورتی مین ڈھلی ہوئی ہے۔ طامسن نے اس کو کمینہ حسد کا نام دیا ہے، جو

دوسرے کی خوشی پر مرجھاتا ہے، اور
اُس خوبی پر نفرت ظاہر کرتا ہے جو اُس کی پہنچ سے باہر ہے۔

مسئلہ طلاق

ہندوستانی مسیحی جماعت کو قانون طلاق کی موجودہ صورت کے باعث بالعموم دقتون کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ بارہا گورنمنٹ سے درخواست کی گئی کہ موجودہ قانون مین کسی قدر ترمیم کردی جائے تاکہ وہ دقتین اور دشواریان دور ہوجائین، مگر ان درخواستون پر کوئی توجہ نہین دی گئی۔ ہندوستانی مسیحی جماعت کو خوش ہونا چاہیئے کہ آجکل برطانیہ مین یہ عاشرتی سوال پیش ہو، اور یقین ہو کہ وہان جلد یہ مسئلہ حل ہوجائے گا جس کے بعد ہی ہندوستان مین بھی اُس کا اثر ظاہر ہوگا۔ انشاء اللہ۔

انگلستان کا اخبار ڈیلی گرینگ لکھتا ہو کہ "ایک بااثر وفد جس کے سرغنہ لارڈ بسنڈ تھے ہوم سکرٹری صاحب کی خدمت مین چند روز قبل حاضر ہوا تھا۔ اُس نے ایک ایسا اہم معاشرتی سوال پیش کیا جس کی اہمیت کا اندازہ نہین ہوسکتا۔ انگلستان اور ویلس کے موجودہ قوانین شادی کے بموجب شادی شدہ مرد و عورت کے لیے قانونی علیحدگی حاصل کرنا نہایت آسان ہے، اور اس کیلئے ضروری قانونی کارروائیون مین زیادہ خرچ نہین ہوتا۔ برعکس اس کے طلاق کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے، اور اس کی ضروری قانونی کارروائیون مین اتنا خرچ ہوتا ہے کہ اس کو برداشت کرنا بیشتر حصہ آبادی کی استطاعت سے باہر ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے شادی شدہ مرد و عورت جن کے پاس طلاق

کے کافی وجوہ موجود ہین محض قانونی علیحدگی پر اکتفا کرنے پر مجبور رہین۔

"لارڈ سنٹ ہم کے بیان کے بموجب اِس طرح کی علیحدگی حاصل کیے ہوئے نفوس کی تعداد انگلستان اور ویلس مین دس لاکھ سے زائد ہے اور اس مین روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس کے نتائج ہر نقطۂ خیال سے نہایت افسوسناک ہین اگر بچے عورت کے ساتھ رہے تو وہ اپنے اور اپنے بچون کے لیے حصولِ معاش کی فکر مین سرگردان ہوتی ہے اور یا کسی دوسرے شخص سے ناجائز تعلقات پر مجبور ہوتی ہے۔ برعکس اِس کے اگر لڑکون کو باپ نے لیلیا تو وہ عملاً اِس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ ایک دوسری غیر شادی شدہ بیوی اپنے ساتھ رکھے کیونکہ غرباء مین گھر کا کاروبار کرنے کے لیے ماما ئین رکھنے کی نہ تو استطاعت ہے اور نہ خانگی انتظامات ان سے بن سکتے ہین۔ ڈیپوٹیشن کے قول کے مطابق قانون طلاق مین مشکلات پیدا ہونے کے باعث ناجائز تعلقات مسلسل بڑھ رہے ہین جن کے معاشرتی نقائص بالخصوص عورتون اور بچون کے لیے نہایت ہی اہم ہین۔ یہ بات صاف صاف کہدینا ضروری ہے کہ اِن قانونی بدعنوانیون کی ذمہ داری کلیسائے انگلستان کے اُن پادریون پر ہے جنھون نے ہمیشہ اور ہر حالت مین طلاق کی مخالفت کی ہے۔"

حقیقی شہرت

جب لڑکے کسی پلٹن کو فوجی شان و شکوہ کیساتھ کوچ کرتے دیکھتے ہین تو بالعموم اُنکے دل مین یہ امنگین پیدا ہوتی ہین کہ وہ بھی ایکدن کسی میدان کارزار مین بہادرانہ کام کے باعث شہرت اور نام و نمود حاصل کرینگے۔ مگر ایسی اولوالعزمانہ اُمیدین باندھنا صحت بخش نہین ہے۔ لڑکون کو بھول نہین جانا چاہیے کہ حقیقی ناموری میدان جنگ ہی مین نہین بلکہ زندگی کی عام دوڑ مین جبکہ وہ آزادی اور حق کے لیے لڑتے ہین، حاصل ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

"خون کے دریا بہانے کے مقابلہ مین، ایک آنسو کو خشک کرنے مین، زیادہ اور حقیقی شہرت ہے"!

وہ جوان جو اپنے باپ کے بھاری دل کو ہلکا کرتا ہے اور ماں کے رنجیدہ دل کو تسلی بخشتا ہے یا بہن کے مصیبت زدہ دل کو تقویت پہنچاتا ہے، ایسا پسندیدہ کام کرتا ہے کہ اگرچہ انسانی آنکھین اس کو نہ دیکھین مگر خدا کی نظر مین اُس کا یہ فعل مقبول ٹھہرتا ہے۔ کیا یہ حقیقی ناموری اور عزت نہین ہے کہ اِس طرح شاہنشاہ کے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کی جائے؟

خدانے کیون دُنیا پیدا کی؟
مسیحی مذہب کا تصوّر اور اُس کی لطافت

یہ سوال بڑا دلچسپ ہے اور مذہب کے اصول اولیہ سے اس کا بہت گہرا تعلق ہے
اس کے جواب کے ساتھ باری تعالےٰ کی ذات اور قدرت کا مسئلہ بھی وابستہ ہے۔
ہمارا عاجزانہ دعویٰ یہ ہے کہ دُنیا کی آفرینش کے اسباب مین خدا کی قدرت مضمر ہے۔
بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہے کہ آفرینش عالم کی تشریح مین ذات باری کا بھید ہے
اور اِس سے مسیحی مذہب کی تعلیم کی افضیلت رفعت نمایان ہے۔ صاف لفظون مین اس
کا مطلب یہ ہی کہ علت آفرینش کی توضیح مین خدا کی ذات مین کثرت (PLURALITY)
لازم ہی۔ اسلام کا تصور مسیحی مذہب سے فرخ ہی۔ اگر مسلمانون سے دریافت کیا جائے کہ خدا نے
دنیا کیون پیدا کی؟ تو اس کا جواب قریب قریب وہی ملیگا۔ جو اکثر مسیحی دین گے یعنی خدا نے
اپنی قدرت کاملہ سے دنیا بنائی ہم مسیحیون کا جواب یہ ہے کہ خدا نے اپنے جلال کے لیے
دنیا پیدا کی۔ مسیحی مذہب کی ابتدائی تعلیم" مین لکھا ہے کہ "خدا نے آسمان کو اس لیے پیدا
کیا کہ وہ اس کا جلال ظاہر کرے۔ اس کے احکام دل و جان سے بجا لائے اور سعادت
دارین حاصل کرے" اگر کسی پنڈت سے یہی سوال کیا جائے تو اس کا جواب مختلف ہوگا۔
اگر وہ درشنون سے واقف ہی تو دنیا کی پیدائش سے صاف انکار کریگا۔ وہ بیجان کونگ
نیائے (بیج پہلے تھا یا درخت) کے مسئلہ پر زور دیگا۔ اگر وہ اپنشدون کا جاننے اور ماننے
والا ہے تو اس کا جواب اس سے بھی مختلف ہوگا اگر وہ پرانون کا پیرو ہے یا ویدانت
کو مانتا ہے یا ویدون کا انوگامی ہے۔ تو اس کے جواب جدا جدا ہونگے۔ کیا معنی کہ
ہندوون کے ہان کئی قسم کے خیالات ہین جن کی تشریح ہم سردست اُٹھا رکھتے ہین۔
علاوہ ازین دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب بھی ہین جو اس مسئلہ کے سلجھانے کی کوشش
کرتے ہین پھر دنیا مین بڑے بڑے فلاسفر بھی ہین جن کا جواب بھی غور طلب ہے پس اگر

ہم ان سب کا ذکر کرین تو رسالہ ہذا کے دو پرچے بھی کافی نہو نگے ہم نے شروع مین بیان کیا کہ یہ مسئلہ مذہب کی جان ہے۔ اس کا لگاؤ تصور ذات الٰہی سے ہے۔ اس وجہ سے اس پر بحث کرنے کے لیے کافی فرصت اور گنجائش کی ضرورت ہے مگر بالفعل ہم مسیحی نقطہ نظر ہی سے اس پر بحث کرنے پر کفایت کرین گے تاکہ جن لوگون کو کچھ غلط فہمی واقع ہوئی ہو وہ اپنے خیالات کی تصحیح کر سکین۔

ہم پھر کہنا چاہتے ہین کہ اس سوال کے جواب کی تشریح مین تثلیث کا ایک اور ثبوت ملتا ہے، جس کی طرف غالبًا ہمارے ہندوستانی پادریون اور پاسٹرون کی شاید کبھی توجہ مائل نہ ہوئی ہوگی۔ بعض عالمون کا یہ خیال ہے کہ اپنی ذات کی تکمیل کے لیے خدا نے دُنیا پیدا کی۔ ایک اور گروہ کے علما یہ کہتے ہین کہ ذات الٰہی کے جوہر کی افراط کے سبب سے دُنیا کی پیدایش لازم آئی لیکن ان دونون خیالات مین بہت قباحتین ہین جو صحیح مسیحی تعلیم کے مطابق نہین ہین۔ اول خدا اپنی ذات مین کامل ہے اور محتاج بالغیر نہین ہے اس وجہ سے دُنیا کی پیدایش سے اس کی ذات مین کسی قسم کا اضافہ نہین ہوسکتا۔ کیونکہ جب دنیا خود خدا کی قدرت کے لیے محتاج ہے تو وہ اس کی کسی کوتاہی کو کیسے پورا کرسکتی ہے۔ اگر ہمہ اوست خیال کے رو سے یہ مانا جائے کہ الٰہی شعور ذاتی پیدا کرنے کا وسیلہ بہم پہنچانے کے لیے دُنیا وجود مین لائی گئی تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس کے بے حد علم مین یہ محض ذرہ ہوگی۔ اگر یہ مانا جائے کہ اپنی ذات کی تکمیل بہم پہنچانے کے لیے دُنیا بنائی گئی تو یہ اس کے کمال پر حرف ہے کیونکہ اس سے خدا کا ایک خود غرضانہ مقصد ظاہر ہوتا ہے جو اس کی کامل محبت کے سبب سے ناممکن ہے۔ اگر برعکس اس کے یہ کہا جائے کہ ذات الٰہی کے جوہر کی کثرت کے سبب سے جسے خدا سنبھال نہ سکتا تھا دُنیا خلق ہوئی تو یہ قباحت پیدا ہوتی ہے کہ دُنیا بھی الٰہی جوہر کی حصہ دار بنتی ہے جیسے سمندر کے پانی سے اگر گھڑا بھرا جائے تو ویسے ہی بد ذائقہ ہوگا جیسے سمندر کا اصلی پانی۔ اس کے رُو سے ذات الٰہی کی تقسیم بھی لازم آتی ہے بلکہ خدا کے مقابلہ مین ایک اور ہستی ازلی وابدی خواص کے ساتھ وجود مین آتی ہے۔ علاوہ ازین خدا کی ذات پر یہ دھبہ آتا ہے کہ اس نے

بلا مقصد دنیا پیدا کردی، جیسے پورانک پنڈت کہتے ہین کہ اپنی مرضی سے برہم دنیا پیدا کرتا رہتا ہے "یہ سب اس کی لیلا ہے" قطع نظر ان خیالات اور ان کی کوتاہیون کے دنیا کی آفرینش کا اصل سبب خدا کی ذات ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہماری مراد اس کے اخلاقی جوہر سے ہے۔ دوسرے لفظون مین اس کا مطلب یہ ہے کہ "اخلاقی وجوہات اور غراض سے دنیا معرض وجود مین آئی ہے"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جوہر اخلاقی یعنی وجوہات سے دنیا کیون پیدا ہوئی؟ بعض عالمون کی رائے یہ ہے کہ خدا کی محبت مجہول اور ساکت نہین بلکہ معروف اور متحرک ہے۔ لیکن اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبت کا موضوع ہونا چاہیئے۔ یعنی دوسرا وجود لازم آتا ہے جس پر محبت الٰہی اپنے کو ظاہر کرے۔ یہ وجود ثانی کہان سے ہے، جو خدا کی الفت کا موضوع بنتا ہے؟ اس کے ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ خدا کے ذہن وجود ثانی کا خیال کہان سے اور کیسے پیدا ہوا؟ وہ تو بذاتہ کامل ہے اور عالم ناقص۔ کامل کا ناکامل کے لیے کہان سے خیال پیدا ہوتا ہے؟ مسیحی تعلیم کے رُو سے خدا محبت ہے۔ اسی وجہ سے اس وجود کا خیال ممکن ہے محبت اپنے جوہر مین شعور ہے۔ امثال کی کتاب کے آٹھوین باب مین دانائی ایک شخص کی صورت مین نمایان ہے جسے مسیحی عالم مسیح قرار دیتے ہین۔ اور مسیح بقول پولوس "خدا کی حکمت" اور بقول یوحنا "محبت" ہے۔ اور پھر یوحنا کے شروع مین کلمہ کے طفیل سے تمام موجودات کا وجود مین آنا مذکور ہے۔ اس وجہ سے محبت اور حکمت مسیحی خیال مین مترادف ہین۔ خدا کی حکمت ممکن الوجود ہستیون کی مصدر اول ہے۔ خدا کے شعور جبلی مین نہ صرف اپنا ہی وجود موجود ہے بلکہ ممکن الوجود بھی ہے۔ کیونکہ ممکنات بھی اسی کی ذات مین موجود پائی جاتی ہین۔ خدا کا شعور اور علم علیہ الذات کامل نہین ہوسکتا۔ اگر اسے اس امر کا احساس نہو کہ وہ ممکن الوجود کی علت اولی بھی ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا کا احساس جبلی اور شعور کامل نہین ہوسکتا اگر وہ خیالاً واجب اور ممکن کے امتیاز معنوی سے بہرہ یاب نہو۔ وہ خود واجب اور برحق اور حق الامر ہے مگر ممکن محض جو فی الحقیقت موجود نہین اس سے قطعی متفرق ہے۔ اس وجہ

سے خدا کے شعور میں ممکن محض ہی شامل ہے اور اس کا اسے پورا علم ہے۔ جب خدا اپنے کو وجود ضروری او مطلق سمجھے اور اپنے کو ممکن الوجود سے مختلف خیال کرتا ہے۔ تو وجود ثانی ممکن قائم ہو گیا۔ اس امر کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ تفریق اور تمیز محض ذہنی ہے نہ کہ واقعی اور حقیقی۔ ممکن الوجود ذات الٰہی کے خلاف بغاوت کا جھنڈا نہیں بلند کرتا کہ اس سے الگ ہو کر اظہار پائے اور نہ ہی وہ جوہر ربانی کے نچلے حصوں میں مستور پڑا ہوا ہے بلکہ فی الحقیقت یہ ایک ذہنی وجود اور امتیاز ہے۔ خدا غیر محدود، ازلی و ابدی، قادر مطلق اور ہمہ جا محیط ہے۔ اسے ماضی و حال اور مستقبل کا علم ہے۔ وہ اپنی ذات میں اپنے کو کامل سمجھتا ہے اور یہ شعور ذاتی کامل ہے۔ اس میں اپنی ذات اور وجود فی النفسہٖ کا علم بھی شامل ہے کیونکہ خدا کو اپنے سے غیر وجودوں کا جو اس کی قدرت و حکمت سے وقوع پذیر ہوں احساس اور امتیاز ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا کا شعور ذاتی کامل نہ ہوگا اگر اس کے ساتھ ہی اسے اپنی حکمت اور قدرت کامل کا احساس نہ ہو جس کے وسیلہ سے اور وجود ممکن ہو سکتے ہیں۔

مسیحی تعلیم کی رو سے خدا محبت ہے۔ وہ محبت کا شیدا ہے۔ وہ خود پسند نہیں۔ جو اس کی محبت اپنی ہی ذات تک محدود رہے بلکہ اس کی محبت ذی جان وجود پیدا کرنے کے درپے ہے جو محبت کے احساس سے بہرہ یاب ہوں۔ گویا اقلیم الفت ہونا چاہیئے۔ جب وجود ثانی کا خیال مانا جائے تو پھر محبت جس کے بغیر کوئی شے پیدا نہیں ہو سکتی وجود ثانی پیدا کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ خدا کی محبت سے وہ ذی عقل ہستیاں پیدا ہو گئیں جو محبت کے احساس سے فیض یاب ہیں۔ خدا کی محبت اور حکمت سے ممکن الوجود فی الحقیقت وجود پذیر ہو گیا اور یہی وہ عالم ہے جو ذی عقل اور محبت کرنے والی ہستیوں کا مسکن ہے۔ امثال کی کتاب (۸: ۲۲ - ۲۴) میں لکھا ہے کہ (دانائی کہتی ہے) "ابتدا ہی سے میں خداوند کے ساتھ تھی میں ہمیشہ سے اس کے ساتھ تھی۔ جب کہ اور نہ تھے تو میں وجود میں آئی تھی"۔ یوحنا لکھتا ہے کہ "ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا"۔ آگے چلکر لکھتا ہے کہ سب کچھ اسی کلام کی بدولت وجود میں آیا۔

گویا کلام اور دانائی ابتدا سے خدا کے ساتھ تھی جس کی بدولت عالم وجود پذیر ہوا۔ کلام و دانائی، مسیح ہے اور وہ خدا کا بیٹا، مظہر خدا اس کی محبت مجسم ہے۔

اس بحث سے بالواسطہ یہ منتج ہوتا ہے کہ اگر ذات الٰہی مین محبت نہو تو دنیا کی پیدایش ناممکن ہے۔ اگر محبت مانو تو پھر ذات باری تعالے مین تعدد ماننا پڑے گا کیونکہ مسیحی خیال کے روسے محبت خدا کے دل مین پرم پراسے ہے۔ اور یہ مجہول نہین بلکہ معروف اور متحرک ہے اور اس کا موضوع بھی اسی وقت سے ہونا چاہیئے، جس وقت سے وہ خود ہے، اور وہ مسیح ہے، جو ازل سے خدا کے ساتھ ہے اور جو بائبل مین حکمت محبت قدرت وغیرہ نامون سے موسوم ہوتا ہے۔ محبت کی بنا پر تثلیث کے ثبوت مین مسیحی عالمون نے زیر دست استدلال قائم کیا ہے اور کثرت کو بلا شبہہ ثابت کر دیا ہے۔ محبت وہ رشتہ ہے جو محب و محبوب کے درمیان ہو۔ محبت خالی مجرد اور مجہول نہین ہوتی۔ اس کے ساتھ ایک محبت کرنے والا اور دوسرا جس سے محبت کی جائے ماننا لازم آتا ہے۔ اگر خدا محبت ہے تو اس کی محبت محل ساکت خالی نہین بلکہ متحرک ہے۔ اس کا محبوب کون ہے؟ انسان نہین ہوسکتا جو حادث ہے، نہ دُنیا ہی ہوسکتی ہے کیونکہ وہ بھی حادث ہے۔ اور وہ دونون ناقص ہین۔ اس وجہ سے خدا کی محبت کا موضوع بھی ازلی و ابدی ہونا چاہیئے اور وہ مسیح ہے جو مسیحی خیال کے رُو سے ابتدا سے خدا کے ساتھ موجود ہے۔ اسی وجہ سے ذات الٰہی کے اندر تعدد ماننا لازم آتا ہے۔ محض وحدت سے یہ کام نہین چل سکتا۔ مسلمان خدا کی ذات مین محبت نہین مانتے لیکن وہ دُنیا کی پیدایش کی کسی اور طریقہ سے توجیہ نہین کرسکتے۔ وہ خدا کو علیم مطلق قرار دیتے ہین جس سے امتیاز لازم آتا ہے۔ جیسا ہم نے پیچھے ثابت کیا کہ خدا کے شعور ذاتی مین اپنی ہستی کا کامل احساس ہے اور نیز یہ کہ اسے واجب اور ممکن محض کا بھی علم ہے گویا اسے اپنی ذات کے علاوہ اس کی قدرت، و حکمت سے جو باتین ہونے والی ہون، ان کا بھی پورا علم ہونا چاہیئے یعنی شعور معنوی مین امتیاز لازم آتا ہے۔ اس وجہ سے مسلمانون کو محض وحدت کو فلسفہ کی رُو سے ماننا

دشوار ہے! امتیاز لازمی ہے۔ آریہ اور ہندو خدا میں محبت مانتے ہیں لیکن انھوں نے شائد یہ کبھی خیال نہیں کیا ہوگا کہ محبت خاموش نہیں بیٹھی رہتی بلکہ وہ اپنے اظہار کے وسائل تلاش کرتی ہے۔ اگر مذکورہ بالا امور پر وہ غور کریں تو انھیں مسیحی خیال کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہوگا۔

ج۔ آر۔ رائے

گریۂ یعقوب

آہ! کیا یہ تیر پیری ہی میں لگنا تھا مجھے — کیا اسی دن کے لیے پالا تھا اُسکو نا بے

مایۂ آرامِ جان، وجہِ شکیبِ دل، بتا — کیا ہوا؟ کیوں ہو خفا؟ کیا ہو گئی ہم سے خطا

چاند سا مکھڑا دکھاؤ، اسقدر روٹھے ہو کیوں — تم رہے جو یونہی چپ، ہو جائیگا ہم کو جنون

کونسی شی اپنے یوسف! رکھی تم سے عزیز — تم تو ای جانِ پدر تھے جان سے ہم کو عزیز

تم نے جو لختِ جگر! کی ہم سے فرمائش کبھی — کب ہوئی تعمیل مین، نورِ نظر! ہم سے کمی

ہم نے اپنے شوق سے رنگین قبا بنوا کے دی — جو نہ تھی مرغوب تو ہم سے شکایت کیون نہ کی

ہم نے مانا رنگ پھیکا تھا، مگر نورِ بصر! — کیا ضرورت تھی کہ رنگتے خون ہی سے سربسر

اور جو تھا خون ہی درکار اے جانِ پدر — گلہ مین موجود تھا ایک اک سے بہتر جانور

رنگ خون اپنا پسند آیا مرے رنگریز کو — خوشنما رنگ کر قبا بھیجی ہے کیسی باپ کو

کس کو چھاتی سے لگائین کس پہ جان قربان کرین — دل پھٹا جاتا ہے صدمہ سے، الٰہی، کیا کرین

کس طرح مانون کہ جنگل مین درندہ کھا گیا — وہ بنا بے شک نشانہ دشمنی کے تیر کا

جس ستمگر نے بہایا خون اُس معصوم کا — کاش کرتا مجھکو بھی اس قیدِ ہستی سے رہا

چھوڑ کر مجھکو تڑپتا تو سدھارے ہائے ہائے — مین رہون تجھ سے جُدا! یوسف پیارے ہای ہای

سوؤن مین آرام سے اور تو رہے زیرِ زمین — ای مرے دلبند یہ مجھ سے کبھی ممکن نہین

ربِ اکبر جو تری مرضی تھی وہ ہو کر رہی — کچھ نہ کچھ ہان مصلحت ہوگی تری اس مین چھپی

ای الٰہ العالمین ہے تجھ سے اتنی التجا — تو ہی مالک سب پرون کا، بے کسون کا آسرا

میرے یوسف کو ملا دے مجھ سے ای ربِ قدیر!
یا مجھے پہنچا دے اُس تک، ای مالکِ برنا و پیر

ایس ڈبلیو ٹبلر

سوامی سُندر سنگھ

ہندوستان میں مسیحیت کو بہت بُری نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ مسیحی ہونا گویا ایک اعلیٰ اور عمدہ مرتبہ کے بجائے ادنےٰ اور ذلیل درجہ کو اختیار کرنا ہے، یعنی پاکیزگی کو خیرباد کہکر ایسا حقیر آدمی بن جانا جس کے چھو جانے ہی سے انسان ناپاک ہو جائے۔ گر یہ بات صرف ہندوستان ہی میں پائی جاتی ہے لیکن اگر ہندوستانیوں سے دریافت کیا جائے کہ وہ مسیحیوں کو کیوں ایسی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں؟ تو اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بتائی جاتی بعض کہیں گے کہ مسیحی لوگ حرام گوشت کھاتے ہیں، اور بعض کہیں گے کہ یہ لوگ گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ ہندوستان میں بہت سے فرقے یہ گوشت کھاتے ہیں، مگر اُن سے وہ منافرت کا برتاو نہیں کیا جاتا، جو مسیحیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس نفرت وحقارت کا سبب مسیحی مذہب ہے، تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مسیحی مذہب میں بمقابلہ دیگر مذاہب کے کوئی کمی نہیں پائی جاتی۔ اس مذہب کا بانی، خداوند یسوع مسیح، اپنی بیداغ زندگی، بنی نوع انسان کی محبت، فوق البشری قوت اور الٰہی عقل و دانائی کے باعث خاص طور پر ممتاز ہے۔ ایک ایسی بےنظیر ہستی کا پیرو ہونا جس کے سامنے دنیا کے بہترین اشخاص سر تسلیم خم کرتے ہیں، فی الحقیقت فخر کی جگہ ہے لیکن انسانی طبیعت کی کمزوری اور انسان کا اندھاپن ملاحظہ فرمایئے کہ آدمیوں کے پیرو جو اُس کی جُوتی کا تسمہ بھی کھولنے کے لائق نہیں ہیں، گرو اور مہاتما کہلاتے ہیں، اور خداوند یسوع مسیح کے پیرو کسی عزت کے مستحق نہیں سمجھے جاتے۔ خداوند یسوع مسیح کی خوشخبری اگرچہ ایسی حقارت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے تاہم وہ اپنے مخالفوں ہی میں فاتح و منصور رہی ہے۔

ترسس کا یہودی، ساؤل، جو پہلی صدی مسیحی میں انجیل کا سخت مخالف تھا مسیحی مذہب کی تعلیم ہی سے مغلوب ہوا اور بعد ازاں اس مذہب کی اشاعت و تلقین میں زبردست حصہ لیا۔ انجیل کے لیے اُس نے قید بھگتی، زنجیروں سے جکڑا گیا، اور کوڑے کھائے۔ یہ سب کچھ اُس نے کیوں گوارا کیا؟ صرف مسیح کے جلال کے لیے! اس کی یاد تمام مسیحی کلیساؤں میں

اب تک باقی ہے اور ابدالآباد تک باقی رہےگی۔ ساؤل کے زمانہ سے اب تک انجیل اپنا الٰہی زور دکھاتی رہی ہے۔ مردون اور عورتون کی زندگیان اسی کے ذریعہ سے تبدیل ہوئین۔ اسی نے وحشی اقوام کو مہذب و شائستہ بنایا، اسی نے زور آورون کا زور گھٹایا اور برگشتہ رُوحون کو اپنا مطیع بناکر جلیل خدمت (اشاعت و تلقین مذہب) پر مامور کیا۔ اس مضمون کے ہیرو کی زندگی مین بھی یہی کیفیت نظر آتی ہو کہ کیونکر اس کی ضدی اور باغی رُوح خدائے قادرِ مطلق کی مرضی کی تابع و مطیع ہوئی۔

سوامی سندر سنگھ کی پیدایش ریاست پٹیالہ (پنجاب) مین ۱۸۸۹ء مین ہوئی۔ ان کے والدین امیر اور ذی رُتبہ سِکھ خاندان سے تھے۔ ان کی والدہ اپنے مذہب کی بہت پابند تھی۔ لڑکپن ہی سے سندر سنگھ کو سنیاسی زندگی کا والہ و شیدا بنایا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لڑکپن مین سندر سنگھ نہ صرف چنچل اور کھلاڑی تھا بلکہ ہر قسم کی شرارت مین اپنے ہمعمر لڑکون کا لیڈر تھا۔ ابتدا سندر سنگھ کو تعلیم کی غرض سے ایک مشن اسکول مین داخل کیا گیا، جہان اُس کو اپنی طبیعت کے خلاف بائبل کی تعلیم سُننا پڑی۔ اُس نے ارادہ کیا کہ مشن اسکول کو چھوڑکر اس سرکاری اسکول مین داخل ہوجائے جو اُس کے مکان سے تین میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اس ارادہ پر وہ کچھ عرصہ تک دلیرانہ طور پر قائم رہا، اور اس طرح روزانہ چھ میل کا سفر کرتا رہا۔ مگر آخر اس روزانہ دوڑ دھوپ سے تنگ آکر وہ پھر اپنے پُرانے اسکول مین داخل ہونے پر مجبور ہوا اور مستقل ارادہ کر لیا کہ بائبل کی تعلیم کو ہرگز نہ سیکھیگا اُس نے بائبل کلاس کے اُستاد کا تمسخر اُڑانا برابر جاری رکھا۔

سندر سنگھ کی مذہبی تعلیم صرف یہ تھی کہ وہ ایک کٹر سِکھ بنے، لیکن اُس کی مذہبی کتابون سے اُس کو وہ دلی آرام و اطمینان میسر نہوا جس کی اُس کی رُوح کو تلاش تھی۔ اُس نے اپنی مذہبی کتابون مین اس کو ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ الٰہی انتظام دیکھئے کہ اسی اثنا مین اُسے ایک انجیل خریدنا پڑی، جس کے مطالعہ سے اس کو یقین ہوگیا کہ یسوع مسیح ہی نجات دہندہ ہے، اور اُسی پر ایمان لانے سے دلی آرام و اطمینان مل سکتا ہے۔ اُس نے معلوم کرلیا کہ مین جس مذہب کی پیروی اب تک کرتا رہا ہون، اس کے ذریعہ سے کچھ

حاصل ہوگا۔ سوامی سندر سنگھ کا بیان ہے کہ وہ دلی اطمینان جو مجھے مسیح مین ملا تکلیفون اور مصیبتون کے باوجود، اب تک قائم ہے۔ اور مبارک خداوند نے جس کو مین نے قبول کیا ہے، وقتاً فوقتاً میری مدد کی ہے۔

جب سندر سنگھ کو اپنے مذہب کی کمزوری اور مسیحی مذہب کی قوت کا یقین ہوگیا، تو وہ اپنے ایمان کو زیادہ دن تک پوشیدہ نہ رکھ سکا۔ بائبل کلاس اور نیز اسکول مین، اس کا برتاؤ بالکل بدل گیا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب اُس نے مسیحی مذہب کی مخالفت ترک کردی ہے۔ اُس نے اپنے والد سے ذکر کیا کہ اب مین ایک مسیحی ہون۔ جب اُس کے ہم جماعت لڑکون نے اِس تبدیلی کا ذکر اُسکے والد سے کیا، تو ان کو یقین نہین آیا تھا۔ ایک روز اثنائے گفتگو مین سندر سنگھ نے اپنے والد سے کہا کہ "مین آپ کو بہت پیار کرتا ہون لیکن اس سے کہین زیادہ خداوند مسیح کو پیار کرتا ہون"۔ بیٹے کی زبان سے یہ سن کر اُن کی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ یہ سندر سنگھ کی تکلیفون اور مصیبتون کا آغاز تھا، اور یہ واقعہ کس قدر حیرت انگیز ہے کہ ایک ۱۴ سال کے نوعمر لڑکے نے اُن تمام مخالفتون کو برداشت کیا جو اُس کے مذہب کے لوگون نے اس کے خلاف کین۔ وہ سکھ لڑکا جو چند برس قبل بائبل کی تعلیم کا سخت مخالف تھا، اب انجیل کو بڑے اشتیاق سے مطالعہ کرتا، اور اس کے صاف شیرین چشمون سے سیراب ہوکر فضل اور سچائی مین ترقی کرتا جاتا تھا۔ اب اُس کا ایمان سکھ مذہب پر بالکل نہ تھا، چنانچہ اُس نے اپنے سر کے لمبے بال کٹوا دیئے۔ سکھون کے نزدیک سر کے بال کٹوا دینا ناقابل معافی گناہ ہے۔ سندر سنگھ کی اس کارروائی سے اُس کا باپ مجبور ہوا کہ اُس کو اپنے گھر سے نکال دے، اور خاندان والون کو سخت تاکید کی کہ کوئی اُسے پناہ نہ دے۔ خوش قسمتی سے بعض رحمدل مسیحیون نے اُس پر ترس کھایا، اور سندر سنگھ کی خوراک ورہائش کا انتظام کردیا۔ یہ واقعہ رَوپڑ (ضلع انبالہ پنجاب) کا ہے، اور اُن غریب مسیحیون کی تعریف وتوصیف مین صرف یہی کہنا کافی ہے کہ ہر قسم کی مخالفت کا سامنا کرتے ہوئے اُنھون نے یہ نیک کام انجام دیا۔ یہان سندر سنگھ کو اُس زہر سے بہت اذیت پہنچی جو اُسے اپنے باپ کے گھر مین کھانے مین مِلا کر دیا گیا تھا۔ لیکن خدائے قادر کا اُس کی

بڑی قدرت اور رحم کے بے شکر ہے کہ اُس نے اپنے بندہ کو سخت مصیبت سے رہائی بخشی۔ اگرچہ سندر سنگھ بہت کمزور ہو گیا تھا، مگر اس کی جان بچ گئی پنجاب کے دو مشنریون اور چند مسیحیون نے اس موقعہ پر بیحد اظہار ہمدردی کیا، اور سندر سنگھ کے نابالغ ہونے کے باوجود جس کے باعث اُنھین بہت کچھ نقصان پہنچ سکتا تھا، وہ اُس کی مصیبت مین اس کے شریک رہے۔ سوامی سندر سنگھ اب تک اپنے اُن بہی خواہون کے احسان کو نہین بھولے ہین۔ جو ہندوستانی مسیحیون کی ایک عام عادت ہے۔ ناشکرا پن اور احسان فراموشی مسیحیت کی تعلیم کے برعکس ہین بلکہ ان مین اِس قدر بعد و تفاوت ہے جیسا نور اور تاریکی مین۔ خدا اور انسان کا شکریہ ادا کرنے سے فضل کی حقیقی برکت کا اظہار ہوتا ہے۔

کچھ روز تک مشن اسکول مین تعلیم پانے کے بعد ۱۶ برس کی عمر مین اس کی درخواست کے مطابق سندر سنگھ کو بپتسمہ دیا گیا۔ مسیحی ہونے کے بعد بھی کچھ دن تک سلسلۂ تعلیم جاری رہا۔ بعد ازان سندر سنگھ نے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کو خداوند کی خدمت کے لیے وقف کر دے۔ اپنے اِس ارادہ پر سوامی سندر سنگھ بہادرانہ طور پر قائم رہے ہین اور کہا جا سکتا ہے کہ وہ فی الحقیقت خداوند مسیح کے نقشِ قدم پر چل رہے ہین۔ اور خداوند مسیح نے بھی اُن پر ثابت کر دیا ہے کہ وہ ان کے لیے ڈھال اور سپر ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس موقعہ پر چند خاص واقعات قلمبند کیے جائین جن سے سوامی سندر سنگھ کی سرگرمی اور خداوند مسیح کی خدمت سے ان کی محبت ہی کا اظہار نہین ہوتا بلکہ وہ معجزانہ طریقے بھی ظاہر ہون گے جن کے ذریعے سے خدا نے ان کی محافظت کی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ ایک دور دراز سفر کے بعد رات کو ایک شکستہ مکان مین سوئے۔ صبح کو جب آنکھ کھلی تو اُنھین معلوم ہوا کہ وہ رات بھر ایک کوبرا سانپ پر سے لیٹے رہے ہین۔ یہ کچھ خوف زدہ ہو کر بھاگے، مگر جب طبیعت کو قدرے ہمت ہوئی تو واپس آ کر سانپ کو باہر پھینک دیا، اور اِن کو بے حد خوشی ہوئی جب سانپ نقصان پہنچائے بغیر چلا گیا۔

افغانستان مین ایک اور واقعہ گزرا۔ لوگون نے اِن کو جاسوس سمجھ کر جان سے مار ڈالنے

کا ارادہ کیا۔ سوامی سندر سنگھ کو اس کی مطلق خبر نہ تھی، اور یہ بے فکری سے سرائے مین بیٹھے تھے کہ وہین کے ایک باشندے نے انھین خبر دی کہ صبح ہونے سے قبل ہی ان کو یہان سے چلا جانا چاہیئے کہ لوگ انکی جان کے خواہان ہین۔

ایک اور واقعہ جو افغانستان مین پیش آیا، بہت ہی حیرت انگیز ہے۔ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح ایک زہریلا سانپ اپنی نقصان رسانی کی عادت کو بھول گیا۔ دوسرے واقعہ مین انسان، جو سانپ سے بھی زیادہ زہریلا اور تمام درندون سے زیادہ خونخوار ہے، خدائے قادر کے زیر دست قدرت سے بالکل نیچا ہو جاتا ہے۔ افغانی باشندون نے سوامی سندر سنگھ کو جاسوس سمجھکر جان سے مار ڈالنے کی کوشش کی تھی، مگر خدا نے ایک افغانی ہی کے ذریعہ سے انھین اس راز سے مطلع کیا۔ سوامی سندر سنگھ نے اس جگہ کو چھوڑ دیا، اور ایک دوسری سرائے مین جا کر پناہ لی۔ اس سرائے مین کثرت سے مچھر اور کھٹمل تھے۔ رات بھر یہ وہان رہے۔ صبح کو جب یہ اپنے کپڑے خشک کرنے کی غرض سے آگ کے قریب بیٹھے ہوے تھے، تو انھون نے پٹھانون کی ایک بڑی بھیڑ اپنی طرف آتے دیکھی۔ اس بھیڑ کو دیکھکر یہ خوفزدہ ہوے، اور پٹھان بھی انھین صحیح و سالم پاکر سخت حیران ہوئے۔ کیونکہ ان لوگون کو اُمید تھی کہ سردی نے انھین ٹھنڈا کر دیا ہوگا، اور اگر کسی وجہ سے زندہ بچ رہے تو مچھر وغیرہ کی وجہ سے کسی سخت مرض مین مبتلا ہو جائینگے۔ ان کو بالکل تندرست پاکر افغانیون کو یقین ہو گیا کہ یہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہے۔ لہٰذا وہ ان کو نہایت عزت و تکریم کے ساتھ اپنے گاؤن مین لے گئے اور خاطر و مدارت سے پیش آئے اور نہایت سنجیدگی و توجہ سے انجیل کے پیغام کو سنا۔ سوامی سندر سنگھ جب ان لوگون سے رخصت ہوئے تو انھین بہت رنج ہوا، اور اپنی محبت و عزت کی یادگار مین انھین ایک نیا کُرتہ اور پگڑی عنایت کی۔ اِسکے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ یہ واقعہ خود اپنی تفسیر و شرح کر رہا ہے۔

سوامی سندر سنگھ نے اپنی زندگی مین بیحد تکلیفین اور مصیبتین برداشت کی ہین۔ انھون نے بارہا بھوک اور پیاس کو سہا اور بارہا وہ خطرون مین پڑے۔ کیون؟ صرف اس لیے کہ خداوند مسیح جو اُن کے لیے "سب کچھ" ہے اور جو اُن کی روح و جان کو تسلی اور سلامتی بخشتا ہے، اُن لوگون کے لیے بھی ایسا ہی ہو جو ہنوز اُس سے ناواقف ہین۔ خداوند نے

آج تک اُن کی مدد کی ہے، اور کبھی ان کی مدد سے ہاتھ نہین کھینچا۔ کیا اِس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ
مسیح سلطانون کا سلطان اور خداوندون کا خداوند ہے؟

پیارے ناظرین! اس بات کو یاد رکھئے، کہ سوامی سندر سنگھ ایک وقت کٹر سکھ تھے،
اور خداوند مسیح کے نام ہی سے اُن کو نفرت تھی، مگر آج وہ اپنے اسی نجات دہندہ کے
لیے سب کچھ برداشت کر رہے ہین۔ کیون؟ اس لیئے کہ خداوند مسیح نے ان کو وہ کچھ دیا جو
ان کا پرانا مذہب نہین دے سکا یعنی دلی اطمینان، گناہ کی معافی، نیا دل، روح القدس
کی قوت، نجات کی خوشی، خدا سے میل، اور ان کے علاوہ اور بہت سی برکتین۔ کیا یہ سب
برکتین تم کو مل چکی ہین؟ یاد رکھئے، مسیح کے سوا کسی اور سے یہ برکتین ہرگز نہین ملین گی!

سوامی سندر سنگھ نے افغانستان تک انجیل کا پیغام پہنچایا ہے، اور ان کو کامل اُمید
ہے کہ جو بیج اُس سرزمین مین بویا گیا ہے، کبھی نہ کبھی پھل لائے گا، اور ایک دن بڑی
فصل کاٹی جائے گی۔

اُنھون نے تبت مین بھی بڑی تکلیف و محبت کے ساتھ بیج بویا ہے۔ سوامی سندر سنگھ
کے وہان جانے سے قبل ایک سکھ مسیحی تبت مین اپنے مذہب کی خاطر شہید ہو چکا تھا۔
اُس بزرگ شہید کا نام کرتار سنگھ تھا۔ وہ اُس ملک مین اُسی انجیل کا پیغام پہنچا رہا تھا
جس نے اس کی مردہ زندگی کو نورانی اور روشن زندگی بنا دیا تھا۔ کرتار سنگھ کے متعلق مین
کچھ اور ذکر نہ کرونگا۔ جو لوگ زیادہ حالات معلوم کرنا چاہین، وہ "شہیدِ[1] صلیب"
کو ضرور دیکھین۔

سوامی سندر سنگھ کو کرتار سنگھ کے شہید ہونیکا پورا حال معلوم تھا، مگر وہ انجیل کا پیغام سُنانے مین
خائف نہین ہوئے۔ کئی مرتبہ ان کو موت کی دھمکی دی گئی، مگر وہ بیدھڑک تعلیم دیتے رہے
آخرکار تبت والے زیادہ برداشت نہ کر سکے۔ انھون نے نہایت غضبناک اور تند ہو کر
اُنھین مار ڈالنے کا قصد کیا۔ وہ گرفتار ہو کر حاکم کے حضور مین حاضر ہوئے۔ اُن پر یہ
جُرم لگایا گیا کہ پروانۂ راہداری کے بغیر کیون ملک کے اندر داخل ہوئے۔ اِس جُرم کی

---

[1] قیمت چار آنے۔ ملنے کا پتہ: مسٹر الفرڈ زہیر بی اے سینٹ جانس کالجییٹ اسکول۔ آگرہ

پاداش میں اُنھیں ایک اندھے کنوین میں ڈال دیا گیا جس پر ایک وزنی آہنی دروازہ بھی تھا۔ اِس کنوین میں صرف وہی لوگ ڈالے جاتے ہین جن پر سلطنت کے خلاف ارتکاب جُرم کا الزام لگایا جاتا ہے۔ کنوین میں مردہ آدمیون کی ہڈیان بھری ہوئی تھین، اور اِس قدر تعفن تھا جو سوامی سندر سنگھ کے لیے ناقابل برداشت کہا جا سکتا ہے۔ تین دن تک بغیر کچھ کھائے پیئے وہ اس کنوین میں بند رہے۔ وہ موت کے خیال سے بہت غمگین تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ وہ موت سے ڈرتے تھے۔ اس کنوین کے اندر مرنے سے وہ انجیل سناتے ہوئے مرنے کو بدرجہا بہتر سمجھتے تھے۔ تیسری رات کو اُنھین محسوس ہوا گویا کوئی شخص کنوین میں رسّی ڈال رہا ہے۔ وہ متوجہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی کہ رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ وہ مضبوطی سے رسّی کے ساتھ لپٹ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ کنوین کے باہر تھے۔ اِس آزادی کی خبر اُن کے دشمنون کو بھی لگ گئی اور وہ اس بات کی تجسّو کرنے لگے کہ آہنی دروازہ کی کنجی کس کے پاس ہے۔ آخرکار وہ کنجی لاما کے گُچھے میں ملی۔ یہ بات سب پر ظاہر ہو گئی کہ سوامی سندر سنگھ صرف خدا کی مدد و قدرت سے کنوین کے باہر آئے ہین نہ کہ کسی دوسری کنجی کی مدد سے۔

پیارے ناظر! تو نے خداوند یسوع مسیح کی زندگی کا حال پڑھا ہے، اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ وہ گنہگارون کو بچانے کے لیے دُنیا میں آیا تھا۔ کیا تو اُس پر ایمان رکھتا ہے؟ سندر سنگھ اُس پر ایمان لایا اور دلی اطمینان پایا۔ اور خود نجات پا کر اب دوسرون کو بچانے کی فکر و کوشش میں ہے۔ دیکھ! کس عجیب طریقہ سے خداوند اس کی مدد کرتا ہے۔

یہ واقعات "شہداے صلیب" سے ماخوذ ہین جس میں اور بھی بہت سے بیانات مندرج ہین "سچی بات میں افسانہ او قصہ سے کہین بڑھکر دلچسپی ہوتی ہے"۔ سندر سنگھ کسی فرضی ہستی کا نام نہین ہے، بلکہ یہ وہ شخص ہے جو ہمارے درمیان چلتا پھرتا ہے۔ یہ واقعات بالکل سچے ہین۔ سندر سنگھ کو دیکھو، اُس کا چہرہ کیسا نورانی اور روشن ہے۔ گویا وہ ایک فرشتہ ہے، اگرچہ وہ ایک خودانکارانہ زندگی بسر کرتا ہے، مگر اُس کا دل خدا کی محبت سے معمور ہے!

ڈکٹر بی حق

مین کیون ہوم رول کا حامی ہون

مسٹر جی جوزف (بیرسٹرایٹ لا) کے ایک مضمون کا ترجمہ و خلاصہ

میری جماعت کے ممبر مجھے ہوم رول مین حصہ لینے سے محض اس سبب باز رکھنا چاہتے ہین کہ مین ایک غیر برہمن نسل سے ہون اور ایک مسیحی ہون۔ وہ ہوم رول کو تو برا نہین سمجھتے مگر مجھے اس مین حصہ لینے سے باز رکھتے ہین اس سے صورتِ معاملات بالکل بدل جاتی ہے۔ اگر مین ان کے اعتراضات کو بدلائل مسترد کرون تو مجھے یقین ہے کہ چند غلط فہمیان دور ہو جائینگی جس صورت مین مجھ سے ہوم رول سے باز رہنے کی اپیل کی گئی ہے وہ نہایت ہی غیر موزون ہے۔ میرے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ مین نے دوسرون کی خوشی کے لیے یہ روش اختیار کی ہے یہ سراسر میرے خیالات کی تذلیل ہے بارہا مجھ سے یہ کہا گیا کہ میری یہ روش برہمنون کو خوش کرنے کے لیے ہے۔ یہ الزام و اتہام سُن سُن کر میری آتشِ غضب بھڑک اُٹھتی ہے۔ اگر آپ لوگون کا یہی خیال ہے کہ مین ہوم رول کے متعلق اس قدر کمزور اور متلون ہون تو مجھے مجبوری سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ لوگون کو میرے متعلق ایسے خیالات قائم کرنے کا کوئی حق حاصل نہین ہے۔

میری جماعت نے مجھ پر تین اعتراضات کیے ہین۔ (۱) ایک مسیحی کو ایک مسیحی بادشاہ کے خلاف ہوم رول مین حصہ لینے کا حق کہان تک حاصل ہے۔ درآنحالیکہ میرے معترض بخوبی جانتے ہین کہ میرے شہر کا زیادہ حصہ غیر مسیحی ہے۔ (۲) مجھ سے یہ دریافت کیا گیا ہے کہ اس کی کیا ضمانت ہے کہ ہندوستانی مسیحی جماعت ہوم رول کے باعث کسی ظلم کا شکار نہ ہوگی۔ (۳) ٹراونکور کے ایک باشندہ کو برٹش ہندوستان کی خود اختیاری حکومت سے کوئی تعلق نہین۔

پہلے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ مین محض مسیحی ہونے کے باعث ہوم رول کو پسند کرتا ہون ہوم رول کے دو نہایت اہم طریقے ہین۔ ہوم رول کا اول طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ گورنمنٹ کا انتخاب اُسی ملک کے لوگ کرین۔ دوم اگر گورنمنٹ کے حکام اور اعلیٰ افسر اسی ملک کے باشندے ہون۔ ہندوستانیون پر ہندوستانیون ہی کو حکومت کرنا مناسب ہے۔ موجودہ حالت مین دوسرا طریقہ نہایت اہم ہے گو میرا تعلق اسی طریقہ سے ہے۔ گورنمنٹ کے اختیارات صرف اسقدر

وسیع ہون کہ کسی قوم یا ملت کے افراد کی حق تلفی نہو یعنی کل رعایا کے حقوق مساوی ہون قانون مین ایک جماعت کو دوسری جماعت پر ترجیح نہ دی جائے مسیحی مذہب کا تابع کا قائل نہین ہر اِس مذہب مین اشخاص، خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہون، خدا کی نظر مین مساوی درجہ رکھتے ہین۔ پس ہماری سوشل و پولٹیکل زندگی مین بھی مساوات ہونی چاہیئے۔

خداوند مسیح کے ظہور سے قبل یونان کی جمہوری گورنمنٹ قریب قریب ہماری موجودہ حکومت خود اختیاری کے طریقہ پر تھی، لیکن وہان بھی حقوق کا خیال نظرانداز کر دیا گیا تھا۔ غلامی کا قانون یونانیون کے دامن تہذیب پر دھبّہ تھا۔ ہوم رول کے حکّام کے لیے عام راے کی منظوری لازمی ہے۔ کیونکہ ایسی گورنمنٹ ایک منصف گورنمنٹ ہوگی اور اِس طرح کل اشخاص کے حقوق مساوی ہون گے۔ مین مسیحی ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھتا ہون کہ جابہ تخصی اختیارات کو بُرا سمجھون۔ یہ ایک نہایت کوتاہ اندیشی اور دور فہمی ہوگی اگر ایک مسیحی گورنمنٹ سے مسیحی قواعد اور طریقون کے رواج کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ مین اس معاملہ کو اُن لوگون پر چھوڑتا ہون جو حقیقی ایمان سے سچی آزادی اور مساوی قانون کے حصول سے بے بہرہ ہین۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے غیر مسیحی ملکی بھائی مسیحی اصول کے نفاذ کی کوشش کرین، اور مسیحی مذہب کے پیرو خاموشی اختیار کرین!

دوسرا اعتراض قبل از وقت ہے سطحی واقعات سے خواہ مخواہ یہ بات مان لی گئی ہے کہ ہوم رول مین غیر مسیحی حضرات کا گورنمنٹ مین انتخاب، ہندوستانی مسیحیون پر ظلم کا باعث ہوگا مین اس خیال کی قطعی تردید کرتا ہون۔ اگر انگریزی مذاہب نے اپنے تواریخی اختلافات، جو میری آلز بتھ ردوے لائنز کے زمانہ مین ہوے، اس امر کو سمجھ لیا ہے کہ مذہبی آزادی لازمی ہے تو کوئی وجہ نہین کہ ہندوستانی بھی اِس مسئلہ پر کاربند نہون۔ مذہبی تفریق کا گزشتہ زمانہ مفقود ہو گیا ہے۔ میرے خیال مین آیندہ مذہبی معاملات مین دست اندازی ممکن نہین ع میرا تعلق ایک ایسی ہندوستانی مسیحی جماعت سے ہے جو توما رسول کے زمانہ سے ہندوستان مین آباد ہے۔ اِس جماعت کو سوشل اور مذہبی آزادی ایسے بادشاہون کی حکومت مین حاصل تھی جو مذہبی حیثیت سے غیر معمولی تعصب کو روا رکھتے تھے۔ باوجود اِن سب باتون

کے ٹراونکور مین بہت سے ایسے خاندان موجود ہین جن کے ممبر قریب قریب تمام معزز عہدون پر سرفراز ہین ۔

تیسرا اعتراض برٹش انڈیا کی اس رعایا کے متعلق ہی جو خود مختار ریاستون مین اپنی زندگی بسر کررہی ہے ۔ اس اعتراض کا جواب تین صورتون مین دیا جا سکتا ہی۔ (۱) ایک ایسا شخص جو برٹش ہندوستان مین طرز حکومت کو نہین سمجھ سکتا اُس کے متعلق یہان ذکر فضول ہے۔ (۲) یہ ایک نہایت اہم بات ہے کہ خود مختار ریاستون کی رعایا برٹش انڈیا کے طرز حکومت کو دیکھے ۔ اگر یہ ایک منصف اور آزادی پسند گورنمنٹ ہے تو وہ بھی اپنی اپنی ریاستون مین اسی طرز حکومت کی بنا ڈالے ۔ (۳) تیسری صورت نہایت دقیق ہے اور یہی اعتراض کا کافی جواب ہے ۔ ہم کو معلوم ہے کہ ہوم رول ایک عام پسند تحریک ہے اور ممبرون کی قومیت ہوم رول کا دوسرا عنصر ہے ۔ خود مختار ریاستون کے حاکم دراصل ہندوستانی ہین لیکن پھر بھی وہ خود مختاری کی حیثیت رکھتے ہین ۔ ہم کسی خود مختاری کو پسند نہین کرتے خواہ وہ ہندوستانی ہو یا یورپین ۔ ہندوستانی خود مختار ریاستون کے متعلق ہمارا فرض ہوگا کہ وہان کی حکومتون کو جمہوری حکومتون مین منتقل کرین ۔ اگر وہان کے خود مختار حاکم ہماری صلاح پسند نہ کرین گے تو انھین اس کے لیے مجبور کیا جاے گا ۔ ہندوستان مین خود مختاری حکومت اور ریاستون مین جمہوری حکومت دونون کی ایک حیثیت ہے ۔ اگر کسی وقت ایسی ریاستون کے حاکم ہماری تجویز پر عمل نہ کرین گے تو ہمین انکی ریاستین ہندوستان کی عام جمہوری سلطنت مین شامل کرنا پڑین گی ۔

ایک چھوٹا بیج دیکھا جس کے دل مین دفن ہے
ایک چھوٹا پودا گہری نیند مین ہے ۔ جو بڑا
نیند سے بیدار ہو کر روشنی مین آؤ تم
پانی کی بوندون نے سورج کی شعاعون نے کہا
چھوٹے پودے نے سُنا اور دیکھنے کے واسطے
اپنا سر باہر نکالا اور پھر ہنس کر اُٹھا
اپنی دنیا چھوڑ کر آیا نئی دنیا مین وہ
دیکھنا یہ تھا کہ باہر کی طرف ہوتا ہے کیا
کچھ دنون مین بڑھتے بڑھتے ہو گیا کیسا درخت
دیکھتا ہی جو وہ یہ کہتا ہی ۔ ہے اچھا درخت

قیصر

وقت اور اُس کا استعمال

(مسز لوئیس کاٹین کا لڑکیون سے خطاب)

۲

لڑکیون کی عمر کا زیادہ حصّہ اکثر ہمنشینون کے پاس اُٹھنے بیٹھنے مین نکل جاتا ہے۔ اِس سے اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ بہت سی باتین اُنھین معلوم ہوتی رہتی ہین لیکن اِسی طرح ملنے ملانے مین اپنی عمر کو ضائع کرنا اخلاقی کمزوری ہے جب یہ عادت پڑ جاتی ہے تو پھر کسی کام کو قاعدے سے کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ جو لڑکیان اپنی ضرورتون کی وجہ سے دوسری جگہ آنے جانے پر مجبور ہون اُن کی تعلیم کا بھی کوئی مستقل سلسلہ رہنا چاہیئے۔ یا جہان کہین آئین جائین وہین کچھ وقت نکالکر دیکھ لیا کرین۔ غرض اس سے یہ ہے کہ اگر اِس عمر مین ذرا سی باقاعدگی بھی آجائیگی تو باقی زندگی بڑے چین سے گذریگی۔

دُنیا مین بہت سی چیزین جن مین سے بعض اچھی بھی ہوتی ہین ایسی ہین جو سب کو برابر نہین ملین اور یہ مثل سیر و تفریح اور کھیل کود پر زیادہ صادق آتی ہے۔ مگر اِس زمانے کی لڑکیان یہ یاد نہین رکھتین کہ سیر و تفریح کو بھی جب زندگی کا ایک فرض سمجھ لیا جاتا ہے تو پھر اُس مین کوئی لُطف نہین رہ جاتا۔ اِس کا مطلب صرف یہی ہوگا کہ انسان اور زیادہ بُرے کامون مین ہاتھ ڈالنے سے رُکا رہے۔ ہم کو یہان وقت کے صحیح استعمال کرنے کا طریقہ بتانا ہے۔ لڑکیون کو چاہیے کہ کھیل کود کو اپنی زندگی کا ضروری جزو نہ بنائین لیکن ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ جو لڑکیان سیر و تفریح کو پسند کرتی ہین اُن کو بھی معلوم نہین کہ اسے کیونکر حاصل کیا جاتا ہے۔ کہتے سب ہین کہ دل بہلاؤ اور تفریح کے مشغلون کے لیے کچھ وقت ضرور نکالنا چاہیئے لیکن کسیکو اتنا بھی معلوم نہین کہ تفریح کا مقصد کیا ہے۔ آدمی جب ایک کام کر چکتا ہے تو پھر اسے تازہ دم ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ وقفہ جو اُس کو ملتا ہے وہ اِس طرح صرف کرتا ہے کہ اُس کی تھکن دُور ہو اور دماغ کو بھی آرام ملے۔ اِسی کا نام تفریح ہے۔ اِس مین ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وقت کسی اور

ضروری کام میں بھی لگ سکتا ہے۔ جب تک ہمارے دھیان میں یہ بات نہ سمائیگی اُسوقت تک تفریح، تفریح نہیں ہو سکتی۔

جتنا وقت آدمی کام کاج کے لیے رکھے اُسی کے لحاظ سے تفریح کا وقت بھی نکالنا چاہیئے اکثر لڑکیوں کو ضرورت کے اعتبار سے یہ وقت مقرر کرنا پڑتا ہے لیکن جن کے واسطے ایسی مجبوری نہو، انھیں بھی کام کاج کا دھیان رکھنا چاہیئے۔ اگر آدمی سُست اور کاہل ہو تو اُس کی زندگی بیکار رہے۔ ہم اگر کام کرنے کی عادت ڈالیں گے تو خود ہمیں کو فائدہ ہوگا۔ سلیقہ پیدا ہوگا، تمیز آئے گی۔ اور سچی خوشی ان چیزوں کے بغیر مل نہیں سکتی۔ کاہل بنجائیں اور دنیا کے کسی کام نہ آئیں، تو پھر ہم پیدا ہی کیوں ہوئے۔ جب ہم یہ جان لیں گے کہ دراصل کام کس کو کہتے ہیں تو اُس وقت ہمیں تفریح میں بھی لطف آئے گا۔ کام کاج، تفریح اور دوسری باتوں کے لیے ہمیں اپنا وقت صحیح طور پر تقسیم کرنا چاہیے۔ لیکن بہت کم لوگ ایسا کرتے ہیں، بعضوں کو تو مجبوری بھی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے کام کرنے سے آدمی مشہور بھی ہوتا ہے اور اُس کے علم میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ بہت سا کام قوم کے لیے کرنا ہوتا ہے لیکن یہ کچھ ایسا رُوکھا پھیکا ہوتا ہے کہ ظاہرا اس میں جی لگنے کی کوئی صورت نہیں نہ آئیندہ ترقی کا موقع ہے۔ اگر اس قسم کے کام خاص خاص حالتوں میں کیے جائیں تو اچھا ہے۔ جن لوگوں کو اپنے اور بہت سے کام کاج کرنے ہوں انھیں تو تفریح کے لیے وقت ضرور نکالنا چاہیے اور پھر اُسے بہتر سے بہتر صرف کرنا چاہیئے۔ جنھیں وقت کو اپنے اختیار میں رکھنا آتا ہے اُن کا کام ہے کہ خود بھی اپنے وقت کو کام کاج اور تفریح کے لیے سلیقے کے ساتھ تقسیم کریں اور دوسروں کو بھی بتائیں کہ ایسا کرنا ہر ایک کے امکان میں ہے۔

زندگی کا ایک خاص حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اُس میں اکثر لڑکیوں کے لیے پڑھنا لکھنا بمنزلہ ایک فرض کے ہے۔ جو خوش نصیب لڑکیاں علم کی قدر جانتی ہیں اور انھیں شوق بھی ہوتا ہے اُن کا تو یہ ساری زندگی کا کام ہے۔ بعض اس کو بھی ایک قسم کی تفریح جانتی ہیں اور اکثر حالتوں میں فائدے سے یہ خالی بھی نہیں ہوتا۔ لیکن شاید کوئی اور شے ایت اتنی نہیں

کی جاتی جتنی اس بات کی کہ پڑھنے کے لیے وقت نہیں ملتا لیکن حقیقت مین اس سے زیادہ کوئی غلط شکایت ہو نہیں سکتی۔ مطالعہ ایک عادت ہے اور جن کو یہ عادت پڑی ہوتی ہے وہ اپنے لیے وقت بھی نکال لیتے ہین۔ کبھی کم، کبھی زیادہ لیکن تھوڑا بہت ہمیشہ مل جاتا ہے۔ جنھیں پڑھنے کے لیے وقت نہیں ملتا، وہ گویا خود تو پڑھتی نہیں اور یہ چاہتی ہین کہ اگر کوئی نوالہ بنا کر اُن کے مُنھ مین ڈالدے تو وہ اس کو نگل جائین۔ اُن کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ پڑھتے کس طرح ہین۔

ڈاکٹر جاوٹ سے ایک معزز خاتون نے اسی بات کی شکایت کی تھی کہ پڑھنے کے لیے وقت نہیں ملتا۔ انھون نے فرمایا کہ ہر ایک آدمی دن بھر مین ایک گھنٹہ پڑھنے کے لیے نکال سکتا ہے اور اگر یہی ایک گھنٹہ اچھی طرح کام مین لایا جاے تو بہت ہے۔ جن مستورات کو مطالعہ کے لیے وقت کم ملتا ہے انھین چاہیئے کہ یہ تھوڑا سا وقت ناول پڑھنے اور قصّے پڑھنے مین ضائع نہ کرین۔ اور کتابین بھی دیکھین تو صرف اس وجہ سے نہیں کہ لوگ اُن کی تعریف کرتے ہین، بلکہ سب سے پہلی بات دیکھنے کی یہ ہے کہ ہمین ضرورت کس کی ہے؟ اور کیون ہے؟ اس سے مطلب یہ ہے کہ کتابون کے مطالعہ سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہونا چاہیئے۔

روزہ نماز اور عبادت کے متعلق مین صرف اتنا کہون گی کہ جو وقت اِن چیزون کا ہوتا ہے اُس کی پابندی بھی مشکل سے ہوتی ہے اور اکثر یہ بالکل رائیگان اور بیکار جاتا ہے۔ اِن تمام چیزون کے لیے بھی کوئی خاص وقت مقرر ہونا چاہیئے اور پھر اُس کی پابندی بھی ہو۔ ہم مین سے ہر ایک کو اپنا قاعدہ الگ الگ بنانا چاہیے۔ جن مذہبی کامون کے لیے پہلے ہی سے وقت مقرر ہے اُن کے لیے اِتنا التزام ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے وقت پر ہوجایا کرین۔

اِن سب کامون کے لیے، جن کا ذکر اُوپر ہوچکا ہے، ہمین ہر روز وقت نکالنا چاہیئے اِن مین سے بعض چیزین مثلاً مطالعہ، یا عبادت، ایسی ہین کہ ہم بعض مہینون مین اِن پر خاص طور سے زیادہ وقت صرف کرسکتے ہین۔ لیکن۔۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ اِن ضروری کامون

پہ ہم چاہتے بھی ہیں تو وقت نہیں نکلتا۔ اِسی خیال سے یہاں چند معمولی باتوں پر غور کرنا فائدہ مند ہوگا اور یہ باتیں ایسی ہیں جن پر ہم اپنا قیمتی وقت بالکل مفت کھوتے رہتے ہیں۔

کاہلی سب سے بڑا سبب ہے وقت کے گنوانے کا۔ جن آدمیوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمیں کیا کام کرنا چاہیئے اور کب کرنا چاہیئے، یا جنھیں اپنی زندگی پر کوئی قابو نہیں، اُن کا ایک ایک دن یونہیں کٹ جاتا ہے اور کچھ ہوتا نہیں۔ اکثر آدمی بیکاری میں دن گذارتے ہیں اکثر یہی دیکھتے رہتے ہیں کہ دوسرے کیا کرتے ہیں، یا کیا کرنے والے ہیں۔ غور کرو تو تعجب ہوگا کہ انہیں فضول باتوں میں کتنا وقت بیکار چلا جاتا ہے۔

پھر سستی ہے اور یہ شکایت تمام لڑکیوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ کاہلی کی دوسری شکل ہے جو مزاج میں استقلال اور مضبوطی نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ تم جانتی ہو کہ تمھیں کہیں جانا ہے لیکن یہ نہ ہوگا کہ فوراً تیار ہو جاؤ، دوسروں کے قصے سنتی رہو گی، خیالی باتیں رہیں گی، اِدھر اُدھر کی گپ شپ چلتی رہے گی، اور جب یہ سب ہو چکے گا تب تمھیں اپنے کام کا دھیان آئے گا۔ یہ بیکار باتیں کرنا، بلکہ کچھ نہ کرنا اور خاموش کھڑے رہنا تم کو آسان ہے لیکن جو کام درحقیقت کرنے کا ہوتا ہے، وہ نہیں ہوتا۔ وہ آدمی ہی کیا ہے جس میں اتنی بھی تمیز نہ ہو کہ اپنے کاموں کو سمجھے اور یہ جانے کہ ان میں سب سے ضروری کون سے ہیں۔ چستی پھرتی کا نہ ہونا بھی ایک طرح کی سستی ہے۔ اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کام کر چکتی ہیں تو پھر دوسرے کام میں گھنٹوں ہاتھ نہیں لگاتیں۔ کھانا کھا چکتی ہیں لیکن دسترخوان پر سے اٹھا نہیں جاتا۔ اسی طرح اور بھی جو کام کرنے کا ہوتا ہے وہ عمدگی سے نہیں ہوتا۔

وقت کے پابند نہ ہونے سے ہمارا اپنا نقصان تو جو ہوتا ہے وہ ہوتا ہی ہے لیکن دوسرں کا وقت بھی بہت ضائع ہوتا ہے۔ اس عیب میں ایک طرح کی خودغرضی بھی شامل ہے اور یہ ایسی خودغرضی ہے جس پر بہت سے اچھے اور نیک آدمی بھی غالب نہیں آتے۔ اگر ہم کسی کام کے لیے مقررہ وقت پر تیار نہیں ہوتے تو پھر سارا دن ایسا ہی جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ اگر آدھا گھنٹہ بھی بے قاعدگی کی وجہ سے بیکار چلا جاتا ہے تو پھر جاہے دن بھر اُس کے پیچھے پھرو تب بھی ہاتھ نہیں آتا۔ مستعد نہ ہونے کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ آدمی اُن باتوں

کے خیال ہی خیال میں جو ہاتھ سے نکل چکی ہیں اور جن پر اب کوئی تاب نہیں چل سکتا، اپنا وقت ضائع کیا کرتا ہے۔ لیکن حد سے زیادہ مستعد ہونا بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پھر ایک ہی کام پر ضرورت سے زیادہ وقت صرف ہونے لگے گا۔ مستعدی کام کرنے کے لیے ہوتی ہے بذات خود وہ کوئی کام نہیں ہے۔

آخر میں، وقت ضائع کرنے والی چیزوں کے ساتھ، میں جلد بازی کی عادت کا بھی ذکر کرونگی۔ حقیقت میں اس کا تعلق مزاج سے ہے لیکن ہر حالت میں آدمی کو مزاج کا پابند نہ رہنا چاہیئے، کچھ نہ کچھ علاج اس کا بھی ممکن ہے۔ جلد باز آدمی یہ نہیں جانتا کہ کونسا کام کس وقت کرنا، اور کس وقت نہ کرنا چاہیئے، یا فلاں کام کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ وہ یہ جانتا ہی نہیں کہ رکنا کس کو کہتے ہیں اور اگر معلوم بھی ہوتا ہے تو موقع پر اس سے کام نہیں لیتا۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی کام اس کے ہاتھ سے نہ بچے۔ لیکن ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نہ وہ اپنے وقت کی قدر جانتا ہے نہ اوروں کے۔ اگر کسی طرح اس کو معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ وقت بہت قیمتی ہوتا ہے تو وہ اس کے بچانے ہی بچانے میں اور بھی زیادہ وقت ضائع کر دیتا ہے۔

وقت کے رائیگاں جانے کے اسباب پر ہم نے اوپر بحث کی ہے۔ آؤ اب غور کریں کہ وقت کی حفاظت کا کیا طریقہ ہے۔

سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا کوئی نہ کوئی اصول مقرر کریں لیکن اگر ہمارے ذمہ کوئی خاص کام نہو تو اس اصول میں کمی بیشی کی گنجائش رکھنا چاہیئے۔ نہیں تو یہ خود وبال جان ہوگا۔ ہمیں اپنے وقت کے صرف کرنے کے لیے ایک دستور العمل بنا لینا چاہیئے، لیکن اگر کبھی کسی باعث سے اس میں خلل پڑ جائے تو اسے بالکل چھوڑ ہی نہ دینا چاہیئے۔ ہمیں قاعدہ کا پابند رہنا چاہیئے، لیکن قاعدہ ایسا ہو کہ اگر کسی اور بڑی ضرورت سے اسے توڑنا پڑے تو ناگوار نہو اور جب یہ ضرورت نکل جائے تو پھر بدستور اسی قاعدے پر عمل کرنا چاہیئے۔ ہمیں پہلے سے اس بارے میں سوچ سمجھ لینا چاہیئے لیکن اس سے یہ مطلب بھی نہیں کہ سوچنے سمجھنے میں ہی وقت گذر جائے اور کام کاج کچھ نہو۔

بلکہ وقت کی تقسیم ایسی ہونی چاہیئے کہ اگر کوئی اچانک بات پیش آجائے تو حیرانی نہو۔ وقت کے بہترین استعمال کا بھید یہی ہے کہ پہلے تم اس بات پر غور کرو کہ اُسے صرف کیسے کرنا چاہیئے۔ یعنی اپنا دستور العمل بناؤ اور اُس پر چلو۔ سُستی اور کاہلی سے بچنے کا بھی صرف یہی ایک راستہ ہے۔

اِس طرح جب دلجمعی کے ساتھ کام کرنا آجائیگا تو پھر ہم جو کچھ کرین گے، محنت سے کرینگے، شوق سے کرین گے، اچھی طرح کرین گے اور تیزی سے کرین گے۔ ہمارے خیالات منتشر نہونے پائین گے اور یہ عادت نہ رہے گی کہ ایک کام کو کرتے کرتے چھوڑ دیا اور دوسرا لے بیٹھے۔ ہم کو اِس بات کی کوشش کرنا چاہیئے کہ ہم اپنی ذات مین پھرتی، اطمینان، شوق اور سچائی کا مادّہ پیدا کرین۔ یہ اچھی عادتین اُسی قسم کی کتابون کے پڑھنے سے حاصل ہوتی ہین جن کی لڑکیون کو تعلیم تک نہین دی جاتی اور جن کو خود نو عمر لڑکیان بھی بُری نظر سے دیکھتی ہین۔ مثلاً حساب کتاب اور قواعد صرف و نحو۔ بہتر تو یہ ہے کہ ایسے کام اختیار کیے جائین، جن مین نہ اِدھر اُدھر کا کوئی خیال آئے نہ دھیان بھٹکنے پائے۔ اِس قسم کا کام کرنے کا جب موقع ہو تو پھر یکسو ہو کر کرنا چاہیے، ورنہ کرنا نہ کرنا دونون یکسان ہین۔

عورت ذات کو چاہیئے کہ اپنے ایک ایک لحظے کو بھی قیمتی جانے اور اُس سے کام لے، یہ نہایت اچھی بات ہے۔ اس سے وہ اپنی زندگی بھر کا انتظام بہت آسانی سے کر سکتی ہے۔ اس کو یہ بھی سیکھنا چاہیے کہ جیسی ضرورت ہو ویسے ہی وہ خود بن جائے، کیونکہ اُس کو دوسرون کے مذاق اور مزاج کے مطابق کبھی نبنا پڑتا ہی ہے۔ اگر اُسے یہ منظور ہو کہ اُس کے سارے کام پورے ہوجائین، تو اُس کو پیشتر سے علم ہونا چاہیئے کہ اُسے کرنا کیا ہے، کونسی کتاب پڑھنا ہے، یا کس کو خط لکھنا ہے، تاکہ اگر دو چار منٹ کی بھی فرصت ہو تو یہ سارے متفرق کام باری باری سے کرلیے جائین۔ راستے مین، ریل کے سفر مین، گاڑی مین یا کسی چیز کے انتظار مین بیکار بیٹھے ہوئے، اِس قسم کے خیالات پر غور کرنے کا اچھا موقع ملتا ہے، اور عورتین اِس بات کی شکایت کرتی ہین کہ اُنھین سوچنے کے لیے وقت نہین ملتا۔ اس کے یہ معنی ہین کہ اُنھین سوچنا آتا ہی نہین۔

ـــــ

اوقات کے مقرر کرنے میں عقل سے بھی کچھ کام لیا جاسکتا ہے۔ سویرے کا اُٹھنا اور کام میں لگ جانا بہت مفید عادت ہے۔ یہ سب جانتے ہیں لیکن اس کا خیال بہت کم لوگ کرتے ہیں جو کام نہایت ضروری ہو وہ صبح کے وقت کرنا چاہیئے۔ جو لوگ اپنے کام کو ختم کرنے پر تُلے ہوئے ہوتے ہیں وہ اس وقت کو دوسرے شغل میں نہیں گنواتے، نہ وہ خود کسی سے ملنے جاتے ہیں، نہ کسی کو ملنے کے لیے آنے دیتے ہیں۔ لیکن ہم کو عادت کا اتنا غلام بھی نہ بننا چاہیئے کہ اتفاق سے کام سویرے نہ ہو، تو پھر اُسے دوپہر میں بھی نہ کریں۔ کام کے واسطے سارے دن میں دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد، اور چار بجے سے پہلے کا وقت نہایت قیمتی ہوتا ہے۔

خانہ داری کی زندگی میں یہ بڑی بھاری مشکل ہے کہ فرصت کا وقت بہت کم ملتا ہے لیکن جو عورتیں حقیقت میں گھر بار کا انتظام کرتی ہیں وہ آرام کے لیے بھی تھوڑا بہت وقت پانے کی ضرور مستحق ہیں۔ البتہ یہ حق جتانے سے پہلے ہمیں ثابت کر دینا چاہیئے کہ ہم کچھ کرتے بھی ہیں۔ بعض مجبوریوں سے کبھی کبھی کام میں رُکاوٹ پڑ جاتی ہے اور پھر کئی کئی دن اس میں ہاتھ نہیں لگایا جاتا، لیکن کام کا دھیان نہ چھوڑنا چاہیئے۔ یہ عادت بڑے فائدے کی چیز ہے۔

تمیز ہو تو آدمی جان سکتا ہے کہ کون کام ایسا ضروری ہے کہ اُسے کسی نہ کسی طرح پورا ہی کرنا ہے یا کونسا کام ایسا ہے کہ اگر ضرورت آ پڑے تو اُسے روک سکتے ہیں۔ ہم اگر اس قوت سے کام لیں تو ہم کو بھی اپنے کاموں کے ضروری اور معمولی ہونے کا فرق معلوم ہو سکتا ہے اور اس طرح ہم دوسری سے بھی بچیں گے اور دماغ پر بھی فضول بار نہ پڑے گا۔

وقت کی اتنی چھان بین کرنے کی غرض صرف یہی نہیں ہے کہ اُس کے اچھی طرح صرف کرنے کا طریقہ معلوم ہو بلکہ یہ جاننا بھی مقصود ہوتا ہے کہ فرصت حقیقت میں کیا چیز ہوتی ہے۔ اس کا خیال دل سے رکھنا چاہیئے، زبان سے کہنا ضرور نہیں۔ لیکن خیال صرف خیال ہی نہ ہو۔ ہمیں ایک ایک لمحے کی قدر کرنا چاہیئے، اسی کے ساتھ خود اپنے اور دوسروں

کے غیر معمولی کاموں کی بھی گنجائش رکھنا چاہیئے۔ اوروں کو یہ بھی جتا دینا چاہیئے کہ ہم اُن کو اپنا وقت دے سکتے ہیں یا یہ کہ ضرورت میں اُن کا ہاتھ بٹانے کے لیے ہم تیار ہیں۔ اور یہ ہم اُسی وقت کر سکتے ہیں جب ہمیں اپنی زندگی کی ایک ایک گھڑی پر اختیار ہو' اور یہ معلوم ہو کہ دن بھر کے کام کس طرح پورے کیے جاتے ہیں۔ ہمیں اپنی ذات کے لیے ہر روز تھوڑا بہت وقت آرام کے لیے بھی رکھنا چاہیئے اور کبھی سب کاموں سے الگ تھلگ بھی رہنا چاہیئے اور تھوڑی دیر بیکار رہنے کی بھی عادت ڈالنا چاہیئے تاکہ دماغ کو آرام اور تسکین پہنچے اور دوسرے کاموں کے لیے اس میں نئے سر سے قوت آجائے۔

اپنے وقت کا اور ایسے ہی دوسروں کے وقت کا خیال رکھنا بھی ہمارا فرض ہے۔ غور کرو کہ ہم اوروں کا وقت اپنی وجہ سے کس قدر خراب کرتے ہیں اور اُس پر نادم تک نہیں ہوتے۔ ہمارے پابند وقت نہ ہونے سے دوسروں کو انتظار کی مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے' اور دن بھر میں سیکڑوں باتیں ایسی پیش آجاتی ہیں' کبھی ہم اُن کے خطوں کا جواب نہیں دیتے' کبھی فضول خط و کتابت سے اُن کا وقت گنواتے ہیں' اکثر ہم اُن سے ایسے سوالات کیا کرتے ہیں جنھیں تھوڑی سی فکر سے ہم خود حل کر سکتے ہیں' ہم اقرار کر لیتے ہیں لیکن یاد نہیں رکھتے' کچھ نہ کچھ بھیجنے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن بھیجتے نہیں' چیزیں عاریتہ منگاتے ہیں لیکن واپس نہیں کرتے' دوسروں کی چیزیں اپنے کام میں لاتے ہیں لیکن پھر انھیں اُن کی اصلی جگہ تک نہیں پہنچاتے' جب کوئی مصروف ہوتا ہے تو ہم جا کر اُس کے کام میں خلل ڈالتے ہیں' غرض اسی طرح اور بیسیوں باتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں ایک دوسرے کا وقت کس قدر ضائع کرتی ہیں۔ اگر ہمیں اپنے وقت کی کچھ قدر ہے تو پہلے ہمیں دوسروں کے وقت کی قدر کرنی چاہیئے۔

چاہے ہم اپنی زندگی کو کسی نیک اور بڑے کام میں صرف کرنے کی خواہشمند ہوں یا نہ ہوں' لیکن ہمیں اپنے وقت کا خیال رکھنا ہر حالت میں ضرور ہے۔ وقت کچھ ہماری چیز نہیں' بلکہ یہ بھی ایک امانت ہے جو خدا کی طرف سے ہمیں سپرد ہوئی ہے۔ ہم اپنے من مانے اسے استعمال نہیں کر سکتے۔ دوسری امانتوں کی طرح اسے بھی پاک سمجھنا چاہیئے۔

وقت کے تین حصے ہوتے ہیں گذشتہ، موجودہ اور آیندہ۔ حالات، عمر اور مزاج کے اعتبار سے اکثر آدمی ان میں سے کسی ایک بات کا بہت خیال کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ہمیں موجودہ وقت کی سب سے زیادہ قدر کرنا چاہیئے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وقت اُسی حالت میں فائدہ دے سکتا ہے کہ ہم اپنے پچھلے زمانے کے تجربے اور اصول سے مدد لیکر کام کریں اور آیندہ زمانے پر اپنے مقصد کی کامیابی کے لیے، جس پر زندگی کا دارومدار ہوگا نگاہیں گڑی رکھیں۔

خدا میرا نگہبان ہے

ای خداوندِ دو عالم! تو نگہبان ہے مرا
دستِ قدرت میں ترے سررشتۂ جان ہی مرا

جادۂ صدق و صفا میں تو ہے میرا راہبر
توہی یا رب! رہنمائے دستِ امکان ہی مرا

موت کے سایہ میں ہی جو وادی اندیشہ ناک
پھر رہا ہوں اسمیں لگیا پھرنے سے نقصان ہی مرا

ساتھ تو ہر وقت ہی میری، یہ ہی مجھکو یقین
تو ہر اک آفت میں حامی ہے۔ یہ ایمان ہی مرا

توہی یا رب! میری دستِ ناتوان کا ہی عصا
گو ہمت توہی ہے اور توہی چوگان ہی مرا

خوانِ نعمت غیب سے مجھکو عطا کرتا ہی تو
ورنہ میں تا رزق پہنچوں کب یہ امکان ہی مرا

سیکڑوں میں دہرکے ہوں آہ! دہ مستِ الست
تیرے سرجوشِ کرم سے جام جوشان ہی مرا

توہی درمان ہی دلِ رنجور کا، ربّ کریم!
ورنہ کوئی کب شریکِ دردِ پنہان ہی مرا

ڈھانک نے پردہ مرا ای میرے ستارِ عیوب
یعنی آلودہ بہت دامانِ عصیان ہی مرا

وہ عناصر کا ہیولی ہوں کہ ہوں نقشِ فنا
ہوں وہ مجموعہ کہ شیرازہ پریشان ہی مرا

شیوۂ ملت میں میرے کفرِ نعمت ہی گناہ
شاکرِ رحمت ہوں، شاکر! شکر ایمان ہی مرا

شاکر

بُرائی کی جڑ

ایک ڈراما جس میں ہندوستانی مسیحی جماعت کے رسوم و طریق معاشرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے

دوسرا ایکٹ

پہلا سین - پادری کرشن راؤ کے مکان کا ایک کمرہ -

مسز کرشن راؤ سخت علیل اور پلنگ پر دراز ہیں -

مسز کرشن راؤ - ڈیزی - ڈیزی -

ڈیزی - ہاں ماما! آپ کو کیا چاہیئے؟

مسز کرشن راؤ - کیا اِس وقت رابرٹ آئے گا؟

ڈیزی - میں صحت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی - آپ جانتی ہیں کہ وہ ہفتے کے درمیانی دِنوں میں بالعموم نہیں آتا - علاوہ ازیں آج کل اُس کے دفتر میں کام بھی زیادہ ہے -

مسز کرشن راؤ - اِس وقت میں اُس کو دیکھنا چاہتی ہوں - آرنی کو بھیجو کہ جاکر اُسے بلا لائے -

ڈیزی - میں آرنی کو بلاتی ہوں، آپ خود اُسے کہہ دیجیے [آرنی کو بلاکر لاتی ہے]

مسز کرشن راؤ - آرنی! رابرٹ سے جاکر کہو کہ میں اُس کو دیکھنا چاہتی ہوں - اسے اپنے کھانے کا انتظار نہ کرنا چاہیئے - آج وہ یہاں ہی کھانا کھائے گا - (آرنی چلا جاتا ہے) ڈیزی! میرے قریب آکر بیٹھ جاؤ - میں تم سے کچھ خاص باتیں کہنا چاہتی ہوں - (ڈیزی قریب آجاتی ہے) عزیز ڈیزی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب میرے خاتمہ کا وقت قریب آگیا - مجھے بہت تکلیف اور بے چینی ہے - اپنی عزیز بچی سے جُدا ہونا، بہت شاق ہے - لیکن مجھے افسوس نہیں ہے - تم ہمیشہ مجھ سے محبت کے ساتھ پیش آئیں، اور خدا جانتا ہے کہ میرا برتاؤ بھی ہمیشہ تمھارے ساتھ اچھا رہا ہے - لیکن میرے دل پر ایک بوجھ ہے، اور میں

چاہتی ہون کہ جانے سے پہلے یہ ہلکا ہو جائے۔ تم جانتی ہو کہ مین رابرٹ کو کس قدر پیار کرتی ہون۔ مین اور اُس کی والدہ، دونون ہم جماعت تھین۔ ہم دونون مین بے حد دوستانہ تھا۔ یہ ہماری محبت اور دوستی ہی تھی کہ میرے چچا زاد بھائی کے ساتھ اُس کی شادی ہو گئی۔ وہ جوانی ہی مین مر گئی۔ جب وہ بستر مرگ پر تھی تو اُس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ مین اُس کے بیٹے کو اپنا بیٹا سمجھونگی۔ اب جبکہ مین قریب المرگ ہون، مین کہہ سکتی ہون کہ مین نے حتے الامکان اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے۔ مگر اُس کے متعلق میری ایک خواہش ہے۔ مین دل سے چاہتی ہون کہ اُس کی شادی تمہارے ساتھ ہو۔ مین جانتی ہون کہ تم دونون کو ایک دوسرے سے محبت ہے، اِس سے تمہاری زندگی یقینًا خوشی سے بسر ہوگی۔ شادی شدہ زندگی مین ضروری چیز باہمی محبت ہی ہے۔ اگر میان بیوی مین کامل محبت ہے، تو کوئی چیز اُن کو جدا نہین کر سکتی۔

ڈیزی۔ ماما! تم بہت کمزور ہو، اور زیادہ بولنا مضر ہوگا۔

مسنر کرشن راؤ۔ لیکن اِس سے زیادہ طاقت اَب مجھ مین نہین آ سکتی۔ جو کچھ مین کہنا چاہتی ہون، وہ مجھے کہہ لینا چاہیئے۔ مجھے بولنے سے منع نہ کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے والد کی یہ خواہش ہے کہ مسٹر رام کرشن آئر کے ساتھ تمہاری شادی ہو، کیونکہ وہ برہمن مسیحی ہے، اور متمول بھی ہے۔ ذات کیا ہے؟ کیا ہم مسیحیون کی کوئی ذات ہے؟ اور روپیہ! یہ ایسی چیز نہین ہے کہ ہم اِس کا زیادہ خیال کرین۔ کیا زرسے رُوح کی اُشتہا کم ہو سکتی ہے؟ نیکی سب سے بڑی ذات اور دلی اطمینان بہترین تمول ہے۔ ڈیزی، میری گڑیا! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم رابرٹ کے ساتھ شادی کروگی؟

ڈیزی۔ ماما! مین اور رابرٹ ہمیشہ بھائی بہن کی طرح رہے ہین۔ مین اُس کو اُتنا ہی پیار کرتی ہون جتنا ایک بہن اپنے بھائی کو پیار کر سکتی ہے۔

مسنر کرشن راؤ۔ ہان! یہی محبت دوسری قسم کی محبت مین تبدیل ہو سکتی ہے، یعنی اُس محبت مین جو ایک عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ ہونی چاہیے۔ تم دونون کو ایکدوسرے سے واقف ہونیکا بہت موقعہ ملا ہے، لہذا شادی کے بعد تمہاری زندگی بہت اچھی طرح گزریگی۔ شادی سے پہلے مین

تمہارے والد سے بالکل ناواقف تھی۔ میرے والدین نے یہ انتظام کیا تھا جسکو میں نے قبول کیا۔ لیکن شادی سے پہلے ہی میں اُنسے محض اِس بنا پر محبت کرنے لگی تھی کہ وہ میرے شوہر ہونگے۔ کیا میں اِس میں کامیاب نہوئی؟ بیشک انسان میں غلطیاں بھی ہوسکتی ہیں۔ مگر کون انسان ان سے خالی ہی؟

ڈیزی۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص سے محض اِس لیے محبت ہوجائے کہ وہ شوہر بننے والا ہے!

مسز کرشن راو۔ پہلے کسی سے محبت کرنا اور پھر اُس سے شادی کرنا، یہ مغرب کا عام دستور ہے، لیکن مشرق میں جو دستور ہے وہ بالکل اِس کے برعکس ہے، اور درست بھی ہے۔ ہندوستان میں ہزارہا بیویاں ایسی ہیں جنھوں نے شادی سے قبل اپنے شوہروں کو کبھی نہیں دیکھا اور نہ اُن کی نسبت کچھ جانتی تھیں، لیکن اُن کی شوہر پرستی اور وفاداری میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔ ستیا اور شکنتلا محض قصے کہانی کی عورتیں نہیں ہیں، بلکہ یہ وہ نمونہ ہیں جن کی جھلک آج صدہا ہندوستانی بیویوں کی زندگی میں نظر آرہی ہے۔

اچھا، ڈیزی! اب تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میری خواہش کو پورا کروگی۔

ڈیزی۔ ماں! اگر یہی آپ کی مرضی ہے، تو مجھے انکار نہیں۔

مسز کرشن راو۔ بس، یہ کافی ہے۔ یقیناً اِس انتخاب پر تم کبھی ناخوش نہوگی۔ ابھی میں بہت کچھ تم سے کہنا چاہتی ہوں، لیکن مجھے قدرے آرام کی ضرورت ہے۔ مجھے تھوڑی دیر سو لینے دو۔ جب رابرٹ آئے تو مجھے بیدار کردینا (پنکھا جھلنے سے روکتی ہے)۔

رابرٹ اور آرنی دبے پاوں آتے ہیں۔ رابرٹ سیدھا ڈیزی کی طرف جاتا ہے، جو اُس کی طرف بڑھ رہی ہے۔

رابرٹ۔ کہو ڈیزی! اب انٹی کیسی ہیں؟ اُن کی بیماری کا حال سُن کر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ کسی کو اتنا خیال نہ آیا کہ مجھے اُن کی خبر دیجاتی۔ میں ہفتہ بھر دفتر کے کاموں میں بیحد مصروف رہا۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ اُن کی حالت نازک ہے؟

ڈیزی۔ ہاں! میرا تو یہی خیال ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر نے پاپا سے کہا تھا کہ ان کا قلب کمزور ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتی ہیں گویا اب اُن کی زندگی خاتمہ پر ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا چاہیے

پاپا بھی یہاں نہیں ہیں۔

رابرٹ۔ کیوں، وہ کہاں گئے ہیں؟

ڈیزی۔ ڈیلور میں کوئی مشنری کانفرنس ہے، اُسی کی شرکت کے لیے گئے ہیں، اور غالباً بدھ سے قبل نہیں آئیں گے۔

رابرٹ۔ خیر، اِس کی کوئی فکر نہیں۔ عورتیں خفیف بیماری کو بھی موت کا پیام سمجھتی ہیں۔ وہ ایک روز میں اینٹی تندرست ہوجائینگی۔ جاکر انھیں میرے آنے کی خبر تو کر دو۔

ڈیزی۔ تم خود جاؤ۔ تمھیں دیکھکر وہ بیحد خوش ہونگی۔

[رابرٹ دبے پاؤں مسز کرشن راؤ کے کمرہ میں داخل ہوتا ہے۔ آرنی باہر چلا جاتا ہے]

مسز کرشن راؤ۔ تم ہو، رابرٹ! تم بہت اچھے لڑکے ہو کہ خبر پاتے ہی آگئے۔

رابرٹ۔ اینٹی! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ مجھے آپ کی علالت کا حال مطلق معلوم نہ تھا۔

مسز کرشن راؤ۔ میں تو عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہوں، رابرٹ۔ مگر گذشتہ ہفتہ سے قبل کسی نے میری بیماری کو خطرناک نہیں سمجھا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ اب میرا وقت آگیا۔ اگر تم اِس وقت نہ آتے تو یقیناً قبر کے اِس پار مجھے نہ دیکھ سکتے۔

رابرٹ۔ اینٹی! یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟ آپ ابھی نہیں مرنیگی۔

مسز کرشن راؤ۔ نہیں، بچہ! اب میں جاتی ہوں۔ لیکن اِس کے باعث میں آزردہ یا غمگین نہیں ہوں۔ موت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اُس سے خوف کیا جائے؛ یہ تو آئندہ زندگی کا دیباچہ ہے۔ یا وہ دروازہ جس کے ذریعہ سے ہم اُس عالم میں داخل ہوتے ہیں جہاں مسرت ہی مسرت ہے، اور جہاں ہم اپنے خدا کو "روبرو ہو کر دیکھیں گے"۔ میں موت سے ہرگز نہیں ڈرتی۔ لیکن، رابرٹ! اُن کا خیال مجھے ضرور ہے، جو میرے پیچھے رہ جائیں گے، ورنہ مرنے کے لیے میں بالکل تیار ہوں۔ (اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہیں) رابرٹ! کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟

رابرٹ۔ ہاں، اینٹی! مجھے آپ سے محبت ہے!

مسز کرشن راؤ۔ کیا ڈیزی سے بھی تم کو محبت ہے؟

رابرٹ۔ آنٹی! آپ جانتی ہیں کہ میں اس دنیا میں تنہا ہوں۔ باپ، ماں، بھائی، بہن کوئی بھی دنیا میں میرا نہیں۔ میں ڈیزی کو اپنی بہن سمجھتا ہوں۔ میں اتنا ہی اس کو پیار کرتا ہوں جتنا بہن کو کیا جاسکتا ہے۔

مسز کرشن راؤ۔ صرف بہن کی طرح؟ اگر میں تم کو اس کے ساتھ شادی کرنے کے لیے کہوں، تو؟

رابرٹ۔ اس نقطۂ نظر سے میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا لیکن .... (کچھ دیر ٹھہر کر) .... اگر یہی آپ کی خواہش اور مرضی ہے تو میں اس پر بھی آمادہ ہوں۔ کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ آپ فرمائیں اور میں اس کو نہ کروں۔ آپ کا چھوٹے سے چھوٹا حکم بھی میرے لیے ویسا ہی متبرک اور قابلِ عمل ہے جیسا میری والدۂ مرحومہ کا حکم!

مسز کرشن راؤ۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ تم ڈیزی سے صرف اس لیے شادی کرو کہ یہ میری خواہش ہے۔ تمھیں بذاتِ خود اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے۔ خدا سے دعا مانگو، وہ تمھیں ہدایت دیگا۔ شادی گڑیوں کا کھیل نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ ایک بہت ضروری مسئلہ ہے۔ زندگی کی رفتار پر شادی کا بہت اثر ہوتا ہے۔ بے سمجھے بوجھے اس پر آمادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ خوب غور کر لو اور تب مجھ کو جواب دو! ——— کیا یہ انتظام تم کو پسند ہے؟

رابرٹ۔ ہاں، آنٹی! میں دل سے اس انتظام کو پسند کرتا ہوں۔

مسز کرشن راؤ۔ اچھا، تو یہ معاملہ طے ہو گیا کہ تم میری لڑکی سے شادی کرو گے اور اس کو خوش رکھو گے۔ خدا تم کو برکت بخشے! ذرا ڈیزی کو بلاؤ۔

[رابرٹ دروازے پر جاکر ڈیزی کو آواز دیتا ہے]

رابرٹ۔ ڈیزی! تم کو آنٹی بلا رہی ہیں۔ [ڈیزی آتی ہے]

ڈیزی۔ ہاں، ماما! کیا کہتی ہو؟

مسز کرشن راؤ۔ میرے قریب آجاؤ۔ رابرٹ! میں نے ڈیزی سے سب کچھ کہہ دیا ہے۔ یہ ہر بات سے واقف ہے۔ لیکن، بچو! میں یہ چاہتی ہوں کہ تم دونوں میری موجودگی میں اس کا عہد کرو۔

تم لوگ ضرور یہ خیال کروگے کہ بیماری نے مجھے بوکھلا دیا ہی۔ لیکن خیر تمہیں سب کچھ بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ آؤ، دونوں میرے قریب آجاؤ (مسنر کرشن راؤ اپنی بیٹی ڈیزی کا ہاتھ رابرٹ کے ہاتھ میں دیتی اور اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کرکے، دعا کرتی ہیں) "اے باپ! اپنی برکت اپنے ان بچوں پر نازل کر اور بخش کہ یہ اپنی زندگی کے دن تیری محبت اور تیرے خوف میں بسر کریں اور آخر میں ہم سب کو تو ابدی مکانوں میں جگہ دے۔ آمین!" اچھا بچو! اب مجھے بوسہ دو۔ (وہ دونوں تعمیل کرتے ہیں) - ایک قریب المرگ ماں کی برکت تمھارے سروں پر قایم ہے۔ اب میں بہت خوش ہوں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے شانوں پر جو بوجھ تھا، وہ ایکدم جاتا رہا۔ اُس وقت کو میں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتی جس میں تم دونوں شوہر اور بیوی کے رشتہ میں منسلک ہوگے۔ لیکن میری رُوح خوش ہی، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں کس کے ہاتھ میں اپنی لڑکی کو چھوڑتی ہوں۔ تم لوگوں کو میرے جذبات کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ماں کا دل ہمیشہ اپنے بچوں کی خوشی کا طالب ہوتا ہی۔

ڈیزی۔ اماں! اب تمہیں آرام کرنا چاہئے۔ زیادہ بولنا آپ کے لیے اچھا نہیں ہے۔ نیز رابرٹ نے کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔

مسنر کرشن راؤ۔ رابرٹ! بہتر ہے کہ تم جاکر کھانا کھالو لیکن گھر جانے سے قبل مجھ سے ملتے جانا۔ نہیں معلوم کھانا تیار بھی ہے کہ نہیں۔ ڈیزی! جاکر دیکھو تو (ڈیزی باہر جاتی ہے) - رابرٹ! تم مجھ سے سچے دل سے وعدہ کرو کہ تم میری بیٹی سے سچی دلی محبت رکھو گے۔

رابرٹ۔ ہاں، امّی! میں دل سے وعدہ کرتا ہوں۔

مسنر کرشن راؤ۔ ڈیزی ذرا کھلنڈری ہے۔ اس کی عمر، جیسا کہ تم خود جانتے ہو، بیس سال کی ہی مگر اُس کو اِس کا احساس نہیں ہی، اُس میں ابھی تک لڑکپن کی خوبو باقی ہو۔ رفتہ رفتہ یہ باتیں جاتی رہیں گی۔ لیکن خواہ اُس میں کتنی ہی کوتاہیاں کیوں نہوں، وہ محبت کے قابل ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ تم کو خوش رکھے گی۔ اُس سے خوب محبت کرو، اور وہ ویسی ہی بنجائیگی جیسی تم چاہو گے۔ کوئی خرابی ایسی نہیں ہی جو محبت کے اثر سے دُور نہ ہوسکے۔

رابرٹ۔ میں ہمیشہ اچھا سلوک کرنے اور محبتی شوہر بننے کی کوشش کروں گا۔ کیا یہ کافی ہوگا!

مسز کرشن راؤ۔ یہ کافی ہے، باقی کے لیے میری نظر خدا پر ہے۔

[آرنی کمرے میں داخل ہوتا ہے]

ارنسٹ۔ رابرٹ! ڈیزی تم کو کھانے کے کمرہ میں بلا رہی ہیں۔

[رابرٹ کھانے کے لیے چلا جاتا ہے]

مسز کرشن راؤ۔ آرنی! تم میرے پاس ٹھہرو۔ میں چاہتی ہوں کہ کوئی میرے پاس رہے (تکیہ کے نیچے سے بائبل نکال کر آرنی کو دیتی ہیں) ۹۰۔ زبور پڑھو۔ (ارنسٹ زبور پڑھتا ہے۔ اُس کی والدہ آنکھیں بند کیے سن رہی ہیں۔ زبور ختم ہونے سے پہلے ہی وہ ایک دم اُٹھ بیٹھتی ہیں) آرنی! اس جگہ میرے بہت سخت درد ہے۔ (دل پر ہاتھ رکھکر) آہ! بڑی تکلیف ہے میں نہیں لیٹ سکتی۔

[ارنسٹ تکیوں کا سہارا دیتا ہے]

ارنسٹ۔ ماما! کچھ ہو گیا؟

مسز کرشن راؤ۔ نہیں نہیں۔ (اُٹھنے کی کوشش) آہ! میں ....اس .... درد کو ....نہیں ... برداشت .... کر .... سک .... تی .... ڈے .... زی .... کو .... بلاؤ ....

ارنسٹ۔ ڈیزی! ڈیزی! جلدی آؤ۔ [رابرٹ اور ڈیزی بھاگے ہوئے آتے ہیں]

ڈیزی۔ (گھبراہٹ میں چلاکر) ماما! ماما! ——— ارے آرنی ڈاکٹر کو بلالا۔

رابرٹ۔ ڈیزی! چلاؤ نہیں۔ اینٹی کے دل کو اور زیادہ صدمہ ہوگا۔

مسز کرشن راؤ۔ میں لیٹ نہیں سکتی۔ آہ! چارپائی بھی تو چبھ رہی ہے۔ آہ! میرے بچو! .... میں .... اپنے شوہر .... کو .... دیکھنا .... چاہتی ہوں۔

ڈیزی۔ ماما! پاپا تو ویلور گئے ہیں، اور آج رات کو نہ آسکیں گے۔

مسز کرشن راؤ۔ کچھ پروا نہیں۔ اُن سے کہہ دینا کہ میں اُن سے، اور تم سب سے بھی، آسمان میں ملونگی۔ (آہ!) ہم سب کے لیے .... وہ کیسا مبارک .... وقت ہوگا۔ میری .... زبان .... رابرٹ! میں اب نہیں .... بول .... سکتی۔ مجھے سنبھالو۔

رابرٹ۔ اینٹی! آپ آرام سے لیٹ جائیے۔

مسز کرشن راؤ۔ مجھے پیاس لگی ہے۔ (ڈیزی پانی میں تھوڑی سی برانڈی ملاکر اپنی والدہ کو پلاتی ہے)

رابرٹ۔ ڈیزی! خوش رہو... میرے بچو!... مین اپنے... نجات دہندہ... کے پاس... جاتی ہون... خوش رہو... خدا... تم کو... برکت بخشے... وہ دیکھو... ایک نورانی فوج... میرا... انتظار... کر رہی ہے... میری لاڈلی... بچی... گریس... بھی اُن مین... ہے... مین آتی ہون... مین آتی ہون... خدایا!... میرے گناہون کو بخش... اور اپنی حضوری... مین مجھے... قبول کر!...

[مسز کرشن راؤ پشت کی طرف گرتین اور ان کا طائرِ روح پرواز کر جاتا ہے]

ڈیزی۔ ہائے ماما!... خدایا! مین کیا کرون.....

[ڈیزی بیہوش ہو کر گرتی اور رابرٹ اس کو سنبھالتا ہے]

(باقی آیندہ)

پلشم

آئینہ ہستی

واہ کیا ہی شان تیری اے مرے پروردگار
قدرتون پر جان صدقے۔ رحمتون پر دل نثار

کیسی پیاری صورتین تو نے بنائین دلفریب
باغ عالم مین تری گلکاریان ہین آشکار

قطرۂ ناچیز کو دریاے بے پایان کیا!
ایک مشتِ خاک کو تو نے یہ بخشا افتخار

کیسے کیسے تو نے انسان خلق مین پیدا کیے
فاقہ کش، محتاج، مفلس ہین تو کوئی تاجدار

اک پھٹے کمبل مین کوئی بیخود و سرشار ہے
ہے کسی کے زیبِ سر تاج و کلاہِ زرنگار

بیکس و ناچار ہے افلاس کے ہاتھون کوئی
مال و زر رکھتا ہے اپنے پاس کوئی بیشمار

دیکھکر نیرنگی عالم کی حالت چار سُو
انقلاب دہر سے ہم ہو رہے ہین بیقرار

حال دُنیا نے کیا ہی دل کو برسون پائمال
کیون نہ پھر ہے سے ہجوم یاس و غم ہو اشکار

گلشنِ ہستی مین یون شبنم کو گریان دیکھکر
حضرتِ غالب کا پڑھتا ہون یہ مطلع بار بار

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

اوج (گیاوی)

تیرے لئے!

اس سے زیادہ محبت کوئی شخص نہین کرتا کہ اپنی جان اپنے
دوستون کے لیے دیدے (یوحنا ۱۵/۱۳)

خون مین نے، آہ! اپنا تیرے لیے بہایا   تیغ جفا کا شکوہ، لیکن نہ لب پہ لایا
پابند قید عصیان تھا تو، اسے مجھے چھڑایا   دامن سے معصیت کا دھبہ ترے مٹایا
خواب گران سے تجھ کو، او بے خبر جگایا   تھی مردہ روح تیری، مین نے اسے جلایا
تو نے مجھے دیا کیا؟ دی مین نے جان تجھکو
ہاتھون کا زور بخشا، او ناتوان! تجھکو

تیرے لیے جہان مین ایذا بہت اٹھائی   صدمے جگر پہ جھیلے، سینے پہ چوٹ کھائی
پیارے وطن کی مجھ کو گو شاق تھی جدائی   غربت مین مجھ کو لیکن فریاد تیری لائی
مصلوب ہو کے مین نے جان حزین گنوائی   دنیا کے رنج و غم سے تا ہو تجھے رہائی
تو نے نہ مجھکو لیکن دی داد جان نثاری
مین خون رویا۔ تیرے آنسو ہوئے نہ جاری

تیرے لیے زمین پر اترا مین آسمان سے   ٹپکا مین اشک بنکر چشم گہر فشان سے
تھی گو نہ مجھکو الفت اس تیرہ خاکدان سے   صحرا مین تیری خاطر، آیا مین گلستان سے
آگاہ تو نہین کیا میرے غم نہان سے   بہتا ہے خون ابتک اس جسم ناتوان سے
مین عرش پر نہین ہون گویا صلیب پر ہون
ہون خاک پر تڑپتا، دو پارہ جگر ہون!

صدمے طمانچون کے وہ، کوڑون کی وہ اذیت   وہ ضبط، وہ تحمل، برداشت کی وہ عادت
اندوہ جانکنی کی ایذا وہ وقت رحلت   بالین پہ نزع مین وہ انبوہ یاس و حسرت

تیرے لیے اُٹھائی ہیں نے جہان کی زحمت　　تھا بیزبان، کہ لب پر آئی نہ کچھ شکایت
کچھ تو اثر ہو تیرے دل پر مرے الم کا
مین مانگتا نہین ہون تجھ سے صلہ کرم کا
پایا جو معصیت سے تجھکو اُداس مین نے　　ٹوٹی ہوئی بندھائی برسون کی آس مین نے
تعلیم حق تجھے دی، اے حق ناسپاس! مین نے　　توفیق توبہ بخشی، او بدحواس! مین نے
کی تیری نیکیون کی محکم اساس مین نے　　تھا تشنہ لب، بلاکر شفقت سے پاس مین نے
آبِ بقا پلایا دستِ کرم سے تجھکو
یعنی نجات بخشی دنیا کے غم سے تجھکو

دنیا کے غم کدے مین گو ہون الم کشیدہ　　بندہ ہون اے مسیحا! پر تیرا خون خریدہ
ہون اشکِ معصیت کا اک قطرۂ چکیدہ　　حرمان نصیب، بیکس، رنجور، غم رسیدہ
ہون دامِ آرزو مین صیدِ بخون طپیدہ　　تیری گلی مین ہون مین پا سے طلب بریدہ
توفیق دے وہ مجکو تیرا ہی دم بھرون مین
تیرے لیے جیون مین، تیرے لیے مرون مین
شاکر (میرٹھی)

قطعہ

جہان اب دن دہاڑے رات کا چھایا ہی سناٹا　　وہان اک شور و غل تھا، ایک میلا تھا، تماشا تھا
یہ میدان جس مین دو اک پیڑ سوکھے دیکھتے ہو تم　　یہی کچھ دن ہوئے اک باغ جنت کا نمونا تھا
نہ وہ حالت رہی باقی، نہ اِس حالت مین کو کھٹکا　　مگر اتنا کہ گویا خواب سا اک ہم نے دیکھا تھا
وہ اندھے ہین، جو سب سے پوچھتے ہین "آگے کیا ہوگا"
مبصر دیکھتے ہین، آج کیا ہے اور کل کیا تھا!
نادر (مرحوم)

مسٹر جی جوزف (بیرسٹرایٹ لا مدراس) اور مسٹر پی سی بھٹاچارجی (بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ) کے انتہا پسندانہ خیالات کو اپنی جماعت کے حق میں مضر سمجھتے ہیں اسی طرح ہم پادری واعظا جو محبل لال ایم اے (دہلی) اور ڈاکٹر بے جے گوش ایم اے (الہ آباد) کے مشنریانہ خیالات کو بھی اپنی جماعت کی قومی ترقی کے منافی سمجھتے ہیں بہر حال ہندوستانی مسیحی جماعت کو غایت دور اندیشی اور دانائی سے کام لینا چاہیئے، مبادا بعد کو کف افسوس ملنا پڑے۔

سرکاری طور پر ہندوستانی مسیحی جماعت کا عدم وجود برابر ہے۔ امپیریل کونسل اور پراونشل کونسلوں کا تو ذکر ہی کیا، میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں ہی میں بالعموم ہماری جماعت کو حق نیابت حاصل نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ آئی سی اے کو اپنی جماعت کے اس استحقاق حق کے لیے سر توڑ کوشش کرنا چاہیئے۔ لکھنؤ میں آئی سی اے کی جو کانفرنس منعقد ہوئی تھی، اس میں ہمیں یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ ایک صاحب اس بات پر مصر تھے کہ ایک رزولیوشن اس مضمون کا پاس ہو کہ انڈیا کونسل میں ہندوستانی مسیحی جماعت کو بھی ایک سیٹ عطا کی جائے۔ یہ تجویز خواہ کیسی ہی عمدہ اور بادی النظر میں کتنی ہی خوشکن کیوں نہ ہو، مگر ہم اس کو مضحکہ خیز ہی کہیں گے۔ ہندوستان کی کونسلوں میں تو آج تک یہ استحقاق حاصل نہیں ہوا، مگر آپ انڈیا کونسل کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ پہلے ہندوستان کی کونسلوں میں سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اور بالخصوص میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں، بعد ازاں سمندر پار کے خواب دیکھیئے گا!

ہمارا خیال تھا کہ ہمارے صوبہ کی عام زبان اُردو یا ہندوستانی ہے، مگر آئی سی اے کانفرنس کونسل کے حال کے اجلاس میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات دیکھی گئی کہ تمام کارروائی انگریزی میں ہوئی۔ ڈاکٹر گھوش ایم اے نے ایک رزولیوشن کے متعلق جب اُردو میں تقریر کی تو بعض لوگ چلا اُٹھے اور صاحب صدر سے درخواست کی کہ ایک "اجنبی" زبان میں تقریر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس پر جلسہ ہی میں ایک صاحب نے یہ پھبتی کہی کہ یہ جلسہ آئی سی اے کا نہیں ہے بلکہ انڈین کرسچن گریجوایٹس کا اجتماع ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ دوسرے دن کے جلسہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔ کیا پراونشل کانفرنس کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کی تمام کارروائی انگریزی زبان میں ہو۔

ڈاکٹر آر آر نیمس بی اے، ایم بی وسی ایم آر سی ایس (لندن)، ایل آر سی پی وایس (لنڈن) قائم مقام سول سرجن گوراپیٹ (ضلع وزگاپٹم) کپتان رسل صاحب آئی ایم ایس کے بجائے، جنھوں نے چھ ماہ کی رخصت لی ہے، جنرل شفاخانہ (مدراس) کے ریذیڈنٹ میڈیکل آفیسر مقرر ہوگئے ہیں۔ مبارک!

ہندوستانی پاسبانوں کی کانفرنس (متعلقہ میتھوڈسٹ مشن) جو ماہ اکتوبر میں بمقام لکھنؤ منعقد ہونے والی تھی، چند ماہ کے لیے ملتوی ہوگئی۔ اس التوا کی خاص وجہ یہ ہے کہ ان دنوں مختلف مقامات میں ڈسٹرکٹ کانفرنسیں ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے احتمال تھا کہ بہت کم لوگ کانفرنس میں شریک ہو سکیں گے اب یہ کانفرنس ماہ مارچ میں بمقام بریلی منعقد ہوگی۔ x

ہمین معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایک صاحب "نما" ہندوستانی مسیحی نے جو اپنی بعض "خوبیون" کی وجہ سے ہندوستانی مسیحی جماعت کی شرکت اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے "اینگلو انڈین ایسوسی ایشن" مین شریک ہونے کی غیر معمولی کوششین کی تھین۔ ہم کو اُن کے ساتھ دلی ہمدردی ہے کہ اُن کی وہ لاجواب کوششین بیسود ثابت ہوئین۔ مجبوراً انھین اب پھر آئی سی اے کی طرف رجوع ہونا پڑا ہے سچ ہے "مرتا کیا نہ کرتا"۔

صوبجات متحدہ کے مسیحی طلبا کی کانفرنس امسال پھراتھو (ضلع الہ آباد) مین ۱۵ لغایت ۱۸ نومبر سنہ ۱۷ء منعقد ہوگی۔ بعض سربرآوردہ حضرات بھی اس مین شریک ہونگے، جسکی وجہ سے یقین کیا جاتا ہے کہ کانفرنس کا تمام وقت نہایت خوبی و عمدگی سے گزریگا۔

آنریبل سید رضا علی نے صوبجات متحدہ کی کونسل مین ایک سوال پیش کیا تھا، جس کا گورنمنٹ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ اس صوبہ مین تین ہندو، ایک مسلمان اور پانچ مسیحی انسپکٹرون کو قائم مقام ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ پر ترقی دی گئی ہے۔ ایک دوسرے سوال کے جواب مین کہا گیا کہ ترقیان موزونیت و قابلیت کے وسیع اصول پر عمل مین آتی ہین، جس مین کسی کے مذہب کا کچھ لحاظ نہین ہوتا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جن پانچ مسیحیون کو یہ ترقی عطا ہوئی ہے، وہ ہر طرح پر اس کے اہل تھے۔ ہم اپنے صوبہ کی گورنمنٹ کا دلی شکریہ ادا کرتے ہین۔ اس نے ہماری جماعت کے چند ممبرون کی "موزونیت و قابلیت" کا اعتراف کیا۔

۱۵ نومبر سنہ ۱۷ء کو کانپور مین سی ای کنونشن منعقد ہوگی۔ ایپورتھ لیگ اور سنڈے اسکول بھی اسی مین شامل ہین۔ اس کنونشن کے جلسے چار روز تک ہون گے۔ جو لوگ کنونشن مین شریک ہونے کا ارادہ رکھتے ہین، اپنے عندیہ سے پادری ایس ایم گلم صاحب (کانپور) یا پادری اے رلارام بی اے (الہ آباد) کو اطلاع دین۔

امریکن مرہٹی مشن احمد نگر کے پادری این وی تلک صاحب جو مرہٹی زبان کے ایک مشہور و معروف شاعر ہین اپنی خدمات سے مستعفی ہو گئے ہین۔ آپ اپنی بقیہ زندگی سنیاسی کے طور پر بسر کرینگے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہین ہے کہ خدانخواستہ وہ انجیل کی خدمت سے بھی مستعفی ہو گئے۔ نہین، وہ اب بھی آنریری طور پر امریکن مرہٹی مشن کے سلسلہ مین کام کرین گے۔ پادری تلک صاحب کی یہ خود انکاری قابل تحسین ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے درخواست کرتے ہین کہ پادری تلک صاحب کو اپنی دعاؤن مین یاد رکھین۔

یکم اکتوبر سنہ ۱۷ء کو مدراس وائی ایم سی اے مین ہندوستانی مسیحیون کا ایک دلکش اجتماع ہوا، جس مین چند بڑے صاحب اثر پراٹسٹنٹ، سُریانی اور رومن کیتھولک مسیحی شامل تھے۔ اس جلسے کا یہ مقصد تھا کہ صاحب سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا کی خدمت مین پیش کرنے کے لیے ایک اصلاحی اسکیم مرتب کی جائے۔ مسٹر ایم ڈی دیواداس اس جلسہ کے صدر تھے جس مین چار رزولیوشن پیش ہو کر پاس ہوئے۔

میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ مین باہتمام مسٹر ایچ ایچ کول سپرنٹنڈنٹ چھپا اور پادری ... نے مقام ... سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر اے (۹۱۱)

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عہ — منروا پریس لکھنؤ (اودھ) سے شایع ہوا — قیمت فی پرچہ ۳؍

واقعات ورائین

انڈین سِول سروس کے گزشتہ امتحان مقابلہ مین پہلے اور دوسرے نمبر پر جو دو امیدوار مسٹر وی این رودبن اور مسٹر سینندرناتھ گپتا کامیاب ہوئے ہین، وہ دونون ہندوستانی مسیحی ہین۔ کامیاب امیدوارون مین تیسرا نمبر مسٹر جے رتنم، سیلون گورنمنٹ کے ایک وظیفہ خوار کا ہی۔ مسٹر جے رتنم بھی مسیحی ہین کچھ شک نہین کہ یہ ایک ایسی کامیابی ہی جس پر ہندوستان اور سیلون کی دیسی مسیحی جماعت کو ناز اور بجا ناز ہو سکتا ہی۔

مِس ہلڈا لازرس بی اے، ایم بی، بی سی (مدراس) و ایم آر سی ایس (لندن ڈبلن) جو الٹیر کے مسٹر ڈی لازرس کی دخیر نیک اختر ہین، ان کا تقرر ویمنس میڈیکل سروس مین ہوا ہی۔ جہان تک ہمین علم ہی یہ پہلی ہندوستانی مسیحی خاتون ہین جن کا تقرر ایسے ممتاز عہدہ پر ہوا ہی اور یقیناً ہماری جماعت کے لیے یہ ایک اعلیٰ اعزاز ہی۔

ہندوستان مین مسیحیت کو جو روزافزون فروغ حاصل ہو رہا ہی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہی کہ ہر روز تین سَو اشخاص مسیحی گلہ مین شامل ہوتے ہین۔ کیا روئے زمین پر کوئی اور مذہب ترقی کی ایسی نظیر پیش کر سکتا ہی؟

بہت افسوس کی خبر ہی کہ سردار دیدار سنگھ صاحب متعلقہ چرچ آف اسکاٹلینڈ، گجرات پنجاب، نے بعمر ساٹھ سال ۱۲ر نومبر ۱۹۱۷ء کو اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ مرحوم کھیوڑہ کے ایک ممتاز سہگل خاندان کے نام لیوا تھے۔ اِن کے آبا و اجداد نے ہنگامہ ۱۸۵۷ء مین برٹش گورنمنٹ کی قابل قدر خدمات انجام دی تھین، جن کا تذکرہ سر گریفن نے "پنجاب چیف بُک" مین کیا ہی۔ سردار دیدار سنگھ نے ۱۹ برس کی عمر مین مسیحی مذہب اختیار کیا تھا۔ مسیحی ہونے کے بعد آپ کی عمر کا زیادہ تر حصہ گجرات مین بسر ہوا۔ ۲۵ برس تک آپ گجرات میونسپل کمیٹی کے ممبر رہے۔ اِس وقت آپ گجرات میونسپل کمیٹی و ڈسٹرکٹ بورڈ کے وائس پریسیڈنٹ اور آنریری مجسٹریٹ تھے۔ پبلک خدمات کے صلہ مین آپ کو تمغۂ قیصر ہند بھی ملا تھا۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ آٹھ نو سو آدمیون کا ہجوم تھا، جس مین ہر مذہب و ملت کے افراد شامل تھے۔ گجرات کے تمام مدارس سرکاری دفاتر اور عدالتین آپ کے اظہار ماتم مین بند ہو گئی تھین۔ آپ کی وفات سے صرف گجرات ہی کو نہین بلکہ پنجاب کی ہندوستانی مسیحی جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ آپ ہندوستانی مسیحی جماعت کے دلی خیرخواہ اور خیراندیش تھے۔ اِس موقعہ پر ہمین مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہی، اور ہماری دلی دعا ہی کہ خداتعالیٰ ان کو صبر جمیل عنایت فرمائے۔ ہم پادری آر ایم واعظ اور مسٹر جے ڈانیل سے مرحوم کے سوانحی حالات قلمبند کرنے کی درخواست کرتے ہین

شذرات

غیر مسیحیون سے ہمارے تعلقات
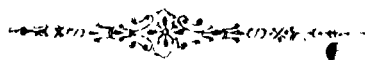
حال مین ہندوستانی مسیحی جماعت کے ایک معزز تعلیم یافتہ اور آزاد خیال فرد مسٹر سرکار نے اس سوال کے جواب مین اپنا خیالات کیا ہی کہ غیر مسیحیون کے ساتھ ہمارے تعلقات کیونکر خوشگوار ہو سکتے ہین۔ ضرورت ہی کہ ہماری جماعت مسٹر سرکار کے خیالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ مسٹر سرکار کی راے مین اُس اجنبیت و علیحدگی کو دور کرنے کے لیے جو بالعموم مسیحیون اور غیر مسیحیون مین پائی جاتی ہی سب سے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ وہ دیوار مسمار کر دی جائے جو اِن کے درمیان مین حائل ہی اور اِس کا بہترین طریقہ یہ ہی کہ ہم (ہندوستانی مسیحی) اپنے غیر مسیحی برادرانِ ملک کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرین ہمین تمام قومی تحریکون مین اُن کا ساتھ دینا چاہیے۔ بعض اوقات اور بالخصوص مذہبی تعلیم و تلقین کے وقت ہم لوگ اُن سے فریسیون کی طرح پیش آتے ہین۔ یعنی خود کو تو پاکیزگی کا پتلا سمجھتے ہین اور اُن کو گناہ اور ذلت کی کیچڑ مین لت پت۔ اگر اِس طریقہ پر اُن کو انجیل کی خوشخبری دی جائے گی تو قطعی ناممکن ہی کہ وہ اس کو منظور و قبول کرین۔ ہمین اِس بات کو محسوس کرنا چاہیے کہ ہم اور ہمارے غیر مسیحی برادرانِ ملک ایک روحانی تحریک اور کشمکش کی حالت مین ہین اور ہمین باہمی امداد

محبّت کی ضرورت ہے۔ نہایت نامناسب ہی کہ ہم اُن کے ساتھ اس طرح پیش آئین کہ گویا اُن سے مل کر ہمین نقصان پہنچا یا اُن سے ملنے جُلنے مین کسی قسم کا فائدہ متصور نہین۔ روحانی جنگ کے متعلق ہمین ہندو سادھوؤن سے بہت مفید سبق مل سکتے ہین۔

غیر مسیحیون کی مذہبی زندگی سے مسیحیون کو کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہین؟ اس سوال کے جواب مین مسٹر سرکار نے فرمایا کہ ہمارا اہم ترین فرض یہ ہے کہ ہم مسیح کو تلاش کرین، اور ہم مین اِس قدر مذہبی شغف پیدا ہو جائے کہ ابتدائی رسولی زمانہ کی نظیر قائم کر سکین۔ اِس مقصد کی تکمیل مین مشرقی خیالات وجذبات سے ہمین بہت کچھ مدد مل سکتی ہی۔ بلکہ میرا تو یہ خیال ہی کہ ازمنۂ گزشتہ کے حالات سے بھی ہم لوگ کافی فائدہ حاصل کر سکتے ہین۔ ملک ہندوستان کے خیالات اُس وقت تک ہماری طرف بند دل نہونگے، تاوقتیکہ ہمارے درمیان قدیم رشی کُل کی نظیرین قائم نہو جائین، یا اُنھین کی مانند کوئی اور سلسلہ۔ ہماری مذہبی زندگی کا اظہار آشرمون کے ذریعہ سے ہونا چاہیے۔ ہندوستانی مسیحی جماعت کو ایسے مسیحی سادھوؤن کی ضرورت ہے جن کو خداوند کا نیا علم ہو اور وہ اس کی زندگی کی سچائی کو ایک جدید پیرایہ مین ظاہر کر سکین۔ جدید مذہبی درسگاہون کی بھی ضرورت ہی جن مین ہمارے موجودہ نام نہاد معلّمون (مثلاً پاسٹر صاحبان) کی بجاے سچے گرو اور تعلیم دینے والے پائے جائین یعنی ایسے اُستادونکی جگہ جو مسیح تک پہنچنے کا راستہ دُور سے بتاتے ہین، ہمین ایسے رہنماؤن کی ضرورت ہے جن کے ذریعہ سے ہم مسیح تک پہنچ سکین۔

ناظرین! یہ ہین مسٹر سرکار کے خیالات، اور ہماری رائے مین یہ نہایت مناسب وانسب ہوگا کہ ہندوستانی مسیحی جماعت اِن پر غور کرے۔

آلہی خدمت کے لیئے خصوصیت

پاکیزگی، خود انکاری اور بنی نوع انسان سے ہمدردی ایسی صفات ہین جن کو ہر شخص نہ صرف پسند کرتا ہی بلکہ اُن بزرگون کی عزت وتعظیم بھی کیجاتی ہی جن مین یہ صفات پائی جاتی ہین۔ شروع شروع مین جب ہندوستان مین مسیحیت کا آغاز ہوا اُس وقت ایسے بزرگ اس جلالی خدمت پر مامور تھے،

جن کا نام آج تک ہماری زبانون پر ہی۔ مثلاً فادر شواز، فادر تیسکی، فادر: یو تیر، ولیم کیری، ڈاکٹر ڈف وغیرہ۔ یہ اُن کی مخصوص شدہ زندگی اور کس وناکس سے میل جول ہی کا نتیجہ تھا کہ اُن کی خدمات مظفر و منصور ہوئین۔ موجودہ زمانہ کے مشنری صاحبان مین سخت تلاش وجستجو کے بعد بھی یہ صفات نظر نہین آتین۔ اسکی کیا وجہ ہے بصرف یہی کہ ان لوگون کا عملدرآمد زیادہ تر قواعد وضوابط پر ہی۔ یہ امر موجب صد مسرت واطمنان ہی کہ پادری این دی تلک صاحب (متعلقہ امرکین مرہٹی مشن، احمدنگر) آیندہ آنریری طور پر مشنری خدمات انجام دین گے۔ پادری تلک صاحب کا یہ قابل تحسین فعل ہندوستان کی روایات کے عین مطابق ہی۔ بہت سے والیان ملک اپنے تخت وتاج کو خیرباد کہکر جنگلون کی راہ لیتے ہین تاکہ اپنی زندگی کے آخری ایام مین اپنے نیک کامون کے ذریعہ سے لوگون کو فائدہ پہنچائین اور یاد الٰہی مین مصروف رہین تلک صاحب کی یہ خودانکاری محض اس غرض سے نہین ہی کہ وہ اپنے بقیہ ایام یاد الٰہی مین گزارین، بلکہ خاص مقصد یہ ہی کہ وہ لوگون کو مسیح کی طرف کھینچین۔ کاش، ہندوستان مین اور بھی ایسے اشخاص پیدا ہون جو اپنے خداوند کی خدمت مین خلوص دلی اور حقیقی جوش سے مصروف رہین۔ ہندوستان کو ایسے بہت سے اعزازی کارگزارون کی ضرورت ہے اور ہماری دلی دعا ہی کہ پادری تلک صاحب کے نمونہ سے اُن لوگون کو ہمت حاصل ہو جو اس کے لیے تیار ہین۔ ہم دعا کرتے ہین کہ خدا تعالیٰ پادری تلک صاحب کو اپنے اس عزم بالجزم پر قائم وبرقرار رکھے اور انھین اپنی برکتون سے مالامال کرے۔

ہندوستان اپنے فلسفہ والٰہیات کے لیے چاردانگ عالم مین مشہور ہی اور اس گئے گزرے زمانہ مین بھی مذہب وروحانیت کا جس قدر چرچا ہندوستان مین ہے کسی دوسرے ملک مین نہین پایا جاتا۔ مگر افسوس ہی کہ مشنری صاحبان نے اہالیان انگلستان، یورپ وامریکہ کے سامنے ہمیشہ ہندوستان کا صرف ایک ہی پہلو پیش کیا اور اس مین ہمیشہ غیر معمولی مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لیا ہے۔ یہ مشنری صاحبان کی ان تھک کوششون ہی کا نتیجہ ہے کہ ممالک غیر مین باشندگان ہند کو "وحشی" سے زیادہ کچھ اور نہین سمجھا جاتا۔ مگر مشنری صاحبان بیچارے کیا کرتے؛ وہ اپنی مادی اغراض کی وجہ سے مجبور تھے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ممکن ہی کہ

انھین ان ممالک کے دیندار مسیحیون سے اس قدر روپیہ نہ مل سکتا جس قدر اس حیلے سے مل رہتا ہے۔ ان کا یہ فعل قابل ستائش ہے کہ قابل ملامت ؟ ہم اس کے متعلق کچھ لکھنا نہین چاہتے۔ اُن کا ضمیر اگر مُردہ نہین ہے تو خود اُن کو ملامت کرے گا۔ اگر ہندوستانی مسیحی جماعت میں روحانیت کا فقدان رہا ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہو سکتی ہے کہ ہمارے مشنری صاحبان نے کوئی قابل تقلید مثال پیش نہین کی۔ ہندوستان مین مشنری صاحبان کا رویہ بالعموم وہی رہا ہے جس پر خداوند کے وہ الفاظ صادق آتے ہین جو متی ۲۳ باب مین مرقوم ہین۔ باوجود ان سب باتون کے ہماری جماعت مین آج بھی تلک، اتابل ڈیوڈ، سندر سنگھ، للتھومل وغیرہ افراد موجود ہین جن پر ہم کو ناز اور بجا ناز ہو سکتا ہے۔

مشنون مین اتفاق واتحاد

ایڈنبرا کانفرنس کا بہترین نتیجہ جو ظہور مین آیا ہے وہ یہ ہے کہ مختلف مشنون مین اتفاق و اتحاد قائم ہو گیا ہے۔ کچھ شک نہین کہ ایسے مشنرین کا جو ایک دوسرے کو ایک حد تک بیدین و دغا باز سمجھتے تھے آپس مین متفق و متحد ہو جانا ترقی کا ایک زبردست ثبوت ہے لیکن ہندوستانی مسیحی جماعت کو بالعموم یہ شکایت ہے کہ مشنریون کا یہ باہمی اتفاق و اتحاد اس قدر مفید ثابت نہین ہوا جتنی امید کی جا سکتی تھی کانفرنس مین ایک تجویز پیش ہوئی تھی جس کا یہ منشا تھا کہ تمام مشنون مین مناد و ن اور دیگر کارگزارون کے مشاہرہ کا ایک ہی معیار ہو یعنی کسی مشن مین اُس شرح سے کم یا زیادہ تنخواہ کسی ہندوستانی کارگزار کو نہ دی جائے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہین کہ اس تجویز پر ہندوستان مین کس حد تک عملدرآمد ہوا ہے۔ بعض اوقات سُننے مین آتا ہے کہ ایک ہندوستانی مسیحی کارگزار دوسری مشن مین محض اس لیے ملازمت حاصل نہین کر سکا کہ جس مشنری کے زیر سایہ اس نے کام کیا تھا انھون نے دوسرے مشنری کو، جو اُسے بُلانا چاہتے تھے، یہ تحریر کر دیا کہ اُس کو نہ بُلایا جائے۔ ایسی تحریرون مین بعض اوقات کارگزار پر بے بنیاد الزامات واتہامات بھی عائد کیے جاتے ہین۔ ہم نہایت صاف گوئی کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت کرتے ہین کہ مشنریون کا یہ طرز عمل پسندیدہ نہین کہا جا سکتا۔ کسی خاص آرگنائزیشن کے نقائص دریافت کرنا ہمارے

مراخلت میں داخل نہیں ہے اگر مشنری صاحبان کو یہ جتا دینا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اُن کے اِس طرزِ عمل سے ہمارے ہندوستانی بھائیوں کی دلجمعی و تشفی نہیں بلکہ دلشکنی ہوتی ہے۔ تعلیم یافتہ اور قابل ہندوستانی مسیحیوں کے مذہبی خدمت اختیار نہ کرنے کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ وہ اِس قسم کے سلوک کو شک و شبہہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ہندوستانی اور یورپین تہذیب

حضور وائسرائے نے اپنی اُس عمدہ تقریر میں جو آپ نے امپیریل کونسل (منعقدہ شملہ) میں فرمائی تھی، باہمی امداد و سلوک پر بہت زور دیا تھا۔ اِس سلسلہ میں آپ نے سر رابرٹ بارڈن کی بھی ایک مشہور تقریر کا حوالہ دیا۔ سر رابرٹ بارڈن نے ۱۸ مئی گزشتہ کو جو تقریر کینیڈا کے پارلیمنٹ میں فرمائی تھی اُس میں ہندوستان کی اُس امداد و اعانت کا بھی ذکر کیا تھا جو اُس نے جنگ میں روپیہ اور آدمیوں کے ذریعہ سے دی۔ سر رابرٹ نے فرمایا تھا کہ "ہمیں اِن سب باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔ ہندوستانی تہذیب و معاشرت ہماری تہذیب و معاشرت سے مختلف ہے، بلکہ بعض حالات میں وہ ہماری تہذیب و معاشرت سے قدیم بھی ہے۔ ہندوستانی تہذیب و معاشرت کا معیار نہایت اعلیٰ ہے۔ اُنکی تہذیب میں آئیڈیل ازم (تخئیل) کو دخل ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری تہذیب کے مقابلہ میں اُنہیں مٹیریل ازم (مادیت) بھی زیادہ ہو۔ اِسکے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ آیا ہندوستانی تہذیب بہتر ہے کہ یورپین تہذیب۔ لیکن میں نہایت زور کیساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہندوستانی تہذیب و معاشرت کی عزت و تعظیم ہم پر فرض ہے!"

ظاہر ہے کہ سر رابرٹ کے اِس بیان میں اجتماع ضدین واقع ہوا ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ ہندوستانی تہذیب میں آئیڈیل ازم کی بھی کثرت ہے اور مٹیریل ازم کی بھی؟ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو، مگر ہم اِس پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہم اپنی جماعت سے یہ درخواست ضرور کرنا چاہتے ہیں کہ اِن الفاظ پر غور کرے۔ سر رابرٹ جس ہندوستانی تہذیب و معاشرت کو عزت و تعظیم کے قابل سمجھتے ہیں، ہماری جماعت اُسی تہذیب و معاشرت سے دن بدن کوسوں دور ہوتی جا رہی ہے۔ اِس بیگانگی کا نتیجہ ہر حال میں مضر ثابت ہوا ہے، اور آیندہ بھی مضر ہی ثابت ہوگا۔ عام مثل ہے کہ انسان کچھ کھو کر ہی سیکھتا ہے، مگر تعجب ہے کہ ہماری جماعت نے اب تک کچھ نہیں سیکھا حالانکہ

وہ اپنی قومی عظمت وشہرت کو کھو چکی ہے!

وای ایم سی اے کی فائدہ رسانی

وای ایم سی اے اُن تمام نیک کامون کے اظہار کا ایک ذریعہ ہی جن کے باعث انسان ترقی کرسکتا ہی۔ اِس انجمن کا خاص مقصد اگرچہ یہ ہے کہ ہم اُس کامل انسان کے کمال تک پہنچین جس نے اس دُنیا مین زندگی بسر کی، لیکن یہ اُس ہمدردی کی قدر وقیمت کو بھی کسی طرح کم نہین کرتی جس کے ذریعہ سے انسان کمال کو حاصل کرسکتا ہے۔ اس ہمدردی کے لیے ہندوستان پر انجمن مذکور کا شکریہ واجب ہی۔ اِس انجمن کے کام کی دو صورتین ہین جن پر ہم زور دینا چاہتے ہین، اور جن کی نسبت ہمارا یہ خیال ہی کہ اب تک ہمین کافی طور پر اِن کا احساس نہین ہوا۔ یہ درست ہی کہ یہ ایک خالص مسیحی تحریک ہی، مگر اِس مین مسیحی اور غیر مسیحی دونون برابر کے حصہ دار ہین، اور دونون کو ایک ہی حق حاصل ہی، اور دونون کو کشادہ دلی کے ساتھ بلا کسی امتیاز وفرق کے اُس مین شرکت کی دعوت دی جاتی ہی۔ دوسری قابل ذکر بات یہ ہی کہ جو مادی جسمانی یا دماغی امداد کسی کو دی جاتی ہی، اس کی غرض وغایت یہ نہین ہوتی کہ وہ مسیحیت کی ثنا وصفت کا آلہ بنجائے، اگرچہ وائی ایم سی اے کے کام کا مدعا ومقصد روحانی ومسیحانہ ہی ہی۔ حال مین بمبئی وای ایم سی اے کی طرف سے مجروح سپاہیون کے لیے ایک چھاؤنی قائم کی گئی ہی۔ اُسی پر غور کرتے ہوئے ہمارا ذہن متذکرہ بالا اوصاف وخصوصیات کی طرف جو بجاے خود قابل وقعت ہین منتقل ہوا ہی۔ ہم اپنے ناظرین کو یقین دلانا چاہتے ہین کہ اِس کام مین مالی منفعت اور نام ونمود مقصود نہین ہی، بلکہ یہ نیک کام بنی نوع انسان کی بہتری وبہبودی کی غرض سے کیا گیا ہی، اور اِس کا خاص مقصد یہ ہی کہ ہندوستانی سپاہیون کو ان کی ضروریات بہم پہنچائی جائین۔ وہ خاص بات جس پر ہم زور دینا چاہتے ہین، یہ ہی کہ وہ کام جس کو خود باشندگان ہند کو اپنے ہاتھ مین لینا چاہئے تھا، وہ ایک غیر ملکی انجمن کے ذریعہ سے انجام پا رہا ہی، اور یہی وہ کام ہی جس سے انجمن مذکور کی بیغرضانہ ہمدردی کا اظہار ہوتا ہی۔ کچھ شک نہین کہ وائی ایم سی اے کا یہ مفید ونیک کام مسرت وہ ہی۔ مگر افسوس وتعجب ہی تو یہی کہ باشندگان ہند کو کیون اپنے فرائض کا احساس نہین ہوتا۔ اگر ہم صاف صاف

اس بات کا اظہار نہ کرین تو یہ امر ہماری صاف گوئی کے منافی ہوگا۔ تجاران بمبئی اور نیز سندو سھا ئفن کو اس موقعہ پر اپنی انسانی ہمدردی و حب الوطنی سے کام لینا مناسب تھا۔ کیا وہ خواب غفلت مین ہین؟ مسز بیسنٹ نے بھی ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن کے جواب مین ایک انجمن بنام ینگ مینس انڈین ایسوسی ایشن قائم کی تھی۔ کیا ہم دریافت کرسکتے ہین کہ اس موقعہ پر اس نام نہاد انجمن نے کیا کام کیا؟ کیا یہ افسوس کی بات نہین ہو کہ برادران ملک مسیحی تحریکون کی مخالفت تو نہایت زور شور سے کرتے ہین، مگر عملی کام ان سے کچھ بھی نہین ہوتا۔ کیا صرف مخالفت کرنا ہی انکا فرض ہو؟

شکر و شکایت

ہم اُن تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہین جنھون نے زندگی کے متعلق مفید صلاح و مشورہ سے ہماری مدد کی ہو۔ ہماری درخواست ہو کہ دیگر حضرات بھی جن کو زندگی سے ہمدردی و دلچسپی ہو، اپنی اپنی آرا سے سرفراز فرمائین تاکہ یہ تصفیہ کرنے مین آسانی ہو کہ آیندہ کس قسم کے مضامین زندگی مین درج کیے جائین۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کو فراموش نکرنا چاہیے کہ بالفعل ہم اس قسم کے مضامین زندگی مین درج کرنے کے لیے تیار نہین ہین جن کا تعلق ہندوستانی مسیحی جماعت سے نہو۔ ہم زندگی کو ہندوستانی مسیحی جماعت کا ترجمان بنانا چاہتے ہین۔ ایسے مضامین کی اشاعت کے لیے جن کے مخاطب صحیح غیر مسیحی برادران ملک ہون، زندگی کے صفحات مین گنجائش نہین ہے۔ ۱۹۱۸ء کے لیے ہم ایک پروگرام مرتب کرتے ہین، اور زندگی کے مضامین آیندہ سال اسی کے مطابق ہونگے۔ یہی وجہ ہو جس کے باعث ہم اپنے معاونین کا عندیہ معلوم کرنا چاہتے ہین۔

ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہو۔ انسانی طبائع کی افتاد مختلف ہوتی ہو لہذا یہ ضروری نہین کہ جس چیز کو آپ پسند کرتے ہین، دوسرے بھی اسکو پسند کرین۔ ایسے موقعہ پر ہندوستانی مسیحی جماعت کے عام مفاد پر نظر ہونی چاہیے۔ گنجائش نہین کہ ہم اُن تمام خطوط کا انتخاب و اقتباس درج کرین جو ابتک ہمین زندگی کے متعلق موصول ہوئے ہین، ورنہ ناظرین کو بخوبی اندازہ ہوجاتا کہ کسی ایڈیٹر کی جان کس عذاب مین مبتلا رہتی ہو، مگر بمصداق مشتے نمونہ از خروارے بعض خطوط کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

(۱) زندگی مین جو قصہ برائی کی جڑ کے نام سے نکل رہا ہو وہ بالکل فضول ہو۔ اسکو بند کردینا مناسب ہے۔

(۲) بُھلائی کی جڑ نہایت دلچسپ سلسلہ ہی اور جسقدر حصہ اب تک نکل چکا ہی وہ ہو بہو ہندوستانی مسیحی جماعت کی تصویر ہی۔ (۳) خدا کا شکر ہی کہ اب ہماری جماعت مین بھی ایک پرچہ ہو گیا جس کو ہم فخر کے ساتھ ہندو مسلمانون کے سامنے پیش کر سکتے ہین۔ (۴) زندگی کو دیکھکر مجھے ہنسی آتی ہی کہ آخر آپ نے اینگلس غرض سے جاری کیا ہی۔ بالکل فضول اور غیر ضروری پرچہ ہی۔ (۵) مین آپ کو داد دیتا ہون کہ آپ زندگی کو توجہ و محنت سے تیار کرتے ہین۔ (۶) اناپ شناپ مضمون چھاپنے سے کیا حاصل؟ ذرا غنیمت سے کام لیجئے! (۷) زندگی مین ہندو مسلمانون کے اُن اعتراضات کا بھی جواب درج ہونا چاہیئے، جو اُن کی طرف سے مسیحی مذہب پر کیے جاتے ہین۔ (۸) یہ آپ نے اچھا کیا کہ زندگی کو مذہبی مجادلہ و مناظرہ کا میدان نہین بنایا۔ (۹) زندگی کی عبارت زیادہ سلیس اور عام فہم ہونی چاہیئے۔ (۱۰) نظم و نثر کیا بلحاظ مضمون اور کیا بلحاظ زبان، دونون داد کے قابل ہین۔ اِن اقتباسات سے اندازہ ہو سکتا ہی کہ ہمین کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہی کیا ایسی حالت مین ہم ہر شخص کو خوش کر سکتے ہین؟

پادری حمید الدین صاحب سالک، پروفیسر ایل صادق صاحب بی اے، اور مسٹر ایس ڈی ملہوترا کا شکریہ بھی ہم پر فرض ہی جنھون نے توسیع اشاعت کے ذریعہ سے ہمین مرہون منت فرمایا۔ توقع ہی کہ دیگر حضرات بھی اِس جانب توجہ مبذول فرمائین گے۔

خوشی کی بات ہی کہ بعض حضرات کو زندگی کی قلمی اعانت کا بھی خیال ہوا۔ مگر ہمین افسوس ہی کہ اِن مین بیشتر مضامین ایسے ہین جن کو ہم زندگی مین شائع کرنے کے لیے تیار نہین مثلاً کسی شہری کے دورہ کی کیفیت پڑھکر ہندوستانی مسیحی جماعت کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ یا جھولنا محل (گورداسپور) کی تاریخ سے ہماری جماعت کو کیا تعلق؟ منظومات کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ ہے۔ جو نظمین ہم کو موصول ہوئی ہین، وہ تقریباً تمام اسی پایہ کی ہین جیسی بالعموم نور افشان یا کوکب ہند مین شائع ہوتی ہین۔ ہمین افسوس ہی کہ ہم ایسی "تک بندیون" کو زندگی مین درج نہین کر سکتے۔ ایسے حضرات سے ہم صرف یہی کہہ سکتے ہین کہ ع

مجھ پہ احسان وہ کرتے جو نہ احسان کرتے!
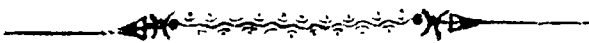
معذرات مسیحی

مسیحی مذہب پر حملے اور ان کی مدافعت

ہمنے اپنے اس مضمون کے لیے ایک غیر مانوس محاورہ وضع کیا ہے "معذرات" سے مراد عذر خواہی ہو لیکن در اصل ہمارا منشا اس محاورہ کے استعمال سے مسیحی مذہب کے حملون کی مدافعت اور مسیحی عقائد کی مدلل تشریح ہے۔ بجائے خویش یہ ایک علم قرار پا گیا ہے جس کا مسیحی علوم مین بڑا اہم رتبہ ہے۔ مخالفون کے اعتراضون کی معقول تردید اور مسیحی اصولون کی فلسفیانہ توضیح اس کا اہم فرض ہے۔ انگریزی مین یونانی الاصل اصطلاح' اپولوجٹکس (APOLOGETICS) رائج ہے۔ اردو مین مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے "علم الکلام" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے' لیکن غلط فہمی سے بچنے کے لیے ہم نے نیا لفظ وضع کرنا مناسب سمجھا بعض الفاظ اور اصطلاحات خاص مذاہب سے تعلق رکھتی ہین' اگر دوسرے مذہب کے لوگ انھین استعمال کرین تو بڑی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ مثلاً " دان پن" کا وہی مفہوم نہین جو خیرات و زکواۃ کا ہے! نہ "برت" اور "روزہ" ہی مترادف ہین۔ اس طرح جب " میلاد شریف" سننے یا پڑھنے مین آتا ہے تو اس سے فوراً حضرت محمدؐ کی ولادت مفہوم ہوتی ہے، مگر بعض مسیحی شعرا نے خواہ مخواہ خداوند کی پیدائش پر اس محاورہ کو چسپان کر دیا ہے' جو غیر مناسب ہے۔ ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ایسے موقعون اور خیالون اور دستورون کے لیے خاص الفاظ اور محاورے وضع کرلین جس سے مسیحی مفہوم بخوبی ادا ہو اور غیرون کو کسی قسم کی غلط فہمی مین مبتلا ہونیکا احتمال نہ ہے اس ضروری تمہید کے بعد اب ہم اپنے اس اہم مضمون کی طرف رجوع ہوتے ہین۔

معذرات مسیحی سوقت ظہور پذیر ہوا جب مسیحی مذہب نے جنم لیا کیونکہ جب اس نئے عقیدہ کی یہودیون اور غیرون کی طرف سے مخالفت شروع ہوئی تو رسولون اور دیگر صادق القول مسیحیون نے اپنے نئے عقیدہ کو بچانے کی کوشش شروع کر دی۔ چونکہ زمانہ اور ملک کے اعتبار سے مختلف قسم کے اعتراض ہوتے چلے آئے اس وجہ سے اس پر تاریخی نظر ڈالنا ضروری

ہے۔ اور اخیر مین اس امر کی طرف مسیحی عالمون کی توجہ مائل کرنا واجب ہوگا کہ وہ اپنے ملک
اور اہل وطن کے عقائد اور اعتراضات کا لحاظ کرکے بطور خود غور و فکر سے کام لین اور
ہندوستان کے لیے جداگانہ معذرات مسیحی مرتب کرین۔ گو اس اہم کام کی انجام دہی مین
ہم اپنے مغربی بھائیون کے طریقہ مناظرہ و استدلال سے بہت کچھ کام لے سکتے ہین مگر اس
مین بھی اس ملک کی آب و ہوا کا خیال کرکے قطع برید کی اشد ضرورت ہوگی۔

ابتدائی زمانہ

مسیحیت کے آغاز سے لیکر تیسری صدی کے شروع تک معترضون کے حملے اس قدر اصولون
کے خلاف نہ تھے جتنے مسیحیون کی طرز معاشرت کے متعلق ہوتے تھے۔ مثلاً اعمال
۲ ۱۵-۱۶ مین پنتیکوست کے روز جب عوام نے رسولون کو طرح طرح کی بولیان بولتے سُنا
تو انھین شراب کے نشہ مین مخمور تصور کیا۔ مگر پطرس نے انھین کہا۔ ہم نے کوئی شراب نہین
پی جیسا تم گمان کرتے ہو۔ کیونکہ ابھی تو تیسرا پہر ہے۔ بلکہ جیسا جوئیل نبی کی معرفت کہا گیا تھا
ویسا ہوا ہے۔ اول دو صدیون کے مسیحیون کا طریقہ معذرات یہ تھا کہ وہ نہ صرف اپنی رفتار
گفتار ہی کو بچاتے تھے بلکہ مخالفون کو جواب دینے کے بعد ان پر اعتراض کر دیتے تھے۔
اُس زمانہ کے مشہور عالم جسٹن شہید ارستادیس، ملیطہ باشندہ سارڈیس مین نیوس،
فیلکس تاشیان، اور ترتلیان وغیرہ تھے۔ تیسری صدی کے بعد مخالفون نے اپنا پہلو بدلا
اور ذاتیات سے اتر کر اصولی بحث شروع ہوئی۔ اس کے قبل کے مخالفون مین سب سے
بڑا آدمی حکیم سلسوس تھا جس نے پندرہ بیس سال کی گہری چھان بین کے بعد مسیحی
مذہب پر حملہ کیا اور اپنے زعم مین اسے دریا برد کر دیا۔ مگر "ہر فرعونے را موسیٰ" اوریجن
ایسا یونانی مسیحی عالم نکلا جس نے سلسوس کے بخیے اُدھیڑ ڈالے اور اس کی ساری حکمت
اور فلسفہ کی دھجیان بکھیر کر اس کا قضیہ مٹا دیا۔ افلاطونی طبقہ کے سکندری حکیم اور
جولیان ایسے رند بائبل کی تضحیک کرنا اپنا خاص کام سمجھتے تھے۔ مگر مسیحی عالمون نے
بھی نئی ضرورت دیکھکر مخالفون کو اسی قسم کا دندان شکن جواب دیا۔ اس گروہ کے عالمون مین
اوریجن، ارنیوس، لکٹینشس، سیرل سکندری (جس نے جولیان مرتد کی گوشمالی کی
تھی)، سکریوس گگنس اور مسیحی عالمون کا فخر آگسٹین ہین۔ اُنھون نے مسیحی عقیدہ کی توضیح اور

حفاظت کی۔ بعدازان زمانہ نے جو پلٹا کھایا تو عقیدہ کی بجائے مختلف مسیحی مسلّمات پر حملے ہونے لگے۔
اس دور مین فلسفیانہ بحث کی ولادت ہوئی جو قرون وسطیٰ کی خصوصیت ہے۔ مسیحی عالمون مین ہم
بشپ انسلم، آبالارد اور ٹامس اکوے نس کو سب سے ممتاز پاتے ہین۔ انسلم جس کا انتقال
۱۱۰۹ء مین ہوا تھا بہت مشہور ہے۔ استدلال لمّی (A PRIORY) کا موجد ہے۔ اس نے
اسی طریقہ سے خدا کی ہستی ثابت کی جو انٹالاجیکل (ONTOLOGICAL) کی دلیل
کہلاتی ہے۔ آبالارد (ABELARD) فرانسیسی تھا جس نے ۱۱۴۲ء مین وفات پائی۔
اپنے زمانہ کا بہت تیز قلم اور بلند فکر بزرگ تھا۔ اس نے یہودی اور مسیحی فلسفہ بصورت مکالمہ
تصنیف کر کے دائمی شہرت حاصل کی۔ اکوے نس اٹلی کا مشہور فلاسفر اور عالم الٰہیات تھا
جو اس زمانہ کے فلسفی استادون کا سردار قرار دیا گیا ہے۔

اٹھارھوین صدی مین نئے حالات پیش آئے۔ ڈی ازم (DEISM) کا زور ہوا۔ مسیحی
مخالفت کا نیا دور | مذہب کی جگہ "دین فطری" قائم کرنے کی کوشش ہوئی۔ اس زمانہ مین انگلستان
مین بشپ بٹلر نے اس کے استیصال مین "انالوجی" تصنیف کر کے سب سے بڑی خدمت
انجام دی۔ اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ڈیسٹ لوگون کے مسلّمات ہی سے یہ ثابت کر دیا کہ
مذہب فطری کو تسلیم کر لینے سے الہامی مذہب لازم آتا ہے۔ بٹلر کی "انالوجی" (ANALOGY)
یعنی "استدلال تمثیلی" نہایت مستند کتاب ہے۔ بعدازان ڈیوڈ ہیوم نے معجزون پر حملہ کیا،
پیلے صاحب نے "اثبات مسیحیت" لکھ کر اس کی قرار واقعی تردید کی، اور یہ کتاب معذرات
تی مین بہت اعلےٰ پایہ رکھتی ہے۔

انیسوین صدی باقی تمام صدیون سے نرالی ہے۔ اس کے دوران مین علوم مین گوناگون
انیسوین صدی اور علوم کی جدید ترقی | اور حیرت انگیز ترقیان عمل مین آئین۔ بڑے بڑے زبردست
مفکر پیدا ہوئے مثلاً ڈارون والس ہکسلے ہیگل اور قدیم یونانیون کے بعد ہربرٹ اسپنسر ایسا
عجیب وغریب حکیم پیدا ہوا، اور تمام پایہ تین علمی عقیدے ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی پازیٹوازم
(POSITIVISM) لاادریت (AGNOSTICISM) اور تشکک (SCEPTICISM)
ڈارون کی تحقیقات اور مسئلہ ارتقا کی مقبولیت کے ساتھ خیالات مین بھونچال آگیا۔

اب اہل فکر کا رخ ہی اور ہے۔ طبیعیات کیمیات ارضیات فلکیات اور دیگر علوم کی ترقیون کے سبب سے مخالفون نے مختلف اعتراضات کیے اور انھین مسیحی عالمون نے موجودہ ضروریات کا خیال کر کے جواب دیا۔ اس پر سینکڑون کتابین لکھی گئی ہین۔

موجودہ مخالفت کے دو بڑے گروہ ہین (۱) مسیحی مسلمات پر از روئے سائنس اعتراض کرنا (۲) بائبل کی تالیف اور ترکیب مین رخنہ نکالنا۔ یہ ہائر کریٹی سزم (HIGHER CRITICISM) یعنی تنقید خارجی کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیسوین صدی مین بھی یہی کیفیت موجود ہے۔ اس امر کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اب سوا ے چند سائنس دانون کے جن کا گروگھنٹال جرمنی کا دہریہ سائینس دان ارنسٹ ہیکل ہے اور کوئی محقق نہین جو مادہ پرستی کا مدعی ہو۔ بلکہ منکران مذہب مین جو لوگ ہین وہ خود کو اگناسٹک (لاادری) قرار دیتے ہین اور ان کا بیان یہ ہے کہ وہ خدا کی ہستی کے موافق یا مخالف ایسے زبردست ثبوت نہین پاتے جس کی بنا پر وہ اسے تسلیم یا تردید کرین۔ اس عقیدہ کی تردید مین بڑے بڑے مشہور عالمون نے زبردست کتابین لکھی ہین۔ دوسرے لفظون مین اس کے یہ معنی ہین کہ فی زمانہ یورپ مین دو قسم کے اعتراض جدید علمی تحقیقات کی روشنی مین کیے جاتے ہین۔ (اول) مسیحی مذہب کے بنیادی اصول پر بیالوجی طبیعیات فلکیات ارضیات وغیرہ کے جدید انکشاف پر یعنی ارتقائی پہلو سے کرتے ہین۔ (دوم) تاریخی تحقیقات اور چھان بین کے جدید طریقون کی بنا پر بائبل کی مختلف کتابون کی تصنیف تالیف اور ترتیب مین شک ظاہر کیا جاتا ہے۔ بلکہ ارتقائی طریقہ تحقیقات سے بائبل کی تعلیمات کی الٰہی ابتدا سے بھی انکار کیا جاتا ہے۔ طبقۂ اوّل کے حملون کی تردید مین سب سے پہلے خدا کی ہستی اور مسیحی تصور خدا معقول ثابت کیا جاتا ہے۔ گویا اول مرحلہ تھی آزم (THEISM) اعتقاد خدا ہے۔ اس کے ثبوت مین مذہب نطرتی کے استدلال اور مسلمات سے کام لیا جاتا ہے کیونکہ مخالفون کی بڑی بھاری تعداد اب بھی مذہب فطرتی کو تسلیم کرتی ہے اور اس سے مسیحی عذر خواہ مذہب الہامی پر استدلال لا کر مسیحی عقیدہ کو قابل تسلیم اور معقول ٹھہراتے ہین۔ اثبات خدا کی نسبت مسیحی علم یہ دعویٰ پیش کرتے ہین کہ خدا موجود ہے اور بغیر الہام کی مدد کے اس کا کچھ علم حاصل ہو سکتا ہے

اور اس کا ثبوت عالم و ما فی العالم سے ملتا ہے کیونکہ خدا نے اپنے کو موجودات میں ظاہر کیا ہے۔

اس کے متعلق حسب ذیل دلائل پیش کی جاتی ہیں۔ (۱) دلیل تواتر، جو (ARGUMENT OF GENERAL CONSENT) ایمان دار کے معنوی تجربہ سے ماخوذ ہے اور اس وجہ سے مخالف اس کے قبول کرنے میں تامل کرتا ہے لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ ابتدا سے آج تک تمام بنی آدم ہر زمانہ اور ہر ملک میں خدا کے قائل رہے تو یہ خارجی واقعیت بنجاتی ہے اور اس کا وزن نظرانداز کرنا دشوار ہے۔ (۲) سلسلۂ علل و معلولات بالفاظ دیگر یہ استدلال از اسباب و نتائج کہلاتا ہو (۳) حسن نظام عالم سے اعتراض و مقاصد عیان ہیں جسے پیلے صاحب کی ڈیزائن (DESIGN) کی دلیل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسے ہم غائت الغایات کا استدلال کہینگے۔ کائنات کے اندر جو حسن ترتیب اور قاعدہ عیان ہے وہ ایک ذی عقل فعل مختار علت العلل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (۴) انسان کی فکر کی پرواز کا موضوع اور مقصود خدا کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا بلکہ ہماری فکر کا وہ خود مصدر و محرک بنتا ہے۔ اسے آنٹالاجیکل استدلال (ONTOLOGICAL ARGUMENT) کہتے ہیں۔ (۵) شعور اخلاقی کی شہادت۔ انسان کا ضمیر آپ سے آپ بعض باتوں کو باقاعدہ قرار دیتا ہے اور اس کے اندر جس ہستی نے اس قسم کا جبلی امتیاز پیدا کیا ہے وہ خود خدا ہے مگر اس سے بالکل جدا ہے، اور انسان کو تحریک دیتا ہے۔ (۶) استدلال از واقعات تاریخ بنی آدم کی تاریخ کے جملہ واقعات کے اندر ایک خاص غایت نظر آتی ہے جس سے چشم پوشی محال ہے

مذکورہ بالا دلائل نیچرل تھیالوجی کے طبقہ سے متعلق ہیں اور انکے وسیلہ سے خدا کی حکمت قدرت دانائی ارادت فعل مختاری وغیرہ اوصاف ثابت ہوتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک انسان کیا حیثیت رکھتا ہے خدا کی ذات کیسا ہے؟ اور انسان کے لئے اس کے دل میں کس قسم کا احساس ہے؟ یہ باتیں مذہب فطری ظاہر کرنے میں قاصر ہے۔ اس وجہ سے قدرۃً ہمیں الہام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اور مسیحی مذہب اس کا قائل ہی نہیں بلکہ مدعی ہے۔ مسیحی مذہب کے اس عقیدہ پر مخالف اعتراض وارد کرتے ہیں اور مسیحی ایمان دار عالموں کو ان تردید کی ضرورت پیش

آتی ہے۔ اس ضمن مین مافوق الفطرت الہام پر (۱) ہمہ اوستی مذہب ڈی ازم اور جدید یجی ازم
وغیرہ کی طرف سے حملے ہوتے ہین جو ایک خدا کی ہستی کے قائل ہین۔ (دوم) عقائد منکران
خدا مثلاً دہریت لاادریت اور مادہ پرستی وغیرہ کی طرف سے بھی اعتراض ہوتے ہین۔ معجزہ
یا خرق عادت کی معقولیت قانون قدرت کے تعلق مین اور نیز الہام مافوق العادت کیساتھ
اس کا کیا نسبت ہے ثابت کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے۔ (سوم) مسیحی مذہب کی معنوی
افضلیت مذاہب نسبتی پر ظاہر کرنے کی حاجت بھی مسلمہ ہے۔ اس کے حریف بدھ مت
اسلام پارسی مذہب یہود دیو پرستی اور ہندو دھرم وغیرہ قدیم اور جدید عقائد ہین۔ ان کے
ساتھ اس کا مقابلہ کرکے اس کی لطافت اور بزرگی ظاہر کی جاتی ہے۔ بعد ازان وہان
سے یہ استدلال خداوند مسیح پر عائد ہوتا ہے جس مسیح یسوع کا انجیلون مین ذکر پایا جاتا ہے وہ
ایک تاریخی آدمی ہے اور جب اس کی قیامت تاریخی واقعہ ثابت کی جاتی ہے تو باقی معجزون
کو ثابت کرنا محال نہین۔ اگر مسیح یسوع کی تاریخی ہستی مسلمہ ہوگئی تو وہ دنیا کے لیے سب سے
بڑا اخلاقی معجزہ بنجاتا ہے اور اس کے ثبوت کے ساتھ باقی مسائل آپ سے آپ حل ہوجاتے
ہین۔ اس کے ثبوت مین مسیحی مذہب کی تاریخ اور اس کا اخلاقی اثر بنی آدم پر کیا ہوا؟ اس کے
ظہور پذیر ہونے سے دنیا مین کون کون سے مفید انقلابات وقوع مین آئے؟ اور اس سے
کون کون سی تمدنی خرابیان موقوف ہوئین؟ ان باتون کے تذکرہ سے اسے ثابت کیا جاتا
ہے۔ پھر یہ دکھایا جاتا ہے کہ مسیحی مذہب ہی مین یہ لاثانی خوبی ہے کہ ایمان دار کی باطنی حالت
بدل کر اسے نئی طاقت نئی قسم کی زندگی بسر کرنے کی ملتی ہے اور یہ سلسلہ قائم رہتی ہے۔
اس مین مسیحی مذہب کی الٰہی ابتدا اور مافوق العادت توضیح بیان ہے۔ اس مختصر مضمون مین ممکن
نہین ہے کہ معذرات کا خاکہ بھی بیان کیا جائے۔ شائد مناسب ہوگا کہ معذرات کی مختلف
صورتون کا اجمال دیا جائے اور تشریح بشرط فرصت آیندہ کے لیے اٹھا رکھی جائے۔ اس
وقت سب سے زیادہ زور مسیحی مذہب کے اخلاقی اثر پر دیا جاتا ہے یعنی یہ کہ اس پر ایمان
لانے سے ایماندار کی اخلاقی حالت مین حیرت انگیز انقلاب واقع ہوتا ہے اور یہ کہ دنیا
پر اس کی اخلاقی تعلیم کا جو نیک اور اعلےٰ اثر پیدا ہوتا چلا آیا ہے وہ بالکل بے نظیر ہے۔

مسیحی عالم مخالفون کی حجتون کی تردید مین جو دلائل پیش کرتے ہین انھین حسب ذیل گروہون
معذرات مسیحی کی بڑی دلائل | مین منقسم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) اقلیم موجودات۔ (۲) اقلیم فطرت انسانی
مملکت ما بعد الطبیعیات (۳) اقلیم اخلاقیات (۴) عالم روحانیات۔

اول۔ دو حصون مین منقسم ہے۔ (۲) کائنات کی شہادت (۱) جس مین مادیات حیات
اور ذہن کی قوتون سے استدلال کیا جاتا ہے (۲) غایت الغایات سے استخراج نتائج ہوتا ہے
(ب) مسائل قدرت (۱) معجزات۔ (۲) ارتقا (۳) مسئلہ وحدت الوجود۔ (۴) دکھ کا
سوال۔

دوم یہ بھی دو ہی حصون مین منقسم ہے۔ (۲) دلائل از واقعات تاریخ۔ (۱) مسیح اور
پرانے عہدنامے کی پیشگوییان۔ (۲) مسیح یسوع کی تاریخی ہستی از شخصیت۔ (۳) مسیح کی تعلیمات
ایک تاریخی واقعہ ہے (۴) مسیحی مذہب کی اشاعت کی تاریخ اور کلیسیائی ترقی (ب)
سائکالاجی کی دلائل (۱) مسیح کے شاگردون کی زندگی کا اہم انقلاب اور پولوس کا
مسیح کو قبول کرنا (۲) مسیحی دستورون اور قاعدون کی شہادت۔ (۳) مسیحی مذہب کی عہد بعہد
اشاعت اور ترقی (۴) اعتقاد کا دوامی اتحاد یعنی تمام مسیحی ایمانداروں کا اتفاق رائے سے
مسیح کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کرنا اور اسی سے گناہون کی معافی اور برکت حاصل کرنا۔
(۵) مسیحی مذہب کی روحانی اصلیت سے استدلال کرنا اسی کے تعلق مین مسیحی مذہب کی دیگر
مذاہب پر بزرگی اور لطافت ثابت کی جاتی ہے اور یہ بڑی زبردست دلیل ہے (ج)
مابعد الطبیعی دلائل۔ (۱) فراست ارادہ اور ضمیر سے استدلال کرنا (۲) شعور سے استدلال
(۳) تصور خدا سے استخراج نتائج (۴) سلسلۂ اسباب و نتائج۔ مخالف کہتے ہین کہ مسیحی
مذہب کے رسوم اور عقائد دیگر پرانے مذاہب و عقائد سے مستعار ہین اس وجہ سے وہ
کوئی خصوصیت نہین رکھتے۔ یہ حملہ حال مین ابتدائی قومون کے مذہبی دستورون اور
پرانے مذاہب کے مطالعہ کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ اس کی تردید مسیحی عالم قابلیت سے کرتے ہین۔

سوم۔ اقلیم اخلاقیات۔ اس کے بھی دو بڑے حصے ہین (ا) (۱) اقرار خدا کے لیے
حاسۂ اخلاق سے استدلال کرنا۔ (۲) خدا کے اعتقاد کا عالمگیر خیال اور مذہب کی عمومیت

(۳) انسان کا حاسۂ اخلاق ضمیر اور احساس گناہ۔ (۴) تاریخ عالم مین اخلاقی مقاصد کا پنہان نظر آنا (ب) (۱) واقعات کے اخلاقی خطہ سے مسیحی مذہب کے لیے دلائل پیش کرنا۔ (۲) مسیحی کتب مقدسہ۔ (۳) مسیحی مذہب کا ضابطہ اخلاق (۴) مسیح کی شخصیت اور اخلاقی نصب العین۔

چہارم۔ مملکت روحانیہ یعنی روحانی تجربہ (۱) حاسۂ روحانی کی شہادت۔ (۲) خواہشات روحانیہ کی شہادت مسیحی مذہب کے حق مین (۳) مقدسون کی زندگی کی شہادت (۴) مسیحی ایماندار کا شخصی روحانی تجربہ جو مسیحی مذہب کی صداقت پہ شاہد ہے۔ اس پر بھی علما بہت زور دیتے ہین۔

معذرات مسیحی کی چار قسم کی دلائل ہین جو ہر قسم کے معترضون کے حملون کی تردید کے لیے پیش کی جاتی ہین۔ ہم نے پیچھے بیان کیا ہے کہ مخالفون کے دو گروہ ہین اور ان کے حملون کے جواب ہین جو ثبوت مسیحی علما کی طرف سے پیش کیے جاتے ہین وہ چار بڑے گروہون مین منقسم ہو سکتے ہین۔ مخالفون کا ایک بڑا گروہ نقاد کہلاتا ہے جو بائبل کی ترکیب اور بیان پر اعتراض وارد کرکے اسے الہی ماننے سے انکاری ہے۔

مخالفون کا ایک گروہ بائبل کی ترکیب اور نیز تعلیم پر حملے کرتا ہے اس گروہ کے دو بڑے حصے ہین (۱) ایماندار نقاد (۲) بے ایمان مخالف۔ اول قسم کے زمرہ مین بھی کئی قسم کے لوگ ہین۔ برطانیہ مین پروفیسر رابرٹسن اسمتھ اور امریکہ مین ڈاکٹر برگس تھا۔ اس طبقہ کے نقاد "برٹش امریکن اسکول" کے نام سے موسوم ہوتے ہین اور ان کا بڑا لیڈر پروفیسر جارج ایڈم اسمتھ ہے۔ جو گلاسگو مین کسی کالج کا پرنسپل ہے۔ کینن ڈرائیور کا انتقال ہو گیا ہے کینن لی کے جیسے اسی فرقہ کا انتہا پسند عالم تھا جسے ایڈم اسمتھ کے فرقہ سے کوئی سروکار نہین ہے۔ جو ایماندار نقاد کہلاتے ہین ان مین کوئی اتفاق نہین ہے۔ توریت کی تصنیف جو ابتدا سے موسیٰ سے منسوب ہوتی رہی اس گروہ کے خیال کے رو سے نادرست ہے۔ توریت کی ترکیب کے متعلق بائیس مختلف خیالات ہین۔ پھر ان کتابون کی تالیف کا زمانہ بھی ایک نہین۔ اسی طرح بائبل کے اور حصے بھی ہین۔ بہت سے زبور داؤد کے نہین

مانے جاتے۔ یسعیاہ کی اول ۳۹ فصلیں سوائے چند درمیانی ابواب کے اسی نبی کی ہیں چالیس
فصل تک کسی اور کی اور ۴۰ لغایت ۵۵ تک کسی اور نامعلوم نبی کی ہیں وغیرہ۔ اسی طرح
چاروں انجیلوں اور رسولوں کے خطوں کی بابت بھی جھگڑا ہے۔ نقادوں کا دوسرا گروہ
بے ایمان ہے یہ معقولات کا شیدا ہے۔ اس بنا پر بائبل کی تعلیم کی آمد ہی ابتدا سے انکاری ہے
اس گروہ کا سردار ولہاؤزن جرمن معقول پرست ہے اور اسی خیال کے بیشتر دیگر پابند ہیں۔ اس
سے یہ گراف ول ہاؤزن اسکول کہلاتا ہے۔ اس فرقہ کے لیڈروں کے نام اور خیالات کا مختصر
ذکر ضروری ہے۔ واضح ہو کہ یہ فرقہ اس وقت وجود میں آیا جب فرانس میں والٹیر وغیرہ معقول
پرست پیدا ہوئے تھے گو یہ سوا سو سال کا ہے۔ جرمن عالم ریمرس بائبل کی تنقید جدید کا بانی تھا۔ اسنے
انتہا پسند معقول پرست ہونیکی وجہ سے بائبل کی مافوق العادت اصلیت سے انکار کیا اور خدا کی ہستی سے
صاف منکر ہو گیا۔ دوسرا جرمن عالم ہے۔ جی آئی خارن عہد عتیق کی جدید تنقید کا بانی تھا۔
وہ بھی ٹیملر کا ہم خیال تھا۔ ایسے ہی نوزہ بھی الہام سے منکر تھا۔ ڈیوٹ سوئنسر لیڈر جرمن الال
تھا۔ اس کے ملحدانہ خیالات تھے۔ فاٹکے اور ریوبولڈ جان ہکل کے چیلے تھے اور موسے کی
پہلی چار کتابوں کو فرضی افسانے تصور کرتے تھے۔ ڈرچ یہودی نسل کا عالم کوئے نن ارتقا
کے پہلو سے سب باتیں مانتا تھا عام طور پر اس طبقہ کے مخالفوں کا یہ خیال ہے کہ یہودی مذہب
کا ابتدائی توہموں کے عقائد سے ارتقا ہوا ہے۔ خدا نے کوئی الہام نہیں دیا اور نہ اسکی ضرورت
ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ اس قسم کے مخالف عقل ہی کو پردھان سمجھتے ہیں اور حق و باطل کے باب
میں عقل ہی فیصلہ صادر کرنے پر قادر مانی جاتی ہے۔ اس وجہ سے اس فرقہ کے اعتراضات
معقولیت کی بنا پر ہوتے ہیں اور اس وجہ سے مسیحی علما کی دلائل طبقہ دوم کے تیسرے حصہ
کے تحت میں آتی ہیں جو مابعد الطبعی دلائل کے نام سے مشہور ہیں۔ عہد جدید پر حملے کرنے والے
بھی جرمن ہی ہیں۔ باؤر ڈیوڈ اسٹراس وغیرہ اس طبقہ کے چوٹی کے مخالف ہیں۔ یہ لوگ فرقہ
ٹیوبنجن کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مسیح کی تاریخی ہستی کے بھی منکر ہیں اور اسے فرضی سمجھتے ہیں۔
بائبل پر جو حملے ہوتے ہیں وہ عالموں نے طرز تحریر کے اختلافات کی بنا پر اور نیز بیانات کی
تفاوت اور نیز تعلیم کی نوعیت پر قائم کیے ہیں۔ مگر الہام باہمہ گر اس قدر وسیع تناقض ہے کہ

تنقید خارجی یا داخلی محض ڈھکوسلا اور مجذوب کی بڑ ہنجاتی ہے۔ لیکن چند برس سے بلکہ بیسوین
صدی کی ابتدا سے نقادون کے درمیان بہت انقلاب واقع ہوگیا ہے۔ جدید تحقیقات کی روشنی
مین مخالفون کے اعتراضات آپ سے آپ رد ہوگئے ہین اور بائبل کے بیانات کی صداقت
ظاہر ہو رہی ہے۔ مثلاً نقاد مخالف کہتے تھے کہ موسے کے زمانہ مین تو تحریر وضع بھی نہ ہوئی
وہ کیسے توریت لکھ سکتا تھا، چالیس سال کی تحقیقات سے بابل نینوہ مین خشتی اینٹون کے انبار
کے انبار کھنڈرون کے نیچے سے برآمد ہوئے ہین جو خط میخی مین ہین' اور مصر سے بہت سی
تحریرین بطبلہ گھاس اور چرم پر اور نیز کتبے نکلے ہین جس سے پرانے خیالات باطل و زائل
کی باتین تاریخی واقعات ثابت ہو رہی ہین۔ پرانے عہدنامہ کے تاریخی حالات محض افیونیون
کی گپ تصور ہوتے تھے لیکن الشیلے کو چک اور مصر سے جو تحریرین نکلی ہین ان سے یہ
سب باتین صحیح اور تاریخی ثابت ہو رہی ہین۔ جرمن کے نہایت مشہور مورخ عالم متبحر
پروفیسر ہارنک نے تنقید چھوڑ کر سنہ ۱۹۰۹ء مین تاریخی وجوہ سے مسیح کو نجات دہندہ تسلیم کیا اسی
طرح اور بہت سے بڑے بڑے عالمون نے پرانے خیالات کو خیرباد کہہ کر مسیح کو قبول کر لیا
ہے۔ پروفیسر جیمس رابرٹسن نے "مذہب اسرائیل" اور ڈاکٹر جیمس اور نے "مسئلہ عہد عتیق" لکھکر
اور نیز مسٹر سیرلیڈ وینر نے توریت کی ترکیب و تصنیف کی تائید مین چند نہایت فاضلانہ کتابین
لکھکر تنقید بالائی کا کوس رحلت بجا دیا ہے۔

معذرات مسیح کے اس نہایت مختصر بیان کے بعد جس مین قدیم اور جدید مخالفون کے حملون

ہندوستان مین مسیحی معذرات

اور مسیحی علما کے طریقہ تردید کا ذکر ہوا اب ہم اپنے ملک کی طرف آتے
ہین۔ قبل ازین یورپ امریکہ کا ذکر ہوتا رہا اور وہان پر جیسے اعتراضات ہوتے ہین' ویسے
ہی جواب بھی تیار کیے گئے ہین۔ لیکن ہندوستان کا باوا آدم نرالا ہے۔ سب باتین انوکھی
ہین۔ اس وجہ سے مغربی عالمون کی کتابون سے کام نہین چل سکتا۔ اس بات کو خوب
ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اہل یورپ اور اہل ہند کی طبائع مین بہت فرق ہے۔ (۱) اہل یورپ
علمی باتون کے شائق ہین۔ اہل ہند خیالی باتون مین مشغول رہتے ہین۔ (۲) اہل ہند اول
روز سے مرتے دم تک مذہب کی پابندیون مین جکڑے رہتے ہین۔ مذہب ہماری زندگی کے

لازمی حصہ پر حاوی ہے۔ ہم بالطبع اہل مذہب ہین۔ اہل مغرب اس کی ضد ہین۔ ہندوستان مین اور جنون چھوٹے بڑے مذاہب ہین یورپ مین فقط ایک مذہب مسیحی رہی۔ یہان کا ہر ایک آدمی کسی نہ کسی عقیدہ کا پابند ہوگا چاہے وام مارگی ہی کیون نہو۔ مگر یورپ امریکہ مین اگر کوئی مسیح کا معتقد نہین تو وہ اگناسٹک ہوگا یا اسی قسم کے اور کسی فرقہ کا پابند ہوگا جو خدا کی ہستی سے اگر صاف انکاری نہین تو صاف اقراری بھی نہوگا۔ ان باتون کو مدنظر رکھکر اور اس ملک کے تمدنی حالات پر غور کرکے ہمین جدید قسم کے معذرات کی بنیاد ڈالنا چاہیئے جو یہان کی ضروریات کو پورا کرین۔ ہان یہ ضروری ہے کہ مسیحی جو اپنے اعتقاد کو اپنے ہم وطنون کے درمیان پھیلانے کا خواہشمند ہو وہ یورپ کے معذرات کی تاریخ سے خوب واقف ہو اور مغربی مسیحی علمائے طریقۂ استدلال سے خاطر خواہ شناسائی رکھے۔

اس ملک مین مسیحی مذہب کے مخالفون کو دو گروہون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول نئی روشنی کے آدمی جو انگریزی سے خوب بہرہ یاب ہین۔ وہ یورپ کے دہریون کی کتابین جو مسیحی مذہب کے خلاف لکھی گئی ہین پڑھکر یہان کے پادریون اور منادون کو حیران کرتے ہین کیونکہ ان کی علمی کائنات سیمنری کی چند کتابون تک محدود ہوتی ہے اور مطالعہ اور تحقیقات کا سلسلہ قائم نہ رکھنے کے سبب سے لاجواب ہو جاتے ہین اور غیرون کے سامنے اپنے مذہب کی سچائی معقولیت سے نہین پیش کر سکتے اس لیے شرمندہ و خفیف ہوتے ہین۔ اس گروہ مین آریہ سماج برہمو سماج مرزا غلام احمد قادیانی کے چیلے اور کچھ پرانے ڈھنگ کے ہندو اور مسلمان بھی ہین۔ دوسرے طبقہ مین مختلف مذاہب کے پنڈت مولوی [illegible] وغیرہ اپنے اپنے مذاہب سے تو خوب واقف اور اس کے پابند ہوتے ہین مگر مغربی علوم سے بہت واقفیت نہین رکھتے۔ ہمارے ہان قریب قریب دنیا کے جملہ مذاہب پائے جاتے ہین۔ ان مین سب سے بڑے اسلام اور ہندو دھرم ہین۔ علاوہ ازین بھیلون گونڈون وغیرہ جنگلی ابتدائی قومون کے فطری عقائد خرافات پرستی ہین۔ پارسی مذہب کے ماننے والے ایک لاکھ کے قریب ہین اور وہ اپنے مذہب کی تلقین نہین کرتے۔ اس ملک کا سب سے بڑا مذہب ہندوان کا ہے جو بجائے خویش مجموعہ مذاہب ہے۔ آستک [illegible] ناستک [illegible] خیالات [illegible] ہندو [illegible]

کے بڑے بڑے فرقے یہ ہین (۱) بدھ مت (۲) جین مت (۳) سکھ مت (۴) آریہ سماج
(۵) برہم سماج (۶) پورانک ہندو دھرم (۷) ویدانت مت (۸) چارواکیہ وغیرہ
ان سب کا ایک امر پر اتفاق ہے اور وہ آواگون اور کرم ہے۔ جسے سب گروہ مانتے ہین۔
جین اور چارواکیہ اور دیو سماج خدا کی ہستی سے صاف انکاری ہین۔ بدھ مت خاموش ہے۔
لیکن یہی اور گروہ مع سکھون کے ویدون کی سند بھی نہین مانتے۔ مگر دیو سماج برہم سماج
اور چارواکیہ کو چھوڑکر کرم اور آواگون کو سبھی مانتے ہین سیتے خدا پرستون ہین آریہ سماج
اور برہم سماج کے ممبر ہین۔ پورانک ہندوون کے خیالات ہین بہت گڑبڑ ہے۔ کوئی رام چند
جی کو کوئی کرشن جی کو، کوئی شیو اور کوئی وشنو کو پوجتا ہے اور دیوی دیوتاؤن کی پوجا اور تیرتھ
جاترا ضروری بات ہے۔ مگر ان سب کا مقصود ایک ہی ہے یعنی موکش کی پراپتی۔ جنم مرن
کے چکر سے رہائی۔ اور سدا کا سکھ۔ اس غرض کے حصول کے لیے مختلف رشیون اور رفارمرون
نے اپنے اپنے خیال کے مطابق مختلف طریقے اور وسائل بتا دیئے ہین۔ وید اپنشد
سمرتیان گلاٹ شاستر گیتا مہابھارت۔ رامائن وغیرہ ہندوون کی کتب مقدسہ ہین جنھین عوام
الہامی قرار دیتے ہین۔ مگر آریہ سماج کے نزدیک فقط وید الہامی ہین۔ قریب قریب تمام ہندو
گرنتھ انگریزی مین ترجمہ ہو کر چھپ گئے ہین اور بہت اُردو مین بھی شائع ہوگئے ہین۔
ہندی مین قریب قریب سب موجود ہین۔ ان کتابون کے مطالعہ کے لیے عمر درکار ہے۔
ہندو فلسفہ بھی بہت زبردست ہے۔ چھ مختلف قسم کے فرقے ہین اور سب کے سب
موکش کے آرزومند ہین اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق راستے ظاہر کرتے ہین۔ ویدانت
سب مین زبردست ہے جس کے رو سے "اہم برہم" یعنی ہمہ اوست لازم آتا ہے۔ یہ سب
کچھ برہم ہی برہم ہے۔ اس کا اپنی ذات مین کامل علم اور احساس حاصل کرنا نجات ہے
اس فرقہ کا بانی شنکراچاریہ تھا اور ادویت واد یعنی وحدت الوجود کہلاتا ہے۔ اس کے
خلاف رامانج کا فلسفہ ہے جو جیو اور برہم مین امتیاز قائم کرکے مسیحی مذہب کی تائید کرتا ہے
ہندو عقائد مسیحی مذہب کی ضد ہین اور آریہ سماج تو سراسر مسیحیت کی ضد ہے جو تین قدیم
ہستیان مانتا ہے۔ آواگون بھی مسیحی مذہب کے خلاف ہے برہم سماج اگر مسیح کی الوہیت کو تسلیم کرلے تو وہ

مسیحیت سے ہرگز مختلف نہین ہی۔ ہندو آریہ عقیدہ کے مطابق نجات عقل اور شخصی کوشش سے مل سکتی ہی۔ مسیحی تعلیم کے رو سے نجات خدا کی بخشش ہی جو مسیح کے توسط سے حاصل ہوتی ہی۔ بنیادی فرق ہی۔ آریہ سماج خدا روح اور مادہ تینون کو قدیم اور قائم بالذات مانتا ہی مسیحی مذہب فقط خدا کو ازلی وابدی اور سب کا خالق و مالک قرار دیتا ہی۔ ہندو آریہ گناہون کی معافی نہین مانتے۔ مسیحی عقیدہ کے مطابق مسیح پر ایمان لانے سے مغفرت حاصل ہوجاتی ہے۔ دوسرا بڑا مذہب اسلام ہی۔ اگر مسلمان مسیح کو جیسا قرآن مین مذکور ہی ویسا ہی مانتے ہین، تو پھر مسیحی اور مسلمان ایک ہی عقیدہ مین برابر کے حصہ دار بنجاتے ہین لیکن حضرت محمد کی شفاعت کو تسلیم کرنے سے مسلمان باوجود قرآنی تعلیم کے مسیحیون کے لیے مذہبًا اسی قدر غیر ہین جیسے پارسی یا ہندو۔ مسلمان وحدت پر بڑا زور دیتے ہین اور مسیحی عقیدہ تثلیث کو "شرک" قرار دے کر کانون پر ہاتھ دھرتے ہین۔

ہماری رائے مین جین مت اور دیو سماج والون سے دہریون کا برتاؤ ہونا چاہیے اور انھین خدا کی ہستی کا قائل کرنا چاہیے۔ آریہ سماجیون اور مسلمانون کو سب سے پہلے مسیحی تصور خدا کی معقولیت سے قائل کرنا چاہیے آریہ سماجی خدا کو "دیتا" پکارتے ہین مسلمان اس کے قائل نہین ہین۔ اگر مسیحی عقیدہ کی افضلیت پر غور کرکے آریہ اور اسلامی خیال پر غور کرو تو یہ آسانی ظاہر ہوگا اور انھین مسیحیون کے ساتھ ماننا پڑے گا۔ آریہ سماجیون کا ماں باپ تسلیم کرنا گویا ایک معنی مین مسیحی عقیدہ کو ماننا ہے۔ مسلمان خدا کو "علیم مطلق" مانتے ہین۔ اس سے ہم انھین مسیحی عقیدۂ تثلیث کو معقول اور برحق ثابت کرکے قائل کرسکتے ہین کیونکہ پیار اور علم ہی سے وہ خدا کی ذات مین مسیحی خیال کے مطابق کثرت ماننے کو مجبور ہونگے۔

علاوہ ازین دوسری دلیل ان توحید پرستون کے لیے آفرینش عالم کی اصلی وجہ ہے یعنی دنیا کیونکر وجود مین آئی؟ لیکن اس سے پہلے مسیحیون کو خود اسکا جواب معلوم کرلینا چاہیے۔ اس اصول مین بھی ذات باری مین امتیاز اور کثرت پنہان ہے۔ کفارہ اور الہام کو وہ دونون ہی مانتے ہین۔ اعمال حسنہ برائیون کے لیے کفارہ بنتے ہین۔ بائبل کے الہام

کا تیسرا مسئلہ ہے جسے ہندی خیالات کے روسے ثابت کرنا چاہیے - ویدانت کی تردید کے لیے سائکالوجی کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور مابعد الطبیعیات بھی ضروری ہے - گیتا مین کرشن ایسا ہے جیسا مسیح انجیلون مین - اس کے مطالعہ سے نئی قسم کی دلیل پیدا کرنا چاہیے - علاوہ ازین مسیحی اخلاق سے بھی ایک زبردست دلیل ہندوؤن کے لیے ہوسکتی ہے کیونکہ وہ خود اخلاقی پند ونصائح پر بڑا زور دیتے ہین -

ہم اس مضمون پر زیادہ بحث نہین کرسکتے اس وجہ سے بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے - لیکن اگر فرصت ملی تو پھر کسی اور موقع پر زیادہ تفصیل سے اس مضمون کے آخری حصہ کا ذکر ہوگا - اُمید ہے کہ مسیحی عالم اپنے اپنے خیالات سے زندگی کے ناظرین کی بہبودی مین اضافہ کرکے اپنی منتشر اور یتیم جماعت پر احسان کرینگے - جے - آر - رائے

شافیِ مطلق ہی تو اور آس ہر لاچار کی — تو ہی ای عیسیٰ خبر لے مجھ سے بدکردار کی
تیرے در پر ہی سرِ تسلیم خم ہر ایک کا — مرحبا! وہ شانِ اعلیٰ ہی ترے دربار کی
ہوگیا پامال تجھ سے - اب اُٹھائی خاک سر — خوب ہی گت بن گئی شیطان نابنجار کی
تُو ہے میرے ساتھ تو پھر خوف ہو کس کا مجھے — کس لیے حاجت ہو مجھکو ڈھال کی تلوار کی
تیری فرقت مین تڑپتا ہون مین بسمل کی طرح — ای مسیحا! لے خبر جلد آکے مجھ بیمار کی
دید کا مشتاق ہون، اللہ مجھپر رحم کر — لو لگی ہی مجھکو تیرے شربتِ دیدار کی
تیرا فیضِ عام جاری ہی ہر اک کیواسطے — پھر مجھے کیا خاک پروا ہو کسی دربار کی
ہو تو مجھکو کیون ہو روزِ حشر کا خوف وہراس — لطف کی مجھپر نظر ہے عیسیٰ غفار کی
آہ! وہ تیری محبت اک صلای عام تھی — "ای گنہگارو! دوا لو مفت ہر آزار کی"
ہان وہی، ای جان جسپر تو نے عالم کیلیے — ہو بہو کی شکل مین نے اختیار اُس دار کی

کیون نہون سو جان سے اُسپر فدا مین ای حلیم
جس نے بحرِ غم سے میری کشتی دم مین پار کی

ایس وی جان (حلیم)

دُعا کی عظمت

۱

(الف) ایک آنکھ ایسی ہی جو رات کی تاریکی مین بھی جاگتی رہتی ہی' اور ایک کان ایسا ہی جو روشنی کی شعاعون کے غروب ہونے پر بھی سننے کے لیے کھلا رہتا ہی۔

(ب) ایک ہاتھ ایسا ہے کہ جب انسان کی طاقت کوئی کام کاج کرنے کے قابل نہین رہتی تو اس وقت بھی وہ کبھی نہین تھکتا' اور ایک محبّت ایسی ہی جو اُس وقت بھی قائم رہتی ہی' جبکہ تمام دنیوی محبّتین زائل ہو جاتی ہین۔

(ج) جس آنکھ پر نیند کا غلبہ نہین ہوتا' اُس کے سامنے فرشتون کی صفین کھڑی رہتی ہین' اور وہ کان جو ہمیشہ دُعاؤن کے سننے کے لیے کھلا رہتا ہے' فرشتون نے گیت سُنا کرتا ہے' اور وہ ہاتھ جس سے تھکن کوسون دور رہتی ہے' آسمان پر سے ہی دُنیا کو سنبھالے ہوئے ہے' اور جو محبّت کہ لازوال ہے' اُس کا تخت آسمان سے کہین پرے ہے۔

(د) لیکن اُس آنکھ' اُس ہاتھ' اُس محبّت اور اُس سُننے والے کان تک باریابی حاصل کرنے کے لیے ایک ایسی قوت موجود ہے جس کو انسان اُس وقت کام مین لا سکتا ہی جبکہ دنیوی مدد بیسود ثابت ہو چکی ہو۔ وہ طاقت دُعا ہے' جس کی پرواز بہت اونچی ہے' اور جو آسمان کی تسکین اور خوشی پر گزارہ کرتی ہے۔

۲

(الف) تھمے ہوے سورج اور خاموش سمندر' آسمان و زمین پر دُعا کی عظمت و طاقت کا اظہار کرتے ہین۔ دُعا ہی ایک ایسی چیز ہی جو مایوس کو اُمید دلاتی ہی۔ اِسی سے کمزور لوگ طاقت حاصل کرتے ہین۔ وہی تیز رَوُن کو پیچھے چھوڑ جاتی ہی' اور طاقت ورون کو بھگا دیتی ہے۔ دُعا ہی وِداع کے وقت تیر کو نقصان پہنچانے سے باز رکھتی ہے' اور دُعا ہی انسانون کو دبا کے اثر سے' جو رات کو پھیل جاتی ہے' بچاتی ہے۔

(ب) دُعا کی طاقت کے سامنے تمام طاقتین ہیچ ہین۔ اس کی وسعت غیر محدود ہے۔ جو

ہر جگہ موجود ہے اور کائنات کی کل چیزیں اُسی کے ماتحت ہیں۔ وہ کسی خاص موسم سے تعلق نہیں رکھتی۔ اُس کا کام تو یہ ہے کہ وہ انسان کو تمام بنی نوع انسان کیساتھ باہم ملا دے اور ایک دل سے دوسرے دل کا رشتہ قایم کر دے۔ لیکن ایسا رشتہ جس کی بنیاد محبت اور صفائی قلب پر قائم ہو

(ج) اِس لیے جن ہونٹوں نے اب تک دعا نہیں مانگی، مانگنی شروع کریں۔ کیونکہ دعا کا مانگنا یا نہ مانگنا گناہ کا کرنا یا نہ کرنا خود ہماری ہی مرضی پر منحصر ہے۔ ہر ایک سفلی خواہش اور ہر ایک نفسانی ضرورت جس کے پہچاننے یا سمجھنے میں ہم بسا اوقات غلطی کرتے ہیں نہایت ہی ارذل چیزیں ہیں لیکن ایسا کون شخص ہے جو خدا تعالیٰ سے اُس چیز کے حاصل کرنے کی دعا مانگے جو دراصل اچھی نہیں ہے۔

(د) ہماری دعائیں نہ صرف خدائے تعالیٰ کو کسی چیز کے دینے کے لیے زیادہ تیار کر دیتی ہیں، بلکہ اُن کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم خود اُن برکتوں کے لینے کے لیے زیادہ قابل ہو جاتے ہیں۔ آسمانی خزانے میں دولت لاانتہا ہے اور وہاں ہر کس و ناکس کے آزادانہ طور پر جانے کی اجازت ہے۔ لیکن جو شخص کبھی دعا نہیں مانگتا، وہ گویا دراصل اِس سنہری کنجی کے لینے سے انکاری ہے۔

۳

اِتنی ڈھیل نہ چھوڑنا کہ کہیں میٹھی نیند تم پر غلبہ پا کر تمھیں غفلت کے حوالے کر دے تاوقتیکہ تم اچھی طرح سے اپنے تمام کاموں پر جو تم نے دن میں انجام دئے ہیں، تنقیدانہ نظر نہ ڈال لو مثلاً تم اپنے دل سے پوچھو کہ تو دن بھر کیا کرتا رہا ہے؟ اور تو نے ایسا کونسا اچھا کام کیا ہے جو تیری شان کے زیادہ مناسب تھا؟ اور کونسا اچھا کام تجھ سے رہ گیا ہے؟ اور جب تم اِس طرح تمام دن کا حساب لے چکو، تو بُرائی کے دھبوں کو، خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے، پشیمانی کے آنسوؤں سے دھو ڈالو؛ اور جو اچھے کام تم نے دن بھر میں کیے ہیں، اُن پر اظہار خوشی کرو۔

(ترجمہ) منقول از رسالہ العصر
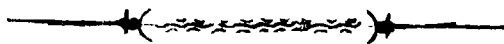
مسئلہ زبان

ناظرین از ذیل مین راقم الحروف نے جو کسی قدر نیا اور اجنبی خیال پیش کیا ہے اُس پر آپ محلی بالطبع ہو کر غور فرمائین۔ یہ عجیب بات بُری نہین ہوتی۔ اگر محض اجنبیت خیال کی بنا پر عوام راقم کا مضحکہ اُڑائین تو کوئی محلّ حیرت نہ ہوگا: ریل گاڑی کے مُبتدء پر بھی عوام انگلستان نے اعتراضون کی بھرمار کی تھی اور اُس کا بہت مذاق اُڑایا تھا۔ لیکن یہان روے سخن خاص محبان قوم کی طرف ہے۔ تجویز کی کم مائگی کا لحاظ نہ فرمائیے بلکہ خود تجویز پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اُنظُر اِلیٰ مَا قَالَ وَلَا اِلیٰ مَن قَالَ۔

مسئلہ زبان کو ہماری قومی ترقی سے نہایت قریب کا تعلق ہے کیونکہ اتحاد لازمہ ترقی ہے اور وحدت زبان اتحاد کے ذرائع مین سے ایک نہایت زبردست ذریعہ ہے۔ اسی راز کو سمجھکر ہند کے کل مُسلمانون نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ خواہ ہم مُلک ہند کے کسی صوبہ کے باشندے ہون لیکن ہم سب کی مادری زبان اُردو رہے گی۔ مسلمانون کے واسطے شاید اس مسئلہ کا حل بہت مشکل نہ تھا کیونکہ اُن کی آبادی کے زیادہ حصّہ کی مادری زبان پیشتر ہی سے اُردو تھی۔ سوا اس کے اُن کی مذہبی زبان یعنی عربی بھی اس مسئلہ کے حل مین اُن کی معین ہو سکتی تھی اس لیے کہ جتنا لگاؤ عربی کو اُردو سے ہے غالباً ہندوستان کی کسی اور زبان سے نہین جو مسلمانون مین رائج ہو لیکن ہم مسیحیان ہند کے لیے یہ مسئلہ مسلمانون کی طرح اِس قدر آسانی کے ساتھ حل نہین ہو سکتا۔ خاص دقتین حسب ذیل ہین:-

۱- ہماری کوئی مذہبی زبان نہین ہے۔ ہماری عبادت ہر دیسی مادری زبان مین ادا ہو سکتی ہے۔ رومی کلیسیا کی مذہبی زبان بے شک لاطینی ہے لیکن ہمین کم اُمید ہے کہ ہم پراٹسٹنٹ مسیحیون کے ساتھ رومن کیتھولک لوگ قومی امور مین شریک ہون۔ بلا تعصب کہا جاسکتا ہے کہ رومی کلیسیا کی طرز عمل اِس امر مین کس میامیز کے مفہوم کی مصداق رہی ہے۔ مذہباً وہ بھی بحیثیت رومن کیتھولک ہونے کے ہم سے نہین مل سکتے لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ دونو فریقون مین قومی اتحاد ممکن ہے تب بھی لاطینی سے وحدت زبان کے متعلق کوئی مدد نہین

مل سکتی کیونکہ اِس زبان کو خاص تعلق اِن چار زبانون سے ہے یعنی اطالوی، فرانسیسی، ہسپانی اور پرتگیز؛ اور ظاہر کہ یہ چارون یورپ کے ساتھ مخصوص ہین۔ پس اگر لاطینی کا کوئی اتحادی اثر پڑ سکتا ہے تو پرتگال اور فرانس کے مقبوضات ہند پر یعنی ہند کی کسی عام زبان پر نہین جو مسیحیون کے کسی معتدبہ گروہ مین بالعموم رائج ہو۔ مگر مذہبی زبان کے عدم وجود کا بھی ہمین کوئی افسوس نہین۔ ہمین تو فخر ہے کہ ہمارا مذہب کسی زبان کے احاطہ مین منحصر نہین ہے بلکہ حقیقی معنون مین عالمگیر ہے۔ مذہبی زبان کی کمی شاید اِس طرح پوری ہوسکتی ہے کہ مختلف ذاتون یا کلیسیاؤن کے مابین تعصب نہ رہے یا بہت کم رہے یعنی جس طرح ہم آجکل محسوس کرتے ہین کہ بنگالی، ہندوستانی، پنجابی، مرہٹی، گجراتی، مدراسی وغیرہ ہونے سے پیشتر ہم ہندی ہین اسی طرح یہ بھی محسوس کرین کہ میتھوڈسٹ، پریسبٹیرین، بیپٹسٹ، انگلیکن وغیرہ ہونے سے پہلے ہم مسیحی ہین۔

۲۔ دوسری دقت یہ ہے کہ مسلمانون کی طرح ہماری آبادی کے کسی بڑے حصہ کی کوئی ایک زبان نہین ہے۔ مسیحیان ہند کے درمیان مقابلۃً دو زبانین زیادہ رائج ہین یعنی شمال مین اُردو اور جنوب مین تلنگو۔ تلنگو والے شاید اُردو والون سے شمار مین زائد ہون گے، لیکن اگر اُردو کے ساتھ بنگلہ، ناگری، پنجابی، مرہٹی، گجراتی وغیرہ ملحق کردی جائین، اور تلنگو کے ساتھ تاملی، ملایلم، کناری، سنگالی وغیرہ، تو اُردو کا لشکر تلنگو گروہ کے عنقریب برابر رہے گا۔ پس یہ دقت پیدا ہوگی کہ اگر کل ہند کے مسیحیون کی کوئی ایک مادری زبان ہو تو وہ ان دونون مین سے کونسی ہو۔

اِس ہی کے ساتھ ایک اور امر کا ذکر کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بعض خیرخواہان ملک کی رائے ہے کہ اگر کل ملک ہند مین ایک ہی رسم الخط جاری ہوجائے تو بہت سے منافع مترتب ہونگے۔ مثلاً اگر شمالی ہند کا کوئی باشندہ جنوبی ہند کی کوئی زبان سیکھنا چاہیگا تو بوجہ کل زبانون کے حروفِ ہجائی یکسانی کے بسہولت سیکھ سکیگا، اور نیز چھپائی کے بہت سے غیرضروری مصارف کم ہوجائین گے یا جاتے رہینگے وغیرہ۔ یہ تجویز نہایت معقول ہے اور اتحادِ ہند مین ضرور مفید ثابت ہوگی۔ اب ہند مین کئی ایک رسم الخط مروج ہین یعنی (۱) عربی جو اُردو، فارسی، عربی، سندھی، پنجابی وغیرہ زبانون کو شامل ہے۔ (۲) سنسکرت جو ناگری، بنگلہ، سنسکرت، مرہٹی، گجراتی،

وغیرہ کو شامل ہے (۳) دراوڑی جو تامل، تلنگی، ملایلم، کناری، سنگالی وغیرہ کو شامل ہے - اِن کے علاوہ برہمی زبان ہے جو شاید ان تینوں مین سے کسی رسم الخط کے تحت مین نہین لائی جاسکتی - ابھی یہ متنازعہ فیہ ہے کہ اِن مین سے کونسا رسم الخط عام کیا جاے - نیز لبعض کی راے ہے کہ ان مین سے کوئی بھی عمومیت کے لیے منتخب نہ ہو، بلکہ وہ ہند کے واسطے رومی رسم الخط کو اوردن پر ترجیح دیتے ہین جو یورپ کی اکثر زبانون کو شامل ہے - رسم الخط کا ذکر راقم الحروف نے محض اس نظر سے کیا تاکہ معلوم ہوجاے کہ اگر ہم سیحیان ہند متحد اللسان ہونا چاہین تو ایک زبان کو بطور مادری زبان اختیار کرنے مین جو دقت ہوگی وہ کسی ایک رسم الخط کو منتخب کر لینے کی صورت مین ایک حد تک آسان ہو سکتی ہے - رومی رسم الخط مین تو اب بھی ہماری بہت سی اُردو اور چند ناگری زبان کی کتابین چھپتی ہین، بلکہ بائبل سوسائٹی نے بطور تجربہ ہند کی دیگر زبانون مین بھی اناجیل وغیرہ اس رسم الخط مین چھاپی ہین - گو اُردو کے واسطے یہ رسم الخط بہت موزون نہو تو بھی مشنری صاحبان وغیرہ جانتے ہین کہ اِس سے اُن کو ہند کی زبانین سیکھنے مین کس قدر مدد ملی ہے -

اب پھر خاص زبان کی جانب عود کیا جاتا ہے - اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ مسئلۂ وحدۃ اللسان کے حل کے موقع پر دو زبانین دعویدار ہوسکتی ہین یعنی اُردو مع اپنے لمحققین کے اور تلنگو مع اپنے لمحققین کے - ان دونون مین فیصلہ کر دینا شاید بہت مشکل نہین ہے - بے شک اگر ہم خاص اپنی قوم کے شمار کے لحاظ سے دیکھین تو یہ دونون زبانین یعنی اُردو اور تلنگو ہم پلہ نکلینگی، لیکن اگر ہم ملک پر استیعابی نظر ڈالین تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ زبان اُردو کی حکومت کل دیگر زبانون سے زائد ہے - ہمارے ملک کے دس کروڑ باشندے اُردو بولتے ہین اور قریب دس کروڑ اور ایسے ہین جو گو اُردو بولتے نہین مگر سمجھتے ہین - ہند کی آبادی قریب تیس کروڑ ہے اور تہائی سے زیادہ ملک اُردو بولتا ہے - یہ زبان کل مسلمانون کی، بہت سے ہندوؤن کی اور بہت سے مسیحیون کی مادری زبان ہے - پس اگر ہم اپنے قومی مسئلہ زبان کے حل مین اُردو کو تلنگو پر ترجیح دین تو ہرگز بیجا نہ ہوگا کیونکہ اس صورت مین گویا ہم قومی اتحاد سے بھی بڑھکر ہم ملکی اتحاد مین کوشان ہونگے - س - و - ب

دولت اور اُس کا استعمال

(مسز لوئیس کریٹن کا لڑکیون سے خطاب)

زمانہ کے حالات و ضروریات کے اعتبار سے ہم اپنی ذات کے لیے کیا چاہتے ہین؟
کیا ہمارا یہ خیال ہے کہ دولت فی نفسہ کوئی پسندیدہ چیز ہے؟ اکثر آدمیون کی راے تو یہی ہے - لیکن تجربہ کر کے دیکھو تو اس بات کی سچائی کا کچھ ثبوت نہین ملتا - کیا دولتمند آدمی دوسرے آدمیون سے زیادہ خوش رہتے ہین؟ فارس کے بادشاہ کا قصہ شاید سب کو یاد ہوگا - اُسے ایک عجیب قسم کی بیماری تھی - طبیبون نے کہا کہ کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو خوش و خرم ہو - اُس کا کرتہ لیکر بادشاہ پہنے تو یہ مرض دور ہو جائیگا - بادشاہ نے خیال کیا کہ یہ تو بہت سہل نسخہ ہے - نوکرون کو حکم دیا کہ حکیم نے جو کچھ کہا ہے اُس کی تعمیل کرین - اُنھون نے پہلے شاہی دربار کے آدمیون مین تلاش کی مگر بیسود - پھر وہ شہر شہر اور گانون گانون مارے مارے پھرے آخر اُنھین ایک مزدور ملا جو اپنے کام پر سے گھر کی طرف گاتا چلا آرہا تھا - اِن کے دریافت کرنے پر اُس نے اقرار کیا مین واقعی خوش ہون اور میرے دل مین رنج و غم کا کوئی اثر نہین - بادشاہ کے آدمیون نے اُس کی تلاشی لی لیکن اُس کے پاس سے ایک تنکا بھی نہ نکلا - اور جب اُس سے بادشاہ کے واسطے کرتہ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو تعجب ہے کہ اُس کے پاس ایک کُرتا بھی نہ تھا -

تاریخ مین ہم نے جن لوگون کا حال پڑھا ہے ان مین کوئی ایسا نہ تھا، جو سینٹ فرانسس سے زیادہ فقیری مین خوش رہا ہو - اُنھون نے مفلسی کو اپنی بیوی تصور کر رکھا تھا -

ولیم جیمس لکھتا ہے کہ افلاس درحقیقت محنت و مشقت کی زندگی کا نام ہے - اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ دولت جمع کرنے کا خیال نئی اُمت کی رگ رگ مین سرایت کرتا جاتا ہے تو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت مین کسی کو اگر نئے سرے سے یہ بات بتائی جائے کہ غربت اور فقیری مذہب کا ایک واجب التعظیم حکم ہے تو کیا اُس سے وہ روحانی اصلاح ہو سکتی ہے جس کی اس زمانے مین سخت ضرورت ہے؟ دنیا کو اس کی واقعی ضرورت ہے، کہ پھر ایک دفعہ مفلسی کی تعریف مین راگ گائے جائین - سچ یہ ہے کہ ہم غریبی کے نام سے ڈرتے ہین - اور جو لوگ

سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہین او متمول نہین ہین ہم انھین حقیر جانتے ہین - ہم سے اتنا بھی نہین ہو سکتا کہ اس بات پر غور کرین کہ غریبی کے متعلق بزرگ لوگ جو کچھ کہہ آئے ہین اُس کے کیا معنی ہین -

ہم نے پاک افلاس کا حُسن اپنی کرتوتون سے مٹا دیا ہے - ہم نے غریبی کو ایک حقارت اور نفرت کی چیز سمجھ رکھا ہے کہ اُس سے آدمی بالکل مجبور و لاچار ہو جاتا ہے اور کچھ کر دھر نہین سکتا - یہ حال ہو تو یہ کونسا راستہ ہے جس سے غریبی کو از سر نو ایک خوبصورت چیز بنا کر دکھایا جائے - شاذ و نادر صورتون کے علاوہ شاید غریبی کو غریبی جانکر کوئی قبول نہ کریگا لیکن جب تقدیر ہی اُن سے پالا ڈالے تو یہ خوشی خوشی اُس کو جھیلنا چاہیئے - بہت سے لوگ ایسے ضرور ہین جن کے پاس مال و متاع ہے اور اُس سے نفع اُٹھاتے ہین لیکن اکثر اِس بات کا بھی اقرار کرتے ہین کہ سب سے خوش حال زندگی کے یہ معنی ہین کہ آدمی کے پاس نہ بہت افراط سے ہو نہ بالکل کم - روپیہ پیسے کی فکر جس قدر کم ہو اچھا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کی فکر اتنی نہونا چاہیے کہ زندگی اُسی کے نذر ہو جائے کسی زمانہ مین لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ جو شخص شریف اور اچھی تربیت پائے ہوئے ہوتا ہے وہ اُتنا ہی روپیے پیسے کا ذکر کم کرتا ہی - اس قسم کی خاموشی مین جا ہے وہ کتنی بھی زیادہ ہو کوئی ہرج نہین لیکن آج کل روپیہ پیسہ کے معاملات مین بکواس کرنے کی عادت حد سے بڑھتی جاتی ہے اور اُس کے روکنے کی بہت ضرورت ہے - زبان کا بالکل بند کر لینا اس سے بہتر ہو کہ ہر وقت روپیہ کا ذکر کیا جائے یا ہر وقت خانگی ٹکڑون کا رونا رویا جائے - روپیہ پیسہ کا خیال دل سے بالکل نکال دینا چاہیئے - اس سے اکثر خرابیان پیدا ہوتی ہین اور اکثر اس کی وجہ سے مختلف قسم کی مصیبتین سہنا پڑتی ہین - روپیہ پیسہ کی تکلیف عزت و آبرو پر حرف لانے والی ہوتی ہین - قرضخواہ کے تقاضے سے بچنے کے لیے انسان کو دھوکہ بازتین اور دوسری کمینہ باتین کرنا پڑتی ہین - اِس کا نقشہ ہمارے بعض قصّہ نویسون نے اپنی کتابون مین بہت اچھی طرح کھینچا ہی - جن خاندانون مین کسی بات پر بھی لڑائی نہین ہوتی وہان صرف روپیے پیسے کے معاملے پر فساد ہو جاتا ہے - جہان آدمی کو روپیہ پیسے پانے سے فائدہ ہوتا ہو وہان

نقصان بھی ضرور ہوتا ہے۔ جو لوگ عالی ہمت اور غنی ہوتے ہین وہ پیسہ کوڑی کا دھیان بھی کبھی دل مین نہین لاتے۔ روپیہ پیسہ کے متعلق یہ سب سے پہلی صفت ہے جو ہمین حاصل کرنا چاہیئے۔

اِس صفت کے حاصل کرنے کے لیے یہ عادت ڈالنا بہتر ہوگا کہ جتنا ہو سکے روپیہ پیسے کی بات چیت کم کی جائے۔ اِس کی ضرورت نہین کہ اِسے ایک معمّا بنا کر رکھا جائے اور بہانہ کرنا بھی ضروری نہین۔ اگر کوئی ایسا وقت آ جائے تو صاف کہدو کہ فلان کام پر ہم کچھ نہین خرچ کر سکتے۔ لیکن اچھّا تو یہی ہے کہ اگر ضرورت نہ ہو تو اتنا بھی نہ کہو۔ ہم کو اپنے حالات دوسرون کے کان تک خواہ مخواہ پہنچانے کی کوئی ضرورت نہین۔ البتہ جہان بعض جگہ روپے پیسے کے متعلق چپ رہنا اچھا ہوتا ہے وہان اکثر صورتون مین صفائی سے کہدینا بھی بہتر ہوتا ہے۔ والدین اپنے بچون سے تو یہ صاف صاف کہدیتے ہین کہ اُن کی فلان چیز خریدنے کے لیے دام نہین ہین لیکن انھین یہ نہین جتاتے کہ اُن کی پونجی کتنی ہے اور انھین آیندہ کس طرح رہنا پڑے گا۔ ایسے موقعون پر کُھلّم کُھلّا بات چیت ہونا چاہیئے اور ماں باپ کو اپنے لڑکون کو یہ بتا دینا چاہیئے کہ اُن کی پرورش مین کیا صرف ہوتا ہے یا اُن کی چیزون پر کیا لاگت آتی ہے۔

یہ بہت ضروری بات ہے کہ آدمی اپنی آمدنی مین سے چاہے وہ زیادہ ہو یا کم معمولی خرچ کا حساب اِس طرح لگائے کہ اس مین کچھ گنجائش باقی رہ جائے۔ یہ بات جس طرح ایک غریب کے لیے ضروری ہے اُسی طرح ایک دولتمند کے لیے بھی ضروری ہے۔ آرام اور تکلیف مین درحقیقت صرف اتنا ہی فرق ہے۔ آرام پانے یا تکلیف سے بچنے کے یہ معنی نہین ہین کہ آدمی کے پاس بہت سی دولت ہو یا عیش و آرام جس طرح امیرون کو حاصل ہوتے ہین اُسی طرح غریبون کو بھی حاصل ہون۔ یہ ضرور ہے کہ بعض آدمیون کی معاش آمد اور غیر مستقل ہوتی ہے کہ وہ اپنے خرچ کو کسی ایک انداز پر نہین لا سکتے۔ لیکن یہان اُن کا ذکر نہین۔ اُن کو چھوڑ کر دیکھا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ہر ایک آدمی روپیہ کی قبل از وقت فکر و سے بچ سکتا ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنے روزمرہ کے ضروری اخراجات کے لیے اپ

آمدنی سے اِس قدر نکالے کہ غیر معمولی خرچ کے لیے کچھ بچ رہے - بہت سے آدمی ایسے بھی ہیں
جن کی آمدنی بہت ہے، خانہ داری کا خرچ بڑھا ہوا ہے، متعدد نوکر ہیں، لیکن وہ اپنی آمدنی میں
سے ایک پیسہ بھی نہیں بچاتے - اِسی واسطے اُن کو اتنا بھی دو بھر ہوتا ہے کہ کہیں آنے جانے کا
اتفاق ہو تو ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک کرایہ بھی دے سکیں - اور کبھی تو یہ حال ہوتا ہے
کہ کوئی معمولی سی چیز بھی بکنے آتی ہے تو اُس کے دام اُن کے پاس نہیں نکلتے۔ آدمی کو چاہیئے
کہ اپنی مجموعی آمدنی کے اعتبار سے اپنے روز مرہ کے خرچ کا بجٹ نہ بہت زیادہ ہو نہ بالکل کم
ایک اندازہ مقرر کرے - اِس طرح اُس کے لیے ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑا رہے گا اور پھر وہ کام
کاج اور ضرورت اور غیر معمولی باتوں کے پورا کرنے کے لیے تیار رہیگا -

خرچ کرنے کے طریقوں میں افراتفری پائی جاتی ہے - بعض آدمی اپنے یہاں کا عمدہ انتظام
کرتے ہیں اور اپنے روپیے کو دوسروں سے بہتر کام میں لاتے ہیں - اکثر اِس کا تجربہ ہوا ہے
کہ پاس پاس دو گھر ہیں، جن کے رہنے والے برابر کماتے ہیں لیکن صورت اور آرام کے اعتبار
سے اِن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے - بعض لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انھیں
ماں باپ سے جو کچھ مل جاتا ہے اسی سے وہ اپنا کام چلاتی ہیں اور فضول خرچی نہیں کرتیں
لیکن بعض ایسی بھی ہیں جنھیں ماں باپ سے بہت ملتا ہے تو قرضدار بھی ہو جاتی ہیں اور پھر بھی دیکھو تو
اُن کی کسی چیز کا ٹھور ٹھکانا نہیں ہوتا -

یہ غیر ممکن ہے کہ ہم ساری خدائی کے مالک بن جائیں - ہاں کچھ قاعدے ایسے بنا لینے چاہئیں
جن کی رو سے ہم یہ جاننے لگیں کہ کن چیزوں پر ہمکو اپنا پیسہ خرچ کرنا چاہیئے اور کن پر نہیں -
عام طور پر ہم لوگ دوسروں کی ریس کرتے ہیں - ہم چاہتے ہیں کہ جو چیزیں دوسرے
لوگوں کے پاس ہوں وہی ہم بھی لیں اور جو حالت اُن کی ہے وہ ہماری بھی ہو - یہ کوئی نہیں دیکھتا
کہ ہمارا جی کس چیز کو چاہتا ہے اور ہمیں خود کونسی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے؟ نہ تو ہماری کوئی پسند
ہوتی ہے نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ضرورت کس چیز کی ہے - حالانکہ یہ جاننا ضروری اور فرض ہے کہ
کونسی چیز ہمارے کام کی ہے اور حقیقت میں ہمیں کیا چیز درکار ہے - شاید کوئی یہ کہے کہ ہمارے
اس سمجھنے سے کیا ہوتا ہے - ہم تو چاہتے ہیں کہ ہمیں قارون کا خزانہ مل جائے لیکن یہاں

تو ایک پھوٹی کوڑی بھی میسر نہین- اِس کا جواب یہ ہی کہ آدمی کو ایسی چیز کی طلب کرنا چاہیئے جو اُس کے امکان مین ہو اور پھر وہ کسی کام کی بھی ہو-

یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ہم جن چیزون کے پیچھے سٹے ہوئے ہین اُس مین سے کون کون زندگی آرام سے گزارنے کے لیے ضروری ہین یا یہ کہ ہم کن چیزون کو حاصل کر سکتے ہین اور کن چیزون کا خیال محال ہے' اور اُسے جی سے نکال دینا ہی اچھا ہوگا-

آج کل اکثر مستورات مین سادہ زندگی کا چرچا بہت ہو رہا ہے- ہمین خوف ہی کہ یہ سب دکھلانے کی باتین ہین لیکن اگر ہمارا گمان غلط ہی تو امید ہوتی ہی کہ بہت سی نو عمر لڑکیان جن کی زندگی کی اب شروعات ہی ایسی بھی پیدا ہو جائین گی جو اپنی عمر کو دوسرون کی دیکھا دیکھی نہین بلکہ اپنی ضرورت کے موافق بسر کرنے کا انتظام کرین گی' اور اپنے مکان' کپڑے کھانے پینے' اور دوسری عادتون کو زیادہ سادہ اور اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق بنائین گی-

سب سے پہلے یہ تعلیم دینا چاہیئے کہ روزمرہ کے باقاعدہ اخراجات کیا ہین؟ اور یہ حتی الوسع کم سے کم رکھے جائین' اور جب یہ ایک دفعہ طے ہو جائین تو پھر ان مین رد و بدل نہونا چاہیئے کفایت شعاری کی مشق اسی طرح ہوتی ہی- اور ان باتون کو عادت مین داخل کرنا چاہیئے- جب ہم یہ سمجھ لین کہ تکلفات پر ہم ایک پیسہ خرچ کرنے کا بھی مقدور نہین رکھتے تو ہمین اُن کا خیال ہی دل سے نکال دینا چاہیے اور اُن کے واسطے خلجان مین نہ پڑنا چاہیے- اِن باتون کا تصفیہ ہمیشہ کے لیے ہونا چاہیئے کہ جب ہمین پلاؤ میسر نہین آسکتا تو دال دلیا پر قناعت کرنا ہوگی- یا یہ کہ زرق برق لباس پہننے کو نہین مل سکتا اور اُن کی نفیس سلائی نہین ہو سکتی ہی تو موٹا جھوٹا پہن کر ہی دن کاٹنے ہونگے- اور جب ایک دفعہ یہ تصفیہ ہو جائے تو پھر اُن چیزون کا خیال چھوڑ دینا چاہیے- اور جو باتین اپنی وسعت سے باہر ہون اُن کے پیچھے پڑے نہ رہنا چاہیئے اور ان کے چھوڑنے مین ہچکچانا بھی نہ چاہیئے- اگر کفایت شعاری کی ضرورت آپڑے تو روزمرہ کے بندھے ہوئے خرچ کی مدین بچت کرنا چاہیئے جس سے واقعی کوئی فرق بھی معلوم ہو- چھوٹے چھوٹے اخراجات مین کفایت کرنے کی دردسری

فضول ہے، اور اُن میں کچھ زیادہ گنجائش بھی نہیں ہوتی۔ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے، کہ اگر اچانک کوئی کام آجائے تو اُسے پورا کرسکیں۔ مردوں میں یہ بات کم پائی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے چھوٹے چھوٹے اخراجات پر غور کرنے کی عورتوں کی عادت ہوتی ہے، اور اس طرح پیسہ پیسہ کو دانتوں سے پکڑنے لگتی ہیں۔ بندھے ہوئے حساب کے خلاف وہ بھی کسی کتاب کے خریدنے یا کسی تفریحی کام میں صرف کرنے کے لیے کبھی دو چار آنے بھی خرچ کرنے سے رکتی ہیں۔ تھوڑے دن ہوئے میں نے ایک پرچے میں ایک شخص کا یہ شکایت آمیز مضمون دیکھا تھا کہ جب ایک سفر میں وہ اپنی بیوی کو لے کر قہوہ خانے میں گیا تو اُس کی بیوی اس خوف سے کہ زیادہ دام دینے پڑیں گے ذہب قریب بھوکی رہ گئی اور اس کے پیٹ بھرنے کی سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہ بن آئی کہ اُس کا شوہر اُسے ایسی جگہ لے گیا جہاں کھانے کے دام مقرر کیے ہوئے تھے۔ اس قسم کی کمزوری قابل رحم ہوتی ہے۔ یہ اچھی بات تو ضرور ہے کہ خرچ اخراجات تھرتیے سے ہوں لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ قاعدے بذات خود کوئی چیز نہیں ہیں۔ ان سے کام نکالنے میں مدد لینی چاہیئے نہ کہ اور زر کا دُشمن پیدا کیا جائیں۔

یہ جاننا کہ ہمارا پیسہ کس طرح صرف ہوتا ہے ایک عقل کی بات ہے اور اسی واسطے حساب بڑے کام کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ عام طور پر تمام عورتیں حساب کتاب سے جی چُراتی ہیں بعض اس کا ذکر اس طرح کرتی ہیں گویا وہ کوئی معما ہے یا ایسا مشکل کام ہے جو اُن کی طاقت سے باہر ہے۔ اور بعض اس کو سب سے زیادہ ترجیح دیتی ہیں گویا حساب کتاب کا بہت اہتمام سے رکھنا بجائے خود کوئی فرض ہے لیکن یہ ایک سیدھی سی بات ہے۔ روز کے کاموں میں تھوڑا سا قرینہ پیدا کرنے اور اپنی یادداشت سے معمولی کام لینے سے بھی یہ مقصد بہت آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں کہ ہر لحظہ اسی کا دھیان رکھو اور دو ایک پیسہ کا حساب ملانے میں گھنٹوں سرگردان رہو۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ خانہ داری کا حساب کتاب رکھنے سے صرف یہ دریافت کرنا منظور ہوتا ہے کہ ہمارا روپیہ کس طرح صرف ہوا۔ آدمی اسی سے یہ بھی سیکھتا ہے کہ روپیہ کو خرچ

کرنے کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے مجموعی حساب کو کئی حصوں مین تقسیم کر دو اور پھر اُن پر غور کرو۔ حساب تیزی کے ساتھ کرنا سیکھو اور اس کو ایسا مت بناؤ کہ طبیعت پر گران گزرنے لگے۔ البتہ اگر کسی دوسرے آدمی کا حساب ہو تو یہ اور بات ہے۔ لیکن اس مین بھی ہمت نہ ہارنا چاہیئے۔ کسی صورت کو لازم نہین کہ اگر ذرا سی تکلیف مین حساب صاف اور صحیح ہو سکتا ہے؛ تو بھی اُس سے ہاتھ اُٹھائے۔ (باقی آیندہ)

ایک عجیب کتبہ

شہر لوبک (واقع ملک جرمنی) کے ایک مشہور پرانے گرجہ گھر کے قبرستان مین ایک لوحِ مزار پر حسبِ ذیل کتبہ کندہ ہو (اس نظم مین پابندی کیساتھ اصل الفاظ کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے)

ہمارا خداوند یسوع مسیح ہم سے کہتا ہے

مجھے کہتے ہو تم خداوند اپنا — نہین کرتے لیکن مری تم اطاعت
مجھے تم تو کہتے ہو نورِ مجسم — نظر مین نہین ہو مگر میری طلعت
رہِ راست یون تو بتاتے ہو مجھ کو — مگر مجھ پہ چلنے مین ہو تم کو حجت
دیا نام تم نے مجھے زندگانی — مگر مجھ سے لینے کی خواہش نہ ہمت
بتاتے ہو تم مجھ کو دانائے برتر — مگر مانتے کب ہو میری نصیحت
بلاتے ہو حسنِ جہانسوز کہکر — مگر تجھ سے قائم نہین رکھتے الفت
مجھے کہتے ہو اغنیائے غنی تر — نہین مانگتے تم مگر مجھ سے دولت
مرا نام رکھا ہے موجود ازلی — مگر ڈھونڈھنے کی نہین میرے ہمت
مجھے نام دیتے ہو تم رحیمِ کل کا — نہین ہے مگر اعتقاد و محبت
بتاتے ہو مجھ کو امیرِ دو عالم — مگر تم سے ہوتی نہین میری خدمت
مجھے نام عادل کا دیتے ہو تم — مگر مجھ سے کچھ بھی نہین تمکو ہیبت

اگر مین بھی کچھ تم کو ٹھہراؤن ملزم
تو مجھ کو بھی اس پر نہ کرنا ملامت

شاکر (سیٹھی)

برائی کی جڑ

ایک ڈراما جس مین ہندستانی مسیحی جماعت کے سوم طریق معاشرت کا نقشہ کھینچا گیا ہی۔

دوسرا ایکٹ

دوسرا سین۔ مسٹر نادر کا مکان

للی مشین پر سلائی کرنے مین مصروف ہے۔

ولیم کمرے مین داخل ہوتا ہے

ولی۔ للی بوا! میری قمیص مین سوراخ ہو گیا ہے، ذرا اس کو سی دیجئے۔

للی۔ اب تجھے اس کا خیال ہوا ہی۔ اور اب تک تو کیا کر رہا تھا؟

ولی۔ مین کیا کر رہا تھا اس سے تمھین کیا غرض؟ آج شام کو وای ایم سی اے ہال مین مسٹر ولیمس میجک لالٹین دکھائین گے۔ کیا تم چلو گی؟ مستورات کو بھی اجازت ہی۔

للی۔ تجھے مسٹر ولیمس یا ان کی میجک لالٹین سے کیا مطلب؟

ولی۔ بیشک بیشک۔ گویا مین تو کچھ جانتا ہی نہین۔ کہو تو بتا دون! تم نے خیال کیا ہوگا کہ مجھے کچھ معلوم ہی نہ ہوگا۔ سنا نہین کہ "If the sister you should win, win the brother first begin." (دیکھو کل مجھے مسٹر ولیمس نے کیا بتایا ہے)۔

(ایک فاؤنٹین قلم جیب سے نکال کر دکھاتا ہے) تمھاری بابت ان ہی نے مجھے بہت کچھ کہا ہے۔

للی۔ (بھنوی کو دباکر) وہ میرے متعلق کیا کہہ سکتے ہین؟ اور وہ جانتے ہی کیا ہین؟

ولی۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مدراس مین گویا تمھین ایک اعلیٰ خاتون ہو۔ مسٹر ولیمس فرماتے تھے کہ مدراس مین شاید ہی چند خواتین تمھارے ایسا گانے والی ہون گی۔ والد کی نسبت بھی ان کے خیالات بہت اچھے ہین۔

للی - کیا مسٹر ویمس اچھے آدمی ہین؟

ولی - بیحد - وہ حقیقی معنوںمین جنٹلمین ہین - تمام یورپین سکرٹری ان سے خوش ہین - علاوہ ازین وہ آکسفورڈ کے گریجوایٹ ہین - مگر ان کی ایک بات مجھے ناپسند ہے - وہ حد سے زیادہ مذہبی بات چیت اور دعائیہ میٹنگون پر زور دیتے ہین - اِنسان کو اِتنا دیندار نہونا چاہیئے بحیثیت مجموعی وہ اعلیٰ خوبیون کے آدمی ہین -

للی - یہ لو تمھاری قمیص درست ہو گئی - اب اپنا راستہ لو - مجھے ابھی بہت کام ہے -

ولی - مسٹر ویمس کو یہ معلوم کرکے کیسی خوشی ہوگی کہ تم اس قدر رحمتی ہو -

للی - اچھا بس - اب زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہین - والدہ کہین سن پائین گی تو سر ہو جائین گی -

ولی - مسٹر ویمس کے پاس روپیہ بھی کافی ہے - للی بوا! ذرا سا عطر لے لون؟

للی - ہان ہان تو یہ کہو - تمھارا لیکچر اسی کے لیے تھا - اچھا ایک دو قطرے سے زیادہ نہ لینا -

(ولی چلا جاتا ہے) ہر شخص مسٹر ویمس بننا چاہتا ہے حتی کہ ولی بھی - یقیناً وہ اچھا آدمی ہے - کاش مین اُن کے متعلق کچھ اور معلوم کر سکتی -

[مسز نادر کمرے مین آتی ہین - پیچھے پیچھے دبے پاؤن ولی بھی آتا ہے -]

مسز نادر - للی! دیکھو ولی تمھاری الماری اُلٹ پلٹ کر رہا - غالباً اُس نے کوئی رومال اُڑایا ہے -

ولی - اُنھون نے مجھے تھوڑا سا عطر لینے کی اجازت دی تھی (للی کے قریب جاکر رومال اُس کی ناک پر رکھتا ہے) دیکھو مین نے صرف ایک ہی قطرہ لیا ہے -

للی - ایک قطرہ! تمام شیشی خالی پڑی ہے اور بات بناتا ہے - کچھ پروا نہین تمھین دوسری شیشی لاکر دینی پڑے گی -

ولی - نہایت خوشی سے - مگر اُس وقت جب پنشن لے کر خانہ نشین ہون گا -

[ولی باہر چلا جاتا ہے -]

مسز نادر - آج صبح مسٹر کرشن راؤ آئے تھے - بیچارے کی بیوی مر گئی - اُس کی حالت

قابلِ رحم ہے۔

للی۔ مسز کرشن راؤ بہت اچھی عورت تھیں۔ غریب ڈیزی لیسیر ہو گئی۔

مسز نادر۔ اور اب تک اُس کا کوئی انتظام نہیں ہوا۔ اگر خدانخواستہ اُس کے باپ کے ساتھ کوئی نیکی بدی ہو جائے تو کون اُس کی خبر لیگا!

للی۔ مسٹر لیسوع داس اس سے فوراً شادی کر لین گے۔

مسز نادر۔ ہرگز نہیں۔ مسز کرشن راؤ اس انتظام سے ناخوش ہین۔ آج صبح ہی انھون نے مجھ سے اِس کا تذکرہ کیا تھا۔ ڈیزی کی والدہ کی البتہ یہی خواہش تھی، چنانچہ اُنھون نے اپنے بستر مرگ پر دونون سے اِس کا وعدہ بھی لیا تھا۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اُس کے ہوش و حواس اُس وقت بجا تھے۔

للی۔ اگر وہ اپنے ہوش و حواس مین نہ تھی تو نہ سہی۔ مگر اِس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ڈیزی نے جو وعدہ اپنی قریب المرگ والدہ سے کیا ہے، اُس کو چاہیئے کہ اُسے پورا کرے۔

مسز نادر۔ للی! اب تمھین بھی اپنی شادی کے متعلق کچھ تصفیہ کرنا چاہیئے۔ آیندہ ملیچ مین تمھاری عمر اکیس سال کی ہو جائے گی۔

للی۔ صرف اکیس! شادی کے متعلق سوچنے کے لیے ابھی بہت وقت ہے۔ جلدی کا ہے کی؟

مسز نادر۔ فی زمانا کسی لڑکی کے لیے سخت دُشواری ہوتی ہے کہ اُسے کوئی قابل شوہر مل سکے۔ بہت سے جوان آدمی آج کل ایسے ہین جو تجرّد کی حالت کو، بمقابلہ شادی شدہ حالت کے، ترجیح دیتے ہین۔ لہٰذا ممکن ہے کہ بہت سی جوان لڑکیان بڈھیان ہو جائین اور اُن کی شادی کے متعلق کوئی بات نہ آئے۔

للی۔ اگر شادی کی بات نہ آئے تو اُس مین کیا خرابی ہے؟ یورپ مین کس قدر خواتین موجود ہین جو ناکتخدا ہین، اور اگرچہ اُن کی شادی کی عمرین گزر گیئن مگر اِس کی وجہ سے وہ ناخوش نہیں ہین۔

مسز نادر۔ مغربی طور و طریق کو جانے دو۔ کچھ شک نہیں کہ اُس مین بہت سی خوبیان بھی ہین،

مگر اس کے ساتھ ہی وہان کے بعض رواج قابل ملامت بھی ہین۔ شادی کی نسبت اُن کے خیالات بہت عجیب ہین۔ مجھے وہان کی اُن مستورات کی دلیری پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ بازار مین اُن کے خریدار پیدا نہین ہوتے مگر وہ اپنی دوسری خوش قسمت (شادی شدہ) بہنون کے ساتھ میل جول رکھتی ہین۔ ہمارے خیالات کے مطابق "ناقابل فروخت دوشیزہ" بدشگونی کی مجسم تصویر ہوتی ہے۔

للی۔ مغربی سوسائٹی مین کوئی عورت شادی کرنے پر مجبور نہین، تاوقتیکہ اُسے کوئی قابل آدمی نہ مل جائے۔

مسز نادر۔ گویا وہان کے تمام آدمی "ناقابل" ہین۔ آدمیون کی تمام فوج تو لڑکیون کے سامنے سے گزرنے سے رہی کہ وہ اپنی پسند کے مطابق جس کو چاہین پسند کر لین۔ لڑکی کو مناسب ہے کہ وہ اُسی شخص کو اپنا شوہر بننے کے لیے انتخاب کرے جو سب سے پہلے اُس کے سامنے سے گزرا ہے؛ البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ وہ ایسی حیثیت رکھتا ہو کہ اپنی بیوی کو ہر لحاظ سے خوش رکھ سکیگا۔

للی۔ اس صورت مین تو تعلقاتِ زناشوئی کی مسرت کا نام و نشان بھی نہ رہیگا۔

مسز نادر۔ اگر یہان اس مسرت کا نام و نشان نہین ہی تو مغرب مین بھی نہین ہی۔ للی! تم ایسے خیالات کو اپنے دل مین ہرگز جگہ نہ دو۔ شادی کے بعد خوشی و مسرت کا حاصل ہونا بہت کچھ حالات اور واقعات پر منحصر ہی۔ اگر تم کسی ایسے شخص کے ساتھ شادی کروگی جو روپے والا ہی تو صاف ظاہر ہی کہ تمھین خوشی و مسرت کے صدہا مواقع حاصل ہونگے۔

للی۔ ماما! مجھے حیرت ہی کہ آپ اس قسم کے خطرناک خیالات ظاہر کر رہی ہین ممکن ہی کہ آپ کا قاعدہ کسی اور لڑکی پر چسپان ہو سکے، مگر کم از کم مین اس سے مستثنیٰ ہون۔

مسز نادر۔ اس معاملہ مین تم بالکل آزاد ہو کہ اپنی مرضی کے مطابق عمل کرو لیکن اگر تم ایک اچھے گھر کی ملکہ بننا چاہتی ہو تو میری یہ صلاح ہی کو تمھین غفلت نہ کرنا چاہیے۔ زیادہ دیر کرنا مناسب نہین آج کل کے جوان مشکل سے قابو مین آتے ہین۔

للی۔ مجھے کسی پر قابو حاصل کرنے کی خواہش نہین ہی، نہ اُس وقت تک مین شادی کرنے کا خیال رکھتی ہون جب تک کوئی "اچھا آدمی" مجھے نہ مل جائے۔

مسٹر نادر۔ اور اچھے آدمی کی خصوصیات کیا ہیں ؟

للی۔ وہ نیک ہو!

مسٹر نادر۔ اس دنیا میں تو تمھاری خواہش پوری ہو نہیں سکتی، کسی اور دنیا میں ایسے آدمی کا وجود ہو تو ہو۔

للی۔ اس دنیا میں ہزارہا نیک آدمی موجود ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ چونکہ ہم خود بُرے ہیں اس لیے اُن کی اچھائی کو نہیں پہچان سکتے۔

مسٹر نادر۔ میرے خیال میں تمھاری مراد اُن لوگوں سے ہے جن کو خدا کا خوف ہے۔

للی۔ صدہا نیک آدمی ہیں جو خدا کی ہستی ہی کے قایل نہیں۔ میں اُن کو ہرگز بُرا نہیں کہہ سکتی۔ بعض وجوہ کے باعث، جن کو وہ ہی جانتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کا وجود نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے علم کے مطابق ہمیشہ نیک کام کرتے ہیں تو میں اُن کو اچھا ہی کہونگی۔

مسٹر نادر۔ تو گویا تم ایک منکرِ خدا کے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہو؟

للی۔ ہاں، ایسا کرنے میں مجھے کوئی قباحت نظر نہیں آتی، صرف اس بات کا مجھے یقین ہو جانا چاہیے کہ اپنے ایمان کے مطابق وہ صادق ہے۔ ایک ایسے شخص کے مقابلہ میں جو خدا سے واقف ہے مگر اُس کے اعمال ایسے ہیں گویا خدا ہے ہی نہیں، اُس منکرِ خدا کے بچنے کا بہت کچھ امکان ہے۔

مسٹر نادر۔ للی، معلوم ہوتا ہے کہ تجھے زیادہ علم نے دیوانہ کر دیا ہے!

للی۔ اگر دیوانہ پن یہی ہے، تو ہوش و حواس میں رہنا اور بھی تکلیف دہ ہوگا۔

مسٹر نادر۔ اچھے آدمی میں اور کیا خوبی ہونی چاہیے؟

للی۔ اُس کو مجھ سے حقیقی محبت ہو۔

مسٹر نادر۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے ایک عجیب بات سنی۔ کیا تمھارے پاس کوئی ایسا آلہ ہے جس سے تم کسی شخص کے جذبات کا اندازہ کر سکتی ہو؟ آدمی کے خیالات کی تہ کو شیطان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ہماری زندگی میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن پر ہم کو بلا حیل و حجت یقین کرنا پڑتا ہے۔ ہاں اُس "اچھے آدمی" میں اور کونسی خوبی ہونی چاہیے؟

للی۔ صرف ایک بات اور۔۔ وہ عقل و بینش کے لحاظ سے دیوالیہ نہو ، سمجھ دار ہو!
مسز نادر۔ جس شخص مین یہ تین خوبیان موجود ہون گی، تم اُس کے ساتھ شادی کر لو گی ؟
للی۔ ہان، بشرطیکہ مجھے بھی اُس سے محبّت ہو۔
مسز نادر۔ گویا اگر آخری شرط پوری ہو جائے، تو پہلی تین شرائط سے تم ہاتھ اُٹھا لوگی ۔ فرض کرو ایک ایسا شخص ہے جس کے پاس ایک کالی کوڑی بھی نہین ہے، مگر تم اُس کو پیار کرتی ہو، تو تم اُس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار نہ کرو گی ؟
للی ۔ اگر غریبی ہی اُس کا عیب ہے، تو مین ہرگز انکار نہ کرونگی ۔
مسز نادر۔ للی! تمھاری یہ ساری باتین تمھاری ناتجربہ کاری پر دلالت کرتی ہین ۔ کوئی بیوی خوش نہین رہ سکتی، تاوقتیکہ اُس کا شوہر اُس کی ضروریات پُورا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔
للی ۔ روپے پیسے کو مین زیادہ اہمیت نہین دیتی ۔ بھوکی ننگی رہکر بھی مین ایک محبتی شوہر کے ساتھ خوش رہ سکتی ہون ۔
مسز نادر ۔۔ زبان سے کہنا بہت آسان ہے ۔ لیکن اگر تم ایک غریب آدمی کے ساتھ شادی کر لو اور اِس کے بعد اپنی اُن دوستون کو دیکھو جنھون نے شادی کے معاملہ مین تم سے زیادہ عقل و دانائی سے کام لیا ہے، تو یقیناً تم کو افسوس ہوگا ۔ اُس وقت تمھاری یہ غلط فہمی جاتی رہے گی ۔ بہر حال، ابھی وقت ہے کہ تم سوچ سمجھ سے کام لو ۔ یہان ایک روپیہ پیسہ والا آدمی موجود ہے جو تم سے شادی کرنا چاہتا ہے، اور مجھے یقین ہے کہ اُس مین وہ خوبیان بھی پائی جاتی ہین، جن کا ابھی تم نے ذکر کیا تھا ۔
للی ۔ (دوسری طرف مخاطب ہوکر) ۔ انھون نے کوئی سُن گُن تو نہین پائی ! ۔ کہین اِن کا اشارہ مسٹر ولیمس کی طرف تو نہین! (بآواز) اماّ! کیا مین اُس شخص کا نام دریافت کر سکتی ہون ؟ ۔
مسز نادر ۔ مین اُس کو اچھی طرح نہین جانتی ۔ جہان تک مجھے یاد ہے، وہ صرف ایک مرتبہ ہمارے گھر آیا ہے ۔ ہمارے پاسٹر صاحب اُس سے خوب واقف ہین، اور انھون ہی نے

م سے یہ ذکر کیا تھا۔

لی۔ (دوسری مخاطب ہوکر) ممہ! تو یہ کہو کہ آپ ماسٹرصاحب کی پڑھائی ہوئی بول رہی ہین! یا ان کی مُراد مسٹر ولیمس سے ہے؟ کیا یہ انتخاب اچھا ہوگا۔ (بآواز) مین خیال کرتی ہون کہ پ کی مُراد وائی ایم سی اے کے جوان سکرٹری سے ہے، جو ایک مرتبہ ہمارے یہان آئے تھے اور مجھ سے جدید جنرل سکرٹری کے استقبالی جلسہ مین گانے کی درخواست کی تھی۔

مسزنادر۔ وائی ایم سی اے کا سکرٹری تم سے شادی کرنے کی اُمید کیونکر کرسکتا ہے؟

لی۔ کیون؟ اُس مین کیا خرابی ہے؟ وہ آکسفورڈ کا گریجوایٹ اور نہایت ہشیار آدمی ہے!

مسزنادر۔ یہ سب کچھ سہی، مگر اُس کی میٹنگین، میجک لالٹین کے لیکچر، اور اسٹوڈنٹ کیمپ س کے اخراجات کے کفیل نہین ہوسکتے۔ اُس کا مشاہرہ تقریباً یک صد روپیہ ماہوار ہے۔ اِس سے آٹھ دس گنی زیادہ آمدنی مین ہم لوگون کا گزارہ نہین ہوتا، پھر سَو روپیہ مین تم گھربار کیسے چلاسکتی ہو؟

لی۔ ماما! آپ ہمیشہ روپے ہی کا خیال کرتی ہین۔ روپے ہی کو سب کچھ سمجھنا تو نہایت خرابی کی بات ہے۔ پاپا بھی ہمیشہ اِس معاملہ مین آپ کی شکایت کرتے رہتے ہین۔

مسزنادر۔ لِلی! اب تم بہت گستاخ اور زبان دراز ہوچلی ہو۔ یہ سب تمھارے والد کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ انھون ہی نے یہ عجیب خیالات تمھارے دل و دماغ مین بھردیے ہین۔ مگر اُس ٹٹ پونجیے (مسٹر ولیمس) کے ذکر سے کیا حاصل؟ مین اُس کا ذکر نہین کررہی ہون۔

لِلی۔ (بوکھلاکر) پھر آپ کا اشارہ کس کی طرف ہے؟

مسزنادر۔ ان کا نام مسٹر مانکم پلائی ہے۔ اگر جنوبی ہند مین نہین تو کم از کم مدراس مین وہ سب سے زیادہ مالدار ہندوستانی عیسائی ہے۔

لِلی۔ مانکم پلائی؟ مین سمجھتی ہون کہ یہ وہی شخص ہے جو موٹرکار مین سوار ہوکر گرجے آتا ہے۔

مسزنادر۔ اُن کی موٹرکار ہماری موٹرکار سے کہین اچھی اور بڑی ہے۔

لِلی۔ تو گویا یہ اُس کی اچھائی کی دلیل ہے؟

مسز نادر۔ یہ کون کہتا ہے؟ وہ نہایت متمول ہے۔ اور اُس کی بیوی ہونا کچھ کم عزت کی بات نہ ہو گی۔

للی۔ وہ بیوقوف کوار پریکٹس میں بھی دو ایک مرتبہ آیا ہے۔ تمام وقت اس کی نظریں میری ہی طرف رہیں۔ ایسے آدمیوں کی وہاں جانے کی حاجت نہیں!

مسز نادر۔ یہ ممکن ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہو کہ تم کس طرح گاتی ہو!

للی۔ وہ کوار پریکٹس ہے، نہ کہ بائسکوپ یا تھیٹر۔ یہ سب پاسٹر صاحب کی حماقت کا نتیجہ ہے۔

مسز نادر۔ پاسٹر صاحب ہمارے دوست ہیں۔ اُن کی دلی خواہش ہے کہ تمھاری شادی اچھی جگہ ہو۔ مسٹر مانکم پلائی ایک اعلیٰ ذات سے ہیں جیسا کہ اُن کے نام سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

للی۔ ہر شخص جو تم سے ملتا ہے، اگر وہ کچھ اور نہیں ہے تو پلائی ضرور ہوتا ہے۔ میں اس رواج کو بہت برا سمجھتی ہوں کہ مسیحی بھی اپنے ناموں کے ساتھ، بطور خاندانی نام کے، اپنی ذات لکھا کریں۔ کلیسیا پر یہ ایک بدنما دھبہ ہے، اور تعجب ہوتا ہے کہ پادری صاحبان بھی اس خرابی میں مبتلا ہیں، اور بڑے فخر کے ساتھ اپنے ناموں کے ساتھ اپنی ذات بھی لکھتے ہیں۔ کیا یہ اچھی بات ہے؟

مسز نادر۔ تمھارے والد بھی تو نادر ہیں۔ وہ کیوں اپنے تئیں نادر لکھتے ہیں؟

للی۔ وہ ہرگز نہیں لکھتے۔ وہ صرف ڈیوڈ ہنری دستخط کرتے ہیں، البتہ دوسرے لوگ انھیں نادر لکھتے ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ پاپا اس کو پسند نہیں کرتے۔

مسز نادر۔ بہرحال، مسٹر مانکم پلائی بہت اچھے آدمی ہیں۔

للی۔ ماما! میں نے اُس آدمی کو دیکھا ہے، اور میں خود ہی اُس کی اچھائی کی قائل ہوں۔ مہربانی سے آیندہ اُس "اچھے آدمی" کا ذکر مجھ سے نہ کیجیے گا ....
یہ لو، پاپا بھی آ گئے۔

مسٹر نادر کمرے میں داخل ہو کر آرام کرسی پر گھبرا کے بیٹھتے اور گرمی کی شکایت کرتے ہیں۔

مسز نادر۔ بہتر ہے کہ آپ چاء پی لیں۔ میں خیال کرتی ہوں کہ آپ وائی ڈبلیو سی اے کے

جلسہ کو نہین بھولے ہون گے۔

مسٹر نادر۔ اوہ! مین تو بالکل ہی بھول گیا تھا۔ ڈیوڈ!

ڈیوڈ۔ حضور۔

مسٹر نادر۔ جیمس سے کہو کہ موٹر کار تیار کرے۔ ہم لوگ ایگمور جائین گے۔ (ملازم چلا جاتا ہے) مجھے غسل کر کے کپڑے بدل لینا چاہیئے۔ للی! ذرا میرے کپڑے تو نکال رکھو۔

[للی دوسرے کمرے مین جاتی ہے]

(باقی آیندہ) ہلچشم

چاہنے والا ترا دل سے مسیحا مین ہون
سب سے بیگانہ ہوا پر ترا آشنا مین ہون

جو ہو خود مستحق تجھے ورگار تو بسے تجھ سے مسیح!
مجھ یہ قابو نہین کچھ میرا کہ تیرا مین ہون

شرع کہتی ہے کہ مجرم تجھے ٹھہراؤن گی
فضل کہتا ہے ترا بخشنے والا مین ہون"

شمع کا نوری ہے تو غیرت عالم مین مسیح
مثل پروانہ نثار رخ زیبا مین ہون

تیری نظرون مین اگر ہون مین تو ہون برا!
تو ہی اچھا مجھے سمجھے تو پھر اچھا مین ہون

مرگ منزل ہے مگر بہر حیات جاوید
مر بھی جاؤن گا تو سمجھون گا کہ زندا مین ہون

دیکھکر اس کو مرے دل کی لگی بجھ جائے
شربت دید کا عیسی کے پیاسا مین ہون

بزم مین اپنی مجھے جلد بلائے عیسی
ہمسر ماہی بے آب تڑپتا مین ہون

اپنے شاکر کے گنہ بخش کہ غفار ہے تو
ہو اگر پھر بھی خطا کان پکڑتا مین ہون

قطعہ شاکر

اجل کریگی نہ ہنگام نزع پاس ترا
بقا نہین ہے تجھے۔ ہے غلط قیاس ترا
پہن کے جامۂ ہستی سے ننگ اترا نا
کہ مستعار ہے بوسیدہ یہ لباس ترا

ایک قدیم روایت

کہتے ہین، کہ مسیحی کلیسا کے ابتدائی زمانہ مین ایک دیو قامت اور قوی ہیکل مُقدس تھا جو گناہ اور دُنیا سے بیزار ہو کر بیابان مین چلا گیا اور ایک تیز ندی کے کنارے پر ایک غار مین بود و باش اختیار کی۔ اُس نے اپنی زندگی کا یہ شیوہ ٹھہرالیا کہ مسافرون کو اپنے کاندھون پر اُٹھا کر اُس ندی سے عبور کراتا تھا اور اپنا بڑا عصا ہاتھ مین لے کر اُس تیز روان دھارا مین اپنے قدم جمایا کرتا تھا۔ اُس نے سمجھا کہ اس قسم کی خود انکاری اور خدمت سے مجھے گناہون کی معافی حاصل ہوگی اور جب اطمینان کے لیے مین آبادی کو چھوڑ کر ویرانہ مین نکل آیا ہون میرے دل مین مسلط ہو جائے گی۔ اِسی خیال سے اس نے بڑے بڑے بھاری بوجھ اُٹھائے اور تُند موجون کے مقابلہ مین سخت کشتی کی لیکن بیرونی تلاطم بہ نسبت اندرونی طوفان کے جو اُس کی رُوح کو بہ وقت پریشان اور بے قرار رکھتا تھا بہت ہلکے درجہ کا تھا۔ روزہ اور جفاکشی سے اُس کی رُوح کو آرام حاصل نہ ہوتا تھا۔ وہ دریا اُس کے دل سے گناہوں کے داغون کو دھو نہ سکا۔ وہ ہر وقت مسافرون کو اُٹھا کر پار لیجانے کے لیے مستعد تھا۔ بلکہ جس قدر بوجھ بھاری ہوتے اور دریا مین سخت طوفان ہوتا اور اُس مین سے گزرنا پُر خطر ہوتا اُتنا ہی زیادہ کوشش کرتا کہ خطرے کا مقابلہ کر کے مسافرون کو صحیح سلامت پار پہنچائے۔ بلکہ وہ دور ہی سے اُن کی آواز سن کر اپنی جھونپڑی مین سے نکل بھاگتا اور ان کی مدد کرتا۔ اس مین کچھ شبہہ نہین کہ یہ نہایت نیک کام تھا لیکن اِس سے اُس کی رُوح کو نجات حاصل نہ ہوئی۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ وہ تن تنہا غار مین سویا ہوا تھا۔ تاریکی کا عالم اور اُس پر طوفان کا زور اور دریا کی موجون کا شور تھا۔ اِس نظارہ کی ہیبت سے ستارے بھی روپوش تھے۔ اِس شور و طوفان مین کسی مصیبت زدہ کی آواز اُس کے کان مین پڑی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آواز اُس پار سے آرہی ہے اور کسی بچہ کی آواز ہے۔ اِس قسم کی آواز اُس نے کبھی نہ سُنی تھی۔ جب اُس نے غور سے کان لگایا تو یہ کلمات اُس کو سُنائی دیئے "اگر مجھے دریا کے پار لے چل"

اُس کی گوشہ نشین زندگی مین آج یہ پہلا تجربہ تھا کہ اُس کا دل اپنے بستر خاک پر سے اُٹھنے کو
نہ چاہتا تھا۔ اُس کے دل مین بار بار اُس بچہ کی شیرین آواز آرہی تھی کہ "میرا جوا اپنے اوپر
لے لو اور مجھ سے سیکھو تو تم اپنے جی مین آرام پاؤ گے۔" اُس بہادر شخص کے لیے عجیب الفاظ
تھے۔ وہ کبھی کا جوا اُٹھانا اور نہ کسی سے کچھ سیکھنا چاہتا تھا۔ آخر اُس سے نہ رہا گیا اور دل
تھام کر غار سے نکل آیا۔ اُس کے دل مین اِس قسم کے خیال آتے تھے کہ مین نے بڑے بڑے
بھاری آدمی اُٹھا کر عبور کرائے ہین اور اگر اس بچہ کو اٹھا کر نہ لاؤن تو کیا مضائقہ ہے۔ اور
اگر ندی کا پانی اس کو بہا لے جائے تو چندان نقصان نہوگا۔ لیکن وہ آواز اس کو دم بھر چین
نہ لینے دیتی تھی کہ "آ میری زلفین بارش کے پانی سے تر ہین۔ سرد ہوا چل رہی ہے۔ ضرور آ۔"
یہ سُن کر اُس نے اُس دہشتناک طوفان مین قدم بڑھایا اور دریا کے تلاطم مین اُترا۔ پار جا کر
دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت بچہ اپنے ہاتھ پھیلا کر پکار رہا ہے کہ "آ کر مجھے کاندھے پر اُٹھا لے۔
میرا جوا ملایم اور میرا بوجھ ہلکا ہے۔" اُس بچہ کی جبین پر ایک روشنی کا حلقہ موجود تھا گویا روشن
ستارون سے مرصع تاج اُس کے زیب سر تھا۔ وہ بہادر شخص اُس بچہ کو دیکھ کر کچھ حواس
باختہ سا ہوگیا اور پھر زمین پر خم ہو کر مؤدبانہ عرض کی کہ میرے کاندھون پر سوار ہو کر میری
گردن کو مضبوطی سے تھامے رکھئے۔ اتنے مین طوفان کا شور بڑھتا گیا تاریکی کا گھٹا ٹوپ
سر پر چھا گیا اور رستہ کے خطرون سے کلیجہ کانپ جاتا تھا۔ کبھی تو اس کا قدم لڑکھڑانے
لگتا کبھی اُس کا عصا ندی کی تہ مین چٹانون پر سے پھسل جاتا۔ بعض اوقات وہ موجون کے
زور سے بہ جانے کو ہوتا کہ اُس کے کان مین یہ آواز سنائی دیتی کہ "مت ڈر کہ مین تیرے
ساتھ ہون ہراسان نہ ہو کہ مین تیرا خدا ہون۔ مین تجھے زور بخشون گا۔ مین تیری کمک
کرون گا مین اپنی صداقت کے داہنے ہاتھ سے تجھے سنبھالون گا۔" اُس بیرونی اور اندرونی
طوفان کے وقت الفاظ "اپنی صداقت" جادو کا کام دیتے تھے۔ کس کی صداقت؟ اُس
مقدس نے اپنی صداقت حاصل کرنے مین عمر صرف کر دی تھی اور کسی تدبیر سے اُس کی
روح دھوئی نہ گئی اور نہ اُس کو آرام حاصل ہوا۔ اب چلتے چلتے اُس کا قدم گہرے پانی
مین جا رہا۔ اِس وقت نہ اس کے بازو کا زور نہ اُس کے عصا کا سہارا اُس کے کام آتا۔

تب اُس کے کان مین پھر وہ شیرین آواز آئی کہ جب تو پانیون مین گزر کرے گا تو مین تیرے ساتھ ہون گا اور جب تو ندیون مین ہو کے جائے گا تو وہ تجھے نہ ڈبائے گی کہ مین خداوند تیرا خدا ہون اسرائیل کا قدوس تیرا بچانے والا مین ہون۔" اُس مقدس نے یہ سن کر جان لیا کہ یہ نورانی بچہ ضرور مسیح ہے۔ اُس نے اس بچہ کے بچانے مین ہر طرح کی کوشش کی اور اب اُس بچہ نے خوف کے وقت اُس کو رہائی دی۔ یہ کلمات سن کر اُس نے بڑی دلجمعی اور خوشی سے راستہ طے کیا۔ اُس کے دل مین یہ بات نقش ہو گئی کہ میرے اپنے کامون سے نجات نہین۔ خدا ہی میری صداقت ہے۔ مین نے اُس کو اٹھا لیا اور وہ میرے لیے نجات ثابت ہوا۔ آخر یہ مقدس اُس بچہ کو اپنی غار مین لے گیا اور اُس سے گناہون کی معافی کی تعلیم حاصل کی۔ اس دن سے اُس بچہ نے اُس مقدس کا نام کرسٹوفر (یعنے یسوع کو اٹھانے والا) رکھا۔

اسی روایت کے لحاظ سے قدیم تصاویر مین مقدس کرسٹوفر ایک بڑا قوی ہیکل شخص بنایا گیا ہے جس کے ہاتھ مین بڑا سا عصا ہے اور جو ایک بچہ کو کاندھے پر اٹھا کر ایک موجزن ندی مین سے گزر رہا ہے۔ (مسیحی)

کیا ہم "مشنری امت" کے مخالف ہین؟

"......زندگی کے مرتب صاحب سے درخواست ہے کہ از راہ نوازش دو باتین مدنظر رکھین۔ اول یہ کہ یہ رسالہ کسی خاص کلیسیا کی تعلیمات یا اصولون کی تلقین نہ کرے جسکو دیگر کلیسیا کے لوگ منظور کرنے کو تیار نہون۔ یہ رسالہ کل کلیسیا کے مسیحیون کے لیے ہو اور ایسے مضامین پیش نہون جن پر فضول مباحثہ ہو اگر ہو بھی تو اس طور پر ہو کہ کسی کی دلشکنی نہو۔ دوسرے یہ کہ یہ رسالہ ولایتی مشنریون کی نکتہ چینی اور انکو برا بھلا کہنے کا ایک ذریعہ نہ بنایا جاوے۔ بعض وقت اس قسم کے آزاد اخبار و نمین اس قسم کی باتین پائی جاتی ہین اور ہر طرف یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ ولایتی مشنری دنیا مین سب سے زیادہ گنہگار ہین اور جو کچھ وہ کرتے ہین سب غلط اور معیوب ہے۔ اگر چند مشنری ایسے پائے جاتے ہین جن سے کسی کو رنج یا نقصان پہنچے تو کیا ان کی وجہ سے پوری مشنری ملت کو برا بتانا اور ان کے پیچھے پڑ جانا انصاف اور دانائی ہے؟......" (کوکب ہند)

از مشفق جالب پیش متخلص بہ شور میرٹھی مرحوم بر غزل رضوان مرادآبادی

ہے' نام خدا' خلد بریں کوئے مسیحا
اور جلوۂ طوبیٰ قد دلجوئے مسیحا
محراب کلیسا ہے وہ ابروئے مسیحا
اترائیں نگاہیں جو بڑھیں سوئے مسیحا
دل لوٹ گیا دیکھتے ہی روئے مسیحا

گر خواب میں دیکھے وہ رخ رشک گل
عشق چمن و زمزمہ آرائی کا ہو قل
دن رات پڑھے دل پہ دعا شوق میں بلبل
مٹ جائے ہمیشہ کو پریشانی سنبل
پڑ جائے اگر سایۂ گیسوئے مسیحا

نیرنگ کرم کا یہ تماشا ہے مقرر
اور شان کرامت کا اک انداز ہے اظہر
اعجاز کا اک جلوہ ہے جوں مہر منور
ہر ماہ میں گھٹ بڑھ کے فلک پہ مہ انور
ابروئے مسیحا ہے کبھی روئے مسیحا

نے برق کی شوخی ہے نہ چشمک ہے شرر کی
نے نور نگہ کا ہے نہ تیزی ہے نظر کی
نے حسن شب مہ نہ سپیدی ہے سحر کی
خورشید کا جلوہ نہ تجلی ہے قمر کی
پھیلی ہوئی ہے روشنی روئے مسیحا

کچھ اور ہی انداز کا نیرنگ نظر آئے
کچھ اور ہی تقدیر تماشہ دکھلائے
کچھ جلوۂ قدرت سے سماں اور ہی بندھ جائے
موسیٰ کی طرح برق تجلی کو بھی غش آئے
بے پردہ اگر ہو رخ نیکوئے مسیحا

یہ زمزمے اک دم بھی نکلتے نہ دہن سے
اور رنگ پہ کھلتے کبھی اس کے نہ سخن سے
رکھتی نہ غرض رنگ سے مطلب نہ پھبن سے
بلبل کو محبت ابھی ہوتی نہ چمن سے
پھولوں میں نہ بس جاتی اگر بوئے مسیحا

ہاں جلوۂ انوار وفا اس کو ملے گا
فیض اثر کیف دعا اس کو ملے گا

لطفِ ثمرِ صدق و صفا اُس کو ملے گا　　تعبیر ہے، دیدارِ خدا اُس کو ملے گا
جو خواب مین دیکھے رُخِ نیکوے مسیحا

ہر شان سے اک نور کا جلوا نظر آیا　　ہر رنگ سے اک حسنِ مجلا نظر آیا
حیران ہون کس سے کہون مین کیا نظر آیا　　اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا
دیکھا جو کبھی آئینۂ روے مسیحا

ہے شکر کی جا، اِس سے فزون کیا ہو مقدر　　اور خوبی تقدیر ہو کیا اِس سے بھی بڑھکر
اور فضلِ خداوند ہو کیا اس سے فزون تر　　وہ بلبلِ خوش لہجہ ہون سنفے مرے سُنکر
جھوما کیے برسون شجر کوے مسیحا

اللہ ہمیشہ رکھے اُن کی یہی رنگت　　شاداب یہ ہمیشہ باقی رہے اور ایسی ہی صحت
قائم رہے ایسی ہی مہک، ایسی ہی شوکت　　پژمردہ ہون یارب نہ گلِ باغِ محبت
ان پھولون سے آتی ہے مجھے بوے مسیحا

ہو شورِ طرب اور ہو انداز عجب کا　　اور رنگ ہر اک رنگ سے ہو کیفِ طرب کا
ہو طرز ہی کچھ اور نیاز اور ادب کا　　رضوان جو دمِ نزع، اشارہ ہو طلب کا
جان کرتی ہوئی رقص، چلی سوے مسیحا

ضروری گزارش

زندگی جن حضرات کی خدمت مین بلا طلب حاضر ہو براہ کرام فوراً اپنے عندیہ سے مطلع فرمائین ورنہ خاموشی رضامندی تصور ہوگی، اور دوسرے ماہ انکا نام رجسٹر خریداران مین درج کرکے تیسرے ماہ کا پرچہ بصیغۂ قیمت طلب پیکٹ ارسال کیا جائیگا، جسکو وصول کرنا انکا قولی و اخلاقی فرض ہوگا۔ بعض حضرات پہلا اور دوسرا پرچہ خوشی سے وصول کرتے ہین اور جب تیسرا پرچہ بصیغۂ قیمت طلب پیکٹ ارسال ہوتا ہے تو ہمکو شکریہ کیساتھ واپس کردیتے ہین ظاہر ہے کہ اس طریقِ عمل سے ہمین بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے آپکو زندگی کی خریداری منظور نہین ہے تو آپ کا فرض ہے کہ ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ سے ہمین اطلاع دیدین تاکہ دفتر مزید نقصان سے محفوظ رہے۔ جملہ خط و کتابت پتۂ ذیل پر کی جائے۔

مینجر رسالہ زندگی۔ منروا پریس۔ لکھنؤ

جنکو ہم نہایت شکریہ کیساتھ مع تصویر زندگی مین درج کرین گے۔

بائبل کا سب سے بڑا نسخہ آکسفورڈ یونیورسٹی مین موجود ہے' جو حال ہی مین تکمیل کو پہنچا ہے۔ یہ نسخہ مطبوعہ نہین بلکہ دستی لکھا ہوا ہے۔ بارہ ہزار آدمیون نے اِس کو لکھا ہے' اور جلد بندی مین ایک درجن بڑے بکرون کی کھال صرف ہوئی ہے۔ اِس بائبل کا طول و عرض تدریج چھ فٹ دو انچ اور تین فٹ دس انچ ہے۔

مسز اینی بیسنٹ کا اخبار "نیو انڈیا" خبر دیتا ہے کہ دارجیلنگ کی مس پرشاد' میسور کے محمڈن ویمنس ٹریننگ کالج کی پرنسپل مقرر ہوئی ہین مس پرشاد ایک ہندوستانی مسیحی خاتون اور زبان اُردو سے خوب واقف ہین ۔ اِس تقرر پر ہم مس پرشاد کو دلی مبارکباد کا ہدیہ پیش کرتے ہین۔

رائٹ آنریبل مسٹر مانٹیگو (سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا) اور ہز اکسلنسی وائسرائے کی خدمت مین ۲۶ ر نومبر کی صبح کو کانگرس و مسلم لیگ کا جو مشترکہ وفد (ڈپوٹیشن) باریاب ہوا تھا اُس مین کلکتہ کے پادری بی اے ناگ صاحب بھی شامل تھے۔ آپ نیشنل کانگرس کے آئندہ اجلاس کی استقبالی کمیٹی کے بھی ممبر ہین۔

مکتی فوج کی خود انکاری کی مثال قابل تقلید ہے سنہ ۱۹۱۷ء مین اس فرق سے ۱۴ لاکھ ۵۹ ہزار ایک سو دس روپے کی آمدنی ہوئی۔ اِس مین سے پندرہ ہزار روپے کی رقم برٹش و فارن بائبل سوسائٹی کو دی گئی ہے۔

امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی نے عراق عرب کے مسیحی کام کے لیے گزشتہ سال بارہ ہزار ڈالر دیئے تھے۔ امسال اِس سے کہین زیادہ رقم دی گئی ہے' اور متعدد جوان وائی ایم سی اے کے متعلق عراق عرب اور فرانس مین قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہین۔

کانپور کنونشن کے اجلاس (۵ ر لغایت ۸ ر نومبر سنہ ۱۷ء) نہایت خوبی و عمدگی سے ہوئے۔ رہائش کا انتظام معقول تھا۔ ڈیلیگیٹون کی تعداد بھی کافی تھی۔ اُمید رکھنا چاہیئے کہ کنونشن کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کرسچن انڈیور' سنڈے اسکول' اور ایپورتھ لیگ کے کام مین خاطر خواہ ترقی ہوگی۔

امریکہ کے مشہور و معروف واعظ بلی سنڈے نے اپنی حال کی مہم نیویارک کی تمام آمدنی جس کی تعداد مبلغ ۵۱ ہزار ۸۴۰ روپیہ تھی' ریڈ کراس اور آرمی وائی ایم سی اے کو تقسیم کر دی ہے۔

مسٹر ایچ ڈبلیو ڈبلیو ای (الہ آباد) کی دختر نیک اختر مس ماٹلڈا آگسٹا لیلاوتی' لکھنؤ کے پادری گنگا ناتھ صاحب شکل کے منجھلے صاحبزادے مسٹر ای این شکل بی اے (ڈپٹی کلکٹر گونڈہ) کو منسوب ہوئی ہین۔ مبارکباد۔

لکھنؤ کی مسز ٹھاکر نواب علی نے تنک پور کے گرجا گھر کی تعمیر کے لیے ڈیڑھ سو روپیہ کی رقم مرحمت فرمائی ہے۔

پریسیڈنٹ ولسن (ریاستہائے متحدہ امریکہ) اپنے گھر مین روزانہ دو مرتبہ خاندانی دعا کرتے ہین یہ نہ صرف گورنمنٹ کے دیگر ذمہ دار حکام کے لیے بلکہ عام مسیحیون کے لیے بھی یہ ایک قابل تقلید مثال ہے۔

———— ❁ ————

میتھوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ مین باہتمام ایچ کولی پرنٹر طبع ہوا اور پی ایل شاکر نے منوا پریس لکھنؤ سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ای ۱۱۸

دسمبر ۱۹۱۷ء

ایڈیٹر پی ایل شاکر

زندگی

جلد ۱ نمبر ۶

ہندوستانی مسیحی جماعت کا مذہبی قومی و معاشرتی رسالہ

فہرست مضامین!

منروا پریس لکھنؤ (اودھ) سے شائع ہوا

قیمت سالانہ عہ — قیمت فی پرچہ ۳؎

واقعات ورائین

زندگی کے ناظرین کو بڑا دن اور نیا سال مبارک ہو! کاش، ہم سب خداوند کی پہچان مین ترقی کرین، اسکی مرضی کو بجا لائین، اسکی خدمت سچے اور پورے دل سے کرین اور جب آسمانی بارگاہ مین بلائے جائین تو اسکے حضور باہم پائے جائین - ہم تعلیم اور مطالعہ سے نہین بلکہ عمل کرنے سے پاک اور مسیح کی مانند بنتے ہین - اگر ہم دل مین صداقت کو قبول کرلین لیکن اپنی زندگی سے اسکا اظہار نکرین تو اس سے ہمین الٹا نقصان پہنچتا ہے - ہم مین اتنی ہی صداقت ہے جتنا ہم عمل کرین - یعقوب رسول کے قول کے مطابق ایسا شخص اپنے عمل مین مبارک ہوگا -

پادری ودھاوامل، سردار دیدار سنگھ اور پادری طالب الدین صاحبان پنجاب کے تین مشہور مسیحی تھے جنکی یکے بادیگرے جدائی کا صدمہ ہمین اٹھانا پڑا - انکی وفات سے ہندوستانی مسیحی جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے - غیر ملکی مشنریون مین سے بھی دو ممتاز مشنری ہم سے جدا ہو گئے، یعنی مین پوری کے پادری جے این فورمن صاحب اور دہلی کے پادری کینن ایس ایس النٹ صاحب - اللہ تعالی مرحومین کے پسماندگان کے ساتھ ہو اور انکی مدد کرے - اگر کوئی صاحبان مرحومین کے حالات و تصاویر ہم پہنچائین تو ہم شکریہ کے ساتھ زندگی مین درج کرین گے -

آل انڈیا کرسچن کانفرنس کا وفد ۱۱ دسمبر ۱۹۱۷ء کی سہ پہر کو صاحب وزیر ہند و حضور ویسرائے کی خدمت مین بمقام کلکتہ باریاب ہوا۔ آنریبل مسٹر ایس سی داس نے ایڈریس پڑھا۔ عرضداشت مین اس امر پر خاص طور پر زور دیا گیا تھا کہ تمام اصلاحات مین جو گورنمنٹ کیطرف سے نافذ ہون، ہندوستانی مسیحی جماعت کے حقوق و مفاد کو مدنظر رکھا جائے - نیز ہر ضلع مین ایک قائم مقام انسٹی ٹیوشن ہو جسکے ذریعہ سے دیگر تعلیمی و دیگر معاملات سے باخبر رہین - لکھنؤ کیطرف سے آیندہ اجلاس کانگریس کیلیے ۱۸۱ ڈیلیگیٹ انتخاب ہوے ہین - اس مطول فہرست مین ایک ہندوستانی مسیحی کا نام بھی نظر آتا ہے یعنی مسٹر پی سی بھٹا چارجی (بیرسٹر ایٹ لا) ہم اس شرکت و نیابت کے ہرگز مخالف نہین، مگر ہماری یہ خواہش ضرور ہے کہ کسی موقع پر بھی اپنی غریب و بیکس جماعت کے حقوق و مفاد کو نظر انداز نہ کیا جائے

چرچ مشنری سوسائٹی تنولی کی مینیجنگ کمیٹی قابل شکریہ ہے کہ اسنے اپنا پلم کوٹہ کالج ڈسٹرکٹ چرچ کونسل کے سپرد کردیا ہے، یکم جنوری ۱۹۱۸ء سے ڈسٹرکٹ چرچ کونسل ہی اس کالج کی منتظم ہوگی - باہمی قرارداد سے حسب ذیل فرائض

شذرات

زمین پر صلح

اگر غور کیا جائے تو وہ صلح، جس کا "آسمانی فوج شریف" کے گیت مین تذکرہ ہی۔ وہ زمین پر کہین نظر نہین آتی۔ خداوند مسیح کی آمد کا مدعا و منشا یہی ہی، مگر تعجب ہی کہ اُنیس سو برس سے زیادہ زمانہ گزر گیا، اور اب تک دُنیا مین بیقراری، لڑائیان اور جھگڑے موجود ہین۔ اسکی صرف ایک ہی وجہ ہوسکتی ہی، اور وہ یہ ہی کہ اب تک خداوند مسیح دنیا کی اقوام کے دل مین پیدا نہین ہوا ہی۔ صلح و سلامتی اُسی شخص کے دل مین پائی جائیگی، جس مین مسیح نے صورت پکڑی ہی۔ جنگ و جدل کا سلسلہ اُس وقت تک ہرگز موقوف نہوگا، تا وقتیکہ دُنیا کی قومین مسیح کے قدمون مین سرنگون نہونگی۔ کیسی شرم اور ندامت کی بات ہی کہ اِس وقت زیادہ تر وہ قومین جنگ مین مصروف اور ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے پر تُلی بیٹھی ہین، جو خداوند مسیح کی پیرو کہلاتی ہین۔ اِس جنگ عظیم کی نسبت ہم نہین کہہ سکتے کہ کون حق و راستی پر ہی، لیکن خواہ کوئی معقول وجہ ہو یا نہو، یہ بات اظہر من الشمس ہی کہ اِس وقت متعدد مسیحی اقوام اپنی روش اور حکمت عملی سے صلح کے شہزادہ کی بیعزتی کر رہی ہین۔ کتنی قیمتی جانین اِس جنگ مین تلف ہو رہی ہین! کس قدر عورتین بیوہ اور بچے یتیم ہو رہے ہین! کاش! سلطنتون کے قضئے اور معاملات مصالحت سے طی ہوا کرتے۔ سلطان الواعظین پادری سی اے اسپرجن صاحب کے یہ الفاظ کس قدر واقعیت سے مملو ہین کہ "اگر حقیقی مسیحی حاکم سب قومون پر حکمرا

جہاں تو جنگ کا خاتمہ ہو جائے۔ وہ گناہ جس کو بائبل سب سے بڑا جرم قرار دیتی ہے جنگ ہے اپنی تلوار
میان میں رکھ کہ خداوند نے فرمایا ہے کہ تو خون نہ کرنا۔ اِس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک شخص کو مار ڈالنا تو
خون کرنا ہے اور لاکھوں کو قتل کر ڈالنا بزرگی و فخر کا باعث ہے۔ اگر مسیح سب کا بادشاہ ہو تو لوگ اپنی کمانیں
توڑ ڈالیں گے اور سنگینوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور جنگ کی رتھوں کو آگ کی نذر کر دینگے۔ یہ خوشی
کی خبر سب قوموں کے لیے ہے کہ مسیح پیدا ہوا جو سلامتی کا شہزادہ اور راستی سے حکومت کرنیوالا ہے!"

ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں!

اُنیس سو برس سے زیادہ زمانہ گزرا کہ خدا مجسم ہو کر دنیا میں آیا۔ اُس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ یہ کمزور بچہ جو
بیت اللحم کی سرائے میں چرنی میں پڑا ہے دنیا کی تاریخ کا ایک نیا سلسلہ
قائم کرنے اور روحانی عالم میں انقلاب پیدا کرنیوالا ہے۔ افسوس ہے کہ
ہمارے ملک میں اب تک علم تاریخ کی کوئی وقعت نہیں۔ اِسکا ایک خاص سبب یہ ہے کہ ہندوستان کے
رائج الوقت دیگر مذاہب میں اگر صحیح تاریخ ذرہ بھر ہے تو اُس کے ساتھ مصنوعی کہانیوں اور روایات
کا بڑا بھاری انبار ہے۔ ہم مسیحی جنکو خدا نے اپنے بیٹے کی معرفت بخشی ہے سنہ عیسوی کے شروع میں ایک
چھوٹے سے چشمے کا آغاز دیکھتے ہیں جو رفتہ رفتہ ایک ایسا وسیع دریا ہوتا جاتا ہے جسکی رفتار کے
مقابل کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ گزشتہ صدی کو "مسیحی مشنوں کی صدی" کا نام دیا گیا ہے لیکن بیسویں صدی
کے اِن ابتدائی برسوں میں جو ترقی مسیحی مذہب نے کی ہے اُسکی نظیر مشکل سے ملیگی۔

جب ہم اُس ترقی کا ذکر کرتے ہیں جو دُنیا میں مسیحی مذہب نے کی ہے تو ہمیں ہوشیار و خبردار رہنا
چاہیے مبادا ہم اپنا شمار اُن لوگوں میں کریں جن کے ذریعہ سے یہ ترقی ہو رہی ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ کہیں
اِس خیال سے متاثر ہو کر ہم اپنی روحانی حالت سے غافل نہ ہو جائیں۔ مشاہدہ سے واضح ہوتا
ہے کہ ہماری کلیسیا کی کمزوری کی خاص وجہ یہی ہے کہ ہم خس و خاشاک کی طرح عام مسیحی جماعت کی سطح
پر بہتے جا رہے ہیں اور شخصی مذہب پر زور نہیں دیتے۔ مبارک ہیں وہ مسیحی جو اِس سال خداوند کے ساتھ چلتے
رہے ہیں ممکن ہے کہ بعض اصحاب سال بھر اعلیٰ درجہ کی دینی کتابیں پڑھتے رہے یا بعض دینی خدمت میں یا دیگر
کاروبار میں مصروف رہے ہوں لیکن اگر کوئی شخص اِس عرصہ میں مسیح سے زیادہ واقف نہیں ہوا
تو کچھ شک نہیں کہ اُس نے اپنی زندگی کا ایک سال رائیگاں کیا ہے۔ اگر ہم وقت پر طاقت حاصل

نہیں کہیں گے، تو آیندہ ہم اسی قدر کمزور رہیں گے جس قدر ہم نے مسیح کا علم حاصل کرنے میں کوتاہی کی ہو۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک قاعدہ مقرر کیا ہو کہ اگر ہم مسیح کو اپنی زندگی میں اپنا ساتھی بنائیں تو اُسکا عکس ہماری زندگی میں نظر آئے گا۔

ناظرین! اگر ہم سب آیندہ سال میں روزانہ صرف دس منٹ ہی کے لیے خلوص دلی کیساتھ مسیح سے ملاقات کرینگے، تو یقین رکھیے کہ ہماری زندگی ایک عجیب زندگی ہوگی۔ کاش ۱۹۱۸ء میں ہم سب کا ہر وقت یہی مقولہ ہو کہ ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

کلام خدا کی کتر بیونت

انگلیکن چرچ کے بعض بشپ صاحبان از سر نو مزامیر کو مرتب کر رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے عقل و داغ سے کام لیکر مزامیر کی بعض آیات کو قلمزد کیا ہو کہ اگر پارلیمنٹ بھی اپنی منظوری صادر کر دے تو آیندہ ان کو گرجوں وغیرہ میں عام جماعت کے سامنے نہ پڑھا جائے۔ کیا ان بشپ صاحبان کا یہ فعل واجب و مناسب ہو؟ بشپ صاحبان نے جن آیات کو اپنے زعم باطل میں قابل اخراج سمجھا ہے، وہ یہ ہیں:۔ زبور ۵ د سالم ٦٨/٢٢-٢١؛ ٦٩/٢٩-٢٣؛ ١٠٩/١٩-٥؛ ١٣٧/٩-٧؛ ١٣٩/٢٢-١٩؛ ١٤٠/١٠ و ٩؛ اور ١٤٣/١٢۔ ان کے علاوہ بعض دیگر آیات کو خارج کرنے کی بھی سفارش کی گئی ہو، جنکی کیفیت ہنوز ہمیں دریافت نہیں ہوئی۔

خدا کے کلام کے ان حصوں کو کوئی انسان، خواہ وہ کیسے ہی اعلیٰ مذہبی یا سیاسی درجہ پر ممتاز کیوں نہو، بائبل سے خارج نہیں کر سکتا۔ مزمور کی ایک آیت میں جس کو ان بشپ صاحبان نے خارج کیا ہے، داؤد نے اپنے دلی خیالات کا اظہار کیا ہے "اے خداوند کیا میں اُن کا کینہ نہیں رکھتا، جو تیرا کینہ رکھتے ہیں؟ کیا میں اُن سے جو تیرے مخالف ہو کے اُٹھے ہیں، بیزار نہیں ہوں؟" (١٣٩/٢١) اگر داؤد کے ان الفاظ سے انسانی غصہ و انتقام کا اظہار ہوتا ہے تو خدا کی نظر میں یہ ضرور گناہ ٹھہرے ہونگے۔ اگر کینہ عہد جدید میں گناہ ہے تو عہد عتیق میں بھی وہ گناہ ہی تھا، کیونکہ خدا تو کبھی نہیں بدلتا۔

مزید برآں مزمور ۹۰ میں ایک پیشنگوئی بھی ہے جس کا حوالہ پطرس رسول نے اعمال ۱/۲ میں دیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ اسی سلسلہ میں کل کو ہمیں یہ بھی کہا جائے کہ چونکہ خداوند مسیح

نے فرلیسیون کو، نیز اُن شہرون کو جنھون نے اُسے قبول نہین کیا، بُرا بھلا کہا ہے۔ لہٰذا خداوند کے ایسے الفاظ بھی انجیل سے نکال دئے جائین کہ وہ اُس کے شایانِ شان نہین ہین کیونکہ جب کنین بیکن صاحب کے خیال مین یہ مزامیر (CURSING PSALMS) ہین، تو خداوند مسیح کے ایسے کلمات کو وہ کب اچھی نظر سے دیکھنے کے روادار ہون گے۔ اگر یہ سلسلہ اور جاری رہا تو ایک دن مکاشفہ کو بھی از سرِ نو مرتب کرنے کی ضرورت لاحق ہوگی کیونکہ اس مین بھی کلیسیاؤن کی نافرمانی کے متعلق غم و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے۔

حال ہی مین ہم نے سنا تھا کہ امریکہ مین کوشش ہو رہی ہے کہ خدا کی شریعت مین، جو خدا کے دس احکام مین مدون ہے، اضافہ و ترمیم (REVISION) کیا جائے کہ اب انگلستان سے بھی ایک نیا شگوفہ کھلا ہے۔ خدا خیر کرے! آثار اچھے نظر نہین آتے ہین۔ اگر ہمارے مذہبی رہنماؤن کے یہی لیل و نہار ہین تو مجبوراً ہم کو ان سے یا ان کو ہم سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ کوئی مسیحی، خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، خدا کے کلام کی اس توہین کو برداشت نہین کر سکتا۔ اگر کلامِ خدا کو ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق بنانا چاہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا وجود ہی جاتا رہے گا۔ اگرچہ ہم اس بات کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہین کہ ایسا ہونا ممکن ہے، کیونکہ ہم جانتے ہین خدا خود اپنے کلام کا محافظ ہے۔ جس خدا نے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیئے آج تک اپنے کلام کی حفاظت کی ہے، وہ آیندہ بھی اس کی حفاظت کرنے پر قادر ہے۔ خدا انسانی سرشت سے ناواقف نہین۔ وہ جانتا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ انسان اپنے دنیوی اختیارات کے باعث اس کلام مین بھی نئی نکالے گا، لہٰذا بطور انتباہ اُس نے توریت مین صاف صاف فرمایا ہے کہ "تم اس کلام مین جو مین تعین فرماتا ہون، کچھ زیادہ نہ کیجیو اور نہ اُس مین کم کیجیو" (استثنا ۴:۲)۔ اس کے ساتھ ہی اُن الفاظ کو بھی دیکھنا چاہیئے جن پر کلامِ خدا کی آخری کتاب ختم ہوتی ہے (مکاشفہ ۲۲: ۱۸-۱۹)۔

بڑا دِن

بوئے گلِ مسیح کا شہرہ چمن مین ہے
نسرین مین یہ مہک گلِ نسترن مین ہے

مسیحی دنیا ۲۵ دسمبر کو نہایت خوشی اور شکرگزاری کا دن سمجھتی ہے۔ کیون؟ اس لیے کہ وہ آج کے دن خدا کی اُس محبّت کی یادگاری کرتے ہین جو اُس نے اپنے بڑے فضل سے بنی آدم پر ظاہر فرمائی۔ مقدس انبیا کی کہی ہوئی باتین جو سیکڑون اور ہزارون برس پیشتر بیان کی گئین تھین، وہ گویا آج کے دن پوری ہوئین، جن کے پورا ہونے کی اُمید پر صالحین ومقدسین اپنی زندگیون کو اس سانچے مین ڈھالتے رہے جس مین ڈھلنے کے لیے دنیوی اور جسمانی مزاج ہمیشہ مخالفت پر آمادہ رہتے اور جنھین زیر کرنے کے لیے خدا کے بندون کو جان توڑ کر لڑنا پڑتا اور اوس کے لیے خدا کی طرف ہاتھ اُٹھانے پڑتے ہین کیونکہ وہی اکیلا کمزور اور ناتوان کو طاقت بخشنے کی قدرت رکھتا ہے۔ غرض اسی کے ٹھہرائے ہوئے انتظام سے آج دنیا کا مسجود بلکہ معبود یہودیہ کے بیت الّحم مین ظاہر ہوا۔ اِس وقت وہ ایک چھوٹے بچے کی صورت مین ہے جو کپڑے مین لپٹا اور چرنی مین رکھا ہوا ہے۔ مقدس مریم اُس کے پاس بیٹھ کر خدا کی عجیب محبّت پر غور اور شکرگزاری کرتی ہے۔ یہی نظارہ تھا جسے علی الصبح کنعان کے گڈریون نے فرشتون سے آگاہی پاکر دیکھا اور خداوند کی حمد اور تعریف کرتے ہوئے اُس کو سجدہ کیا اور فرطِ محبّت سے اِن باتون کی خبر اور لوگون کو بھی پہنچائی کہ نجات دہندہ جو قادرِ خدا ہے آج دنیا مین ظاہر ہو کر عمانوایل بن گیا ہے۔ گویا مسیح کے سب سے پہلے منادی یہی گڈریے تھے۔ اِن ساری باتون کا بیان سیکڑون برس پیشتر پاک نوشتون مین درج ہو چکا تھا۔

مسیح کی پیدائش کے وقت آسمان پر مقرب فرشتون کی جماعت نے بڑے ادب اور عجز کے ساتھ الٰہی محبت کے اعلیٰ اظہار پر حمد اور تعریف کا گیت گایا کہ آج وہ جس سے اور جس کے لیے ساری چیزین پیدا ہوئین، جو سب سے اوّل اور سب سے اعلیٰ، جو انفااور

ہیگا، جس کی قدرت اور حکمت لاانتہا ہے، جو فرش سے کر عرش تک حکومت کرتا ہے یعنی جس کی بادشاہت کی کوئی حد نہیں، جو فہم سے بالاتر، جو غیر محدود اور غیر منقسم، جس کی ذات اور صفات لایدرک ہیں، انسانی جسم میں ظاہر ہوا تاکہ انسان کو اُس کے گناہوں سے پاک کر کے اپنے ساتھ ملائے - ہیلویاہ! پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ آج کے دن بھی ہم خوشی نہ کریں؟

ہمارے غیر مذاہب والے دوست مسیحیوں سے ایسی باتیں سُن کر اُنھیں ناممکن الوقوع قرار دے کر ٹال دیتے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ خدا جیسا قادر اور قدوس ہے وہ کسی کمزور اور ناتوان جسم میں ظاہر ہو - درحقیقت اُن کے اس خیال میں کچھ نہ کچھ سچائی بھی ہے! وہ یہ کہ جب انسان اپنی نالائقی اور گنہ آلود حالت پر غور کرتا اور دیکھتا ہے کہ اس دنیا میں کس قدر گندگی اور ناپاکی بھری ہوئی ہے جس میں رہنا خدا کے عاشق ایک قید سمجھتے ہیں اور جب تک اُس میں رہتے ہیں اس غلیظ ناپاک آلودگی دُنیا کے ساتھ کچھ سروکار رکھنا پسند نہیں کرتے، حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے انسانوں کے ساتھ صحبت رکھنے کی بہ نسبت جنگلی درندوں کے ساتھ رہنا پسند کیا اور اُسے ترجیح دی - اس صورت میں خدا جس کی قدوسیت کے سامنے فرشتے اپنا منہ ڈھانپ لیتے ہیں جس کی قدرت بے حد اور فہم سے بالا ہے، اس ناپاک دُنیا میں کس طرح آ سکتا ہے یعنی جبکہ یہ دُنیا انسان کے رہنے کے ناقابل ہے تو خدا کے لائق کب ہو سکتی ہے؟

بے شک یہ دُنیا ناپاک اور خدا پاک ہے، اور لاریب انسانی عقل کا فیصلہ عموماً یہی ہے کہ خدا اس دُنیا میں نہیں آ سکتا لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ مندرجہ ذیل سطور پر غور کریں -

اوّلاً - بنی آدم میں دیدارِ الٰہی کی خواہش کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے - کوئی فرقہ دُنیا پر ایسا نہیں پایا جاتا جس میں دیدارِ الٰہی کی آرزو نہ پائی جاتی ہو - وہ لوگ جو جنگلی اور وحشی کے نام سے پکارے جاتے ہیں اپنے اعمال سے اس امر کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ہم اپنے خالق اور مالک کو دیکھنے کے از حد مشتاق ہیں - چنانچہ اُنھوں نے اپنے تصورات

سے بموجب خدا کی کوئی صورت یا مورت بنائی۔ قدیم زمانہ کی سب سے عالم اور شائستہ اقوام نے اس مین بھی ترقی کی۔ چنانچہ مصری اور رومی لوگون کے حالات پڑھنے اور پرانے کتبون کو دیکھنے سے یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ ہندوستان کے قدیم بزرگون نے خدا کا اوتار ہونا بڑی صفائی سے مان لیا۔ محمدی اصحاب نے محمد صاحب کو "ظہور وجود باری" سمجھ لیا۔ وقس علیٰ ہذا۔

اس امر سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ جس کو ہم پیار کرتے ہین اس کو دیکھنے کی خواہش ہم مین طبعی طور پر پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جو لوگ اس امر کے قائل ہین کہ انسان کا اصلی مقصود اور محبوب خدا ہے وہ اس بات کے بھی معترف ہین کہ ہم اس کو دیکھنا چاہتے ہین۔ مگر لامحدود کو محدود کسی صورت مین دیکھ نہین سکتا جب تک کہ وہ محدود صورت مین ظاہر نہ ہو۔ پس جبکہ مسیح نے انسانی جامہ پہن لیا تو انسان کی یہ قدرتی خواہش بھی پوری ہو گئی۔ اسی کو مسیحی مذہب پیش کرتا ہے۔ ہان اسی کی یادگار مین آج کے دن مسیحی خوشی مناتے اور کل جہان کو مبارکباد دیتے اور کہتے ہین کہ عالم کا معبود گویا آج کے دن جسم مین ظاہر ہوا!

ثانیاً۔ یہ تو بالکل سچ ہے کہ دنیا ایسی گناہ آلود اور ناپاک ہے کہ خدا کے لائق کسی صورت مین نہین ہو سکتی۔ پر چونکہ خدا انسان سے محبت رکھتا اور اس کی گری ہوئی حالت کو بحال کرنا چاہتا ہے اور یہ اسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ انسان خدا کی نزدیکی حاصل کرے۔ لیکن انسان مین یہ طاقت نہین کہ وہ اُس قدوس کے نزدیک جا سکے جس کے حضور مین فرشتے بھی "قدوس قدوس قدوس" پکارتے اور اپنا سر جھکاتے ہین۔ انسان کی کیا حقیقت ہے کہ وہ خدا کے نزدیک ہونے کا خیال بھی کر سکے۔ پس اگر یہ سچ ہے کہ وہ خدا انسان کو بحال کرنا چاہتا ہے یعنی اُس کو اپنی قربت مین لینا پسند کرتا ہے تو لازم ہے کہ وہ خود ہی انسان کے قریب آئے۔ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ خدا خود انسان کے پاس آئے۔ پس جو لوگ اس امر کے قائل ہین کہ خدا انسان سے محبت کرتا ہے انھین اس بات کا بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ خدا خود ہی انسان کے نزدیک آ کر اس انسانی تقاضا کو جس سے مراد دیدار الٰہی ہے پورا کرے۔

ہم اپنے غیر مسیحی دوستون سے عرض کرتے ہین کہ اگر یہ بالکل سچ ہو کہ خدا بنی آدم کے واسطے اِس دنیا مین مجسم ہو کر آیا تو اُس سے کس قدر الٰہی محبت ظاہر ہوگی؟ اور کس قدر برکتین اِس الٰہی محبت سے وابستہ ہون گی۔ انجیل مقدس مین یہ بات بخوبی روشن کی گئی ہے کہ خدا جسم مین ظاہر ہوا! پس آو ہمارے ساتھ خوشی کرو! کیونکہ کل بنی آدم کی آرزو گویا آج کے دن پوری ہوئی!!!

شش

عالم مین شورِ آمدِ شاہِ ظفر ہے آج — ہر سمت نورِ الفتِ حق جلوہ گر ہے آج

ڈنکے کی چوٹ کہتی ہے رحمت پکار کر — صلح و سلامتی و طرب کی سحر ہے آج

کافور ہے تسلطِ عصیان جہان سے — شیطان کا سارا سحر غلط بے اثر ہے آج

سرگشتگی جہان مین کہین نام کو نہین — خندان برنگِ گل سراک آشفتہ سر ہے آج

آمد کا ذکر کرتے تھے جس کی کل انبیا — پیدا ہوا جہان مین وہی راہبر ہے آج

جولان ہے رہتی کہ قدم اُس کے چوم لے — پاکیزگی بھی چند قدم پیشتر ہے آج

چرنی مین اور ابنِ خدا! یہ ہے عاجزی — حیرت فزا معاملہ پیشِ نظر ہے آج

ملتی ہے مفت سب کو حیاتِ ہمیشگی — افسوس اُس کے حال پہ جو بے خبر ہے آج

باب سرور و عیش و طرب ہے چمن چمن — ایک ایک گھر نشاط و مسرت کا گھر ہے آج

تہذیب کی پکار ہے ہر سو مچی ہوئی — الفت شعار و شیوۂ نوعِ بشر ہے آج

عالم کے گوشے گوشے مین فیضِ مسیح سے — آوازۂ ترقیِ علم و ہنر ہے آج

پرواز کر رہی ہے غریبی جہان سے — صرفِ کرم خزانۂ قارون گھر ہے آج

پُر ہے مسرتون سے سراسر دلِ غنی
انجم میرے نصیب کا رشکِ قمر ہے آج

کالون سنگھ غنی

آج مسیح خُداوند پیدا ہوا!

(لوقا ۲/ ۱-۱۴)

کلیسیا نے نہایت دانائی کے ساتھ ایسے اوقات مقرر کیے ہین کہ ہم خاص اشخاص اور امور کی نسبت باقاعدہ اور با ترتیب غور کر سکتے ہین۔ جو لوگ خداوند مسیح کی پیدائش کو ایک مقررہ وقت پر یاد کرنا قابلِ اعتراض سمجھتے ہین غالباً وہ کبھی اس عجیب واقعہ پر کماحقہ توجہ نہین کرتے ہون گے جبکہ ہم اپنے عزیزون کی سالگرہ پر خوشی مناتے ہین تو اپنے خداوند کے تولد پر خوشی منانا بھی ہمارا فرض ہے۔ آؤ! آج پھر اُس سادہ و دلچسپ اور عجیب و غریب واقعہ پر غور کرین، جس کو مُقدس لوقا نے اپنی انجیل کے دوسرے باب مین درج کیا ہے۔

ضرور تھا کہ مسیح یہوداہ کے فرقہ مین سے ہو۔ یہ بھی ضرور تھا کہ نبی کی پیشینگوئی کے مطابق وہ بیت اللحم مین پیدا ہو۔ لیکن ایسی غریب عورت کہان ملے گی اور اُس کے نسب نامہ کی تصدیق کیونکر ہو گی! انسان کی عقل حیران تھی کہ یہ عقدہ کیونکر حل ہوگا؟ لیکن خدا کے انتظام مین سب کچھ ممکن ہے۔ اُس نے رومی قیصر کے دل کو اس طرف مائل کیا کہ یہودیون کی فرقہ وار مردم شماری کی جائے۔ اسی سلسلے مین مریم ناصرہ سے بیت اللحم گئی۔ یقیناً بادشاہون کے دل اسی شہنشاہ کے اختیار مین ہین۔ مسیح پیدا ہوتے ہی چرنی مین رکھا گیا کیونکہ اُس کو سرائے مین جگہ نہ ملی۔ اِس دلکش واقعہ کی عظمت بیان سے باہر ہے۔ کسی شاہزادے کے لیے جو شاہی محل مین پیدا ہوا، فرشتون نے کبھی خوشی کے گیت نہین گائے۔ آسمانی شان و شوکت سے حیوانون کی چرنی تک پستی! مسیح تدریج آسمان سے نہین اُترا۔ وہ یکبارگی عرش سے فرش تک چلا آیا۔ ذرا بیت اللحم کی سرائے مین چل کر اُس کو دیکھو۔ اونٹون کو آگے سے ہٹا دو۔ اے آوارہ گردو لوگو! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اے مریم! کیا تجھے کوئی چراغ بھی میسر نہین ہوا؟ تیرے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے؟ وہ دیکھو، مسیح چرنی مین پڑا ہے۔ یا سر نگون کر کے اُس کے سامنے جھکو۔ ابدیت کا خداوند آج مریم کا فرزند بنا ہے۔ یہ وہ بچہ ہے جس کی شیرین آواز ایک دن مُردون کو قبرون سے باہر نکالے گی۔ مسیح

آسمانی تخت سے چرنی میں آیا، تاکہ ہم چرنی سے اُس تخت تک سرفراز ہوں!

دُنیا میں، اور بھی بہت سی جگہیں ہیں، جہاں مسیح کو جگہ نہیں ملتی۔ شہنشاہوں کے محلات میں اُس کے لیے جگہ نہیں۔ سلطنت کے درباروں میں مسیح کو کوئی نہیں پوچھتا۔ حکمت عملیاں اور جنگ کے منصوبے اُس راستباز اور سلامتی کے شہزادے کو اندر نہیں آنے دیتے۔ بڑے بڑے امیر اور صاحب اقتدار لوگ مسیح کے نام سے خار کھاتے ہیں۔ تجارت میں، تعلیمی مجلسوں اور درس گاہوں میں، اس غریب ناصری کا گزر نہیں۔ سب لوگ ہم آواز ہو کر اُس کو باہر نکال دیتے ہیں، اور آپس میں یہ کہتے ہیں کہ مسیح کون ہے کہ ہم اُس کی سنیں!

مقدس لوقا کے بیان میں فرشتوں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ جب باغی اور سرکش فرشتوں کو آسمان سے نکالا گیا، تو مسیح اُن کو بچانے کے لیے مجسم نہیں ہوا۔ جب شیطان اپنے ساتھ آسمانی گروہ کے ایک ثلث کو لیکر گرا، تو اس وقت مسیح اُن کے لیے اپنا تخت چھوڑ کر نہیں اُترا۔ وہ ابرہام کی نسل میں سے ہو کر آنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے، فرشتوں نے اپنے دل میں یہ نہیں کہا کہ وہ تو انسانوں کے ساتھ اس قدر ہمدردی کرتا ہے کہ کبھی ہمارے ساتھ نہیں کی، ہم کو اس معاملہ سے کیا تعلق؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ وہ خوشی سے مسیح کی پیدائش کی خبر دینے کے لیے آتے ہیں، اور اپنی دلی فرحت کو ضبط نہیں کر سکتے۔ جب ایک فرشتہ نے اپنا پیغام ختم کیا تو باقی فرشتے، جو اس وقت تک منتظر کھڑے تھے، یکبارگی اپنا آسمانی نغمہ شروع کر دیتے ہیں۔ اگر گڈریوں کے دل میں کوئی خوف اب تک باقی تھا، تو اس نغمہ کے شیریں سُروں نے وہ سب بھلا دیا۔ اُن کے دل میں اُس خوش خبری کا زیادہ یقین پیدا ہو گیا ہو گا کیونکہ اگر کوئی شخص خوشی کی خبر مغموم لہجہ اور دبی آواز کے ساتھ دے تو کوئی اُس کا یقین نہیں کرتا۔ ایسے پیغام کے لیے اُس کے مطابق ظاہری حالت کا ہونا لازمی ہے۔ فرشتوں نے گڈریوں سے کہا کہ مت ڈرو۔ انسان کے لیے یہ انجیل کا پیغام ہے۔ انسان اپنے خالق کے قریب جانے سے ڈرتا تھا۔ مگر خدا نے انسانی جامہ اختیار کرنے سے یہ

ثابت کیا کہ وہ ہماری صورت سے بیزار نہین ہے، بلکہ ہم سے کمال درجہ کی محبت رکھتا ہے۔ اب گنہگار کو اُس کے پاس جانے مین ہرگز خوف نہ کھانا چاہیے۔ یہ خوشخبری سب کے لیے ہے۔ بعض لوگون کا مذہب سنجیدہ قسم کا ہے۔ وہ ہمیشہ مغموم صورت نظر آتے ہین۔ مناسب ہے کہ وہ فرشتون سے خوشی منانا سیکھین۔ آؤ آج ہم سب مل کر خوشی کے گیت گائین۔ اے یروشلیم کے ویرانو! آج خوش و خرم ہو۔ اے غمزدگان! خوشی کے نعرے مارو، کیونکہ تمھارا حقیقی ہمدرد آج تمھارے پاس آیا ہے۔ یاد رکھو خوشی صرف اُسی کو ہوسکتی ہے جو اُس کو گڈریون کی طرح سادہ ایمان سے قبول کرتا ہے۔

فرشتہ کے پیغام سے ایک ضروری سوال پیدا ہوتا ہے جسکا جواب دینا آج ہر ایک مسیحی کا فرض ہے۔ فرشتے نے گڈریون کو کہا کہ مین تمھین بڑی خوشی کی خبر دیتا ہون...... کہ آج تمھارے لیے ایک نجات دینے والا پیدا ہوا۔ ہر شخص کو اپنے دل مین سوال کرنا چاہیے کہ کیا یہ لڑکا میرے لیے تولد ہوا ہے؟ کیا وہ مجھے بخشا گیا ہے؟ کیا میرا اس بچہ کے ساتھ شخصی تعلق ہے؟ کیا وہ میرا نجات دہندہ ہے؟ کیا وہ میرا ہے؟ اور مین اُس کا ہون؟ یہ وہ سوالات ہین جن کے صحیح جواب پر ہماری خوشی اور ابدی سرور کا دارومدار ہے!

ناظرین! جو بچہ آج تمھارے ایمان کی آنکھون کے سامنے بیت اللحم کی چرنی مین پڑا ہے اگر وہ تمھارے لیے پیدا ہوا ہے، تو تم ضرور از سر نو پیدا ہوے ہو۔ اگر تم نے نئی پیدائش نہین پائی، تو وہ تمھارے لیے پیدا نہین ہوا۔ آج اپنے دل کو پرکھنے اور جانچنے کا دن ہے۔ ضیافتین کھاؤ اور کھلاؤ، دوستون سے جوش و مسرت سے ساتھ ملو، لیکن اِس شخصی سوال کا جواب ضرور خدا کے سامنے سنجیدگی سے دو۔ آج قطعی فیصلہ کا دن ہے۔ آج خصوصیت کے ساتھ مسیح کی محبت اور تجسم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کیا ہم ہر سال نجات دہندہ کی ولادت کی بابت سنتے جائین اور اُسے اپنا نہ بنائین؟ خوش ہو اے تم سب جو مسیح کو اپنی رُوح کا خداوند بنا چکے ہو۔ فرشتون کے ساتھ ہم آواز ہوکر گاؤ کہ خدا کو آسمان پر جلال، زمین پر سلامتی اور آدمیون سے رضامندی ہو!

(مسیحی)

تخت سے چرنی تک

(ڈاکٹر ٹامیج صاحب کی تصنیفات سے)

دنیا نے اپنی ہستی کے اول ہزار سال خدا خدا کر کے کاٹے، مگر مسیح ظاہر نہ ہوا - دو ہزار سال گزرے اور اب تک اُس کا کوئی نشان نہین - علیٰ ہذا القیاس تین ہزار پھر چار ہزار سال بیت گئے اور ہنوز مسیح نہین آیا - اسوری اور فارسی اور کلدی اور مصری تہذیب پکارتی ہے کہ ہم کو مسیح درکار ہے' مگر آسمان ساکت ہے اور زمین سے بھی کوئی جواب نہین ملتا -

دُنیا کو حکیمون کی کبھی کمی نہین ہوئی - بڑے بڑے مشہور شاعر پیدا ہوئے - مگر مسیح جو ان عندلیبون کا گُل ہونے کو تھا نظر نہین آتا - بڑے بڑے مورخ گزرے مگر وہ جو دُنیا کی تاریخ کا مرکز ہونے کو تھا دکھائی نہین دیتا - بڑے بڑے فاتح نمودار ہوئے مگر زمین و آسمان کا ختم کرنے والا دُنیا پر آشکارا نہین ہوا - آخر آہستہ آہستہ صدیون کا سلسلہ ختم ہوا اور مقررہ وقت آ پہنچا - دنیا مین صبح و شام خوشی کے نغمے ہوا کرتے تھے مگر اب آدھی رات کا گیت بھی سنائی دے گا - شب تاریک کی سیاہ چلمن اُٹھا کر اور رُخ پر سے بادل کا نقاب ہٹا کر شیرین الحان گانے والون کی جماعت نے ایسا راگ شروع کیا کہ کوہ و دشت سے عرش عُلا تک مرحبا کی صدا بلند ہوئی -

قیصر آگستس رومی شہنشاہ نے حکم نافذ کیا کہ سلطنت کے تمام صوبون کی مردم شماری اور حاصلات کا اندازہ کیا جائے - بظاہر یہ مردم شماری ماتحت علاقون پر ٹھیک ٹھیک محصول لگانے کی نیت سے کی گئی مگر مشیت ایزدی مین اِس کا یہودیہ مین ہونا میکاہ کی اُس پیشگوئی کی تکمیل کی خاطر تھا جس مین مندرج ہے کہ

اے بیت اللحم یہوداہ کے علاقے!
تُو یہوداہ کے حاکمون مین ہرگز سب سے چھوٹا نہین،
کیونکہ تجھ مین سے ایک ایسا سردار نکلیگا،

جو میری اُمت اسرائیل پر حکومت کریگا۔
اس حکم کے جاری ہونے کے وقت یہودیہ رومی سلطنت کا صوبہ تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ اس کو محض ایک ماتحت علاقہ شمار کرتے تھے۔ ہیرودیس برائے نام یہودیہ کا حاکم تھا۔ فی الحقیقت اور رومی رعایا میں سے نائب السلطان اور قیصر کے فرمان کے تابع تھا۔ ملکی آزادی کا دعوے ثابت کرنے کی خاطر یہودی رسوم میں دست اندازی نہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے قیصر کے حکم کی تعمیل میں احکام جاری کیے کہ ہر ایک خاندان اُس مقام پر اسم نویسی کے لیے چلا جائے جہاں خاندانی نسب کے شجرے موجود تھے۔ اب چونکہ مریم اور یوسف داؤد کے گھرانے میں سے تھے انھیں بیت اللحم کو جانا ضروری ہوا۔ الغرض قیصر اگستس کے فرمان کا ایسے وقت پر نافذ ہونا جب دُنیا میں صلح و امن تھا اور بغیر کسی ضروری سبب کے کیونکہ یہودیہ کے محاصل ہیرودیس جمع کیا کرتا تھا اور ایک مقررہ رقم قیصر کو ادا کرتا تھا، یقطعی طور پر ثابت کرتا ہے کہ یہ انتظام مشیت ایزدی کے ہاتھ میں ہتھیار تھا۔ مسیح کی پیدائش کا وقت ایسا قریب تھا کہ خدا نے روما کے شہنشاہ کو میکاہ نبی کی پیشینگوئی کو پورا کرنے کی غرض سے اس اسم نویسی پر آمادہ کیا۔

اس حکم کو سن کر یوسف اور مریم بیت اللحم کی طرف، جو اُن کے مسکن ناصرت سے جنوب کی سمت تھا، روانہ ہونے کو تیار ہوئے۔ انجیل نویسوں نے اس راستہ کا کچھ حال نہیں بتایا۔ مگر جب وہ دونوں داؤد کے شہر میں جو تین ہزار باشندوں کی آبادی تھی وارد ہوئے تو نام لکھانے والے پردیسیوں کی اتنی بڑی جماعت وہاں موجود تھی کہ اُن کو کسی سرائے میں جگہ نہ ملی۔ کیا شاہی خاتون کے لیے کوئی جگہ نہیں ؟ کیا دنیا کے بادشاہ کے لیٹنے کو کوئی پلنگ نہیں ؟ کیا ڈیوڑھی پر نقیب نہیں ؟ کیا آستانہ پر کوئی قاصد اُس کی آمد کا اعلان کرنے کو موجود نہیں ؟ کیا کوئی مخمل بچھا گہوارہ اس نووارد بچے کو رکھنے کے لیے تیار نہیں ؟ نہیں، کوئی نہیں۔

انسان کو حیوانات کی طرح کسی محفوظ جگہ کی ضرورت ہے۔ اس لیے چونکہ کسی ایسی جگہ کا ملنا ضروریات میں سے ہے، لہذا اگر امیر ان میں نہ ملے تو غریبوں ہی میں سہی۔ اگر وہاں نہ ہو تو پھر

حیوانات کے ساتھ رہنا بھی منظور ہو۔ کیونکہ یہ بیچارے بے زبان خواہ اُن کو خود مکان
اور چارہ کی تنگی ہو مگر کسی کو اپنے پاس جگہ دینے سے انکار نہ کرینگے۔ اب چونکہ مریم
اور یوسف کو کہین جگہ نصیب نہ ہوئی، مجبوراً حیوانات کے ساتھ رہنا پڑا اور ایسے نازک
موقعہ پر اصطبل کی تکالیف جھیلنی پڑین اور اسی اصطبل مین گدھون اور گائے بیل اور
اونٹون کے درمیان اور ہر قسم کے شور و غل مین مریم اپنا پہلوٹھا بیٹا جنی۔ وہ بچہ جو خدا
کے ساتھ ورثے مین شریک اور بادشاہون کا اعلےٰ حاکم ہے۔ وہ بچہ جس کی طرف رات
اپنی جواہرنگار انگلی سے اشارہ کر رہی تھی، اور جس کا دیدار فرشتون کو دینے کی خاطر
آسمان کا پھاٹک کھل گیا۔ ہان یہ وہی بچہ ہے جس کی تمجید کی آسمانی سُرین فلک سے
سنائی دے رہی تھین۔ یہ خوشی کا راگ ہنوز جاری تھا کہ ابن اللہ موٹے کپڑون مین لپٹا
ہوا چرنی مین پڑا تھا۔ مریم کے لیے نہ آرام کی صورت تھی نہ تخلیہ تھا۔ عقاب کے لیے
گھونسلا اور شیر کے بچہ کے لیے ماند اس سے کہین بہتر جگہ ہے، مگر آسمان کا غریب الوطن شہزادہ
چرنی مین پڑا ہوا ہے۔ آسمان سے نکل کر پہلی رات ہی حقیر جگہ مین بسر ہوئی۔ آسمانی
لباس کو اُتارنے کے ایک گھنٹہ بعد ہی موٹے کپڑے کی پوشاک نصیب ہوئی۔ شاید
انسان کے خیال مین یون ہونا چاہیئے تھا کہ مسیح بتدریج آسمان سے اُترتا۔ یعنی اوّل
کسی اور زیادہ قریب دُنیا مین نازل ہوتا، پھر قیصر کے محل مین آتا، پھر کسی بڑے
سوداگر کے ہان، پھر بیت عنیاہ کے کسی گھر مین، اس کے بعد ماہی گیر کی جھونپڑی مین
اور سب سے آخر اصطبل مین آتا۔ مگر نہین، وہ ایکدم عرش سے فرش تک پہنچ گیا۔

اب ذرا بیت اللحم کی اُس سرائے کا دروازہ کھول کر اونٹون کو آگے سے ہٹا دو اور
اُن آوارہ گرد بیکار لوگون کی بھیڑ بھاڑ سے آگے نکل چلو۔ کیا اے مریم! تیرے پاس کوئی
روشنی کا سامان بھی نہین؟ وہ جواب دیتی ہے کہ سوائے اُس روشنی کے جو دروازہ مین
سے آرہی ہے، کوئی اور سامان نہین۔ اے مریم! کیا تیرے پاس کچھ کھانے کے لیے نہین؟ وہ
کہتی ہے کہ سوائے اِس سامان کے جو سفر کے لیے تھیلے مین پڑا ہے، کچھ اور نہین۔ کوئی
بیت اللحم کی خاتون جو مدد کے لیے آئی ہے، اس بچہ کے مُنھ پر سے کپڑا ہٹا دے تاکہ ہم اس

کا دیدار کرلیں۔ دیکھو! دیکھو!! اور اپنے سروں کو ننگا کر کے اس کے آگے گھٹنے جھکاؤ۔ سب خاموش ہو جاؤ۔ یہ مریم کا بیٹا ابن اللہ ہے۔ یہ نوزادہ بچہ ابدیت کا بادشاہ ہے۔ اس کا بازو قادر مطلق اور اس کی آنکھ ہمہ دان ہے۔ اس کی آواز جو اس وقت نہایت دھیمی ہے ایک روز مردوں کو جگائے گی۔ ہوشعنا، ہوشعنا!! خدا کی حمد ہو کہ مسیح تخت سے چرنی تک پست ہوا تاکہ ہم چرنی سے تخت تک سرفراز ہوں!!! اس نے آسمان کے سب دروازے کھول دیے ہیں جس راستہ سے وہ آیا ہے وہ اب ہمارے لیے کھلا رہتا ہے۔ مناسب ہے کہ آسمان کے سب نغمہ سرا اپنے ساز چھیڑتے ہوئے اس خوش خبری کا اعلان کریں کہ "دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لیے ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند۔"

بیت اللحم پہاڑ کے ایک پہلو پر واقع ہے اور نیچے ایک نہایت خوشنما وادی ہے جس میں ہری ہری گھاس کا فرش بچھا ہے اور جہاں مسیح کے زمانہ میں بھیڑوں کے جھنڈ کثرت سے چرتے تھے اور چوپان ان کی حفاظت کے لیے مقرر تھے۔ مدت سے، بلکہ شاید داؤد کے زمانہ سے بھی پیشتر گڈریے اِس وادی میں بھیڑوں کو چراتے رہے ہیں۔ یہ لوگ نہایت دیانتدار اور مذہب کے پابند خیال کیے جاتے تھے۔ ان کا پیشہ ہمیشہ سے حلم اور راستی حفاظت کا نمونہ ہونے کے لیے ضرب المثل رہا ہے۔ ان کا عصا کلیسیا میں تسلی اور مسیح کے اختیار کا نشان مانا جاتا ہے۔ اس لیے یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں کہ ان وفادار نگہبانوں کو سب سے پہلے خوشخبری کیوں سنائی گئی یہ خبر کسی پیدل چلنے والے قاصدوں نے یا کاہنوں یا ستاروں نے باجوں کے شور کے ساتھ نہیں سنائی، اُن کے لیے دن کی جھلک ضرور ہوتی۔ مگر یہ رات کا سماں ہے ایسی پاکیزہ شب جس میں تمام عالم پر خاموشی چھا رہی ہے اور ستارے گویا عبادت کے شوق سے مشغول ہو کر مارے خوشی کے ٹمٹما رہے ہیں۔ ہر ایک بان میں رات تاریکی اور مصیبت کا نشان ہے، مگر درحقیقت وہ اکثر خوشی اور روشنی کا وقت ہے میرا مدعا اُس رات سے نہیں جس میں ستاروں کی روشنی نظر نہیں آتی بلکہ ایسی

رات جس میں آسمان کی عظمت اور شان دُنیا کے سامنے نمودار ہوتی ہے' اور گویا وہ گیت جو صلح کے ستارے مدّت ہوئی گاتے تھے اب بھی کہکشان کے درمیان گا رہے ہیں' اور خدا کے فرزند خوشی سے نعرہ مارتے ہیں۔ ایسی ہی رات کو ملّاح جہاز میں اور صیاد دشت میں اور تھکا ماندہ مسافر سڑک پر اور سپاہی خیمہ میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ وہ ایسی ہی شب تھی جب گڈریے میدان میں اپنی بھیڑوں کی نگہبانی کر رہے تھے کہ ملائک نے آسمان کے گھنٹوں کو زور سے بجا بجا کر یہ خوشخبری سنانی شروع کی کہ "عالم بالا پر خدا کا جلال ظاہر ہے اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح"۔ اِس مبارک شب میں خداوند کا فرشتہ آسمانی پُر جلال مکانوں سے روانہ ہو کر فلک سے نیچے اُتر آیا اور اپنے ہمراہ نور کی ایک درخشاں ندی جو گویا آفتاب اور ستاروں کا سایہ معلوم ہوتی تھی بہا لایا اور ان سراسیمہ چرواہوں کے سر پر بڑی آب و تاب کے ساتھ آچمکا۔ یہ مقدس قاصد جبرائیل تھا جو ایسی خوشی کی خبر لے کر آیا جیسی کبھی پیشتر کسی نے نہ سُنی تھی۔ مگر ایسے منور قاصد کو دیکھکر اُن غریب گڈریوں کے دل کانپ اُٹھے کیونکہ وہ فوراً سمجھ نہ سکے کہ فرشتے کی آمد کا کیا مدعا ہوگا۔ وہ ڈر گئے اور شاید بڑے سے بڑا دلیر آدمی بھی ایسے عجیب نظارہ اور نورانی سمندر میں پُر جلال صورتوں کے مشاہدہ سے ضرور خائف اور ہراسان ہو جائیگا۔ مگر اُس نورانی قاصد نے گڈریوں کو فوراً یہ تسلی بخش الفاظ سُنائے کہ ڈرو نہیں کیونکہ دیکھو میں تمھیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری اُمّت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمھارے لیے ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند۔ اور اُس کا تمھارے لیے یہ پتہ ہے کہ تم اُس بچے کو کپڑے میں لپٹا ہوا اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے۔

اِس پاک قاصد کے جلوہ پر یکایک ایک اور بڑا بھاری نور شعلہ زن ہوا جس کی روشنی آسمان میں پھیل گئی' اور حیران گڈریوں نے آسمانی رویت کا ایک نظارہ دیکھا یعنی چمکدار پوشاک پہنے ہوئے فرشتوں کا ایک گروہ جن کی چمک سے ارض و سما

حدِ نگاہ تک منور ہوگئے اور جو کہکشان کی صورت اپنے بے بیان تجلے سے افلاک کو مرصّع کر رہے تھے۔ اور اِس مُقدّس گروہ نے مِل کر نہایت خوش الحانی کے ساتھ یہ گیت گایا کہ

عالم بالا پر خدا کا جلال ظاہر ہے۔
اور زمین پر اُن آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صُلح!

منیجر زندگی کے نام ایک مراسلہ

جناب منیجر صاحب زادعنایتکم

السلام علیکم و رحمتہ اللہ برکاتہ۔ سب تعریف اُس اللہ تعالیٰ کو جو کہ لائق عبادت کے ہے بیشک نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا جسکی عبادت کیجائے۔ آپ کا رسالہ زندگی موصول ہوا۔ واقعی زندگی کا مطالعہ سے زندگی کا حظ حاصل ہوتا ہے۔ بندہ مذہباً مسلمان ہے..... یہاں پر عیسائی بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ بھی اُردو نہیں جانتے۔

جنوری سنہ ۱۹۱۸ء سے بندہ کا نام درج رجسٹر فرماکر سال بھر کے لیے رسالہ مذکور کا خریدار تصور کرلیجئے گا۔ دعا ہے کہ رسالہ مذکور کی امداد کے لیے اللہ تعالیٰ قوم کو بیدار کرے تاکہ اُس کی دستگیری سے یہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو کر قوم کی بہترین خدمت انجام دے سکے۔

رسالہ ہر طرح سے نہایت ہی عمدہ ہے۔ ابتک جسقدر مسیحی اخبارات یا رسالجات میری نظر سے گذرے ہیں اُن میں بہت ہی اچھوں میں پہلا نمبر میری ناقص رائے کے نزدیک اِسیکا ہے۔ دینِ عیسوی کی اشاعت ہندوستانیوں میں اسی رسالہ کے ذریعہ سے اصلی معنوں میں بخوبی ہوسکتی ہے کیونکہ رسالہ مذکور کی عبارت بلحاظ انشا، مذہبی پہلو اور دلائل عقلی و نقلی غرض ہر پہلو سے ایسی ہے کہ رسالہ شروع کرنے سے بغیر ختم کیے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ خدائے کریم جلد وہ دن لائے کہ رسالہ ہفتہ وار نکل سکے۔ حقیر کے لائق کوئی خدمت سپرد کیجائے تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرطِ امکان اُسکی تعمیل میں ہرگز کوتاہی نہ ہوگی۔ زیادہ آداب

آپ کا بہی خواہ
انور خان، ہیڈ ماسٹر

مسلم مرکنٹائل اسکول، راج محل
جیت پور (کاٹھیاواڑ)
۲۵ ستمبر ۱۷ء

روحانی زندگی کی نسبت چند غلط فہمیان

چونکہ بظاہر روحانی چیزین غیر حقیقی معلوم ہوتی ہین لہذا بہت سے لوگ مسیحی زندگی کو عقدہ ہائے لاانحل کا مجموعہ تصور کرتے ہین - ہمارا زمانہ علم وعمل کا زمانہ ہے - ہم کو اثبات کے طلب کرنے اور حقیقی استدلال کے تفحص کی تعلیم دی گئی ہے - بہتیرے نوجوان کہتے ہین کہ ہم خدا اور حیات جاودانی پر یقین نہین کر سکتے کیونکہ نہ تو خدا کی ہستی اور آیندہ زندگی کا ثبوت سائنس کی رو سے دیا گیا ہے اور نہ فلسفہ ہی اس امر کا مقر ہے - اور اس سے کہین زیادہ لوگ اس کشمکش و پیچ مین پڑ جاتے ہین کہ اُن کو وہی روحانی تجربات حاصل کیون نہین ہوتے جو دوسرون کو حاصل ہوئے - تحقیق کرنے والے اکثر بددل ہو جاتے ہین کیونکہ روحانی زندگی کا مکاشفہ اُس حد تک کامل اور صریح طور پر منکشف نہین ہوتا جس قدر اُن کو اُمید ہوتی ہے - اِن نااُمیدیون اور شکوک کا باعث بالخصوص وہ غلط فہمیان ہین جو روحانی زندگی کی اصلیت کے متعلق پیدا ہوتی ہین -

اولاً - ہم کو یہ جاننا چاہیئے کہ روحانی زندگی کے نتائج سائنٹفک ثبوت کے ماتحت نہین ہین کیونکہ طبعی سائنس اور روحانی زندگی مین لازمی فرق ہے - سائنس کا مسئلہ محض واقعات کے جمع کرنے، سبب اور مسبب کے باہمی تعلقات پر نظر کرنے، اور نیچر کے عمل کی دریافت پر مبنی ہے اور بس - روحانی زندگی سوالات کی تہ کو پہنچکر طریق عمل کے معنی دریافت کرتی ہے کہ فلان واقعہ کیون ہوا؟ اور کس طرح ہوا؟ اور اس کی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ زندگی کا حقیقی منشا معلوم ہو جائے - مثلاً سائنس کا دعوے ہے کہ زندگی بے جان اشیا سے پیدا نہین ہو سکتی اور کہ نباتی وحیوانی دنیا مین بالیدگی یا روئیدگی سے پیشتر ایک خلیہ کا دوسرے خلیہ سے مستفید ہونا لابدی ہے - سائنس نے حیات کے عمل کو بیان کیا ہے لیکن اُس نے زندگی کے معنی نہین بتائے - زندگی کا مبدا دریافت کرنا سائنس کے احاطہ سے باہر ہے - سائنس زندگی کے وجود کی مقر اور اُس کے

خود بخود پیدا ہونے کی منکر ہے۔ زندگی کے ہست اور نیست ہونے کے سوالات کو حل کرنا طبعی سائینس کا کام نہین۔

زندگی کی مبادیات اور اُس کی غرض و غایت کے سوال کا دانشمندانہ جواب دینے کے لیے روحانی اشخاص کی مداخلت اور اُن کی سعی کی ضرورت ہے۔ سائینس محدود ہے تجربات پر طبعی تعلقات کی دریافت اور نظارۂ فطرت پر۔ لہذا ہم سائینس سے روحانی مسائل حل نہین کر سکتے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم روحانی نتائج کے طبعی ثبوت دریافت کرین۔ ہم کیونکر اُمید کر سکتے ہین کہ طبعی ثبوت اُن روحانی نتائج کے ملین گے جو سائینس کے احاطہ سے باہر ہین۔

مزید بران سائینس کے مسائل عقلی ہین جس حال کہ روحانی زندگی کے مسائل ایسے نہین۔ روحانی زندگی کا کلی تعلق "انسان" سے ہے شخصیت محض عقلی ہی نہین، بلکہ ارادی اور وجدانی ہے۔ روحانی زندگی کو عقلی نتائج کے علاوہ مرضی، اخلاق اور احساس کو بھی مدنظر رکھنا ہے۔ ہنری چرچل کنگ کا قول ہے کہ مذہبی خیالات اور مذہبی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنے مین ناکامیابی ضروری و مقدر ہے۔

ثانیًا - یہ تبلا دینا لازم ہو کہ فلسفہ متداولہ روحانی نتائج کی تک پہنچنے مین صرف اِس لیے قاصر ہے کہ یہ تعلقات الہامی پر غور نہین کرتا۔ فلسفہ انسان کے تمام روحانی تجربات سے جن کا مقدس بائبل مین ذکر ہے اور عموس، ہوسیاہ، یشعیاہ اور حضرت مسیح جیسے انبیا سے قطع نظر کرتا ہے۔ کنگ کہتا ہے کہ وہ فلسفہ جو اِن حقیقتوں سے درگذر کرتا ہے مبدا اور تاریخ مین جامع نہین، لہذا واقعات کی طبعی حالت کی دریافت مین ناکامل ہے۔ اور پس زندگی یا خیالات کے حق مین بھی وہ کافی اور وافی نہین۔ مین کسی ایسی چیز سے واقف نہین جو دُنیا کے اعلےٰ ترین اور بامعنی واقعات اور دیگر انبیا و خداوند مسیح سے پیشتر گذرے ہین چھوڑ کر حضرت مسیح سے سربسر منکر ہو اور اُس پر بھی ہم اس کی رُو سے سائینس یا فلسفہ مین عالم کی ماہیت دریافت کرتے وقت تسلی بخش نتائج کی اُمید رکھ سکین۔

اِس مین کوئی شک نہین کہ گذشتہ چند برسون مین کئی کتابین فلسفۂ مذہب کی نسبت شائع ہوئی ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ دان اب تحقیقات عالم کے دائرہ کی تکمیل کی جد و جہد مین مذہبی مسائل کو بھی شامل کرتے ہین لیکن جب تک فلسفہ مکاشفہ اور رہنر زمانہ کے انبیا کو شامل کرنے سے درگذر کریگا ہم کیونکر محض فلسفہ کے ذریعہ سے روحانی حقیقتون کی سچائی کو دریافت کر سکتے ہین۔

ہمارا یہ حق نہین ہے کہ ہم روحانی زندگی پر محض اِس سبب سے کہ اُس کے اصول و عقائد طبعی سائنس سے ثابت نہین کیے گئے یا فلسفہ متداولہ اُن کا مقر نہین ہے، توجہ نہ کرین۔ اِس موقع پر یہ سوال کرنا مناسب ہوگا کہ ہم روحانی زندگی، اُس کی طبعی حالت یا اُس کے اظہار کی نسبت کیا اُمید کر سکتے ہین۔ روحانی زندگی ہمارے لیے محض اِس وجہ سے بے حقیقت ہے کہ ہم تعبیر زندگی کے ساتھ اُس کے تعلقات کو نہین سمجھتے۔ روحانی زندگی روزانہ تجربات سے بالکل علیحدہ نہین ہے۔ علم نفس کی تحقیقات نے زندگی کی وحدت اور ذہنی اور طبعی حالتون کا باہمی تعلق ہم پر ظاہر کر دیا ہے۔ بدہضمی کا اثر ذہنی حالات پر اور دماغی ذلیل عادتون کا نظامِ اعصاب پر خوفناک نتیجہ واضح طور پر ثابت ہوگیا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ جسمانی حالتون کی ابتری کا اثر بھی ہمارے اخلاق پر ہوتا ہے۔ گھنٹون محنت کرنے کے باعث تھکا ماندہ آدمی آزمائشون کا مقابلہ کرنے مین اُس شخص کی بہ نسبت کمزور ہے جس نے ہوا دار میدانون مین ورزش اور سیر کرنے سے قوت کا وافر خزانہ جمع کر لیا ہو۔ ہم مین سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اپنے ذاتی تجربہ سے اِس حقیقت کا اقرار نہ کر سکے۔ جب ہم اپنے آپ کو زور آور اور قوی معلوم کرتے ہین تو جو کچھ ہم چاہین کر سکتے ہین۔ اکثر اوقات ہم ماندگی یا پست ہمتی کے باعث وہ کام کرتے ہین جنھین ہم جانتے ہین کہ ہمین کرنا مناسب نہین۔ یہ بات واضح طور پر ثابت کر دی گئی ہے کہ اخلاقی فیصلون اور اعمال کے لیے قوت کی توفیر ناگزیر ہے۔ روحانی حالت کوئی ایسی شئے نہین جو زندگی سے علیحدہ ہو، یا جو خود اپنا اثر زندگی پر نہ ڈالے اور نہ زندگی کا اثر اُس پر پڑے۔ وہ جسمانی حالت سے اس طور پر وابستہ ہے کہ ہم اُس کو علیحدہ نہین کر سکتے۔ وہ زندگی کی

وحدانیت کا ایک حصہ ہے۔

پس روحانی زندگی ایک ایسی ترقی پذیر چیز ہے جو تدریجی زندگی کو ظاہر کرتی ہے نہ کہ ایسی چیز جو کسی خاص موقع پر ظاہر ہو۔ جب ہماری ذہنی قابلیتیں ترقی کرتی ہیں تو ہم پر بڑی بڑی حقیقتیں ظاہر ہوتی جاتی ہیں اور ہم سائنس، فلسفہ، تاریخ اور علم الاقتصاد کو رفتہ رفتہ سمجھنے لگتے ہیں۔ استقلال قوت یا مادہ کی غیر فانیت کے مسائل ایک دن میں سمجھ میں نہیں آسکتے۔ جوں جوں ہم مطالعہ کرتے اور جوں جوں ہماری زندگی کے تجربات میں زیادتی ہوتی ہے ہم صفائی کے ساتھ ان حقیقتوں کو معلوم کرتے جاتے ہیں۔ یہی حالت روحانی حقیقتوں کی بھی ہے۔ خدا کا الہام نسل انسانی کو رفتہ رفتہ حاصل ہوا ہے۔ روحانی زندگی بھی انھیں قوانین کی پابند ہے جن کی دماغی اور جسمانی زندگیاں پابند ہیں۔

اگر ہم ایک ہی روز میں ٹینس کے کھلاڑی نہیں بن جاتے یا اگر ہم ہفتہ عشرہ میں علم طبیعات کے مسائل کو سمجھنے کے قابل نہیں ہو جاتے، تو ہم کبھی ناامید نہیں ہوتے۔ اسی طرح ہم کو ہرگز ناامید نہ ہونا چاہیے اگر روحانی زندگی کے راز فوراً منکشف نہوں۔ ہم کو ہرگز خیال نہ کرنا چاہیے کہ روحانی زندگی ہماری بقیہ زندگی سے بالکل علٰحدہ ہے یا اُس کی سچائیاں پہلی ہی کوشش میں ہم پر کامل طور سے ظاہر ہو جائیں گی۔

علاوہ ازیں روحانی زندگی بجبر حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ کسان اول درجہ کا بیوقوف تصوّر کیا جائے گا جو دھان بو دینے کے اندر روز کھود کر اُسے دیکھا کرے کہ آیا وہ اُگا یا نہیں۔ دانہ سے درخت بننے کے لیے مدّت درکار ہے۔ بالیدگی کے لیے وقت چاہیے۔ کسان کو تحمّل کا عادی ہونا چاہیے۔ اسی طرح روحانی حقیقتوں کے جاننے والے کے لیے بھی صبر کی ضرورت ہے۔ وفور تمنّا اور بے قراری و تردد کے نتائج خراب ہوں گے جن سے ہماری بصیرت دھندلی اور ہمارے قوائے ذہنی اپنا کام کرنے سے جواب دے بیٹھیں گے۔

روحانی تصوّرات کے لیے تقلید کی بھی ضرورت نہیں۔ مذہبی تربیت کی یہ ایک

عام غلطی ہے۔ لوگون کا خیال تھا کہ جادۂ مذہب پر چند قدم چلنے یا چند خاص طریقون پر عمل کرنے سے ہم کو روحانیت کی حقیقتین معلوم ہو جائین گی۔ لوگون نے محض ظاہری رسوم وطریق عمل کو قائم کرنے ہی پر اکتفا نہین کی بلکہ اپنے خیالی مکاشفہ کو بھی قائم کر دیا۔ پولوس رسول کا تجربہ جو اُس کو دمشق کے راستہ مین حاصل ہوا ایک ایسی تبدیلی ہے جس کی تلاش مین بہتیرے سرگردان ہین معلمان دین اکثر اس امر کو نظر انداز کر جاتے ہین کہ پولوس کا تجربہ ایک غیر معمولی ونادر واقعہ ہے یعنی خداوند مسیح نے اپنے شاگردون کی زیادہ تعداد دوسرے طریقون ہی سے حاصل کی۔ خداوند مسیح نے پطرس اور اندریاس کو جال ڈالتے دیکھکر کہا "میرے پیچھے آؤ مین تمھین آدمیون کا مچھوا بناؤنگا" اور "وہ جالون کو چھوڑکر اُس کے پیچھے ہو لیے"۔ کوئی دو شخص نہ تو ایک دوسرے سے جسمانی حالت مین اور نہ دماغی پرواز مین مشابہ پائے جاتے ہین۔ پس کیا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ دو اشخاص کو ایک ہی سے روحانی تجربہ حاصل ہون گے۔

نہین معلوم کتنے سچے تلاشی محض اس وجہ سے بیدل ہو گئے کہ انھون نے ظاہری انداز واطوار کی نقل کی اور اس وجہ سے وہ باطنی روشنی اور اُس نئی زندگی کا احساس جس کی نسبت انھون نے دوسرون کو بیان کرتے سنا تھا حاصل نہ کر سکے۔ مجھے یاد ہے کہ مسیحی زندگی کے دعاوی جب کالج کے ایک طالب علم کے سامنے پیش کیے گئے تو اُس نے اُن سچائیون کا اقرار تو کیا لیکن اُس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اُس نے ایک مرتبہ اُن کو آزمایا اور ناکامیاب رہا۔ بچپن سے اُس نے تمام ظاہری اطوار اور طریقون پر عمل کیا تھا لیکن اُس کو رُوح کی فوری تبدیلی کا تجربہ حاصل نہین ہوا جس کے اُمید رکھنے کی اُسے تعلیم دی گئی تھی۔ اِس کوشش کے بعد روحانی چیزین اُس کو محض فضول اور بے حقیقت معلوم ہوئین کسی قسم کی ترغیب کا اُس کے دماغ پر اثر نہوا اور اُس نے پھر کبھی روحانی حقیقتون کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کی۔

بے شک ہم ضرور غلطی مین پڑ جائین گے اگر ہم بھی بالکل وہی تجربہ حاصل کرنا چاہین جو کسی اور کو حاصل ہوا ہے۔ اسی طرح ہم اپنا ہی سا تجربہ کسی اور کو حاصل کرانے مین

بھی ہو ناکامیاب ہون گے۔ تجربات کی مشابہت کا خیال سخت زبانی اور لاانتہا شکوک کا باعث ہوا ہے۔ خبردار! کسی دوسرے کو کسی خاص قسم کا تجربہ کرنے کی کوشش و تحریک نکرو۔ اُس سے تمھارا کوئی تعلق نہین۔ تم انسانون کو تو خدا کے پاس لا سکتے ہو لیکن تم کو یہ بات گر دانا نہ چاہیے کہ خدا کس طرح اُن سے سلوک کریگا، اور نہ تم کو کسی شخص کو یہ یقین دلانا چاہیے کہ ایک تجربہ دوسرے سے بہتر ہے۔

یقیناً روحانی زندگی پر جبر نہین کیا جا سکتا۔ یہ ایک ایسی ترقی ہے جو نہ تو خارجی اطوار و طرائق پر بدل و جان عمل کرنے سے اور نہ کسی کے تجربہ کی نقل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر فرد واحد کو مختلف تجربہ حاصل ہوگا کیونکہ کوئی دو اشخاص بالکل یکسان نہین۔

روحانی زندگی کے جویا کو اولاً اس امر کا خیال رکھنا مفید ہوگا کہ ایسی سچائیان کسی قدر بتدریج ظاہر ہوتی ہین۔ جب رُوح پوشیدہ رازون کو سمجھنے لگتی ہے تو اکثر اوقات یکبارگی ترقی ہو جاتی ہے۔ اُس کے بعد ممکن ہے کہ ایک مدت تک نامعلوم طریقہ پر ترقی ہوتی رہے اور پھر یکایک ترقی ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے کی روحانی زندگی مین ترقی ایسی آہستہ آہستہ ہو کہ بالکل معلوم نہ ہو سکے لیکن تاہم اُس کی رفتار ایسی حقیقی ہو جیسے خاص مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ (دویم) اس امر کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ ہر شخص ایک دوسرے سے مختلف ہے، اور دو اشخاص روحانی معاملات کو ایک ہی نقطۂ خیال سے نہین دیکھتے۔ ہر شخص کو جو روحانی زندگی کا تجربہ حاصل کرنا چاہتا ہے، مناسب ہے کہ بغیر کسی بات کا پہلے سے تصور کیے ہوئے اور بغیر اس خیال کے کہ جب تک وہ اُسی نوع کا تجربہ جو کسی دوسرے کو حاصل ہوا حاصل نہ کرے اپنے مطلب کو پہنچ نہین سکتا، اپنی تلاش کو شروع کرے۔ اُس کو صابر، متحمل، صاف دل، قبول کرنے والا اور راستباز ہونا چاہیے۔ (سوئم) روحانی زندگی کے جویا کو لازم ہے کہ وہ زندگی کی وحدانیت اور اُسی کے ساتھ ساتھ جسمانی اور روحانی حالتون کے خاص اختلاف کو مدنظر رکھے۔ اُس کو معلوم ہونا چاہیے کہ روحانی زندگی کے مسائل سائنس کے احاطہ

سے باہر ہونے کے باعث سائینٹفک اثبات کے ماتحت نہین ہین۔

مندرجہ بالا بیان نوجوانون کو خدا کے جاننے کی ترغیب دینے کے لیے تحریر کیا گیا ہے۔ ہر ایک جو ان جوان دلائل کو مدنظر رکھے گا اس کے لیے پہلے پہل روحانی تجربات کی عدم موجودگی، جو ہر فرد واحد کو روحانی امور کا قائل بناتی ہے، ٹھوکر کھانے کا باعث نہ ہوگی۔

اب تک ہم نے اُن امور کا بیان کیا ہے جن کی امید نہ رکھنا چاہیے۔ اب آخر مین ان امور کا تذکرہ نامناسب نہ ہوگا جن کی ہر شخص اُمید رکھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ خداوند مسیح کے اِس قول پر یقین کرے کہ "جو کوئی میرے پاس آئے گا مین اُسے نکال نہ دُون گا"۔

اگر ہمارا دل تعصب اور خود رائی سے مبّرا اور تربیت پذیر ہے تو جیسا ہم پہلے بیان کرچکے ہین، ہم رفتہ رفتہ اِن امور کے قائل ہوتے جائین گے کہ زندگی اور دنیا خوب ہے، اور ہر متنفس کے لیے ایک ہی مقررشدہ انتظام ہے، ہر کس و ناکس کے لیے کوئی نہ کوئی کام مخصوص ہے جس کو اگر وہ نہ کرے تو بلا تعمیل رہ جائے گا۔ اور ایک ایسی لامحدود طاقت ہے جو ہمہ جا حاضر، ہر شئے کی منتظم اور ہر شئے سے افضل ہے۔ ہان وہی ذات اعلیٰ جو تمام عالم کو پیار کرنے والی اور تمام کائنات کی خالق ہے۔ جتنا زیادہ ہم یسوع ناصری کی زندگی کا مطالعہ کرین گے، یہ اعتقاد استحکام پاتا جائے گا۔ ابتداً ہمین اس کی زندگی اور نصائح کی اُن باتون کو جن سے ہمین اس دُنیا مین زندگی کی دَوڑ مین کام پڑے گا بخوبی ذہن نشین کرلینا چاہیے۔ نوجوان مقلدین کو پہلے یہ معلوم کرلینا چاہیے کہ خداوند مسیح کا خدا کی اُبوّیت اور انسان کی اُخوت سے کیا منشا تھا۔ نیز یہ بھی دریافت کرنا فرض ہے کہ دل، دولت، خود غرضی اور خود انکاری کی خدمت وغیرہ کی نسبت اُس کی کیا تعلیم تھی۔ ان تمام باتون کو عمل زندگانی بنانے کے قابل تسلیم کرلینا جادۂ تقلید حقیقی مین دور دراز نکل جانا ہے۔

بہت مرتبہ ہم محض احکام کی لکیر کے فقیر ہو جاتے ہین اور اپنے تئین خداوند مسیح کی

خدمت مین دے دینے سے پیشتر صحیح مکاشفات کے خواہان ہوتے ہین۔ خدا اپنے تئین کسی ایسے شخص پر ظاہر نہین کر سکتا جس نے اپنے آپ کو غور و خوض اور خدمت سے اس قابل ثابت نہین کیا۔ خداوند مسیح نے فرمایا ہو کہ جو میرے احکام کو مانتا اور اُن پر عمل کرتا ہو ہی مجھ سے اُلفت رکھتا ہی اور جو مجھ سے اُلفت رکھتا ہی میرا باپ اُسے عزیز رکھے گا۔ مین اُس سے محبت رکھونگا اور اپنے آپ کو اُس پر ظاہر کرونگا۔

انکشاف سے پیشتر محبت اور فرمانبرداری لازم ہو۔ خداوند مسیح کے اُن پیرو کے لیے جسے مکاشفہ حاصل ہونے مین ناکامیابی ہوئی، بہتر ہوگا کہ وہ خود اپنی زندگی کو جانچے اور معلوم کرے کہ آیا اُس نے اِن ابتدائی شرائط کو پورا کیا یا نہین۔ ان امور کے قائل ہونے کے بعد کہ خدا محبّت ہے، دنیا خوب ہے، مسیح خدا باپ کا کامل مکاشفہ ہے اور اُس کی تعلیم پر عمل کرنا ممکن ہے، علم طبیعات اور معجزات کے سوالات خود بخود حل ہو جاوینگے۔ خدا کے وجود اور اُس کا ہمین تعر ہلاکت مین گرنے سے بچانے پر قادر ہونے کا یقین اُتنا ہی ترقی کرے گا جتنا ہم اُس کے وعدون پر ایمان رکھینگے اور اُس کی مرضی بجالانے کی کوشش کرینگے۔

ہر راستباز شخص کہے گا کہ چونکہ خدا پشتہا پشت سے صریحًا لازوال اشیا کا ذکر انسانون کی زندگیون کے ذریعہ سے کرتا چلا آیا ہے، مجھ کو بھی لازم ہے کہ سچے دل کو ان باتون کو آزماؤن۔ سچے دل سے آزمانے، خدا کی مرضی کو صدق دل سے ڈھونڈنے کی کوشش، اور سچائیون پر کمال خلوص سے یقین کرنا، پہلی کوشش مین ناکامیاب ہونے سے روحانی باتون کا منکر نہونا، اور خدا کے مکاشفہ کا صبر کے ساتھ انتظار کرنا خواہ وہ تبدریج ہو خواہ یکبارگی، صبر و تحمل، اُمید اور ہمت کو کام مین لانا ضرور ہے۔ جو شخص اِس انداز سے ان دیکھی اشیا کی طرف رجوع کرے گا، وہ ضرور بالضرور تجربہ کے ذریعہ سے آخرکار روحانی زندگی کی حقیقت کا قائل ہوجائے گا۔

کالون سنگھ غنی

(ترجمہ)

ہماری اُردو

قومی ترقی اور زبان کا چولی دامن کا ساتھ ہے مشرقی اور مغربی سرحدون کو چھوڑکر باقی شمالی ہند کے مسیحیون کی مادری زبان بالعموم اُردو ہے لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ وہ نوجوان تعلیم یافتہ مسیحی بھی جنھون نے فارسی لے کر بی اے کا امتحان پاس کیا ہے کسی معمولی سے فارسی دان سے اُردو مین گفتگو کرتے ہوئے جھجکتے ہین ۔ جب تعلیم یافتہ طبقہ کی کیفیت یہ ہو تو عوام کا کیا ٹھیک ہے ! اور جب من حیث الجماعت ہم نے اپنی معاشری زندگی کے اِس پہلو کی ایسی مٹی خراب کر رکھی ہے تو قومی ترقی معلوم !

فی الحقیقت ہم اپنی مادری زبان مین ایسی ایسی فاحش غلطیان کرتے ہین کہ اگر اغیار ہم کو ہدفِ تیرِ تضحیک بنائین تو بجا ہے، اور اگر ہمارے خیرخواہ ہماری اِس دردناک حالت پر آنسو بہائین تو زیبا ہے۔ بڑا رونا تو اِس بات کا ہے کہ ہم مین سے بعض اِس ردی حالت پر بجائے افسوس کے اُلٹا فخر کرتے ہین اور جو بیچارے اپنی مادری زبان تحصیل کرنے کی کوشش کرتے ہین اُن کو "منشی" اور "مولوی" وغیرہ کے خطابات عنایت فرماکر اپنی غلط اُردو مین اُن کا مذاق اُڑاتے ہین گویا منشی ہونا کوئی شرم کی بات ہے ! افسوس، صد افسوس !

یون تو ہماری لغزشون کی کوئی حد نہین، مگر مشتے نمونہ از خروارے چند عام غلطیان ملاحظہ ہون :-

غلط	صحیح	کیفیت
گردا	گرد	الف کی زیادتی مہمل ہے۔ نہ اُردو مین اِن الفاظ پر الف بڑھایا جاتا ہے اور نہ اصل زبانون یعنی فارسی اور عربی مین۔
ذکرا	ذکر	

غلط	صحیح	کیفیت
لاپرواہ	بے پروا	پرواہ کوئی لفظ نہین - لفظ پروا ہے اور چونکہ فارسی ہے لہذا اِس پر عربی لا داخل نہین کر سکتے۔
بادشاہت	بادشاہی	لفظ بادشاہ یا پادشاہ فارسی ہے بحرف ی بڑھا کر حاصل مصدر بنانا چاہیئے جیسے دانا درست دانائی درستی خاموش سے خاموشی - عربی تای مصدری صرف عربی الفاظ پر لا سکتے ہین جیسے حفاظت محبت وغیرہ۔
ہم مانگتے ہین	ہم چاہتے ہین	بھیک مانگنا ٹھیک ہے - کسی سے کوئی چیز طلب کرنی ہو تو مانگنا کہہ سکتے ہین مگر محض خواہش یا مرضی کے اظہار کے لیے چاہنا کہنا چاہیئے۔
نمونتہ	بطور نمونہ	نمونہ فارسی ہے اس کا معرب انموذج ہے - نمونہ کی ہ پر عربی تقابلہ وغیرہ کی ۃ یعنی تای مدورہ سمجھکر دو زبر (تنوین) نہین لگانے چاہیئین۔
وقفیت	واقفیت	یہ حاصل مصدر ہے اور واقف سے بنا ہے، الف نہین گرے گا، مثالین قابلیت جاہلیت وغیرہ۔
فوق البھڑک	بھڑکیلا۔ شاندار	بھڑک ہندی ہے، اِس پر عربی کا ال نہین آسکتا؛ نیز عربی کا کوئی لفظ کسی غیر عربی لفظ کے ساتھ عربی قاعدہ سے ترکیب نہین پا سکتا، لہذا عربی فوق اور ہندی بھڑک عربی قاعدے سے مضاف اور مضاف الیہ نہین ہو سکتے
بخار آتی ہی ہمارا کتاب	بخار آتا ہی ہماری کتاب	تذکیر کی جگہ تانیث اور تانیث کی جگہ تذکیر ممالک متحدہ کے مشرقی اضلاع مین ایک عام غلطی ہے، مگر کل اضلاع کے اُن مسیحیون کے ساتھ خاص ہی جو بالکل "صاحب لوگ" ہین۔

یہ صرف لفظی غلطیاں ہیں! اِن کے علاوہ محاورات میں بھی ہم لوگ بہت غلطی کرتے ہیں، نیز ضرب الامثال کے موقع محل سے بھی کم واقف ہیں۔ بخوف طوالت اِس قسم کی غلطیوں کی مثالیں نہیں دی گئیں۔ اگر کسی صاحب کو اس طور کے اغلاط پر وقوف حاصل کرنے کا شوق ہو، تو بآسانی ممکن ہے۔ کسی معمولی سپاہی کی گفتگو بغور سُنیے اور جوں جوں اُس کی زبان سے غلطی صادر ہو آپ کاغذ پر لکھتے جائیے، چند روز میں خاصی کتاب طیار ہو جائیگی۔

یہ حالت نہایت افسوسناک ہے، اور یقیناً اس کے متعدد اسباب ہیں۔ یہ مختصر مضمون اِن اسباب کے بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا! اس کے لیے الگ، ایک مستقل مضمون ہونا چاہیئے مطلع بے شک تاریک ہے لیکن، خدا کا شکر ہو کہ، بالکل مایوسی کا عالم نہیں ہے۔ اِس اندھیرے میں کسی کسی ستارہ کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی نظر آتی ہے، چنانچہ رسالۂ زندگی کے اجراء کا امکان ہمارے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو امید کے راستہ پر لگاتا ہے، اور کون جانتا ہے شاید خداوند عالم کو ہمارے قالب مردہ میں زندگی ہی کے ذریعہ سے جان ڈالنا منظور ہو ہمارے درمیان بعض ایسے ہیں جو محسوس کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنا وقت برباد کیا اور طالب علمی کے زمانہ میں اپنی مادری زبان بھی نہ سیکھی۔ ایسے صاحبان یاد رکھیں کہ سیکھنے کا وقت کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر کا راستہ گم کر دے اور کچھ گھنٹے آوارہ پھرنے کے بعد قصد کرے کہ "اب تو اتنی دیر ہو گئی کہ میں گھر سے دُور ہوں، اب گھر جاکر کیا کرونگا، کہیں جنگل ہی میں مر رہونگا" تو آپ اُس کی خام خیالی اور نادانی میں شک نہ لائیں گے۔ پس اگر آپ اب بھی بیدار ہو گئے تو غنیمت سمجھیے اور کوشش کیجیے۔ ہمت مرداں، مدد خدا ع

منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریے

آپ کی خاطر یہ ششماہی نصاب ترتیب دے کر آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک مولوی محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی (مرحوم) کی اُردو کتابوں کا سلسلہ اِس کام کے لیے، دیگر کتابوں کے مقابلہ میں زیادہ موزوں ہے۔ وجوہ ترجیح حسب ذیل ہیں:-

۱۔ اِس سلسلہ مین اِس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک کتاب کے ختم کرنے پر اگلی کتاب کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

۲۔ مؤلف نے کسی خاص مذہب کے عقائد کتابون کے مضامین مین داخل نہین کیے ہین بلکہ عام اخلاقی تعلیم جا بجا مضمر رکھی ہے۔ اِس وجہ سے یہ سلسلہ کُل اہل مذہب کے لیے یکسان مفید ہو سکتا ہے۔

۳۔ مختلف علوم و فنون اور واقفیتِ عامہ کے لحاظ سے بھی ان کتابون کے مضامین بہت بکار آمد ہین۔

۴۔ مضامین کی ترتیب ایسی عمدہ ہے کہ پڑھنے والے کا جی نہ اُکتائے، اور اُس کی دلچسپی قایم رہے۔

۵۔ کتابون کی قیمت اتنی ارزان رکھی گئی ہے کہ بہت معمولی آمدنی والے بھی بآسانی خرید کر فائدہ اُٹھا سکتے ہین، چنانچہ جو کتابین اس ابتدائی نصاب مین داخل کی گئی ہین اُن کی قیمتین ملاحظہ ہون۔ اردو زبان کی دوسری کتاب ڈھائی آنے، تیسری کتاب ساڑھے تین آنے، چوتھی کتاب چار آنے، پانچوین کتاب ساڑھے چار آنے۔

ششماہی نصاب سے مراد یہ ہے کہ اگر پڑھنے والا، ترتیب ذیل اِن کتابون کو وقت باندھ کر، روزانہ پڑھے گا تو یہ سلسلہ تقریبًا چھ مہینے مین ختم ہو جائے گا، اور اُس وقت اُس کو اتنی استعداد ہو جائے گی کہ اردو زبان کی عنقریب کُل معمولی کتابین سمجھ سکے گا۔ نصاب درج ذیل ہے:۔

نام کتاب	تعداد صفحات	روز کتنے صفحے پڑھنے چاہئین	کتنے دن مین ختم ہوگی
اردو زبان کی دوسری کتاب	۹۶	۲	۴۸
تیسری	۱۵۰	۳	۵۰
چوتھی	۱۶۸	۴	۴۲
پانچوین	۲۰۸	۵	۴۲

میزان ۱۸۲ دن۔ چھ مہینے

اِس سلسلہ کو ختم کرنے کے بعد بھی اور کتابیں بے ترتیب نہیں پڑھنی چاہئیں۔ اگر ضرورت ہوگی تو راقم الحروف بطیبِ خاطر اُن کتابوں کا نصاب بھی ترتیب دیکر ناظرین زندگی کی خدمت میں حاضر کرے گا جو سلسلۂ مذکورہ کے بعد پڑھنی چاہئیں۔ اب پڑھنے والوں کے واسطے چند عام ہدایتیں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ شروع میں مبتدی کو معلوم ہوا کرتا ہے کہ میں بہت کم ترقی کر رہا ہوں لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے اور پڑھائی جاری رکھنی چاہیئے۔

۲۔ مشکل الفاظ ایک کاپی میں لکھتے جایئے اور اُن کے معنی بھی یا تو کسی لغت کی کتاب میں دیکھکر یا کسی جاننے والے سے دریافت کرکے لکھ لیا کیجیئے۔ بہت سے الفاظ خود اِن کتابوں میں بھی دیے ہوئے ہیں۔

۳۔ لغت کی کتاب ایسی ہونی چاہیئے جس میں الفاظ کے صرف معنی ہی نہ ہوں بلکہ مختلف حروف کی حرکت (زبر، زیر، پیش) بھی بتائی گئی ہو کیونکہ مبتدی کے لیے نہایت ضروری ہے کہ شروع ہی سے حروف کی صحیح حرکت یاد کرے۔ اگر کوئی لفظ غلط یاد کر لیا تو باوجود بعد کو اُس کی غلطی معلوم ہو جانے کے بھی مدت تک حافظہ میں رہ کر گڑبڑی پیدا کریگا۔

۴۔ جس وقت پڑھنے والا چوتھی کتاب شروع کرے کم از کم اُس وقت سے تو ضرور ہی اُس کو معلوم کرنا چاہیئے کہ کون سے الفاظ کس زبان کے ہیں۔ الگ الگ الفاظ کی تحقیقات کرنی ہوگی۔ یہ تحقیقات بچوں کے لیے ضرور نہیں ہے۔

۵۔ لکھنے کی مشق شروع ہی سے ہونی چاہیئے۔ ابتدا میں موٹے قلم سے کتاب کے دیباچے سبقوں کی نقل کسی کاپی میں کیجیے۔ لکھنے میں جلدی کرنے سے خط ہمیشہ کے لیے خراب ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ لکھیئے اور اصل کی طرح حرف بنانے کی کوشش کیجیے۔

۶۔ جس کی مادری زبان اُردو ہے اُس کو ایک مدت تک قواعدِ اُردو کی کوئی کتاب دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

س۔ و۔ ب
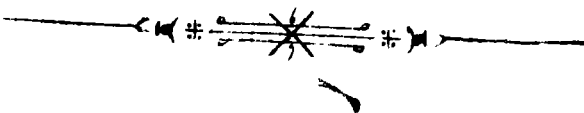
دولت اور اُس کا استعمال

(مسز لوئیس کرٹین کا لڑکیوں سے خطاب)

۲

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہمیں اپنا روپیہ صرف کرنے میں صرف اپنی ہی ذات سے تعلق ہے۔ روپے پیسے کے معاملات میں تمام ملنے جلنے والوں کا اثر پڑتا ہے۔ بالخاص وجہ کے ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ نئی نئی تراشیں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی پیدا ہوتی ہیں فضول شان و شوکت کے ساتھ رہنے اور غیر ضروری تکلفات کے برتنے سے ہم اور لوگوں کی زندگی کو، جو ہم سے کم استطاعت رکھتے ہیں، ایک مصیبت کی چیز بنا دیتے ہیں۔ ہم جو چیز لیتے ہیں اور جس طرح پر لیتے ہیں، وہ بھی ایک طرح کی ذمہ داری ہے۔ سستی چیزوں کی تلاش نہ کرنا چاہیے۔ یہ کچھ کفایت شعاری نہیں ہے۔ اچھی چیز کے لیے ہمیں اچھی قیمت بھی دینا چاہیے۔ اگر ہو سکے تو جب کوئی چیز مول لو تو یہ بھی دریافت کر لو کہ یہ کس محنت و جانفشانی سے بنائی جاتی ہے۔ لیکن یہ بات کچھ آسان نہیں اسی کے ساتھ یہ بھی ضرور نہیں کہ جو چیزیں گران آتی ہیں، وہ محنت اور کوشش ہی سے بنائی جاتی ہوں! لیکن ہم اس میں دلچسپی لے سکتے ہیں اور کچھ نہ کچھ حاصل کر سکتے ہیں

اگر روپیہ ہو تو اچھی چیزیں خریدنا، صناعوں کا دل بڑھانا، اور نفیس اشیا کی صنعت و حرفت کی ترقی کا راستہ کھولنا چاہیے۔ متمول آدمیوں کا خاص کر فرض ہے کہ ہر قسم کے فنون لطیفہ کی سرپرستی کریں۔ نمائشی چیزوں پر روپیہ صرف کرنا گویا روپیہ برباد کرنا ہے۔ نہ اس میں کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ نفع۔

جن لوگوں کے پاس دولت افراط سے ہو، انھیں بھی فضول خرچی نہ کرنا چاہیے۔ روپیہ ایک امانت ہے اور اس کا برباد کرنا بہت بُرا ہے۔ خیال کرو کہ ایسے گھروں میں جہاں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہو، رہنے سے فضول خرچی کی کیسی کچھ بُری عادت

پڑسکتی ہے، اور پھر اُس کا بُرا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف حد سے زیادہ بخل بھی معیوب ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بخل بھی دنیا کی بُری عادتوں میں سے ایک ہے۔ یہ عادت اکثر نوعمروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ روپیہ بہت ڈراؤنی علامت ہے۔ یہ کتنی اچھی بات ہے کہ ہم فضول خرچ نہ ہونے پر بھی سخی بن سکتے ہیں۔ سچی سخاوت اُس کو کہتے ہیں جو عقلمندی سے کی جاتی ہے۔ بخیل آدمی ہمیشہ روپیہ پیسہ کی دھن میں لگا رہتا ہے، اور اسی کا ذکر کیا کرتا ہے، اور یہی بات بخل کو قابل ملامت بناتی ہے۔ ہمیں روپے پیسے کی فکروں سے آزاد رہنا چاہیے، اور اس قسم کے آدمیوں کی باتیں بھی نہ سننا چاہیے۔ سچی کفایت شعاری جسے بخل سے کوئی تعلق نہیں، یہ سکھاتی ہے کہ روپیہ پیسے کی فکروں سے بچنے اور غیر معمولی خرچ برداشت کرنے کے لیے کچھ گنجائش رکھنا ضروری ہے۔ اور جب وقت آجائیگا تو یہی اس بات کی بھی تعلیم دے گی کہ تھوڑا بہت بچانا بھی چاہیے۔ یہ ضرورت ٹھیک ٹھیک اس وقت تک محسوس نہیں ہوتی تاوقتیکہ زندگی کا تمام بار ہمارے سر پر نہ آپڑے۔ اور آدمیوں کی طرح لڑکیاں بھی جنھیں کبھی کبھی کچھ خرچ کرنے کو مل جاتا ہے، اگر بچت کا خیال رکھیں تو فائدہ سے خالی نہیں۔ جب ممکن ہو تو معمولی سی رقم پس انداز کرنے سے آگے چل کر یہ بڑی رقم ہوجائے گی، اور کبھی بہت کام آئے گی۔ بڑے بوڑھے چھوٹے بچوں میں کفایت شعاری پیدا کرنا چاہتے ہیں لیکن بہت کم کامیاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ لڑکیوں کو یہ سمجھنے کی تمیز نہیں ہوتی کہ بچانے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ کبھی کبھی یہ خیال کہ "نو نقد نہ تیرہ اُدھار" صحیح بھی ہوتا ہے۔ لیکن جیسی جیسی ذمہ داریاں بڑھتی جائیں یہ لازمی ہے کہ بچت رکھنے کی عادت ڈالی جائے تاکہ آئندہ کارآمد ہو۔

نوعمر بچے اگرچہ کفایت شعاری میں بڑے بوڑھوں کے قدم بہ قدم نہیں چلتے لیکن یہ بالکل سچ ہے کہ قرض لینے اور اُدھار کرنے میں اگر وہ اُن سے آگے نہیں تو برابر ضرور ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرض لینا ایک سخت حماقت اور بڑی بے عقلی ہے کوئی خیال نہیں کرتا لیکن اس سے بڑی خود غرضی پیدا ہوجاتی ہے۔

قرض لینے کا گویا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو تکلیفین ہم اُٹھاتے ہین اُس سے زیادہ قرض دینے والا اُٹھائے، اور صرف اس لیئے اٹھائے کہ ہم مزے اُڑائین - درزی کو اگر دام وقت پر نہ لین گے تو وہ نہ صرف پریشان ہوگا بلکہ اسے سلائی کا نرخ بھی بڑھا دینا پڑے گا، کیونکہ اُسے معلوم رہتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہین جو دام دینے کی پروا تک نہین کرتے - اس کی عادت ڈالو کہ جس کا جو کچھ ہو اُسی وقت دیدو اور اگر تم خالی ہاتھ ہو تو اُسے پوشیدہ مت رکھو - ماں باپ کی محبت و شفقت کے معنی یہی ہین کہ تم اپنی مصیبتون کو اُن سے کہو تاکہ وہ اپنی سمجھ کے موافق تمھارے آڑے وقت کام آئین اور تمھاری تکلیفون کو دور کرین۔ بڑی بڑی شرطین لگانے اور جوا کھیلنے کی جو قباحتین ہین وہ سب جانتے ہین - لیکن چھوٹی شرطون اور معمولی قماربازی کے نقصانات اس قدر صاف نہین ہین - تھوڑے پیسون پر شرط لگانا اور جوا کھیلنا، دل لگی کا کام اور تفریح کا بے ضرر مشغلہ سمجھا جاتا ہے - لیکن دو باتون سے اس دل لگی کو ترک کر دینا بھی عقلمندی ہے - اول یہ کہ شرط اور قماربازی مین ایک قسم کا جوش اور اضطراب پیدا ہو جاتا ہے - انھین سے یہ خراب عادت پیدا بھی ہوتی ہے اور بڑھتی بھی ہے - اس سے خوشی تو کچھ نہین ہوتی البتہ نقصان بہت بڑا ہو جاتا ہے - دوسرے یہ کہ فی زمانہ یہ بُری عادتین ہر قسم کے لوگون مین پھیلتی جاتی ہین اور ان کا روکنا ضروری ہے -

لین دین کے معاملات مین ہم کو عام طور پر بہت چست چالاک ہونا چاہیے - اس کا خیال خاصکر رکھنا چاہیئے، کہ اگر مجبوری کی وجہ سے کبھی تھوڑا سا قرض کسی سے ہو تو فوراً ادا کر دو - اور سب سے زیادہ یہ کہ سوچ بچار مین وقت مت گنوا دو، اور تڑاق پڑاق تصفیہ کر دینے کی عادت ڈالو - بہت سی چھوٹی باتین ایسی بھی ہین جو بخل کی حد تک پہنچتی ہین یہی حال انعام و اکرام کا ہے - اگر زیادہ دو تو فضولخرچی مین داخل ہے، اور کم ہو تو بخیلی مین - یہ معاملہ بہت الجھن کا ہے، اور اس کے لیے کوئی خاص قاعدہ نہین بتایا جا سکتا - البتہ انعام جو کچھ دیا جائے وہ اپنی حالت و حیثیت کے لحاظ سے اور کام اور محنت کے اعتبار سے ہونا چاہیئے - اگر ہم زیادہ نہین دے سکتے تو اِس کا کچھ غم بھی نہ کرنا

چاہیئے ۔ لوگ اپنے خیال مین ہماری دولت کا اندازہ کرکے ہم سے بڑی بڑی اُمیدین رکھین تو رکھین لیکن اُن کی رائے پر ہم کو چلنا کچھ لازمی نہین ۔ جب کوئی زیادہ مستحق ہو تو اُسے زیادہ دو لیکن اس خیال سے کبھی نہ دو کہ لوگ تمھاری تعریف کرین۔

روپیہ کے خرچ کرنے کی ایک اور شکل رہ گئی ہے جسے خیرات کہتے ہین ۔ سب سے آخر مین اِسی کا ذکر ہوگا۔ ہمارے پاس دینے دلانے کو چاہے کم ہو چاہے زیادہ لیکن اِس معاملہ مین ہم کو بہت سوچ سمجھ کر کام لینا چاہیئے ۔ جیسی کچھ ہماری حیثیت ہو اُسی قدر ہمین دینا اور خوشی خوشی دینا چاہیئے ۔ خیرات دینے مین کسی قدر عقل سے بھی کام لینا چاہیئے ۔ صرف اِس وجہ سے مت دو کہ فلان شخص چندے کے واسطے تمھارا سر کھا رہا ہے ۔ یہ دیکھو کہ تم کس کام کے لیے چندہ دے رہی ہو، اور جسکو دو سمجھ کر دو ۔ کس طرح اور کس قدر دینا چاہیئے، یہ باتین ایسی نہین ہین کہ جب کوئی موقع آجائے تو سیکھی جائین، بلکہ زندگی کی تعلیم کا یہ ایک حصّہ ہو جانا چاہیئے اور اُن پر ہمیشہ غور و فکر کرنا چاہیئے

آخر مین دو باتین اور کہنے کی ہین ۔ پہلی یہ کہ روپیہ پیسہ کو ناچیز سمجھو ۔ عام طور پر سب لوگ جانتے ہین کہ جو کچھ ہے یہی ہے لیکن یہ بڑی سخت غلطی ہے ۔ زندگی کی جو اعلیٰ چیزین ہین وہ روپیے سے کبھی نہین ملتین ۔ نہ تندرستی، نہ ہمجولیون کی محبت، نہ کام کرنے کی خوشی دل مین پیدا ہوتی ہے، نہ خدا کے کارخانے کے عجائب دیکھنے کی تمیز ۔ ایک مشہور آدمی کا قول ہے کہ جو چیزین حقیقت مین زندگی کی خوشی کہی جا سکتی ہین وہ یہ ہین، کتاب غذا اور بارش ۔ اور اِن چیزون کے حاصل کرنے کے لیے قارون کے خزانہ کی ضرورت نہین پڑتی ۔ ایک ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین کہ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ دُنیا کی نہایت قیمتی اور عمدہ اشیا ہر جگہ موجود ہین اور ان کی کوئی قیمت نہین ۔ اِس کے سوا اور جو کچھ ہے، وہ بے جا حرص و طمع اور عجب و غرور کا لوازمہ ہے ۔ ہمین روپیہ پیسے کے ذلیل خیالات سے کنارہ کش ہو کر زندگی کی سچی مسرتون کو لینا چاہیئے ۔ لیکن دوسری بات یہ ہے کہ روپیہ کو ناچیز سمجھنے کے باوجود اُن ذمہ داریون کو نہ بھول جاؤ جو دولت ہاتھ آنے اور اُس کے صرف کرنے مین ہوتی ہین ۔ یہ بھی یاد رکھو کہ روپیہ جو

ہمارے پاس ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ، وہ ہمارا نہین ہے۔ہم اُسے اپنی طبیعت کے موافق برباد کرنے کا اختیار نہین رکھتے۔ بلکہ وہ گویا ہمین قرض کے طور پر دیا گیا ہے کہ لوگون کو فائدہ پہنچائین اور خدا کی خوشنودی حاصل کرین۔ اور ہم اُسے اپنی ذات پر صرف اُسی حد تک کام مین لا سکتے ہین جس سے ہم مین کام کرنے اور دوسرون کو نفع پہنچانے کی طاقت پیدا ہو اور بڑھے۔ خیال کرو کہ ہم کتنے آرام مین رہتے اور کس آسائش سے گذر کرتے ہین اور کیا کیا نفع اُٹھاتے ہین۔ اور پھر ہزارون اور لاکھون عورتون کی مصیبتون کا اندازہ کرو تو معلوم ہوگا کہ جب تک ہم دوسرے کے کام نہ آئین ہم ایک بیکار چیز ہین۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ ہم نے کبھی اپنی ذات سے دوسرون کے ساتھ ہمدردی کرنے کا خیال بھی کیا ہے۔ مُلک رُوس کے ایک قصہ نویس نے اپنی کتاب مین ایک امیر آدمی کا حال لکھا ہے، جو بڑے ناز و نعم سے پالا گیا تھا۔ ذرا ذرا سے کام کے لئے بھی نوکر مقرر رہتے یہان تک کہ وہ آپ کام کرنے سے مجبور ہو گیا۔ اُس کی دولت پر بھی زوال آچکا تھا۔ اُس نے سینٹ پٹیرسبرگ مین چند کمرے کرایے پر لے رکھے تھے، اُن مین رہا کرتا تھا۔ ایک قدیم وفادار نوکر اُس کے ساتھ تھا۔ مکان کو از سرِ نو بنانے کے لیے مالک مکان نے اُس کو خالی کرانا چاہا لیکن اُس شخص کے لیے وہان سے اُٹھکر کسی دوسری جگہ جانا بھی ایک مصیبت تھی۔ اُسکا ملازم روز سمجھاتا لیکن سب بے فائدہ۔ ایک دن اُس نے سمجھاتے سمجھاتے ڈرتے ڈرتے یہ بھی کہہ دیا کہ اور سب لوگون نے مکان خالی کر دیا ہے آپ ہی باقی ہین۔ امیر آدمی یہ سُنکر طیش مین آگیا اور کہنے لگا کہ سب لوگون کی اور میری برابری؟ وہ جاہل ہین، غریب ہین، معمولی سی کوٹھری مین بھی رہ سکتے ہین، زمین پر ایک ٹاٹ کا ٹکڑا بچھا کر سو سکتے ہین، دال دلیا پر گذر کر سکتے ہین، مفلسی کی وجہ سے وہ اپنی رہائش کی جگہ اِدھر اُدھر بدلتے رہتے ہین۔ وہ اگر دوسرے مکان مین اُٹھ گئے تو کیا تعجب ہے؟ کیا تم مجھے بھی اُنھین کے ایسا سمجھتے ہو؟ وہ اپنے ہی ہاتھ سے اپنے بوٹ صاف کرتے اور کپڑے پہنتے ہین۔ کوئی اُن کا نوکر نہین بیٹھا رہتا۔ کیا تمھارے خیال مین مین بھی اُنھین

کی طرح ہون؟

غلام نے یہ تمام باتین سُنکر جواب دیا کہ نہین حضور آپ اُن کی طرح کب ہین۔ امیر آدمی نے کہا کہ مین ہرگز ہرگز اُن جیسا نہین ہون۔ مین اِدھر اُدھر مارا مارا نہین پھرتا۔ اُن کی طرح محنت اور مزدوری نہین کرتا۔ بھوک لگتی ہے تو اُن کی طرح کھانے سے مجبور نہین ہون۔ ذرا دیکھو مین اُن لوگون کی طرح دُبلا پتلا بھی نہین۔ فکرون مین پڑکر زرد نہین ہو گیا۔ کوئی چیز ایسی نہین جو میرے پاس نہ ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ کام کرنے کے لیے میرے پاس آدمی ہین۔ اِن تمام باتون کے باوجود تم میری اُن کی برابری کیسے کرتے ہو؟

امیر آدمی کبھی یہ فکر بھی کیا کرتا تھا کہ اپنے غلامون کو آزاد کر دے لیکن اِس طرح پر کہ اُسے خود کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ مگر اب وہ وقت ہاتھ سے گیا۔ اُسے اتنا بھی خیال نہین ہوتا کہ آخر یہ تمام دولت اُس کے پاس کیون اور کس طرح آتی ہے؟ یا کہ اتنے آدمیون سے کام لینے کا اُسے کیا حق ہے۔

لیکن ہم مین سے کتنے ایسے ہین جو کسی نہ کسی بات مین اِس امیر آدمی کے مشابہ نہون؟ ہم سب کے سب پُرانے رسم و رواج اور عادتون کے پابند ہین اور سب سے پہلے اپنے آرام کو مقدم سمجھتے ہین۔ لیکن ہم نے کبھی اپنے جی مین یہ سوال بھی کیا ہے کہ ہم دُنیا مین کیون پیدا کیے گئے ہین؟ اور ہمین اپنی ذات، اپنے ہاتھ پاؤن، اور اپنی قوت سے کیا کام لینا چاہیئے؟

ڈاکٹر جیمس سمپسن سے کسی نے دریافت کیا کہ آپنے سب سے بڑی کونسی بات دریافت کی ہے؟ انھون نے جواب دیا "یہی کہ مین گنہگار ہون" اور یسوع مسیح میرا نجات دہندہ ہے۔ الغرض حقیقت جبتک ہم اپنی گناہ آلودہ حالت کو معلوم نکرین، اُسوقت تک ہم نجات کی شیرینی کا مزا بھی حاصل نہین کر سکتے۔ اسلیے ہماری صرف یہ دُعا ہونی چاہیئے کہ "اے خدا مجھپر میری حالت ظاہر کر۔ اِس کے بعد یہ کہ "اے خدا اپنی نجات مجھ پر ظاہر کر"۔

برائی کی جڑ

ایک ڈرامہ جس مین ہندوستانی مسیحی جماعت کی رسوم و طریقِ معاشرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے

دوسرا ایکٹ

تیسرا سین۔ مسٹر نادر کا خانہ باغ

مس للی نادر باغیچہ مین داخل ہوتی ہے۔

للی۔ (خود بخود) مین یہان آئی تو ہون، مگر کیون آئی؟ اس کی وجہ مین خود نہین جانتی۔ کیا مین نے غلطی کی کہ اس سے یہان ملنے کا وعدہ کیا؟ کیا یہ ممکن نہین ہے کہ یہ شخص میری طبیعت کے مطابق ہو؟ تعجب ہے کہ مین جو کسی اجنبی سے گفتگو کرنے کی بھی روادار نہین تھی، مین نے اس قدر جرأت کی کہ باہمی ملاقات کے لیے یہ وقت ٹھہرایا۔ عشق انسان کو اندھا بنا دیتا ہے۔ مگر کیا یہ عشق ہے! آج سے ایک ماہ پیشتر مین اُس سے واقف بھی نہ تھی، اور نہ مین یہ جانتی ہون کہ وہ کہان سے آیا ہے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ وہ کہین سے آیا ہو۔ اگر وہ خود اچھا ہے تو ان باتون کو کون پوچھتا ہے۔ لیکن مجھے اپنی اس ہمت و جرأت پر سخت تعجب ہے (اِدھر اُدھر ٹہلتی ہی)۔ جب مین نے خود ہی یہ مقام اور وقت تجویز کیا ہے، تو میرا فرض ہے کہ مین اسکو نباہون، اور بطور حفظ ما تقدم پیش بینی سے کام لون (ایک طرف کو جا کر ڈیوڈ کو آواز دیتی ہے) [ڈیوڈ آتا ہے]

ڈیوڈ۔ کیا حکم ہے مس صاحب۔

للی۔ ڈیوڈ! اندر گرمی محسوس ہوتی ہے، لہذا مین تھوڑی دیر یہان رہنا چاہتی ہون۔ ایک چھوٹی میز اور ایک گلاس ٹھنڈا پانی یہان لے آؤ۔ میز یہان رکھنا (جگہ بتاتی ہے)۔ والدہ کے کمرہ مین میز پر وہ کتاب ہوگی، جس کو مین دن مین پڑھتی رہی ہون، اسکو بھی لیتے آنا۔

ڈیوڈ۔ بہت اچھا مس صاحب، کیا برف اور سوڈا لاؤں؟
للی۔ نہیں نہیں۔ میں بیمار نہیں ہوں۔ میں صرف ٹھنڈا پانی چاہتی ہوں۔۔۔۔
ڈیوڈ۔ بہت اچھا حضور۔
للی۔ (خود بخود) ڈیوڈ بہت اچھا نوکر ہے۔ یہ میری والدہ کا دلپسند ملازم تھا۔ جب کبھی مجھے اس گھر کو چھوڑنا اور خاص گھر میں جانا پڑے گا تو میں ڈیوڈ کو اپنے ہمراہ لے جاؤں گی۔
[ڈیوڈ دوبارہ آتا ہے۔ میز کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ کر استفسارانہ مس نادر کی طرف دیکھتا ہے]
ڈیوڈ۔ مس صاحب! حضور کو کچھ اور درکار ہے۔
للی۔ نہیں۔ ڈیوڈ! میں چاہتی ہوں کہ کچھ دیر تنہا رہوں۔ اگر کوئی آئے تو کہدینا کہ بڑے صاحب مکان میں نہیں ہیں اور کل صبح تک واپس نہیں آئیں گے۔ اودھر کسی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ والدہ بیمار ہیں، اور ممکن ہے کہ اُن کو کسی وقت تمہاری ضرورت ہو۔ اچھا! تو اب تم جاؤ۔
ڈیوڈ۔ (ایک طرف ہوکر) نہیں معلوم آج مس صاحب کو کیا ہوا؟ اِن کی حالت دگرگوں نظر آتی ہے۔ اچھا! میں بھی یہیں کہیں چھپکر دیکھوں گا کہ معاملہ کیا ہے۔
[بظاہر ڈیوڈ چلا جاتا ہے۔]
للی۔ (دونوں ہاتھ مل کر) اب تھوڑی دیر میں وہ یہاں آجائے گا۔ میں کیونکر اُس سے ملوں گی۔ نہیں معلوم وہ میری نسبت کیا خیال کرے، اور اگر دوسروں کو اِس کی خبر ہو گئی تو وہ کیا کچھ نہ کہیں گے۔ ایسی کون بات ہے کہ میں اُس سے اِس طریقے سے ملاقات کروں۔ یہ سب کچھ میری نادانی اور ناتجربہ کاری سے ہوا ہے۔ لیکن اس میں کیا ہرج ہے کہ میں یہاں سے بغیر ملاقات کیے چلی جاؤں؟ وہ تھوڑی دیر میرا انتظار کرکے اور آخر مایوس ہو کر خود ہی واپس چلا جائے گا۔ اگر ضرورت ہوگی تو آیندہ ملاقات کے موقعہ پر میں کوئی خاص عذر پیش کردوں گی۔ بے شک اِس سے زیادہ بہتر اور مناسب کوئی اور کارر[وائی] نہیں ہو سکتی (تھوڑی د[یر] ... کچھ سوچ کر ٹھہر جاتی ہے) لیکن ——

کیا میرا یہ رویہ مناسب دانسب ہوگا؟ اپنے ساتھ مین جو سلوک چاہون کر سکتی ہون، مگر مجھے کوئی حق حاصل نہین کہ مین دوسرون کو بیوقوف بناؤن، اور بالخصوص اُس کو۔ مین اُس کو پیار کرتی ہون، مجھے اُس سے محبت ہے، اور محبت بھی اس قدر، جو بیان سے باہر ہے۔ دُنیا مین صرف وہی ایک ایسا شخص ہے، جس کی میرے دل کو تمنا ہے۔ اُس کی موجودگی میرے لیے بہشت ہے، اور اگر وہ نہو تو بہشت بھی دوزخ سے کم نہین (اپنی گھڑی کو دیکھتی ہے)۔ یہی وقت آنے کا ہے۔ آ، اے میرے منتخب آقا آ۔ دیکھ تیری کنیز انتظار کر رہی ہے (میز کے قریب جا کر ایک گھونٹ پانی پیتی ہے)۔ سُنو، مجھ کو کسی کے قدمون کی آہٹ معلوم ہوتی ہے۔ ضرور۔ وہی ہے۔ (اِدھر اُدھر پھرتی اور اپنے ہاتھون کو ملتی ہے)۔ کاش، کوئی نیک فرشتہ میری مدد کرے (گھنے درختون کی آڑ مین چھپ جاتی ہے)۔

[مسٹر ولیمس باغیچہ مین داخل ہوتے ہین]

مسٹر ولیمس۔ (خود بخود) ہان، یہی وہ مقررہ جگہ ہے۔ تعجب نہین، کہ میری ملکہ میرا انتظار کر رہی ہو۔ (چارون طرف دیکھکر) نہین۔ وہ اب تک نہین آئی۔ تاہم، پابندی وقت نہ کرنا کوئی قابل ملامت فعل بھی نہین ہے۔ کیسا خوشنما باغیچہ ہے، اور جو فرشتہ اِس کی روشون پر چہل قدمی کرتا ہو، اُسکی تعریف ہو ہی نہین سکتی۔ (ایک پھول توڑ کر سونگھتا ہے)۔ اہا! کس غضب کی خوشبو ہے۔ تعجب نہین کہ اُس نے بھی اِس کو سونگھا ہو، اور کچھ اپنا اثر اِس مین چھوڑ گئی ہو۔ اگر مین اِس کو اپنے بٹن ہول مین لگا لون، تو یقینہ وہ مجھ پر چوری کا الزام نہ لگائیگی (پھول کو بٹن ہول مین لگا کر کچھ دُور جاتا ہے)۔

للی۔ (خود بخود) بالکل شہزادہ معلوم ہو رہا ہے۔ مین تھوڑی دیر تک ایسے ہی چھپی ہوئی دیکھتی رہون گی کہ خود نظر نہ آؤن (کسی کے باآہستگی ہنسنے کی آواز آتی ہے)۔ ہا! کسی کے ہنسنے کی آواز ہے۔ مگر یہ اُس کی آواز نہین ہے۔ کیا کوئی ہماری تاک مین ہے؟ (خوفزدہ ہو کر اِدھر اُدھر نظر دوڑاتی ہے)۔

[مسٹر مالکم پلائی باغیچہ مین داخل ہوتے ہین، اور مسٹر ولیمس ٹہلتے ٹہلتے دوسرے سرے پر پہنچ جاتے ہین]

مالکم پلائی۔ (خود بخود)۔ یہ وائی ایم سی اے کے سکرٹری صاحب ہین۔ یہ وہ لوگ ہین جو

ہندوستان میں مسیحیت کی اشاعت تلقین کرتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ یہ شخص اوّل درجہ کا مکار ہے (قدرسے چہل قدمی کرتا ہے)۔ اِس کو معلوم نہیں کہ میں نے وہ سب باتیں سُن لی ہیں جو اُس دن مِس نادرکا بجائی کہہ رہا تھا۔ میرا یہ فعل ہرگز سراغرسانی سے کم نہیں سیکرٹری صاحب! اگر میں نے آپ کے رنگ کو بھنگ نہ کر دیا تو میرا نام انکم بلائی نہیں (اُسی طرف کو قدم اُٹھاتا ہے، جدھر ولیمس گیا ہے)۔

للی۔ (کمین سے نکل کر)۔ خدایا! اب میں کیا کروں، اِس کمبخت نے یہاں بھی پیچھا کیا۔ اگر شوروشر ہوا تو بے حد بدنامی و رسوائی ہوگی۔ خدا کرے، میرے پیا...... مسٹر ولیمس پر کچھ آنچ نہ آنے پائے۔ میں مدد کے لیے ڈیوڈ کو بلاتی ہوں (باغیچہ کے ایک سرے پر جاکر آواز دیتی ہے) ڈیوڈ۔ ڈیوڈ! جلدی آؤ۔ [ڈیوڈ آتا ہے]

ڈیوڈ۔ کیوں، کیا حکم ہے مِس صاحب۔

للی۔ دیکھو! باغیچہ میں دو آدمی ہیں۔ ایک دوست ہے اور دوسرا دشمن۔ فوراً جاکر اُس بدرنگ بھدے آدمی کو باغیچہ سے باہر نکال دو، اور دوسرے سے کہو کہ تھوڑی دیر میرا انتظار کرے۔ یقین ہے کہ تم میرا مطلب سمجھ گئے ہوگے۔

ڈیوڈ۔ جی ہاں۔ مگر یہ لوگ آئے کیونکر؟

للی۔ ڈیوڈ! کچھ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بعد میں تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں ڈور آسوامی کو بھی تمھاری مدد کے لیے بھیجتی ہوں۔ شاید وہ شخص ہاتھا پائی پر آمادہ ہو۔ (دونوں دو مختلف اطراف میں جاتے ہیں)۔ [ولیمس پلٹ آتا ہے اور انکم بلائی سے مڈبھیڑ ہوتی ہے]

بلائی۔ او ہو! معلوم ہوتا ہے کہ بحیثیت وائی ایم سی اے کا سکرٹری ہونے کے آپ کی خدمات کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا ہے، مگر غالباً ایسی خدمات کی اُجرت نہ ملتی ہوگی!

ولیمس۔ مسٹر انکم! آپ کا یہاں کچھ کام نہیں۔ عنایت فرما کر آپ چپ چاپ چلے جائیے۔

بلائی۔ اِس مشورہ کے لیے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا بھی یہاں کچھ کام نہیں ہے۔ یہ باغیچہ اُس جوان خاتون کی ملکیت ہے جس سے میں عنقریب شادی کرنے والا ہوں۔

ولیمس - بیشک ! - مگر آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مین یہان بُلایا ہوا آیا ہون، اور آپ چوری چھپے آئے ہین، لہٰذا مین آپ سے درخواست کرتا ہون کہ آپ جس طرح آئے ہین اُسی طرح چپ چاپ چلے جائیے۔

پلائی - بالفرض، اگر مین نہ جاؤن تو ؟

ولیمس - اس صورت مین ٹھوکرین مار مار کر آپ کو باہر کر دیا جائے گا!

پلائی - مگر میرے پاس بھی تو ٹانگین ہین!

ولیمس - جب دو چار رسید ہو جائینگی تو آپ خود ہی اپنی ٹانگون سے درست کام لیتے نظر آئین گے (قریب جا کر) - فرمائیے! اب کیا صلاح ہے ؟ آپ یہان سے دفع ہوتے ہین کہ نہین ؟

پلائی - مین ہرگز نہین جاؤن گا -

[ولیمس اُس کی گردن پکڑ کر دو ایک بار اُس کو گھماتا ہے - پلائی گر جاتا ہے اور سنبھل کر ولیمس پر حملہ کرنے کو بڑھتا ہے کہ اسی اثنا مین ڈورا سوامی اور ڈیوڈ (مسٹر نادر کے ملازمین) آجاتے ہین، اور پلائی کو باغیچہ سے باہر نکال دیتے ہین]

ڈیوڈ - (مسٹر ولیمس سے) - کچھ دیر ٹھہریئے گا - مس صاحبہ ابھی آتی ہین -

ولیمس - بہت بہتر - [ولیمس تنہا رہ جاتا ہے - للی آتی ہے - ولیمس اُس سے ملنے کے لیے آگے بڑھتا ہے - دونون مصافحہ کرتے ہین -]

ولیمس - مجھے بیحد ملال ہی کہ یہ واقعہ ظہور مین آیا - مطلق خیال نہ تھا کہ یہ وحشی مبرا کچھ کریگا -

للی - خیر، تو جو کچھ ہوا سو ہوا، اگر مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ شخص آیندہ کوئی خرابی نہ لائے -

ولیمس - اس کا کچھ خیال نہ کرو - دیدہ باید - کیا مین اس مُلاقات کا مقصد بیان کر سکتا ہون ؟ اگر آنکھون سے اظہار خیال ممکن ہی تو میری آنکھین آپ کو بتا چکی ہونگی کہ میرا دل آپ کے لیے کس قدر تڑپتا تھا -

للی - آپ تو بہت مُنھ پھٹ ہین کہ پہلی ہی مُلاقات مین اس قسم کے الفاظ زبان پر لاتے ہین -

ولیمس۔ اگر مجھ میں یہ وصف پایا جاتا ہو تو آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ میں نے اس سے بیموقعہ کام نہیں لیا۔ مجھے دنیا کے رسوم و رواج کا بہت کم علم ہے۔ جدید فن عشق بازی کے مدرسہ میں بھی سبق لینے کا موقعہ مجھے نہیں ملا۔ یہی وجہ ہے کہ میں کسی قسم کی جھجک کے بغیر زیادہ صاف گوئی سے کام لیتا ہوں۔ میں صرف ایک بات جانتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں دل سے آپ کو چاہتا ہوں، لہذا منہ پھوٹ ہو کر میں نے آپ پر اس کا اظہار کر دیا۔

للی۔ مگر غرض بھی تو معلوم ہونی چاہیئے۔

ولیمس۔ میں آپ کی زبان سے صرف یہ سننا چاہتا ہوں کہ آیا میں آپ کی طرف سے کوئی امید رکھ سکتا ہوں؟ اور امید بھی وہ امید جس پر گویا میری زندگی کا دار و مدار ہے۔ کیا آپ کا دل میرے وحشت زدہ دل کا ساتھ نہ دیگا؟

للی۔ بالفرض، اگر میں کہوں کہ نہیں، تو؟

ولیمس۔ اس صورت میں میرے لیے فوراً چلا جانا ضروری ہوگا، نیز میں اس تکلیف دہی کے لیے معافی کا خواستگار رہوں گا۔ لیکن، کیا آپ مجھے نامراد واپس کریں گی؟

للی۔ کہتا کون ہے کہ آپ جائیے۔

ولیمس۔ جب میری موجودگی آپ کے لیے کوفت کا باعث ہے، تو میرا یہاں ٹھہرنا سراسر حماقت ہے!

للی۔ مگر میں نے آپ کی موجودگی کو اس نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا۔ اگر میں کہہ سکتی ہوں، تو آپ کی موجودگی میرے لیے کوفت کا موجب نہیں بلکہ باعثِ صد مسرت ہے۔

ولیمس۔ اس کے لیے میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن اگر میری دلی مراد پوری نہ ہو تو یہاں میرا کیا کام؟

للی۔ یہاں بہت اچھے اور خوشنما پھول ہیں۔ آپ ان کو دیکھ کر اپنی نباتاتی معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

ولیمس۔ مگر میری حاضری کا یہ منشا نہیں ہے۔ اگر مجھے اچھے اچھے پھول دیکھنے کا اشتیاق

ہوتا تو میں پھولوں کی نمائش میں جا سکتا تھا اور اگر نباتاتی تجربات و معلومات کی طرف میری طبیعت کا رجحان ہوتا تو اس کے لیے گورنمنٹ بوٹانیکل گارڈن بہت مناسب و موزون مقام ہے۔ میں یہاں دلکشی اور خوشنمائی کے ایک ایسے مجسمہ کو دیکھنے کے لیے آیا ہوں جو دنیا کے تمام پھولوں میں ایک بہترین اور لاثانی پھول ہے۔ یہاں مجھے ایک جاندار پھول کی کشش کھینچ کر لائی ہے۔ للی! تم خوب جانتی ہو کہ میں کس غرض سے یہاں آیا ہوں، پھر کیوں مجھے خواہ مخواہ پریشان کرتی ہو؟

للی۔ میں اب تک آپ کے آنے کی غرض سے ناواقف ہوں۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ خیال اس کے متعلق مجھے ضرور ہے!

ڈیلیس۔ میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ اپنا دل آپ کی نذر کروں۔ کیا میری ملکہ اس ہدیہ کو قبول کرے گی؟

للی۔ جوزف! میں ملکہ نہیں ہوں، بلکہ ایک سیدھی سادی لڑکی ہوں۔ شاید تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ وائی ایم سی اے کی اس یادگار میٹنگ کے بعد سے میں تم سے ملنے کی بعد مشتاق تھی۔ تمہاری تقریر ایسی شیریں جذبات سے پُر اور عالمانہ تھی کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ اگر اس وقت کہیں تم اپنے متعلق میری رائے دریافت کرتے تو شاید میرے جواب سے تمہیں سخت حیرت ہوتی۔

ڈیلیس۔ میں نوازش ہے کہ اس قدر خیال تو میرا ہوا لیکن کیا اب میری نسبت تمہارے خیالات میں کوئی تبدیلی ہو گئی ہے۔

للی۔ تبدیلی تو ضرور ہوئی ہے، مگر میں سمجھتی ہوں کہ وہ تبدیلی تمہارے ہی حق میں ہے۔

(ڈیلیس فرطِ مسرت سے للی کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے لبوں تک لے جاتا ہے)

ڈیلیس۔ تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جانا مناسب ہے (دونوں سبز گھاس پر بیٹھ جاتے ہیں) للی! کیا تم میری بیوی بننا پسند کرو گی؟ میں اپنی سفارش میں کچھ پیش نہیں کر سکتا۔ میں ایک ایسا غریب آدمی ہوں، جو دنیوی لحاظ سے کسی شمار و قطار میں نہیں۔ میرے پاس صرف ایک صاف اور محبتی دل ہے جو میں پیش کر سکتا ہوں۔

للی۔ امیری و غریبی اور تونگری و مفلسی میری نظر میں دونوں یکساں ہیں۔ میں صرف انسان کو دیکھتی ہوں اُس کی حیثیت کو نہیں۔ مجھے کامل یقین ہو کہ تم نہایت صاف اور خالص آدمی ہو، اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ یہ دل تمھارے سوا کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔

ڈیمس۔ پیاری! خدا تمھیں خوش رکھے۔ تمھارے اِن الفاظ نے گویا دوبارہ مجھے زندہ کر دیا۔ (بوسہ لیتا ہو)۔ للی! میں بالکل ناواقف تھا کہ عشق کیا بلا ہی۔ لیکن وائی ایم سی اے ہال میں تمھیں دیکھنے کے بعد تمھاری پیاری یاد مضبوطی سے میرے دل میں جگہ پکڑ گئی، اور آج میں بیحد خوش ہوں کہ میرا وہ خواب پُورا ہوا۔

للی۔ میں نے کبھی کسی مرد سے محبت نہیں کی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ میں محبت سے ناواقف تھی۔ لیکن اب میں کہہ سکتی ہوں کہ اگر میں تم سے محبت نہیں کرونگی تو کسی اور سے بھی محبت نہیں کر سکتی!

ڈیمس۔ آہا! اب میں سمجھا کہ تھیکرے نے جو عورت کی محبت کے باب میں لکھا ہو کہ جو شخص عورت کی محبت سے ناواقف ہو وہ گویا زندگی سے ناواقف ہی، اس کا مطلب کیا ہو۔

للی۔ جوزف! تمھارے ساتھ وقت گزارنا اور تمھاری شیریں گفتاری سے حظ حاصل کرنا گویا حاصل زندگی ہی۔ مگر تم جانتے ہو کہ اما بیمار ہیں، شاید اُن کی میری ضرورت ہو (کھڑی ہو جاتی ہی) یُوں ہی اب بہت دیر ہو گئی ہی۔ جوزف! اپنی خبرداری کرنا، مبادا وہ کمبخت تمھیں گزند پہنچائے۔ کیا میں ڈیوٹ کو تمھارے ہمراہ بھیج دوں؟

ڈیمس۔ نہیں نہیں! اِس کی کوں ضرورت ہی۔ میں دروازے تک تمھیں دیکھتا رہونگا، اس کے بعد میں بھی روانہ ہو جاؤنگا۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ کوئی ہمیں دیکھ رہا ہی۔

للی۔ اِس کی مجھے پروانہ نہیں۔ مگر...... مگر جوزف! میرے دل کی اِس وقت عجیب کیفیت ہی۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کوئی میرے کان میں یہ کہہ رہا ہی کہ وہ وحشی میرے اور تمھارے درمیان میں حائل ہو گا۔

ڈیمس۔ کچھ فکر نہ کرو، پیاری! اگر ہم دونوں محبت میں ثابت قدم ہیں تو کوئی ہم کو جدا نہیں کر سکتا۔ (دونوں کے لب ایک دوسرے سے بیخودانہ مس ہوتے ہیں)

(باقی آئندہ)

”پلشم“

رباعیات!

سرسبز شجر ہوں کہ بہار آئی ہے — مرغانِ نوزان کی قطار آئی ہے
آمد ہو شہِ گل کی چمن مین شاکر — ہر سمت صبا مژدہ پکار آئی ہے

ابر آیا ہی گھر گھر کے گھٹا چھائی ہے — پیغامِ نمو دِ باد صبا لائی ہے
مرغانِ چمن زمزمہ خوان ہین شاکر — گل شاد ہین گلشن مین بہار آئی ہے

تھا جس کا کہ انتظار۔ اب آیا ہے — انسان کی تصویر مین رب آیا ہے
ہوگی نہ ضرورت کسی شی کی شاکر — درکار تھا جو کچھ ہمین سب آیا ہے

پیدایشِ عیسےٰ کا اشارا دیکھو — پورب مین چمکتا ہے ستارا۔ دیکھو
دُنیا نے نہ دیکھا جو کبھی ای شاکر — تم آنکھون سے اپنی وہ نظارا دیکھو

اِس محفلِ دُنیا کا تماشا دیکھو — کس شغل مین ہو؟ کرتے ہو تم کیا؟ دیکھو
پیدائشِ عیسیٰ کی ہی دھوم ای شاکر — جاگ اپنا اُٹھا ہے اب نصیبا دیکھو

پورب مین اچانک جو ستارا نکلا — مولودِ مقدس کا اشارا نکلا
چرنی مین اُسے ہم نے جو دیکھا شاکر — صد شکر! وہ محبوب ہمارا نکلا

شہ این وآن آج پیدا ہوا ہی!

شفیعِ جہان آج پیدا ہوا ہے — شہِ مرسلان آج پیدا ہوا ہے
منور نہو کس طرح خانۂ دل — مہِ دلستان آج پیدا ہوا ہے

ہوئی جس سے روشن یہ تاریک دُنیا — وہ نورِ جہان آج پیدا ہوا ہے
ستارہ چمک اُٹھا بیت اللحم کا! — مسیحا و بانی آج پیدا ہوا ہے
خوشی ہر طرف ہے زمین و زمان مین — شہ این و آن آج پیدا ہوا ہے
عنایت یہ فرمائی خدا ایزد کی دیکھو — پئے عاصیان آج پیدا ہوا ہے
ملائک سے فرحت شبانون نے پایا — شہ عز و شان آج پیدا ہوا ہے
مسیحی ترانے مسرت کے گائین — مسیح الزمان آج پیدا ہوا ہے

تو نغمہ سنا جھوم کر اپنا شاکر
ترا قدر دان آج پیدا ہوا ہے

۲

آج روشن اِس جہان مین اک ستارا ہو گیا — نور سے جس کے منور دل ہمارا ہو گیا
مدتون تک جس کی آمد کے رہے ہم منتظر — آج وہ شاہِ دو عالم آشکارا ہو گیا
دل کو جس کی آرزو تھی آج وہ پیدا ہوا — دین اور دنیا کے مالک کا نظارا ہو گیا
ہو مبارک، ہو مبارک، اب تمھین ای مومنو — بزمِ امکان مین خدا خود جلوہ آرا ہو گیا
کشورِ عالم مین آ پہنچا ہے آج ایسا طبیب — زندہ جسکی خاکِ پا سے جگ سارا ہو گیا

بیدھڑک اب پھر تو شاکر کچھ نہین خوف و خطر
دامِ عصیانِ عین کا پارا پارا ہو گیا

۳

مسیحا کی ریاضِ دہر مین کیا انتظاری ہے — کہ بلبل نغمہ زن ہے زور پر فصل بہاری ہے
خجل ہو ماہ اور خورشید جسکی دیکھکر صورت — وہ آئے گھر ہمارے! واہ کیا قسمت ہماری ہے
مسیحو! چلو اب تم بھی استقبال کی خاطر — کرو روشن شمع دل اپنی یہ ہمت تمھاری ہے
پیاسا ہو جس پانی کے پینے کو کبھی انسان — وہی چشمہ شفاعت کا تو دیکھو آج جاری ہے
مزا دل بھر کے مومن آج ہم دیدار کا لینگے — کہ وا چشمِ تمنا صورتِ نرگس ہماری ہے
مجھے نو زادگی تو نے جو بخشی ای مسیحِ عیسیٰ — نہین ہے کچھ بھی مجھ مین تیری سب کارگزاری ہے

ہماری واسطے تو نے جلالی شان کو چھوڑا — کریں کس منہ سے تیرا شکر۔ اُلفت تیری بھاری ہے
ہوا دیدار تیرا۔ جان تنِ بےجان میں آئی — کیا دل ہم نے صدقے تجھ پہ عیسیٰ جان واری ہے
مئے دیدارِ عیسیٰ اب پیو دل کھول کر شاکر
کہ اتمو اپنے ہی ٹھیکہ میں ساری آبکاری ہے

۴

مبارک یہ نوید جانفزا آج — تولد ہوئے ابن خدا آج
پھلی پھولی ہے کیا کشتِ تمنا — بر آیا دل کا ہر اک مدعا آج
مرادیں نامرادوں کی بر آئیں — ہمارا پار بیڑا ہو گیا آج
اٹھی ہے وہ صدا سے آمد آمد — کہ جس سے آسمان بھی گونج اٹھا آج
نشانِ امن پیدا ہے زمین پر — خدا کی آسمان پر ہے ثنا آج
کہا تھا انبیا نے پہلے جو کچھ — خوشی کی جا ہے وہ پورا ہوا آج
کھلا رستہ نجاتِ دائمی کا — بفضلِ حق درِ بخشش ہے وا آج
پڑے تاریکیِ عصیان میں تھے ہم — ہوا نورِ جہان جلوہ نما آج
شفیعِ عاصیان پیدا ہوا ہے — بنا ہے کام سب بگڑا ہوا آج
ہوا ہے جسم کو دیدارِ مسیحا — ہمارا کس قدر رتبہ بڑھا آج
ثنا خوانِ مسیحا تو ہے شاکر
تجھے کیا چاہئے اِس سے سوا آج

۵

آج دل اپنا شاد ہوا ہے — دلخوش کن میلاد ہوا ہے
گیت خوشی کے گاتے ہیں سب — جشن مبارک باد ہوا ہے
باپ نے جو رحمت سے کہا تھا — پورا وہ ارشاد ہوا ہے
تجھ کو اے داؤد مبارک — تخت ترا آباد ہوا ہے
زمزمہ سنج عنا دل سارے — رنج [illegible] صیاد ہوا ہے

شاکر، شکر مسیح ادا کر
قید سے تو آزاد ہوا ہے،

۶

صبا یہ مژدہ پھر لائی، مبارک ہو مبارک ہو — بہار بے خزان آئی ۔ مبارک ہو مبارک ہو
عروسان چمن پر کیس قیامت کا ہے اب جوبن — گھٹا رحمت کی ہے چھائی ۔ مبارک ہو مبارک ہو
نظر آیا پس مدت جو روئے روشن عیسیٰ — کرین سب محفل آرائی ۔ مبارک ہو مبارک ہو
خبر جس وقت سے پھیلی جہان مین آمد کی — طبیعت سب کی لہرائی ۔ مبارک ہو مبارک ہو
کیا ہے ابن حق نے زیب تن ملبوس انسانی — ہماری عزت افزائی ۔ مبارک ہو مبارک ہو
یہی ہے شاہد مطلب تمنا دل کو تھی جس کی — اسی کے سب تھے شیدائی ۔ مبارک ہو مبارک ہو
نظر بیت اللحم کی عرشیون کو شان جب آئی — صدائے مرحبا آئی ۔ مبارک ہو مبارک ہو
مسیحون کی مسرت کا بیان کچھ ہو نہین سکتا — کہ خلقت ہے تماشائی ۔ مبارک ہو مبارک ہو

در جنت ہمارے واسطے پھر وا ہوا شاکر
جو دولت کھوئی تھی، پائی! مبارک ہو! مبارک ہو

۷

ہوا عیسیٰ جلوہ بخش جہان آج — نہ آئے کیون تن مردہ مین جان آج
فرشتون سے ہی چرواہون کی صحبت — زمین بھی بن گئی ہے آسمان آج
ہوئی چشم فلک عیسیٰ سے روشن — بنی ہے سطح دنیا کہکشان آج
زمین تیرا ستارہ اوج پر ہے — شہ ہر دوسرا آئے یہان آج
مسیحا مین خدا کی شکل دیکھی — بڑھی ہے کس قدر انسان کی شان آج
جسے کھٹکا ہو کچھ اپنی اجل کا! — وہ لے بڑھ کر حیات جاودان آج

مثال بلبل شیدا تو شاکر
چہک اٹھ ۔ آئے تیرے قدردان آج

سے ہوئی ہیں (۱) یورپین پرنسپل کی تنخواہ سوسائٹی کے ذمہ ہوگی (۲) سوسائٹی ۱۹۱۶ء میں پانچ ہزار روپیہ گرانٹ دیگی۔ گرانٹ ہر سال دیا جائیگا جس کی تعداد بتدریج گھٹتے گھٹتے پانچسو روپیہ ہو جائیگی گیارہ سال کے بعد گرانٹ موقوف ہو جائے گا (۳) اگر اس میعاد (دس سال) میں ڈسٹرکٹ چرچ کونسل کا کام قابل اطمینان ثابت ہوا تو خیر ورنہ کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ کالج کو پھر اپنے ہاتھ میں لیلے۔ بیان کیا گیا ہے کہ کونسل نہ صرف انتظام کی قابلیت و اہلیت رکھتی ہے بلکہ ایک حد تک کالج کی مالی مدد بھی کر سکتی ہے۔ خدا کرے کہ اس تجربہ میں خاطر خواہ کامیابی ہو تاکہ دیگر مقاموں اور مشنوں میں بھی اسکی تقلید ہو سکے۔

پادری ایڈمنڈ ایف کک ڈی ڈی نے جو تقریر ۵ اگست ۱۹۱۷ء کو موڈی بائبل انسٹی ٹیوٹ (امریکہ) میں فرمائی تھی، اُس میں بیان کیا کہ اس وقت جاپان، ہندوستان اور افریقہ میں دو ہزار مشنری نظر بند ہیں، جنکی وجہ سے سات لاکھ روحیں بے یار و مددگار ہیں۔ اسکی وجہ موجودہ جنگ کے سوا کچھ اور نہیں ہے!

انگلستان کی مشہور و معروف مصنفہ مس میری کوریلی نے اعلان کیا ہے کہ ان کی آئندہ تصنیف کی تمام آمدنی وائی ایم سی اے کو دی جائیگی۔ اس سے قبل ممدوحہ اپنا مکان مسکونہ ایک ہفتہ کیلئے ایسوسی ایشن کو دیچکی ہیں۔

چرچ مشنری سوسائٹی نے اعلان کیا ہے کہ اُس کے مالی سال کی اول ششماہی میں خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے۔ ۳۰ ستمبر تک تیس ہزار پونڈ جمع ہوئے ہیں اور سال گذشتہ کا بقیہ اس رقم کے علاوہ ہے۔ گزشتہ پانچ سال کی اوسط آمدنی سے امسال تیرہ ہزار پونڈ زیادہ جمع ہوئے ہیں۔

جنگ نے جہاں لاکھوں آدمیوں کو مجروح اور ناکارہ بنا دیا ہے، وہاں مسیحی مدد و ہمدردی کے اظہار کا بھی ایک بہترین موقع دیا ہے۔ مثال کے طور پر مُرادآباد کا ٹامس امیری ہاسپٹل پیش کیا جا سکتا ہے جہاں مکتی فوج ان زخمی سپاہیوں کی خبرگیری کرتی ہے جو وہاں آتے ہیں۔ اگرچہ یہ کام مذہبی نہیں ہے، اور نہ اس کی اجازت ہی ہے، لیکن نرسوں اور دیگر کارندوں کا جو خاموش اثر مجروحین پر پڑتا ہے وہ ایسا ہے جس کو وہ کبھی نہیں بھول سکتے۔

۷ دسمبر ۱۹۱۷ء کی شام کو لکھنؤ کی ہندوستانی مسیحی جماعت کی طرف سے ایک میلہ منعقد ہوا۔ لیڈی میسٹن صاحبہ اس میلہ کی سرپرست تھیں۔ اس میلہ کے ذریعہ سے جس قدر آمدنی ہوئی وہ "آور ڈے فنڈ" میں دی گئی ہے۔ میلہ کے انعقاد کا مقصد بھی یہی تھا۔ ایک مزید

[illegible] بھی ملایا ان کی گئی تھیں جلسون کی مہمان نوازی بھی تو انھیں سے بجز [illegible]
[illegible] اور بہم پہنچائی گئیں اِن مین دو کمین "پیڈز و سگریٹ" کے بھی [illegible]
[illegible] ضروریات" مین شامل کر دیا تو تعجب ہی کہ دو چار بوتلیں رم یا برانڈی کی کیون نہ بہم
پہنچائی گئیں۔ افسوس!

لکھنؤ کا چرچ مشن کا میگسٹیل پریس بذریعہ نیلام فروخت ہوگیا۔ ساڑھے آٹھ ہزار قیمت
اُٹھی۔ پریس کو ایک ہندو نے خریدا ہے۔ ہمین افسوس ہوا کہ بورڈ آف ڈائرکٹرز نے جو شرائط
بیلس کی تعیین، ان مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ پریس کا نام تبدیل نہ کیا جائے۔ کیا یہ شرط
مناسب تھی؟ جب پریس ایک غیر مسیحی شخص کے ہاتھ مین چلا گیا ہے تو ممکن ہی کہ وہان
اِس قسم کی کتابین یا رسالے شائع ہون جو مسیحی مذہب یا برٹش گورنمنٹ کے خلاف ہون۔
کیا کسی ایسی کارروائی سے ہماری ہی جماعت بدنام نہوگی۔

میتھوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ مین باہتمام مسٹر [illegible] اور بی ایل شاکر نے منیجر پریس لکھنؤ سے شائع کیا

رجسٹر نمبر ایل ۸۱۱

جنوری فروری سنہ ۱۹۱۸ء

زندگی

جلد ۲ نمبر ۱ و ۲

ہندوستانی مسیحی جماعت کا مذہبی قومی و معاشرتی رسالہ

فہرست مضامین

منروا پریس لکھنؤ سے شایع ہوا

واقعات اور رائین

زندگی کا یہ پرچہ بہت دیر مین شائع ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہم بیحد نادم ہین - معاونین کرام کو اس نقص کیوجہ سے زندگی کی زیست سے نا اُمید نہونا چاہیئے - تاخیر اشاعت کا نقص بہت جلد رفع ہوجائیگا ہم نے اِس خدمت کو کسی مالی منفعت کے خیال سے نہین بلکہ صرف اپنی جماعت کے فائدہ کی نظر سے اختیار کیا ہے - لہذا حتی الامکان اِس کو جاری رکھنے کی کوشش کی جائیگی +

ضلع منٹگمری (پنجاب) مین مسیحیون کی ایک نئی بستی آباد ہوئی ہے جس کا نام بیت الحم ہے اِس گاؤن مین پچاس مسیحی خاندان آباد ہین، جن کے ممبرون کا شمار ساڑھے چار سو ہے - لڑکون اور لڑکیون کے لیے علیحدہ علیحدہ دو اسکول ہین، جن کا نصف خرچ کلیسیا اُٹھاتی ہے - تمام کلیسیائی امور کمیٹی کے ذریعہ سے فیصلہ ہوتے ہین - پہلے یہان کا کام چرچ مشنری سوسائٹی کے ہاتھ مین تھا، مگر سوسائٹی نے یہ علاقہ این ایم ایس کے سپرد کردیا ہے +

ہندوستانی مسیحیون کی سالانہ کانفرنس کا پانچوان جلسہ آئندہ ماہ دسمبر مین بمقام ناگپور منعقد ہوگا - کانفرنس نے مقامی ایسوسی ایشن کی درخواست کو منظور کرلیا ہے +

ڈاکٹر جارج ہاولیس جو سیرامپور یونیورسٹی کالج کے پرنسپل ہین، بنگال لیجسلیٹو کونسل کے اسپیشل ممبر نامزد ہوے ہین +

سادھو سندر سنگھ آج کل جنوبی ہند کا دورہ کر رہے ہین - کرسچین پیٹریٹ مظہر ہے کہ اُن کے وعظون سے وہان کے مسیحیون کو بہت روحانی فائدہ پہنچا - مدراس کی مسیحی کلیسیا مین تو اس قدر ہلچل پڑ گئی کہ سیکڑون مسیحی دلی عقیدت کے ساتھ اُن کی خدمت مین حاضر ہوتے رہتے - لیکچرون مین بھی کافی جماعت حاضر رہی - بعض حلقون مین مدراس کے مسیحیون کی عقیدت مندی و سرگرمی کو اشتباہ کی نظر سے دیکھا گیا اور خطرہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کہین ہندوستانی مسیحیون مین مردم پرستی نہ عود کر آئے - سادھو سندر سنگھ ایک آشرم کے قیام کی ضرورت بیان کرتے ہین جہان سے مسیحی فقیر اور سادھو تیار ہوکر نکلین - اِس تجویز کے اچھے اور مفید ہونے مین کلام نہین، مگر اِس کے ساتھ ہی کوئی ایسی آشرم خطرے سے بھی خالی نہین کہی جا سکتی - کیونکہ بھیڑون کے بھیس مین بھیڑیون کے پیدا ہوجانے کا بھی امکان ہے - بہرحال نہایت دوراندیشی سے کام لینے کی ضرورت ہے +

مسٹر فرینک نجم الدین نے وائی [illegible] اے کی طرف سے نیشنل مشنری سوسائٹی کے

شذرات

کہتے ہین کہ آگستینس نے خواب مین دیکھا کہ مین مر کر آسمان کے دروازہ پر پہنچ گیا ہون ۔ دربان نے دریافت کیا کہ تم کون ہو ۔ جواب دیا کہ مین مسیحی ہون ۔ دربان نے کہا تم مسیحی نہین ہو، تم سسرو کے مقلد ہو کیونکہ تمھارے خیالات اور مطالعہ کا رُخ سسرو کی تصانیف کی طرف ہی ۔ تم نے مسیح کی تعلیم کی پروا نہین کی ۔ ہم یہان خیالات کا رُخ دیکھ کر فیصلہ کیا کرتے ہین اور ہم سمجھتے ہین کہ تم مسیح کی نسبت سسرو کے زیادہ مقلد ہو ۔ جب آگستینس بیدار ہوا تو اُس نے تمام یونانی مستند کتابون کو بالائے طاق رکھ دیا اور فصاحت کی طرف سے خیال ہٹا کر ٹھان لی کہ مین مسیحی اور علم الٰہیات کا متعلم بنون گا ۔ اس وقت سے اُس کی توجہ خدا کے کلام پر ہوئی اور اپنے قلم اور زبان سے راستی کی تعلیم دینے لگا ۔

کبھی مت کہو کہ ہم کچھ نہین کر سکتے ۔ خدا تمھارے ساتھ ہی ۔ مت کہو کہ کلیسیا کمزور ہی اور اُس پر بُرا وقت آ کر پڑا ہی ۔ ہرگز نہین "خدا ہمارے ساتھ ہی" ہم مین وہ ہمت ہونی

چاہیئے۔ جو قدیم سپاہیون مین ہوا کرتی تھی۔ وہ مشکلات کو آسان سمجھتے تھے جن پر وہ اپنی تلوارین تیز کیا کرتے تھے۔ مجھے سکندر اعظم کا جواب نہایت پسند آتا ہی جب لوگون نے اس کو یہ کہکر ڈرانا چاہا کہ فارسی فوج بیشمار ہی تو اس نے جواب دیا کہ بہت اچھا۔ جہان فصل گھنی ہوتی ہی اچھی طرح سے کٹتی ہی۔ ایک قصاب ہزارون بھیڑ بکریون سے ہراسان نہین ہوتا۔ اسیطرح ایک اور قدیم بہادر کا قول بھی تعریف کے قابل ہی جب اُس سے دریافت کیا گیا کہ کیا تم اور تمھاری فوج اس قلعہ مین داخل ہو سکتی ہی۔ وہ تو ناممکن التسخیر ہی اس پر اُس نے پوچھا کہ کیا سورج کی کرنین اُس کے اندر داخل ہو سکتی ہین۔ اُنھون نے کہا "بیشک" اسپر اُس نے کہا کہ جہان آفتاب داخل ہو سکتا ہی وہان ہم بھی داخل ہو سکین گے۔

مس حنہ مور کا ذکر ہی کہ جب اُس کے پاس کوئی شخص کسی کی چغلی کھاتا تو وہ جواب دیتی کہ آؤ چلکر دریافت کرین کہ یہ بات سچ ہی یا نہین۔ اس کا اثر بعض اوقات نہایت تکلیف دہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ بعض چغل خور مارے شرمندگی کے بات اُلٹ جاتے یا اپنے الفاظ کی تشریح شروع کر دیتے۔ بعض منت عرض کرتے کہ بات کو رفع دفع ہونے دو مگر وہ خاتون ایک، نہ مانتی اور چغل خور کو پکڑ کر اُس شخص کے پاس لے جاتی جس کے حق مین اُس نے بہتان باندھا تھا اور حقیقت دریافت کرتی۔ یقین ہی کہ کوئی غماز دوسری دفعہ مس حنہ مور کے نزدیک نہ پھٹکتا ہوگا۔

جب انسان کا دل بدل جاتا ہی تو نہ فقط اُس کو اپنے گناہون کی پہچان زیادہ حاصل ہوتی ہی بلکہ وہ اپنے گناہون کا اقرار کرنے اور اُس کی سزا بھگتنے کو بھی تیار ہوتا ہی۔ اس کی عمدہ نظیر امریکہ کے ایک اخبار مین مندرج ہی۔ شمالی امریکہ کے اصلی باشندون مین سے ایک شخص کا دل سلویشن آرمی کے ذریعہ سے تبدیل ہوا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اُس نے خودبخود بیان کیا کہ چند مہینے گزرے مین نے دو آدمیون کو قتل کیا تھا۔ کسی کو اس پر مطلق شبہہ نہ تھا مگر اس سے رہا نہ گیا۔ بعض نے اُس کا اقبال سُن کر کہا کہ اس کے سر مین

خلل ہی۔ مگر اُس نے اپنا جرم ثابت کرنے کے لیے پولیس کو ساتھ لیا اور ان کو خون کا موقعہ دکھایا جس سے اس کے بیان مین کسی قسم کا شک نہ رہا۔ عدالت مین مقدمہ پیش ہوا اور اُس کو پھانسی کا حکم دیا گیا۔ بعدازان حسب معمول حاکم کا فیصلہ پریزیڈنٹ میکنلی صاحب کی خدمت مین پیش کیا گیا تاکہ اگر مجرم قابل معافی ہو تو اُس کو معافی دی جائے۔ پریزیڈنٹ نے بجائے پھانسی کے حبس دوام کا حکم دیا۔ اس مین عجیب بات یہ ہوئی کہ جب ملزم کو معافی کی درخواست پر دستخط کرنے کو کہا گیا تو اس نے صاف انکار کیا۔ باوجود اس کے کہ اُس کی سزا مین تخفیف کی گئی۔ اس واقعہ سے اس شخص کے تبدیل قلب کا خلوص واضح ہوتا ہی۔

ذکر ہی کہ کسی شخص نے ایک چھوٹی سی لڑکی کو جو اپنے بھائی کو اُٹھائے ہوئی تھی کہا کہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ بچہ تمھارے لیے بھاری ہی۔ اُس لڑکی نے جواب دیا کہ "نہین وہ بھاری نہین، وہ تو میرا بھائی ہی"۔ محبت نے اُس کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ دنیا مین ہمیشہ یہی حال ہی۔ ہم جتنا زیادہ مسیح کو پیار کرتے ہین اسی قدر اُس کی خاطر بوجھ اُٹھانا یا تکلیف برداشت کرنا ہمارے لیے آسان ہوتا ہی۔

زکام والو! غور سے سنو۔ یہ قاعدہ ہی کہ زکام اُسی وقت لگتا ہی جب بدن گرم ہو۔ مگر دنیا مین ایسے مقامات بھی ہین جہان کبھی زکام نہین ہوتا۔ یہ مقامات قطب کے برفانی علاقے ہین۔ مختلف سیاح جو ان اطراف مین رہے ہین اپنا تجربہ بیان کرتے ہین کہ ہرچند وہ بھیگے کپڑون مین بارہا سوئے اور بھیگے پاؤن کے ساتھ دن بھر پھرا کیے مگر کبھی کسی کو سردی زکام نے نہین پکڑا بلکہ ایک صاحب بیان کرتے ہین کہ ہمارے چھ ساتھی ایک مرتبہ تین دن اور رات برابر طوفان مین بھیگتے رہے اور جب کنارے پر آئے تو اُن کے کپڑے بدن پر خشک ہوئے مگر کسی کو تکلیف نہ ہوئی۔ لیکن ایک عجیب بات اس کے متعلق یہ ہے کہ جب یہ برفانی ممالک کے سیاح آباد

اور شائستہ ممالک مین واپس آئے تو فوراً سردی زکام نے اُن کو آگھیرا - اور نہ فقط وہی بلکہ اور لوگ بھی اِس مرض مین مبتلا ہو گئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زکام ایک متعدی بیماری ہے ، جو مہذب ممالک مین پھیلتی ہے - جتنے زیادہ کپڑون مین سپٹے رہو اسی قدر احتمال زکام لگنے کا ہوتا ہے - صاف ٹھنڈی ہوا مین اِس کا اندیشہ نہین -

---

ملک جرمنی کے شاہی خاندان مین ایک عمدہ رسم قدیم ایام سے چلی آتی ہے - ہر بچہ کی سالگرہ پر ملکہ سال بھر کے کھلونون کو جمع کر کے چند ایک چیدہ کھلونے اپنے پاس رکھتی ہے اور باقی سب کے سب شفاخانجات کے بیمار بچون کے لیے بھیجدئے جاتے ہین - موجودہ بیگم اس رسم کو بڑی توجہ اور دلی محبت سے عمل مین لاتی ہے - بچون کو بتایا جاتا ہے کہ یہ تحایف کس کی طرف سے دیئے گئے ہین اور اِس طور پر بعض کھلونے بطور یادگار کے محفوظ رکھے جاتے ہین - چنانچہ شاہ ولیم کے ٹین کے سپاہی اب تک موجود ہین -

---

اعتذار

بعض ذاتی اور خانگی پریشانیون کے باعث زندگی کا یہ پرچہ نہ صرف بہت دیر مین بلکہ ڈبل نمبر کی صورت مین شائع ہوتا ہے اسکے لیے مین نہایت ذلت کیساتھ خواستگار معافی ہون - اگر دو ایک مہینے اور تاخیر اشاعت کا نقص رہے تو معاونین کرام کو زندگی کی اِس گنڈے دار چال سے مایوس نہ ہونا چاہیے - انشاءاللہ بہت جلد یہ نقص رفع ہو جائیگا - ہر نئے کام مین ایسی رکاوٹون اور دشواریون کا پیش آنا ناگزیر ہے مگر مناسب نہین کہ انسان بزدل ہو جائے -

اِس مرتبہ شذرات لکھنے کی بھی نوبت نہین آئی مجبوراً نقل سے کام لیا گیا جب کسی دوسرے شخص کے یہان کوئی میہمان آتا ہے تو کبھی کبھی ہم لوگ بھی اُسے ایک آدھ مرتبہ اپنے دسترخوان پر مدعو کر لیتے ہین - اس مین میہمان یا میزبان کی کوئی ذلت نہین متصور ہوتی - تاہم آیندہ ہم پرائے میہمان کی میزبانی کرنے سے باز رہنے کی کوشش کرین گے فقط

خادم پیارے لال شاکر

ایک سال اور!

گھنٹے دن ہفتے اور مہینے گذرتے گذرتے آخر سال کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اس کی رفتار میں کس غضب کی سرعت تھی۔ دیکھو! اس کی عمر کے تین سو پینسٹھ دن سیکے بعد دیگرے کیسی جلدی کی گزر گئے۔ آہ! سنہ ۱۹۱۶ء گیا۔ اور ایسا گیا کہ اب قیامت تک واپس نہیں آسکتا۔

ہم خدا کا ہزار ہزار شکر کرتے ہیں کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں آج تک زندہ رکھا اور ایک اور سال کا شروع ہمیں دکھایا۔ یہ صرف اس کی مہربانی اور عنایت ہے، ورنہ انسان تو بطلان کی مانند ہے اور اس کی زندگی ایک گزرتے ہوئے سایہ کی مثال۔ ہماری زندگی بالشت بھر کی ہے یا محض ایک خیال۔ ہاں! وہ ایک بخار ہے، جو تھوڑی دیر تک نظر آتا ہے! بعض حشرات الارض غروب آفتاب کے وقت پیدا ہوتے اور اس کے طلوع ہونے سے پیشتر ہی روئے زمین سے ان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ ہزارہا قسم کے ایسے پھول ہیں جو نسیم سحری کے چھوتے ہی کھل جاتے ہیں مگر شام ہوتے ہوتے مرجھا کر زمین پر آرہتے ہیں۔ انسانی زندگی کا حال یہی کچھ ہے ۔

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا　　　آدمی بلبلہ ہے پانی کا

تلاش کرنے سے صدہا مثالیں اس قسم کی مل سکتی ہیں کہ ایک ٹھوکر لگی اور انسان کا سلسلۂ زندگی منقطع ہوگیا۔ ایک چھینک آئی اور تارِ زندگی تار تار ہوگیا۔ انسان کا یہ خاکی خیمہ دم بھر میں ویران ہوجانے والا ہے۔ انسان کیا ہے؟ خاک! خاک! خاک!

خاک سے پیدا ہوا ہے جائے گا تو خاک میں
عطر مٹی کا لگانا چاہیئے پوشاک میں

کیا فی الحقیقت یہ خدا کی مہربانی نہیں کہ اس نے ہمیں سال بھر تک ہر قسم کے خطرہ آفت اور مصیبت سے محفوظ رکھا اور ایک نئے سال کا آفتاب ہم پر طلوع کیا؟ ہمارے کتنے عزیز و اقارب سنہ ۱۹۱۷ء میں اس عالم فانی سے چل بسے! ان کی منزل تمام ہوگئی، اور آج

ہماری نگاہیں اُن کو ترستی ہیں۔ ناظرین! کیا تعجب کہ یہ ۱۹۱۸ء ہماری زندگی کا آخری سال ہو۔ پس بیدار رہو۔ بیدار ہو۔ نہایت سنجیدگی اور شکرگزاری کے ساتھ اس نئے سال میں قدم رکھو۔ وقت کو غنیمت جانو کیونکہ دن بُرے ہیں۔ خدا سے ڈرو اور اس کے حکموں کو مانو کہ انسان کا فرض یہی ہے۔ دیکھو رات آنے والی ہے جس میں کوئی شخص کام نہیں کرسکتا۔

مقدس پولوس رسول کہتا ہے "اے بھائیو! میں خدا کی رحمتیں یاد دلا کر تم سے التماس کرتا ہوں کہ اپنے بدن ایسی قربانی ہونے کے لیے نذر کرو جو زندہ اور پاک اور خدا کو پسندیدہ ہے۔ یہی تمہاری معقول عبادت ہے"۔ (رومیوں ۱۲: ۱) آؤ! ہم اس نئے سال کے شروع میں ذرا ان الفاظ پر غور کریں:۔

(۱) "خدا کی رحمتیں"۔ کیا کوئی شخص خدا کی اُن رحمتوں کا شمار کرسکتا ہے، جو سال گذشتہ میں اُس نے ہم پر مبذول فرمائیں؟ جس طرح ذراتِ ریگ اور قطراتِ شبنم ہمارے قیاس سے بالاتر ہیں، اُسی طرح خدا کی رحمتیں شمار سے باہر ہیں۔ "ایک سال تک خدا نے ہمیں زندہ رکھا" یوں تو یہ ایک چھوٹا سا جملہ ہے، مگر اس میں خدا کی رحمتوں کا ایک بڑا پہاڑ نظر آتا ہے۔ غافل انسان! اگر تو نے گذشتہ سال کو خوابِ غفلت میں گنوا دیا اور تو نے خدا کی رحمتوں پر کچھ نظر نہیں کی تو اب موقع ہے کہ اس نئے سال میں بیدار ہو۔ خبردار! خدا کی رحمتوں کو پائمال مت کر۔ اپنی زندگی کے اک اک لمحہ کو غنیمت جان کر جب تک دن ہے خدا کی پاک مرضی کے مطابق کام کیے جا۔ کیونکہ وہ رات آنے والی ہے جس میں کوئی شخص کام نہیں کرسکتا ہاں وہی رات آرہی ہے کہ لوگ شمع تجسس روشن کرکے تجھے اس محفل عالم میں ڈھونڈھینگے مگر تیرا کہیں پتہ نہ ملے گا۔ تو اُس وقت زیر خاک پڑا ہوگا۔ تو اُس نیند میں غافل ہوگا کہ قیامت تک تجھے ہوش نہ آئے گا۔ انیس نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

گر لاکھ برس جیے تو پھر مرنا ہے	پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے
ہاں توشۂ آخرت مہیا کر لے	غافل تجھے دنیا سے سفر کرنا ہے

(۲) "التماس"۔ پولوس ہمیں خدا کی رحمتیں یاد دلا کر ہم سے التماس کرتا ہے۔ لفظ "التماس"

رسول کے عجز و انکسار کی ایک اعلیٰ دلیل ہے۔ انسان کیسا ہی سنگدل کیون نہ ہو مگر عاجزی اور منت کے سامنے وہ موم کی مانند پگھل جاتا ہے پس مناسب ہے کہ آج خدا کی گوناگون رحمتون کا خیال کر کے ہمارے پتھر کے ایسے سخت دل موم کی طرح پگھل جائین۔ اگر اس نئے سال مین ہمارا دل نرم رہا تو گویا وہ اچھی زمین کی مثال ہوگا۔ خدا کے فضل کی بارش رائیگان نہ جائے گی بلکہ اس سے ہماری ناچیز اور نکمی زندگی "پھل دار زندگی" ثابت ہوگی۔

(۳) "اپنے بدن نذر کرو"۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اپنے تئین بالکل خدا کے حوالہ کر دینا۔ گویا ہماری زندگی ہماری نہین بلکہ اُسی کی ہو۔ یہی اس کا مطلب ہے پولوس ہمین خدا کی رحمتین یاد دلا کر ہم سے التماس کرتا ہے کہ ہم اپنے بدنون کو خدا کی نذر کر دین۔ اگر خدا کی رحمت ہم پر نازل نہ ہوتی تو ہمارا بدن کہان ہوتا؟ کیا وہ اب تک کیڑون کی خوراک نہ بن چکا ہوتا؟ پس جبکہ ہم اسی کی رحمت سے اب تک زندہ ہین، تو اب ہماری زندگی اُس کا مال ہے! ناظرین! اگر سال کا ہندسہ بیٹ جانے پر بھی ہماری حالت نے پلٹا نہ کھایا اور اس نئے سال کے شروع ہونے پر بھی ہم نے اپنے آپ کو خدا کے حوالہ نہین کر دیا تو یقیناً ہم بُرا کرتے ہین۔ دیکھو! ابھی وقت ہو۔ آج ہی اپنی زندگی خدا کو سونپ دو۔ کیونکہ تم مطلق نہین جانتے ہو کہ کل کیا کچھ ہونے والا ہے۔ زندگی کا کچھ بھروسہ نہین۔ دم آیا آیا نہ آیا۔ اس کا کیا ٹھکانا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ مین کل تک زندہ رہون گا۔ دیکھو دیکھو، خدا کی رحمتون کو دیکھو! ہان

اُس کی رحمت بیمثال ہے
دیکھو! اُس کا پیار

(۴) "زندہ قربانی"۔ خدا کی رحمتین یاد دلا کر ہم سے التماس کیا جاتا ہے کہ اپنے بدن کو خدا کے نذر کر دین تا کہ وہ زندہ قربانی ہو۔ اور قربانی بھی پاک جو خُدا کو پسندیدہ ٹھہرے! جو شخص اپنے تئین بالکل خدا کو دیتا ہے وہ گویا زندہ قربان ہونے کے لیے تیار رہے۔ زندہ قربانی کیا ہے؟ رسول اس کے لیے بڑا عجیب محاورہ استعمال کرتا ہے وہ کہتا ہے "مین مسیح کے

ساتھ صلیب پر کھینچا گیا یعنی میری پرانی انسانیت مصلوب ہو گئی۔ لیکن یاد رہے کہ ایک ہی دن مصلوب ہونا کافی نہین۔ ہمارا جانی دشمن کمین گاہ مین سے وہ ہر وقت ہماری گھات مین لگا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو پولوس کہتا ہے کہ "مین ہر روز مرتا ہون"۔ اسی بات کی ضرورت ہے کہ ہماری پرانی انسانیت روز بروز کمزور اور مفقود ہو اور نئی انسانیت ہم مین زور و قوت حاصل کرتی جائے ؂

ترنگین نئی ہون۔ امنگین نئی ہون
نئی زندگی پائین ہم سال نو مین

برادران! آؤ۔ اس نئے سال مین ہم اپنے آپ کو سرتا پا خدا کے نذر کر دین۔ کیونکہ اُسی کی مہربانی سے ہمارا تار زندگی قائم ہے۔ خبردار! ہرگز خیال نہ کرنا کہ ہم اپنی کسی خوبی یا نیکی کے باعث زندہ ہین۔ اُس نے ہمین یہ ایک اور موقعہ دیا ہے کہ ہم [illegible] کے حضور مین حاضر ہونے کے لیے کامل طور پر تیار ہو جائین۔ اب اگر اس پر بھی ہم نہ سمجھین تو پھر ہم سے خدا سمجھے! ؂

جو راہ حقیقی سے پلٹ جاتا ہے — سایہ بھی خدا کا سر سے ہٹ جاتا ہے
اس سال پھلو پھولو۔ بڑھو اے شاکر — جو نخل نہ پھل لائے وہ کٹ جاتا ہے

ش

سہارنپور کنونشن

اگر خدا کی مرضی ہوئی تو سہارنپور کنونشن کے اجلاس ۲۷ تا ۲۹ اپریل ۱۹۱۸ء سہارنپور مین منعقد ہونگے۔ کنونشن کا مضمون یہ ہے کہ **کلیسیائے ہند کیلیے رویا کی ضرورت** مسیح نے فرمایا ہے کہ "اگر میرے نام سے مجھ سے کچھ چاہو گے تو مین وہی کرونگا۔ مہربانی سے آپ مانگئے" اور مسیح خود اپنے روح القدس کے وسیلے سے کنونشن مین آ کر ہماری سنیگا۔ اپنے ایمان اور روح القدس کا تجربہ اپنے مین لائین اور مقدسون کے روحانی تجربات مین عام کی روح مین باہمی شراکت حاصل کر کے خوشی منائین۔ اور پھر آپ یقین رکھین کہ اس سال کی کنونشن پنتیکوست کا دن ہوگی۔ "مین اس لیے آیا کہ وہ زندگی پائین اور کثرت سے پائین"۔ "جو پانی مین اسے دونگا وہ اس مین ایک چشمہ بن جائیگا جو ہمیشہ کی زندگی کے لیے جاری رہیگا"۔

مشتہر کرنیوالی کمیٹی — مس مارس، مسٹر ای سیمور، پادری جے ڈبلیو پیلز

۹

الہامِ بائبل کی تاریخ

(مرقومہ پروفیسر برکت اللہ صاحب ایم اے مشن کالج۔ پشاور)

اگلے زمانے میں خدا نے باپ دادوں سے حصہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے اس زمانے کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا۔ (عبرانیوں کا خط ۱:۱-۲)

معنی اور استعمال | الہام کے لفظی معنی ڈال دینا ہے۔ انگریزی میں اسکا ترجمہ Inspiration ہے جس کے معنے "دم لینا" یا "سانس لینا" یا "پھونکنا" ہے۔ کتب مقدسہ میں یہ لفظ دو جگہ مستعمل ہوا ہے (۱) ایوب ۳۲:۸ جہاں اس کا اردو ترجمہ "دم" ہوا ہے۔ (۲) ۲۔ تمطاؤس ۳:۱۶ "ہر ایک صحیفہ جو خدا کے الہام" (θεόπνευστος) سے ہے۔"

الہام کا اصلی مفہوم کیا ہے؟ عوام الناس الہام کو الفاظ کی صورت میں جانتے ہیں یعنی "وحی باللفظ" کے قائل ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالیٰ بائبل شریف کا مصنف ہے۔ مقدس نوشتوں کی آیات، الفاظ اور حروف براہِ راست اُسی کے لکھوائے ہوئے ہیں اور انسانی عنصر کا الہام میں کوئی دخل نہیں ہے۔ لہذا کتب مقدسہ ہر طرح کی سہو و خطا سے مبرا اور پاک ہیں۔ لیکن کیا "الہام" پر اعتقاد رکھنے کے لیے یہ لازم آتا ہے کہ "وحی باللفظ" پر یقین کیا جائے؟ کیا دونوں الفاظ مترادف و ہم معنی ہیں؟ موجودہ اضطراب اور روحانی بے چینی کے زمانہ میں یہ سوال ایک اہم صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اس کا جواب دیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مختلف زمانوں کے الہام کے تصورات پر ایک سطحی تواریخی نظر ڈالیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کلیسیا نے مختلف صدیوں میں اس سوال کا کیا جواب دیا ہے۔

اہل یہود کا عقیدہ | مسیحی کلیسیا کو عہدِ عتیق کے ساتھ ہی الہام کا عقیدہ بھی اہل یہود سے ورثہ میں ملا۔ جب انبیائے یہود کی آواز خاموش ہو گئی اور ان کا کوئی زندہ ہادی نہ رہا تو وہ انبیائے گذشتہ کے صحایف کا نہایت تدقیق کے ساتھ مطالعہ کرنے لگے۔ ہر ایک نقطہ

حرکت اور سکون وغیرہ کا شمار ہوگیا۔ چونکہ وہ ان کتابون کو مقدس جانتے تھے لہذا ان کا
ہر ایک حرف غلطی اور سہو سے مبرا ماننے لگے اور اس طرح "وحی باللفظ" کا عقیدہ ان
مین رائج ہوگیا۔ تالمود کی تعلیم یہ ہو کہ اگرچہ الہام بتدریج ہوتا ہو تاہم عہد عتیق کی پہلی پانچون
کتابین خدا کی طرف سے موسیٰ کو تحریر کرادی گئی تھین۔ اسکندریہ کے یہودی یونانی خیالات
سے بہت متاثر ہوچکے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ الہام کے وقت انسانی تواے کلیتہً سلب
ہوجاتے ہین، نبی اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہین بولتا بلکہ وہ خدا کے ہاتھ مین محض بطور
ایک آلہ کے ہوتا ہو، جو خدا چاہتا ہو وہ بولتا ہو۔ اپنی طرف سے ایک حرف یا نکتہ تک بھی
اضافہ نہین کرسکتا۔ مسیحی مذہب کی ابتدائی صدیون مین اہل یہود نے اس مسئلہ پر اور
بھی رنگ آمیزی کی اور یہان تک مبالغہ کیا کہ زبر زیر وغیرہ کو بھی غلطی سے محفوظ اور
مصئون ماننے لگے۔ پاک نوشتون کے ایک ایک لفظ بلکہ حرف کا شمار کرتے تھے اور
بتلا سکتے تھے کہ فلان حرف کتنی بار کتاب اللہ مین آیا ہو، فلان لفظ کتنی دفعہ مختلف آیات
کے شروع یا درمیان یا آخر مین تحریر ہو حاصل کلام ان کا یقین تھا کہ کتب مقدسہ کا ہر لفظ
ہر حرف بلکہ ہر نقطہ اور شوشہ بھی الہامی ہو اور ہر صحیفہ ہر قسم کی غلطی آمیزش سہو خطا سے
منزہ اور مبرا ہے۔

اس قسم کے عقائد کا ایک قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ عہد عتیق کی کتب مقدسہ کا متن نہایت
تصحیح سے لکھا جاتا تھا اور اس کی عبارت بڑی احتیاط اور عرقریزی سے محنت سے کے
ساتھ نقل کی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک یہودی استاد ربی اسمٰعیل تحریر کرتا ہو کہ "اے میرے
بیٹے خوب ہشیار رہ۔ ایسا نہ ہو کہ تو قلمی نسخہ مین سے کوئی حرف چھوڑ دے یا بڑھا دے
اور اس طور سے عالم کا برباد کرنے والا ٹھہرے"۔ جس قوم کا ایسا عقیدہ ہو اس کی نسبت
یہ الزام ہرگز وارد نہین ہوسکتا کہ انھون نے اپنی کتب مقدسہ مین تحریف کردی ہے
لہذا اہل اسلام کا عام خیال کہ عہد عتیق محرف ہو بالکل بے بنیاد اور صحیح واقعات کے
عین نقیض ہے۔

ابتدائی مسیحی کلیسا کے خیالات | پہلا مسیحی مصنف جس نے "وحی باللفظ" کے عقیدہ کو اپنی کتابون مین

جگہ وہی جسٹن شہید (سنہ ۱۵۰ء) تھا۔ اس کے خیال کے مطابق محدود انسان لامحدود الٰہی باتوں کو قدرتی طور پر بہ حیثیت محدود ہونے کے نہیں جان سکتا۔ لہذا روح القدس انسان کو اس طور پر استعمال کرتا ہے جیسا ایک بربط نواز بربط کو استعمال کر کے مضراب کے ذریعے سے جو راگ نکالنی چاہتا ہے نکال لیتا ہے۔ کلیمنٹ سکندریہ والا (سنہ ۱۹۰ء) ترتولین (سنہ ۲۰۰ء) ائرینوس (سنہ ۱۳۰ء)۔ اوریجن (سنہ ۲۲۰ء)۔ یوسی بس (سنہ ۳۲۵ء)۔ مقدس آگستین (سنہ ۴۰۰ء) جیسے بزرگان دین اور سربرآوردہ مصنفین "وحی باللفظ" کے قائل تھے۔ ان کے مقابلہ میں ہمیں اور بادیان مذہب ملتے ہیں جو انسانی عنصر کو بھی الہام میں جگہ دیتے ہیں۔ جسٹن شہید کی بربط والی مثال میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ راگ کی خاصیت نہ صرف بجانے والے پر بلکہ بربط اور ساز پر بھی موقوف ہوتی ہے لہذا انسانی عنصر کو بھی الہام میں دخل ہے۔ چنانچہ مقدس خرِدستم (سنہ ۳۹۰ء) کا خیال ہے کہ مقدس نوشتوں کے لکھنے والوں کی شخصیت الہامی کتابوں پر اثر کرتی ہے پس الہام میں کچھ نہ کچھ حصہ انسانی خیالات کا بھی ہے۔ مقدس جیروم اپنی تصنیفات میں کہیں "الہام باللفظ" کا قائل ہے اور کہیں آزادانہ اور محققانہ طور سے کتب سماوی کی تنقید کرتا ہے۔ مثلاً وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ مقدس مرقس نے غلطی سے اپنی انجیل (۲۶/۲) میں "اخی ملک" کی جگہ "ابیاتر" لکھ دیا ہے (مقابلہ کرو اسموئیل ۱/۲۱)۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ باوجود ان غلطیوں کے مقدس نوشتوں کو الہامی تسلیم کرتا ہے۔ پس اس کے خیال میں کسی کتاب کے "الہامی" ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اس میں غلطیاں بھی نہ ہوں۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ ابتدائی کلیسیا میں الہام کے بارے میں کوئی خاص عقیدہ مروج نہیں تھا۔ اس کے دو اسباب تھے۔ اولاً مونٹینس کی بدعت کلیسیا کے "الہام" اور "وجد" میں امتیاز کرنے کا باعث ہوئی۔ اور اس تمیز اور فرق کی وجہ سے کلیسیا نے کسی قدر "وحی باللفظ" کے عقیدہ سے نجات پائی۔ ثانیاً کلیسیا کی روائت بھی عقیدہ کی جزو اعظم ہو گئی تھی اور یہ قریباً کتب مقدسہ کی مانند سند مانی جاتی تھی یہاں تک کہ بعض اشخاص اپنی مطلب برآری کے واسطے کبھی کتب مقدسہ کی سند اور کبھی کلیسیا کی روائت اپنے

دعوے کے ثبوت مین پیش کرتے تھے - اسی طرح کلیسا مین بھی اُسقف صاحبان کبھی بائبل مقدس کی اور کبھی روایت کی سند اپنے فیصلون کے ثبوت مین پیش کرتے تھے۔

مغربی قرون وسطیٰ کے خیالات

مابعد کے زمانہ مین "وحی باللفظ" کا عقیدہ انتہائی درجہ تک پہنچا یا گیا لیکن کلیسا زیادہ زور اپنی غیر نوشتہ روایات پر دینے لگی اور کتب مقدسہ کو پس پشت ڈال دیا گیا کیونکہ مروجہ تعلیم یہ تھی کہ ان کی صحیح تفسیر ہر فرد بشر نہین کر سکتا - بلکہ ایسی کتاب کے لیے جو ہر طرح کی غلطی سے منزہ ہو ایک ایسا مفسر درکار ہے جو خود انسانی خطا سے پاک ہے اور ایسی مفسر صرف کلیسا ہی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ خود ہر طرح کی سہو سے بالا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگون نے بائبل شریف کا مطالعہ ترک کر دیا اور کلیسا کی تقلید کرنے لگے - چنانچہ ٹرنیٹ کی کونسل اور مابعد کے رومی عالمانِ کلام نے اس مسئلہ کو اپنے عقیدہ مین شامل کر لیا۔

زمانۂ اصلاح کے خیالات

زمانۂ اصلاح کے مصلحین نے کتب مقدسہ کو پھر ان کے پہلے اور اصلی رتبہ پر بحال کر دیا - رومی کلیسا کی مروجہ روایات اور سند کو رد کرنے اور توڑنے کے لیے اس زمانہ کے متکلمین کتب مقدسہ کی سند پیش کرنے لگے - ان کی کوشش کا تمام دار و مدار اس بات پر تھا کہ بائبل شریف کے وسیلہ سے ہر فرد بشر کا رشتہ خدا ئے عزوجل کے ساتھ بلا واسطہ کلیسا کے ہو جاے - ان کا دستور العمل یہ تھا کہ "صرف مقدس نوشتے ہی نجات کے لیے کافی نہین"۔ ایسے ولیہ اشخاص سے جنھون نے تمام یورپ کو مذہبی غلامی سے نجات دی اور رومی کلیسا کی بنیاد کو درہم برہم کر دیا یہ اُمید ہرگز نہین کی جا سکتی کہ اپنی جستجو اور آزادانہ تفتیش کو کسی خاص دائرے مین محدود کرین - وہ مسئلہ الہام کے بارے مین اپنے خیالات نہایت آزادی سے ظاہر کرنے لگے اور کتب مقدسہ کی نسبت انھون نے اپنی رائے قائم کی۔

ایرسمس کے خیالات کتب مقدسہ کی نسبت آزادانہ ہین - چنانچہ اس کی یہ رائے ہے کہ مقدس یوحنا کا مکاشفہ غیر الہامی ہے - وہ پاک نوشتون کے لکھنے والون کو غلطی اور سہو سے مبرا نہین سمجھتا - اس کے خیال کے مطابق صرف خداوند مسیح ہی کامل اور ہر طرح کی

خطا سے پاک ہے۔ لوتھر کا معیار یہ تھا کہ صرف وہی صحیفہ الہامی ہے جس میں خداوند یسوع مسیح
کا کنایۃً یا واضح طور سے اعلان ہے۔ تمام صحایف یکساں قدر و منزلت نہیں رکھتے بلکہ وہ
کتب جن میں آنخداوند کی بابت صاف تعلیم ملتی ہے ان کتابوں کی نسبت زیادہ الہامی
ہیں جن میں یہ تعلیم صرف اشارہ کے طور پر ملتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ہم لوتھر کا معیار
قائم کریں تو بائبل شریف کی بعض کتابوں کو ہمیں خارج کرنا پڑے گا اور دیگر کتب کو
جو مسیحی مصنفین نے تحریر کیں الہامی نوشتوں میں شامل کرنا پڑے گا۔ نیز اس کی تعلیم تھی کہ انسان
فقط اپنے ایمان کے ذریعہ سے راستباز ٹھہرتا ہے۔ لہذا وہ مقدس یعقوب کے خط کو ہیچ
سمجھتا تھا۔ ایوب کی کتاب کو وہ ایک ناٹک قرار دیتا ہے جو صبر و توکل کا سبق سکھانے
کے لیے لکھا گیا تھا۔ مقدس پولوس کے خطوط کو وہ افضل ترین خیال کرتا تھا۔ "وحی بالفظ"
کو وہ نہیں مانتا تھا۔ کلون اور زونگلی بائبل شریف کی اعلیٰ پایگی کے قائل تھے لیکن
مختلف کتابوں کے الہام کی بابت ان کے خیالات یکساں نہ تھے۔ ان کے نقطہ خیال
سے پاک نوشتوں کا مضمون زیادہ اہم تھا لیکن مضامین کے الفاظ کی ان کو چنداں پروا
نہ تھی۔ وہ "الہام معنوی" کے معتقد تھے۔ اس زمانہ کی تمام کلیسیاؤں کے عقائد اس آزادانہ
روش پر متفق ہیں اگرچہ "ریفارمڈ چرچز" اصلاح یافتہ کلیسیا نے "لوتھرن" کلیسیا کی نسبت اس
کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔

سترھویں صدی کے خیالات

جب یہ مصلحین اس دنیا سے چل بسے اور زمانہ اصلاح کا ابھار اور
جوش و خروش مدھم پڑ گیا تو کلیسیا کو دو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک
طرف "جیسوائٹ" (Jesuits) رومی کلیسیا کے فرقہ کے لوگوں نے اپنی کلیسیا کے
وکیل ہو کر مقدس نوشتوں کی سند پر حملہ کرنا شروع کیا۔ دوسری طرف "آرمنیس"
(Arminians) اور "سوسی نس" (Socinians) کے مقلدین فرقہ عقلیہ کی طرف
سے بائبل مقدس پر جرح کرنے لگے۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ مقدس نوشتوں کی تفسیر
عقل کے مطابق کرنی چاہیے۔ سترھویں صدی کا زمانہ بحث مباحثہ اور مناظرہ کا زمانہ
ہے۔ ان دو مشکلات سے بچنے کے لیے اصلاح یافتہ کلیسیا (لوتھرن اور کالونی) "وحی بالفظ"

کے مسئلہ مین پناہ گزین ہوئی۔ رومی فرقہ بری از خطا کلیسیا کی روایات پیش کرتا تھا۔ اصلاح یافتہ کلیسیا اس کے مقابلہ مین بری از خطا بائبل کو پیش کرتی تھی۔ اور عقل کے مدمقابل نقل کو پیش کرتی تھی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الہام مین الٰہی پہلو پر اتنا زور دیا گیا کہ انسانی عنصر بالکل ہی زائل ہو گیا۔ مقدس نوشتون کے لکھنے والے کا درجہ محض ایک کاتب کا سا کر دیا گیا، جو کچھ خدا لکھوا تا تھا بنی تحریر کر دیتے تھے۔ اس تعریف مین الہام کی تعریف کے لیے یہ تین شرائط لازمی قرار دی گیئن:۔ (۱) خدا کا حکم کہ لکھے (۲) خدا کا تحریر کرنے والے کے دل مین مضمون کا القا کرنا (۳) خدا کا ان الفاظ کو تحریر کروانا جس مین مضمون کو ادا کیا جاے۔ پس پاک نوشتے لفظ بلفظ الہامی گردانے گئے اس طور سے کہ ہر لفظ اور حرف خود قادر مطلق خدا کے مُنہ سے صادر ہوا ہی۔ بائبل شریف کی زبان فصاحت سے پُر اور بلاغت مین بے نظیر مانی گئی۔ عہد جدید کی زبان یونانی قواعد کی تمام غلطیون سے مبرا ٹھہرائی گئی اور عہد عتیق کی عبرانی عبارت کی زیر و زبر تک الہامی مانی گئی کیونکہ کتاب مقدس کا ہر شوشہ خدائے پاک کی زبان سے نکلا ہوا تھا۔ پھر اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ مقدس نوشتے ہمیشہ سے اسی صورت مین چلے آئے ہین کیونکہ کاتب اور ناقل معجزانہ طور پر غلطی سے محفوظ تھے ورنہ ہم نہین مان سکتے کہ بائبل شریف سہو و خطا سے مبرا ہی۔ ۱۶۷۵ء کے "سوس نارمیولا کونسنس" (سوس باہمی عقیدہ) مین یہ عقیدہ مسیحی ایمان کے لیے لازمی قرار دیا گیا۔

اٹھارویں صدی کے خیالات سترھوین صدی ہی مین زمانۂ اصلاح کی جوش و خروش کی لہر تو مدھم ہو ہی چکی تھی۔ اٹھارویں صدی مین رہتے رہتے جوش کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اِس زمانہ مین لوگ نقل کے مقابل عقل پر زیادہ زور دینے لگے۔ لہٰذا اس زمانہ کو "روشنی کا زمانہ" بھی کہتے ہین۔ تمام مسائل کو عقل کے میزان مین تولا جاتا تھا، ہر قسم کے جوش اور جذبہ کو بنظر حقارت دیکھا جاتا تھا، اور تمام اشیا کی حقیقت کی ٹھنڈے دل، سکون خاطر اور طمانیت سے جستجو اور تفتیش کی جاتی تھی۔ کتب مقدسہ کی چھان بین بھی عقل کے نقطۂ خیال سے کی گئی۔ کلیسیا کے اُن تمام عقائد کی جو رازِ سربستہ خیال کیے جاتے تھے عقل کی رو سے تشریح کی گئی۔

رفتہ رفتہ لوگون کے دلون مین یہ خیال پیدا ہوگیا کہ آدمی محض عقل کے ذریعہ سے خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ پس جب عقل کی رسائی خدا تک بلا واسطۂ غیرے مانی گئی تو "الہامی مذہب" کی ضرورت کا احساس نہ رہا۔ "نیچری مذہب" نے "الہامی مذہب" کی جگہ چھین لی اور لوگون کے دلون مین عقل نے اپنا زبردست سکہ جمایا۔ "وحی باللفظ" جیسا مبالغہ آمیز مسئلہ اس کی بھلا کہان تاب لا سکتا تھا مخالفین نے بائبل شریف پر بڑے زور وشور سے حملہ شروع کر دیے اس کی ذرا ذرا سی غلطی اور اختلاف کو رنگ آمیزیان دیکر طشت از بام کر دیا۔ معترضین نے عہد عتیق کی اخلاقی مشکلات اور غیر مکمل روحانیت پر حملے کر کے "وحی باللفظ" کے معتقدین کے ایمان کی بنیاد کو ہلا دیا۔

انیسوین صدی کے خیالات

یورپ مین انیسوین صدی کا زمانہ نہایت عجیب و غریب زمانہ ہے۔ اس صدی مین سائنس نے وہ کمالات ظاہر کیے جو کسی کے وہم وگمان مین بھی نہ تھے۔ مختلف علوم وفنون نے بڑی نمایان ترقی کی۔ مسئلہ ارتقاء نے دنیا کے خیالات کو پلٹ دیا سائنس نے اپنا علم بلند کیا اور تمام اہل الرائے اور لائق صاحبان نے اسکو اپنا رہنما تسلیم کیا۔ عوام نے بھی انکی تقلید کی جسکا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ الحاد اور لامذہبی نے لوگون کے دلون مین جگہ کر لی خلقت، نبوت اور معاد کا انکار اور مادیت اور دہریت کا اقرار لوگون کے عقائد کا ایک زبردست حصہ ہو گئے۔ سائنس اور مذہب مین ایک باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ سائنس دان ہر شے کے وجود کو قوانین قدرت "نیچر" سے تعبیر کرتے تھے۔ مذہب والے سائنس کے دعاوی کو باطل قرار دیتے تھے اور اس کی غیر مکمل اور مخدوش حالت کے مقابل کتب مقدسہ کی کاملیت اور حقانیت کو پیش کرتے تھے۔ سائنس بائبل شریف کی آفرینش اور دیگر بیانات کو غلط ٹھہراتی تھی۔ علمائے علم الٰہی نے سترھوین صدی کے عقیدہ کے مطابق مقدس نوشتون کو فلسفہ اخلاق عقائد علم التاریخ علم الارض علم النفس وغیرہ کی تمام غلطیون سے پاک قرار دیا اور سائنس کو اس بنا پر کہ اس کے نتائج بائبل مقدس کے متضاد اور منافی ہین باطل ٹھہرایا۔ اس معرکہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعتدال پسند اور میانہ رو اشخاص کے خیالات سائنس اور مذہب کے بارے مین

تبدیل ہوگئے اور وہ جان گئے کہ سائنس کے دعاوی کی بھی کوئی حد ہے - مذہب کے مروجہ خیالات کی غلطیاں اور رنگ آمیزیاں بھی سائنس کے زبردست حملوں نے فاش کر دی تھیں - مذاہب کے ایمان متزلزل ہوگئے تھے انھوں نے ان مبالغہ آمیز غلطیوں سے بچنا چاہا اور وحی باللفظ جیسے معیوب مسئلہ کی اصلاح کی اور اس طرح سترھویں صدی کی رنگ آمیزی اور افراط سے مسئلہ الہام نے نجات پائی-

(باقی آئندہ)

برکت اللہ

رباعیات فارسی

از تصنیف مسٹر جارج پیش متخلص بہ شور (مرحوم)

ہرچند بلی صد ہوس خام گزشت
در چشم زدن شورِ ی ایام گزشت
زین عمر دو روزہ کہ داوند افسوس!
کامے نہ گرفتیم و بناکام گزشت

پیوستہ خدائے را اطاعت میکن
جان و دل خویش صرف طاعت میکن
تا صاحب آبرو شوی، چون خورشید
با نان جوین، شور، قناعت میکن

شاداز عدم آمدیم و محزون رفتیم
با دیدۂ زار و دل پُر خون رفتیم
واضح نشدہ، شور، درین دار فنا
از بہر چہ آمدیم، و پس چون رفتیم

در راہ رضا، خیال رہبر کفر ست
افزون طلبیدن از مقدر کفر ست
سنگ ستم است، و خواہ شیر جفا
سر باز زدن ز حکم داور کفر ست

ہان از روش خلق جدا می گریشم
گر دیدہ کسے چنانکہ ما می گریشم
یک بہر مرگ دیدہ و یک بہر پسر
بر غفلت این و آن بسا می گریشم

فلسفہ اور مذہب عیسوی

(نوشتہ پروفیسر ہربرٹ مارک صاحب ایم اے، سینٹ جانس کالج آگرہ)

حال مین راقم الحروف کو ایک وعظ سننے کا اتفاق ہوا جس مین واعظ نے تجربہ روحانی اور عقل کی باہمی مخالفت پر بہت زور دیا تھا۔ بلاشبہہ عملی اغراض کی بنا پر ان دونون کو ایک دوسرے سے امتیاز کیا جا سکتا ہی لیکن یہ خیال غلط ہی، اور اکثر لوگ اس غلطی مین پڑے ہوئے ہین کہ مذہب اور عقل دشمن ہین، یا آنکہ فلسفہ اور مذہب مین تطابق محال ہی۔ واعظ مذکور نے اپنے وعظ کے دوران مین جو نظیر پیش کی تھی اُس سے مجمل و ناکامل تجربہ اور عقلی شبہہ کے بین تضاد ظاہر ہوتا تھا، مگر واعظ موصوف نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ اگر محض شک وشبہہ پر توقف نہ کر لیا جائے بلکہ استدلال جاری رکھا جائے تو اس طور کے شبہہ کا صحیح نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ تجربہ کے معنی کھل جاتے ہین اور وہ بخوبی سمجھ مین آجاتا ہی۔

مذہب اور عقل کو نقیض یکدگر سمجھنے کی غلطی کے مرتکب وہی اشخاص ہوتے ہین جو طالبان صداقت کے معقول اور ان اعتراضون اور سوالون سے بھی ڈرتے ہین جو نیک نیتی پر مبنی ہون۔ اس طرح کے بھی لوگ گزرے ہین، مثلاً قرون وسطیٰ مین، کہ اگر کوئی شخص الٰہیات کے سچے مسائل پر فلسفیانہ اعتراضات وارد کرتا تھا تو اس پر تشدد جائز رکھتے تھے بلکہ جان سے مار ڈالتے تھے، جیسے کہ فطری قوانین اور حقائق علمیہ کے انکشاف و بحث پر بھی ناک بھون چڑھاتے تھے۔ ہر زمانہ مین اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہین جو، یا تو بوجہ اپنی تنگ خیالی کے یا صدق دلی سے فلسفہ کو خطرناک سمجھنے کے باعث پسند نہین کرتے کہ مذہبی امور مین عقل کو دخل دیا جائے۔ سچ ہی کہ بعض ایسے بھی فلسفی ہو گزرے ہین جو دشمن دین تھے اور جنھون نے مذہبی تجربہ و معتقدات کی تغلیط کی کوشش کی، لیکن جب کسی فلسفی یا عالم نے مذہب کو از قسم توہمات یا افسانہ سمجھ کر

اُس کی بیخ کنی کی کوشش کی تب تب اُس نے یا تو محض تعصب یا ناواقفیت کا اظہار کیا، یا اُس کے استدلال مین درحقیقت سقم واقع تھا، خواہ بظاہر اُس نے تنقید اور منطقی اصول سے کام لیا ہو۔

ہیوم معجزات کی تغلیط کیا کرتا تھا، مگر آخر اُس کے دلائل کی خامیون کا پردہ فاش ہوگیا۔ ہیکل اور اُس کے پیرو کل مظاہر قدرت کو (جس مین وہ مذہب کو بھی شامل کرتے تھے) عناصر مادہ حیات مین تحلیل کیا کرتے تھے، لیکن دیگر ماہرین علوم تجربیہ نے ان کی قلعی کھول دی۔ سر آلیور لاج نے اپنی کتاب "حیات و مادّہ" مین وضاحت کے ساتھ دکھا دیا ہے کہ علم الحیات کے قوانین اور اصول حرکیہ پر تشریح کرنے سے مذہبی تجربہ اور روحانی زندگی کی حقیقت سے انکار نہین کیا جاسکتا۔ مصنف مذکور نے ہیکل اور اُس کے شاگردون کے مغالطات کی پردہ دری کردی ہے۔

ایک اور نام نہاد فلسفی، جس کا آج کل گھر گھر چرچا ہے[۵۱]، نٹشے[۵۲] ہے، جو مسیحی مذہب پر سختی کے ساتھ حملہ کرنے مین گوی سبقت لے گیا ہے۔ کوئی محل حیرت نہین کہ جرمن کے فتح عالم کے خواب کا سراغ لوگون کو اس شخص کے فلسفہ مین ملتا ہے۔ نٹشے نے اپنے زمانہ کے مذہب پر جس نفرت آمیز مخالفت اور شد و مد کیساتھ حملہ کیا ہے اسکی حد دیوانگی تک پہنچتی ہے۔ اُسکے نزدیک مسیحی مذہب[۵۳]

---

[۵۱] نٹشے علم اللسان مین دخل رکھتا تھا، لیکن اُس کی اکثر تصانیف اس کی مادری زبان جرمنی مین ہین یورپ کی بہت سی زبانون مین اُن کے ترجمے ہوگئے ہین۔ انگریزی مین اُس کے کلیات کا پہلا ترجمہ ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۳ء کے درمیان، ڈاکٹر آسکر لوائی کے زیر ادارت، اٹھارہ جلدون مین تمام ہوا تھا۔ اِن کے علاوہ، انگلستان اور امریکہ مین، اُس کے فلسفہ وغیرہ کے متعلق تقریباً بیس کتابین لکھی گئین اور ہنوز دلچسپی قائم ہے۔ مترجم

[۵۲] ولادت ۱۸۴۴ء وفات ۱۹۰۰ء۔ اسکے نام کے معنی ہین عاجز، لیکن یہ شخص نہایت مغرور تھا۔ مترجم

[۵۳] نٹشے کو خداوند مسیح سے کوئی خاص عداوت نہین تھی۔ مقدس پولوس پر نظر عنایت زیادہ رہی چنانچہ اس پاگل کے نزدیک دین عیسوی کے عیوب اور خرابیون کے جواب دہ مقدس پولوس ہی ہین، جن پر اس نے دل کھول کر ہذیان بکا ہے۔ مترجم

آدمی کو رذیل بنانے والا اور قانون ارتقاء و انتخاب طبیعی کے بالکل خلاف ہی۔ اس کو شکایت ہے کہ مسیحیت نے انسان جید الفطرۃ پر یورش کی ہی اور آدمزاد کی اس اعلیٰ نوع کے فطری اور فطری جذبات کی تکفیر کی ہی مسیحیت نے برابر کمزور اور ہیچ اور نامعقول امور کی حمایت کی ہی اس نے اپنا نصب العین یہ رکھا ہی کہ توانا زندگی کے فطری جذبات حفاظت خود اختیاری کی مخالفت کیا کرے۔ اُس نے یہ تعلیم دی ہی کہ انتہائی عاقلیت گناہ آلود، گمراہ کرنے والی، اور آزمایشون سے پُر ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے عقلمندون کی عقلین خراب ہو گئین۔ پس کیا عجب جو اس طور کے خیالات موجودہ جنگ پیدا کر دین جس مین جرمن اپنے کمزور پڑوسیون کو نقصان پہنچا کر اپنی خود غرضانہ ہوس کو پورا کرنا چاہے۔ اگر اس فلسفی کے مسائل درست ہین تو، اُن کی رو سے، چاہئیے تھا کہ وہ خود سب سے پہلے مار ڈالا جاتا کیونکہ وہ بیشتر کمزور اور بیمار رہا تھا۔ ہر ایک منصف مزاج آدمی، جسے مسیحی اکابر کے حالات زندگی سے کچھ بھی واقفیت ہے کہ انھون نے علمی اور معاشری امور مین کیسی کیسی بڑی خدمات انجام دی ہین، بخوبی سمجھ سکتا ہی کہ نزکی نے جو کچھ دین عیسوی کے متعلق بیان کیا ہی وہ کس قدر لغو اور جھوٹ ہی مسیحیت کے اثر کا اندازہ لگانے مین نزکی سے اس لیے خطا ہوئی کہ وہ مستقل طبع اور صحیح الدماغ نہ تھا۔ اگر آدمی بزرگان قدیم، اُرجین، کرساسٹم وغیرہ کے حالات مین غور کرے، یا ازمنۂ وسطیٰ کے مسیحی علماء مثل انسیلم اور ٹامس کوائنیس وغیرہ کا تصور کرے، یا زمانۂ جدید کے علماء اور مدبرین وغیرہ، مثلاً لارڈ کیلون، سر آگورلاج، فارڈے، جنرل گارڈن، ھیولک، فریچ، گلیڈسٹون، برائٹ، ابراہم لنکن، اور گارفیلڈ وغیرہ پر نظر ڈالے تو اس کی نگاہ مین نزکی کی تقریر مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ رکھیگی۔

سلہ نزکی نے تعلیلیاً یہ لفظ مشہور و معروف جرمنی شاعر و حکیم گیٹی سے سیکھا لیکن علماء کی تحریرون مین پہلے سے موجود تھا چنانچہ سترھوین صدی کی تصانیف وغیرہ مین پایا جاتا ہی اور سنہ ۱۸۶۵ء مین ایک جرمنی عالم ڈیہرنگ نے اپنی ایک کتاب مین بیان کیا ہی کہ انسان روبہ ترقی ہی اور رفتہ رفتہ اس سے ایک اور نسل پیدا ہوگی۔ جو موجودہ نوع انسان سے اعلیٰ ہوگی۔ نزکی کہتا ہی کہ اس وقت آدمیون کی ایک خاص نسل پیدا ہو رہی ہی جو کل یورپ پر حکمران ہوگی اور اسی نسل سے رفتہ رفتہ انسان "جید الفطرۃ" کی پیدایش ہوگی۔ مترجم

کیا اِن لوگون کے حالات سے ثابت ہوتا ہو کہ مسیحیت "بڑے بڑے عقلمندون" کی دشمن ہو؟ کیا مسیحیت نے ان لوگون کو تعلیم دی تھی کہ "انتہائی عاقلیت گناہ آلود، گمراہ کرنے والی، اور آزمایشون سے پُر ہے"؟ ظاہر ہو کہ ایسا دعوی یا تو کوئی نہایت متعصب آدمی کر سکتا ہو یا وہ جو حقائق صریحہ سے ارادۃً انکار کرے۔ اگر نزکی واقعات پر فلسفیانہ اور وسیع نظر ڈالتا تو پروفیسر جیمس کا ہمزبان ہو کر اقرار کرتا کہ مذہب عیسوی انسان کے عادات و خصائل کو رذیل نہین بناتا بلکہ اخلاق حسنہ کو اور تقویت بخشتا ہو اور آدمی کو اس قابل بناتا ہو کہ وہ اپنے ہمجنسون کی خلقاً امداد کر سکے اور کہ یہ مذہب انسان کو اُن "جید الفطرۃ" انسانون سے بدرجہا بہتر بنا دیتا ہو، جن کے قوای حیوانیہ خواہ کتنے ہی زبردست ہون مگر جو اپنے اخلاق مین ترقی نہین کر سکتے۔ نزکی نے محض حیوانی زندگی کو اس لیے سب سے عمدہ زندگی سمجھا کہ اُس نے علم الحیات اور جسمانیات کی تحصیل[1] اِس طور پر نہین کی تھی۔ وہ اسی معیار زندگی کو بہترین جانتا تھا جو علم الحیات کی روسے قائم کیا جائے۔ اُس کے برخلاف یہ دلیل بہت معقول نہ ہو گی کہ بر وو جانب اس کے اجداد تین پشت سے پادری تھے یا آنکہ اپنی زندگی کے آخری[1] دو سال مین وہ پاگل رہا تھا، لیکن واقعات پھر بھی واقعات مین اور اُن سے انکار نہین کیا جا سکتا۔

جن لوگون نے مذہب کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہو راقم الحروف نے اُن مین سے صرف چند کا ذکر کیا، اور نزکی کو ایسون کا سرغنہ کہا جا سکتا ہو، مگر جن لوگون نے دین مسیحی کی وقعت کا صحیح اندازہ لگانے اور اُس سے عملی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہو اُن مین سے اکثرون نے مودبانہ اقرار کیا ہو کہ مذہب عیسوی توہمات یا افسانہ یا رسم لایعنی سے عبارت نہین ہو حقیقی فلسفہ مین تنگ خیالی اور خود بینی نہین پائی جاتی؛ وہ تو فراخ و وسیع ہو جس مین وُسعت نظر افق سے بڑھکر، اور جس کا تعمق بحر عمیق سے زیادہ ہو

---

[1] نزکی تقریباً گیارہ سال تک مخبوط العقل رہا۔ اوائل دیوانگی ہی مین وہ اپنے آپ کو کبھی ایک شہرۂ آفاق قاتل، کبھی ملک اطالیہ کا بادشاہ، کبھی (نعوذ باللہ منہا) خدا کہا کرتا تھا۔ ع

ابتدا ہی مین یہ سودا انتہا کا ہو گیا

(مترجم)

اور اُس کی منکسر مزاجی اس کو اجازت نہین دیتی کہ وہ استیعابی یا حکمانہ دعوے کر
نہین حقیقی حکمت سے معتقدات کو تقویت ہوتی ہی اور وہ عالم روحانی اور خدا
وجود اور بقای روح کا تیقن دل مین پیدا کرتی ہی اور آخر کار مسیحی عقائد دعمل کے
غریب نتائج کا قائل کرتی ہی۔

پروفیسر جمیس موصوف نے جن کے مثل انصاف پسند اور منصف مزاج نقاد
دشوار ہی مظاہر مذہبی کا منظر عمیق امتحان کرنے اور مائل مذہب مردون اور عورتون
حالات مین غور کرنے کے بعد بخلاف نزکی مذکور تسلیم کیا ہی کہ خواہ مسیحی پاکیزگی کا منبع کچھ
لیکن اس مین شک وشبہہ کو مطلق گنجائش نہین کہ عملاً وہ روحانی اور اخلاقی زندگی
لیے نہایت مفید ہی۔ نیز وہ کہتے ہین کہ مسیحی مقدسین اور اُن کے تقدس کی تنقید مین
اور بہت غور سے کام لینے پر گو بعض امور کا انکار کرنا ممکن ہو مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ حقیقت
رہتی ہی جس سے انکار نہین کیا جا سکتا اور جو سمجھ مین نہین آسکتی جبتک کہ ایک اعلیٰ
نظام روحانی کا وجود تسلیم نہ کیا جائے۔

ایک اور عظیم الشان جدید فلسفی یعنی یُوکین بھی جس کو بعض لوگ اعظم حکما
سمجھتے ہین یہی راے رکھتا ہی۔ وہ صفائی کے ساتھ مسیحی مذہب کی عظیم وقعت تسلیم
گو وہ اُس پر اپنا طبعزاد عالم گیر روحانی زندگی کا نظریہ اضافہ کرنا چاہتا ہی لیکن
کرنے پر معلوم ہوتا ہی کہ حکیم مذکور نے اپنی جانب سے کوئی ایسی نئی خوبی بیان نہین
جو عیسوی عقائد مین پہلے سے نہ پائی جاتی ہو۔

اُس کے فلسفہ کی عمدگی یہ ہے کہ دین مسیحی کی تاریخی بنیاد کا وجود تسلیم کرنے
علاوہ اُس نے اس امر کا بھی ثبوت بہم پہونچا دیا ہی کہ مسیحیت کی روحانی حقیقت
زمانہ کوئی مُضر اثر نہین ڈال سکتا“

پس اُس نے روحانیات کو عقل پر مبنی مانا ہی اور ان متعصب متحکمین[1] کے بجا

---

[1] وہ حکما ہو جو خواہ مادئین (Materialists) ہون خواہ تصورین (Idealists) اپنے ہی مسلمات
نظریات پر جمے رہتے ہین اور اپنے فلسفہ مین شک کی گنجائش نہین رکھتے۔ انگریزی Dogmatics

اور غلط بیانیون کے مقابلہ مین صداقت مذہب کی محافظت کی ہو جو تکلف کے ساتھ، معقولات کی بناء پر مذہبی حقائق کا انکار کرتے ہین۔ اس نے صرف یہی نہین کہا کہ مسیحی تعلیم مسئلہ زندگی کے معاملہ مین معقول ہے بلکہ اُس نے دکھا دیا ہو کہ فقط مسیحی تعلیم ہی اس عالیٔ مسئلہ کے حل پر قادر ہے۔"

اگر مسیحیت کے اِس عقلی احقاق کے ساتھ وہ عملی تاثیرات بھی شامل کر دی جائین جو بالعموم اس کے ثبوت مین پیش کی جاتی ہین تو اُس کی صداقت کا ایقان لابد ہو جاتا ہے مگر مُتعذِرین[۱] اکثر غلطی سے ہمارے عقیدہ کے عملی دلائل پر زیادہ زور دیا کرتے ہین، اور اس امر سے غفلت ورزی کیا کرتے ہین کہ اگر عقل کا مناسب استعمال کیا جائے تو وہ بھی ہمارے مذہب کی معقولیت ثابت کرتی ہے۔

جب دین عیسوی کی تعلیم، حسب مندرجۂ الکتاب، یہی ہے تو خواہ کتنا ہی عقلی تدقیق اور منطقی تنقید کی جائے اُس کی نبیاد جنبش نہین کھا سکتی۔ "جو مذہب ہیوم اور والٹیر اور تام پین کے حملون پر غالب آکر اب تک زندہ ہے، وہ ہوتی اُوک اور روالس اور بریڈلا کی تاخت پر بھی ضرور غالب آئے گا اور دائم قائم رہے گا۔" قولِ مرحوم اُسقوف شہر مینچسٹر واقع انگلستان۔

پس ظاہر ہے کہ حقیقی فلسفہ مذہب کا مخالف نہین بلکہ مؤید ہے۔ عقل و مذہب دونون مل کر معقولیت کی ایسی صورت اختیار کر لیتے ہین جس کا نقص کسی چیز سے ممکن نہین، بلکہ جس کے لیے ہر ایک شی وجہ استحکام ہوتی ہے۔

(ترجمہ) **ایس ڈبلیو بٹلر**

[۱] وہ مسیحی علماء جو، غیر مذہب کے مقابلہ مین، دلائل عقلی و نقلی سے مذہب عیسوی کی صداقت ثابت کرتے ہین۔ انگریزی (Christian Apologists) مترجم

دیدیم بسے بد ید ہ آخر بین	ہیچ است ہمہ، چہ آسمان وچہ زمین
ای شور چہ پرسی ز ثباتِ عالم	دُنیا نفسے، واہلِ دُنیا کم ازین

کلیسا اور اُسکے عام شرکاء کا باہمی تعلق[1]

کلیسا کیا اور عموم و خصوص کیسا؟ کلیسا وُہی پُرانا لفظ "اکلیزیا" ecclesia ہے جو اب سے عنقریب سوا دو ہزار برس آگے یونان مین ایک سیاسی جماعت کا نام تھا جِس کو آج کل کی انگریزی ملی ہوئی اخباری اُردو مین پولیٹکل سوسائٹی یا جمعیت یا طبقہ کہتے ہین - جہان رومیون نے یونانیون کے اور بہت سے خیالات اور علوم اور مصطلحات کو اپنے یہان بھرا وہان اس یونانی لفظ "اکلیزیا" کو بھی اپنے یہان لے لیا اور نوبت یہان تک پہنچی کہ جب خدا نے مسیح منجی عالم کے پیرو شمار مین زیادہ بڑھ کر جماعت ہوگئے تو اُنھون نے اپنے آپ کو "اکلیزیا" یعنی جماعت کہا مگر یہ "اکلیزیا" سیاست دنیوی سے کچھ تعلق نہ رکھتی تھی البتہ دینی سیاست اور نجات اُخروی اس کے عظیم اور مہتم بالشان مسائل تھے اور ہین اور رہینگے - اہل فارس وغیرہ نے اِسی لفظ کو بگاڑ کر کلیسا اور کنیسہ کہا اور معنی کے بت خانہ یہ خوب کہ مسیحی جماعت اور کجا بتخانہ - خیر ہم ہند کے دیسی مسیحیون مین یہ لفظ "کلیسا" بنا ہوا اپنی اصلی صورت "اکلیزیا" سے زیادہ ملتا ہی یعنی اس کے وہی معنی ہین جو مین نے عرض کیے مسیحی جماعت ہین - اب عموم و خصوص سُنیئے اہل دین و دنیا نے معلوم کیا اور ٹھیک معلوم کیا کہ مسیحی جماعت مین دو قسم کے افراد ہین یعنی ایک وہ جو سکھاتے اور مذہب تعلیم کرتے ہین اور دوسرے وہ جو سیکھتے ہین (اول الذکر کو انگریزی مین Clergymen کہتے ہین - اُردو مین مُعلّمین یعنے سکھلانے والے سمجھئے اور موخرالذکر کو Laymen کہتے ہین جس کا اُردو ترجمہ کمترین نے عام شرکاء کلیسا کیا) کلیسا کے اِن عام شرکون اور خود کلیسا کے باہمی تعلق پر مجھے کچھ عرض کرنا ہی -

معاف کیجئیگا کہ تشریح مین کچھ تطویل ہو گئی لیکن تشریح میرے نزدیک ضروری تھی -

کلیسا کی تعریف صحیفۂ الہامی یوحنا عارف کے مکاشفہ مین یون آئی ہی کہ "پھر آسمان پر ایک بڑا نشان دکھائی دیا یعنی ایک عورت جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی اور چاند اس

---

[1] یہ مضمون ... کانفرنس مین پڑھا گیا تھا اور مسٹر ... کی نوازش سے اب زندگی مین درج ہوتا ہی

کے پانون کے نیچے تھا اور بارہ ستارون کا تاج اُس کے سر پر" وغیرہ اور شرکاے کلیسیا کو توشہور رہی کہ رسول نے نور کے فرزند کہا ہی پس باہمی تعلق اظہر من الشمس ہی یعنی یہ کہ ہم عام اور خاص دونون شرکاء کی یہ نورانی کلیسیا ماورمہربان ہی۔ ہم مشرقی آباو اجداد پر فخر کیا کرتے ہین مگر اس سے بڑھ کر کیا کوئی عالی نسب ہوگا کہ ہم نور کے فرزند اور ابدیت کے شاہزادہ کی دلہن کی اولاد ہین - اب ہم اپنی عالی نسبی پر جتنا فخر کرین بجا ہی اور اس اعزاز آبائی پر جس قدر ناز کرین مناسب ہے۔ مگر عزیزو اس نورانی کلیسیا ابدیت کے شاہزادہ کی دولہن ہان ہماری مادر مشفقہ نے ہم کو کیون پرورش کیا ہی کیا اس لیے کہ بےلبسی کی حالت مین تو اس کے خون سے ہماری خوراک ہو اور بڑے ہوکر ناخلف ہوجائین؟ کیا ہماری مہربان مان نے رات دن ہماری حفاظت مین اسی لیے آنکھین پھوڑی ہین کہ جب ہم سیانے ہون اور اُس کی امید کے باغ مین خدمت اور راحت کے پھول لگین تو ہم اُس کو فراموش کردین اور اس کے سارے احسانون کو یکلخت دل سے بھلا دین؟ ہمارے بڑے بھائی بہنون نے یعنی قدیم زمانہ کے شرکاے کلیسیا نے تو اس مہربان مان کے حقوق کو ایسا یاد رکھا کہ اپنا خون تک دریغ نہ کیا اور اپنے سارے آرام و آسائش کو اپنی مادر مشفقہ کی خدمت پر قربان کردیا۔ کیا عہد جدید اور دیگر تواریخی کتب ایسے حالات و تذکرات سے پر نہین ہین - نظیراً مقدس پولوس کو پیش کرتا ہون - آپ سب بخوبی واقف ہین کہ کلیسیا کے اس سپوت بیٹے نے طرح طرح کی تکالیف اُٹھائین اور گوناگون مصیبتین جھیلین - ننگی پیٹھ پر کوڑے اس کے لگے - قید مین پڑ ڈالا گیا - کاٹھ مین یہ ٹھونکا گیا - طوفان کی مصیبت مین یہ پڑا - زہریلے کیڑے اس کی جان کے خواہان ہوئے - غرض کیا کچھ نہ اس نے سہا اور کونسا دقیقہ اپنی مان کی خدمت مین اس نے اٹھا رکھا - اے منجئ مصلوب ہمین ایسون کی تقلید کی توفیق عنایت کر - ایک انگریزی شاعر نے کیا خوب کہا ہی -

Lives of great men all remind us
We can make our lives sublime,

And departing, leave behind us
Footprints on the sands of time

اُردو مین اس کو یُون ادا کیا جا سکتا ہے

گزرے ہین صحرائے ہستی سے ہزارون ماجدان	زندگی اُن کی طرح اپنی بھی ہو باعز و شان
چاہیئے اس راہ مین رفتار بے ڈھنگی نہ ہو	ہون ہمارے نقشِ پا سے مہتدی آئیندگان

خدا کا شکر ہے اور مین نہایت اطمینان اور مسرت کے ساتھ کہتا ہون کہ ہماری کلیسیا کے بعض *Laymen* یعنی عام شہر کاءنے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا ہے اور اپنی پیاری مان کی خدمت مین مشغول ہو گئے ہین۔ لیکن بلاشبہ ابھی ہماری جانب سے کمی ہے کیا ہم صدقدل سے کہہ سکتے ہین کہ ہم اپنے فرائض کو پورے طور پر انجام دیتے ہین کیا ہم سے کبھی غفلت نہیں ہوتی۔ کیا ہم کسی وقت تساہل نہین کرتے۔ کیا ہم اپنی مان کی حتےٰ الامکان خدمت کرتے ہین۔ بندہ کا یہ کام نہین اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ فرداً فرداً ہر ایک صاحب کی کمی کا اظہار کرون مگر مین بمنت عرض کرتا ہون کہ مہربانی فرماکر دوسرون کے حالات سے قطع نظر کرکے صرف اپنے حال پر غور کیجیئے اور مین وثوق کے ساتھ کہتا ہون کہ غالباً کمی پائیگا۔ محض اتنا ہی بس نہین ہے کہ ہم اپنی کلیسیا کی خدمت کرین بلکہ ہم پر فرض ہے کہ جس قدر ہمارے امکان اور قوت مین ہو اس پیاری مان کی خدمت کرین۔ اگر کوئی جوان لڑکا اپنی مان کو کبھی کبھی پانی پلادیا کرے اور بس مگر اپنے دل مین سمجھے کہ مین اپنا فرض تماماً وکمالاً انجام دیتا ہون تو ہم اُس کو ضرور نادان کہینگے۔ نہین بلکہ ایسا بیٹا نالائق اور ناخلف کہلائیگا۔ خدا نہ کرے کہ ہم پر بھی اسی طرح نالائقی کا دھبا ہو اور کاش ہمارا منجی جس نے مان کی خدمت کرنے کا نمونہ اپنی پاک زندگی مین دیا ہمین خدمت کی توفیق بخشے تاکہ ہم اپنی ساری کمی کو پورا کرین اور اپنی مہربان مان کی خدمت مین حتی المقدور کوشان ہون۔ اب مین مختصراً عرض کرتا ہون کہ ہم کیونکر اور کس کس طرح کلیسیا کی خدمت کر سکتے ہین۔

اول اپنے زر و مال سے۔ چاہیئے کہ ہم اپنے روپیہ کو مناسب طور پر استعمال کرین

فضولی اور بخیلی دونون سے پرہیز کرین - اور نبی کے فرمانے کے بموجب اپنی دھیلیان خداوند کے گنجینہ مین لائین - شاید کوئی اپنے دل مین کہے کہ خدا کو ہمارے روپیہ کی کیا ضرورت - وہ تو سونے چاندی کی کانون کا پیدا کرنے والا اور سمندرون کا خالق ہی جن مین سے موتی حاصل ہوتے ہین - بے شک خدا سب کچھ کا خالق اور نیز مالک ہی لیکن وہ ہماری دھیلیان اپنے کسی فائدہ کے لیے طلب نہین فرماتا - بھلا ہم اُس کی دستکاری سے اس کو کیا نفع پہنچاوینگے اور اُس قادر مطلق کو کسی کی کیا حاجت - لاریب وہ ساری کائنات کا خالق سب سے مستغنی ہے - ہمارے ہی فائدہ کے واسطے وہ ہم سے ہمارا زر و مال دھیلی وغیرہ کی صورت مین طلب فرماتا ہی تاکہ ہم خالص نیت سے خیر کے کامون مین شریک ہو کر اُس کی رحمتون کے مستحق ہوجاوین اور فی الحقیقت وہ مقدار کو نہین بلکہ نیت کو دیکھتا ہی جیسا کہ اُس بیوہ کے دو دھیلامون کے بیان سے ظاہر ہی - پس ہم کو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اُس نے زر و مال کو جو بسا اوقات ہمارے لیے باعث نقصان ہوتا ہی اس طور پر ہمارے واسطے خیر و برکت کا ذریعہ بنا دیا ہی اور ہماری بڑی نادانی ہوگی اگر اس ذریعہ سے خدا کی رحمت حاصل نہ کرین -

دوم - ہم اپنی کلیسیا کی خدمت اپنے نمونہ سے کرسکتے ہین - مثلاً ساری کلیسیائی رسوم اور عبادتون مین شریک ہونے سے - افسوس بعض اوقات ہم اپنی غفلت اور شیطان کے بہکانے سے خدا کی نزدیکی سے محروم رہتے ہین اور دوسرون کے لیے بُرا نمونہ بنکر عذاب کے مستوجب ہوتے ہین - کُتّے کو اگر ایک روٹی دیجیئے تو اُس کی آنکھون سے اور دیگر حرکات سے معلوم ہوگا کہ وہ آپ کا شکر گزار ہی - بچہ جب بھوکا ہوتا ہی تو روتا ہی یعنی اپنی ماں سے غذا طلب کرتا ہی - لیکن صد افسوس کہ بعض اوقات ہم سگ حق شناس اور طفل نوزادے سے بھی کم عقل ہو کر عبادتون سے محروم رہتے ہین - ذرا غور فرمائیے کہ گرجے کی عبادت سوا اس کے اور کیا ہی کہ ہم خدائے کریم کی بخششون کا شکریہ ادا کرین اور اپنی ضروریات نہایت ادب کے ساتھ مانگین - جب ہم عبادتون کی

شرکت مین غفلت کرتے ہین تو دو نقصان ہم کو پہنچتے ہین ایک تو خود برکتون سے محروم رہتے ہین دوسرے اورون کی بھی اپنے برے نمونہ سے باٹ مارتے ہین اور اس کا عذاب ہماری جانب راجع ہوتا ہی۔

سوم۔ غمزدہ لوگون اور بیمارون کے پاس جانے سے بھی ہم اپنی مادر مشفقہ کلیسیا کی معقول خدمت کرسکتے ہین۔ اِس پر بعض صاحبان یہ اعتراض کیا کرتے ہین کہ یہ کام پاسٹر یعنی کلیسیا کے پاسبان کا ہی۔ اِس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ کوئی بادشاہ جواہرات تقسیم کر رہا ہو اور کوئی شخص کہے کہ وہان جاکر جواہرات حاصل کرنا فلان شخص کا کام ہی مین کیون جاؤن برین عقل و دانش بباید گریست۔ کمترین نے بیمارون وغیرہ کے پاس جانے کو جواہرات حاصل کرنے سے مثال دی۔ شاید بعض کو تعجب ہوا ہو مگر ایک ادنیٰ سا فائدہ اس کا جو کسی موتی یا گوہر سے کم نہین یہ ہی کہ ہم مریضون اور غمزدون کی طبیعت سے بہت فیض پا سکتے ہین۔ سب جانتے ہین کہ تکلیف مین آدمی کا دل عجز کی جانب زیادہ مائل ہوتا ہی اور وہ خدا کو ایسے وقت مین یاد کرتا ہی۔ چنانچہ ایک ہندی دوہا مشہور ہے کہ

دکھ مین سب ہر کو بھجین سکھ مین بھجے نہ کوے
جو سکھ مین ہر کو بھجین تو دکھ کاہیکو ہوے

پس مریضون اور آفت زدون کی ایسی مسکین اور عاجزانہ طبیعت سے ہم ضرور غرور اور حُبِ دُنیا سے نجات پاوینگے۔ جس کو یقین نہو آزما کر دیکھ لے کہ بیمارون اور غمزدہ لوگون کے پاس جانے سے یہ فائدہ ہوتا ہی یا نہین۔

چہارم۔ اپنی دعا سے ہم کلیسیا کی بہت خدمت کر سکتے ہین۔ ہر ایک مسیحی بچہ دعا کے فیض سے واقف ہی۔ دعا وہ تار برقی ہی جو ہماری خوشی اور نیز غم کی خبر ہمارے آسمانی باپ تک پہنچاتی ہی۔ دعا وہ آگ ہی جو سنگین دلون کو پگھلا کر موم بنا دیتا ہی۔ دعا ایسا مرہم ہی کہ گناہون کے زخمون کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہی۔ دعا اِس طور کی حرارت ہی کہ مردہ دلون اور سست طبیعتون مین زندگی اور حرکت پیدا کرتی

ہی۔ غرضیکہ دعا کی قوت عجیب و غریب ہی۔ بجلی بھی اِس کے آگے ہیچ ہی۔ اے کاش ہم اِس قوت کو کام مین لاکر خود نفع اُٹھاوین اور اپنی پیاری ان کلیسیا کی خدمت کرین۔

معزز صاحبان! کلیسیا کی خدمت کرنے کے صرف چند طریقے بندہ نے عرض کیے ہین۔ وقت کی تنگی اجازت نہین دیتی کہ زیادہ بیان کرون۔ مختصراً کہتا ہون کہ جتنے طریقے عمل انسانی کے لیے جائز ہین وہ سب کے سب کلیسیا کی خدمت مین مستعمل ہو سکتے ہین۔ خود خیال فرماکر اس کی مختصر کو، سعت دے لیجیے۔ خدا باپ ہمین اپنی کلیسیا کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بی ایس سنگھ

غزل عابد

ہمسر شہ کوئی زیر گنبد اخضر نہین — ہان، عدیل شہ سوائے خالق اکبر نہین

کشتۂ عشق مسیحا زندۂ جاوید ہے — غیر کی شمشیر مین اس طور کا جوہر نہین

کیون نہ کھاجاتے یوحنا، پترس، ولیقوب غش — کون ہی جو اُنکا جلوہ دیکھ کر ششدر نہین

روزن دل سے تماشہ دیکھ حسن شاہ کا — اِس سے بہتر اور کوئی ہمنشین منظر نہین

مائل توبہ نہین، توکس طرح ہوگا معاف — خاک ہو بخشش تری، عاصی جو دل تر نہین

ہی بہت لذت فزا ہر خار راہ عشق کا — یہ سخن بیگانگان عشق کو باور نہین

یا الٰہی خیر! کیا مجنون الفت چل بسا؟ — کیون دل دیوانہ مائل سے شور شر نہین

اشک خونین سے بھرا ہی دیدہ ہجران نصیب — ساغر جمشید مین یہ بادۂ احمر نہین

بادشاہی چیز ہی کیا، سلطنت کیا مال ہی — بردۂ شاہ دو عالم طالب افسر نہین

کیون گنہ کی تیرگی کا خوف طاری مجھ پہ ہو — کیا مری چشم تصور مین رخ انور نہین

عشق عیسیٰ ہی کفیل بخشش روز جزا
ہم کو، عابد، مطلقاً اندیشۂ محشر نہین

ایس۔ ڈبلیو ٹیلر

سبعہ مکاتیب

یعنی

بزرگ اغناشیوس کے سات خطوط جو اوقات مختلفہ مین آپ نے قدیم کلیساؤن وغیرہ کو تحریر کیے

بزرگ اغناشیوس بیک واسطہ آن خداوند کے شاگرد تھے یعنی آپ شاگرد تھے رسول مقبول یوحنا کے جو نجی عالم کے "دو پیارے شاگرد" تھے۔ آپ کے خطوط اُس قدیم زمانہ مین نہایت تعظیم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، بلکہ بعض مسیحی تو یہان تک تعظیم مین مبالغہ کرتے تھے کہ اُن کو الہامی سمجھتے تھے۔ لیکن ابھی تک الکتاب کا قانون مرتب نہین ہوا تھا، اسی وجہ سے چند اور خطوط اور کتب کی الہامیت کے باب مین بھی متنازعہ تھا۔ بعد مین جب قانون مرتب ہوا تو یہ خطوط بھی شامل اور کئی تحریرون کے داخل مشاتیر سمجھے گئے[۱] پس اب ان کل تحریرون کے متعلق فیصلہ موجود ہے کہ یہ الہامی نہین ہین۔ الہامی نہ ہونے کے یہ معنی نہین ہین کہ ہم ان تحاریر سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے۔ نہین، ان خطوط وغیرہ سے بعض مسائل پر روشنی پڑتی ہے، اور روحانی زندگی مین تو یہ بہت مفید ہین۔ بعض بزرگان دین کے نزدیک بزرگ اغناشیوس کے یہ خطوط موجودہ الوقت کلیساؤن کے واسطے خاص اہمیت رکھتے ہین۔ گمان کیا جاتا ہے کہ بزرگ اغناشیوس کی شہادت کے بعد اُن کے محب پالی کارپ نے جو بزرگ مزبور کی تحاریر کی تدوین کی تھی اُس مجموعہ مین یہ سات خطوط بھی مشمول تھے، کیونکہ ارجین، یوسیبیوس، جیروم، عقناسیوس وغیرہ قدیم علماے دین نے اپنی تحریرون مین جابجا اِن خطوط پر حوالہ کیا ہے۔ ان خطوط کی اصلی زبان یونانی تھی۔ بہت تنقید و تدقیق کے بعد وا سیوس نے سنہ ۱۶۴۶ء مین بمقام امسٹرڈم واقع ملک ہالینڈ، ان مین سے چھ کو اصل کے مطابق یونانی زبان مین چھاپا تھا، اور ساتوان مکتوب روئنارٹ نے سنہ ۱۶۸۹ء مین ایک قدیم لاطینی [illegible] تصحیح تطبیق کر کے شہر پیرس مین بزبان یونانی چھاپا تھا۔ جناب [illegible] ویک صاحب نے وا[illegible]یوس مذکور کے متن سے انگریزی مین ترجمہ کر کے [illegible] وغیرہ

---

[۱] ریکر فا ۱۲

چھاپا تھا۔ یہاں آرچ بشپ صاحب مسطور کے انگریزی ترجمہ سے جو بعد کو ایک اور مجموعہ مساتیرین بمقام شہر لندن ۱۸۴۰ء میں چھپ کر شائع ہوا تھا اُردو میں ترجمہ کرکے یہ خطوط ناظرین زندگی کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ بخوف طوالت یہاں حوالجات وغیرہ سے قطع نظر کیا گیا ہے۔

مکتوب اوّل یعنی اغناشیوس کا خط افسیوں کے نام

پہلا باب

۱۔ اغناشیوس مسمی بہ تھیوفورس کی جانب سے کلیسیائے افسس واقع آسیہ کو جو نہایت بجا طور پر خوش وقت اور خدا باپ کی عظمت اور پوری کے وسیلہ برکت یافتہ اور ابتدائے عالم کے پیشتر سے برگزیدہ ہے تاکہ جلال تک دائم قائم رہے اور باپ اور یسوع مسیح ہمارے خدا کی مرضی کے مطابق اُس کی مصائب حقیقیہ کے ذریعہ متحد اور منتخب ہے جمیع شادمانی خداوند یسوع اور اس کے خالص فضل کے وسیلہ۔

۲۔ اے خدا میں[۱] پیارو، میں نے تمھاری شہرت سُنی ہے جو تم نے اُس ایمان و محبت کے مطابق جو یسوع مسیح ہمارے منجی میں ہے اپنی راستبازانہ خصائل کے ذریعہ حاصل کی ہے۔

۳۔ کہ کس طرح پیروانِ خدا ہونے کے باعث اور خونِ مسیح کے ذریعہ سے اپنے آپ کو متحرک کرکے تم نے وہ کام بکمالِ خوبی انجام دیا ہے جو تمھاری فطرت کے منافی تھا۔

۴۔ کیونکہ تم جلد مجھ سے ملنے کو آئے جب تم نے سنا کہ میں سوریہ سے اُسی مشترک نام اور اُمید کی خاطر اِس توقع کے ساتھ بندھ کر آیا ہوں کہ تمھاری دعاؤں کے ذریعہ شہر روم میں درندوں کا مقابلہ کروں گا تاکہ تصدیعہ کے وسیلہ درحقیقت اس کا شاگرد بن جاؤں

---

[۱] یعنی خدا کے تعلق سے ۔۔

جس نے اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیا تاکہ ہمارے واسطے نذر اور قربانی ہو۔ پس خدا کے نام سے، مین نے تم سب سے اُنیسموس مین[۵۱] ملاقات کی۔

۵۔ جو ممتنع الاظہار محبت کے باعث ہمارا ہی، لیکن تعلق جسمانی سے تمہارا اُسقف ہی، مین تمھین یسوع مسیح کا واسطہ دیتا ہون کہ اُسے عزیز رکھنا۔ اور تم سب اُس کی مانند بننے کی کوشش کرنا۔ اور مبارک ہو وہ خدا جس نے تمھین ایسا عمدہ اُسقف، جس کے تم اہل ہو، عنایت کیا ہی تاکہ تم اس سے فیضیاب ہو۔

۶۔ برہوس کی بابت، جو میرا ہمخدمت اور آلہی امور مین تمھارا نہایت مبارک ڈیاق[۵۲] ہی، مین تمھاری منت کرتا ہون کہ، تمھاری اور تمھارے اُسقف کی آبرو کی خاطر، وہ کچھ اور عرصہ تک قیام پزیر رہے۔

۷۔ اور قرقوس نے، جو تمھارے اور نیز خدا کے لائق ہی اور جو تمھاری محبت کے نمونہ کے طور پر مجھ سے ملنے کو آیا، جملہ امور مین مجھے تازہ دم کر دیا، جیسے ہمارے خداوند یسوع مسیح کا باپ بھی تازہ دم کریگا مع انیسموس، برہوس، یقلوس، اور فرنتو کے جن مین، تمھاری محبت کے باعث، مین نے تم سب سے ملاقات کی۔ اور اگر مین اس کا اہل ٹھہرون تو کاش مجھے تم سے برابر شادمانی حاصل ہوا کرے۔

۸۔ پس مناسب یہ ہی کہ ہر طور سے تم یسوع مسیح کی تجلیل کرو جس نے تم کو جلال بخشا ہی یعنی مستقل فرمانبرداری کے ذریعہ کمال کے ساتھ آپس مین متفق رہو، ایک سا مزاج اور ایک سی راے رکھو، اور جملہ امور مین متحد اللفظ رہو۔

۹۔ اور اُسقف اور بزرگون کی جماعت کے تابع رہ کر تم تماماً وکمالاً مقدس رہو۔

۱۰۔ ان باتون پر مین تمھین اس طرح ہدایت نہین کرتا گویا مین کوئی غیر معمولی شخص ہون، کیونکہ، گو مین اُس کے نام کی خاطر باندھا گیا ہون، تاہم، مین ہنوز مسیح یسوع مین کامل نہین ہون، بلکہ اب سیکھتا جاتا ہون، اور تم سے اس طور پر خطاب کرتا ہون کہ گویا شاگردی مین

---

[۵۱] یعنی اُنیسموس تمھارا نمایندہ ہی۔ پس جب اُس سے ملاقات ہوئی تو گویا تم سبھون سے ہو گئی ۱۲

[۵۲] ڈیکن ۱۲

تم میرے برابر ہو۔

۱۱- کیونکہ مجھے چاہیئے تھا کہ ایمان، ہدایت، صبر اور برداشت مین تمھارے ذریعہ متحرک ہوتا، لیکن چونکہ محبت مجھے تم سے خاموش نہین رہنے دیتی، اس لیے مین تم کو اول ہی نصیحت کرنے لگا تاکہ تم سب ملکر خدا کی مرضی کے مطابق چال چلو۔

۱۲- اس لیے کہ جس طرح باپ کے ارادہ نے یسوع مسیح کو بھیجا، جو ہماری غیر منقسم زندگی ہی، اُسی طرح یسوع مسیح کے ارادہ نے اُسقوفون کو اکناف عالم مین بھیجا اور متعین کیا ہی۔

۱۳- پس تم کو زیبا ہی کہ سب کے سب اپنے اُسقوف کی مرضی کے مطابق چال چلو، جیسا تم کرتے بھی ہو۔

۱۴- کیونکہ تمھارے بزرگون کی مشہور جماعت، جو خدا کے لائق ہی، تمھارے اُسقوف سے اسی طرح ملحق ہی جس طرح طنبورہ سے تار ملحق ہوتے ہین

۱۵- یونہی تمھارے اتفاق اور میل محبت سے یسوع مسیح کی حمد گائی جاتی ہی، اور تم مین سے ہر شخص اس نغمہ مین آواز ملاتا ہی۔

۱۶- تاکہ تم سب محبت مین ہم آہنگ ہو کر اور خدا کا گیت اُٹھا کر کامل اتحاد کے ساتھ ایک آواز سے، یسوع مسیح کے وسیلہ خدا کے آگے گاؤ، تاکہ وہ تمھارا گانا بھی سنے اور تمھارے اعمال سے بھی جان لے کہ تم درحقیقت اُس کے بیٹے کے اعضاء ہو۔

۱۷- پس تمھارے لیے یہ بھلا ہی کہ بے عیب اتفاق کیساتھ زندگی بسر کرو تاکہ خدا کے ساتھ بھی برابر تمھارا میل رہے۔

(باقی دارد)   **ایس ڈبلیو بٹلر**

عمر ز مآل خویش ماندم غافل / در وقت پسین شد انتباہی حاصل
افسوس! شدم ز خواب غفلت بیدار / وقتیکہ رسید کاروان بر منزل
حیرت زدہ، از پنبہ بگوشان مائیم / در دہر، ہم از خانہ بدوشان مائیم
از شور چہ پرسیم و چہ گوئیم ای وای / دانیم کہ در شہر خموشان مائیم

ذہن اور اُس کی تربیت

(مسز ایمس کرٹین کا لڑکیون سے خطاب)

ملک جرمنی کے نیرسے زنانہ مدارس کی ایک نئی سرکاری رپورٹ مین ڈاکٹر ولیسی نے جو ہانوبرین ایک مدرسے کے اعلےٰ افسر ہین حسب ذیل خیالات ظاہر فرمائے ہین:۔

بہت کم آدمیون کو اس مین شک ہوگا کہ عورتون مین اعلےٰ تعلیم کی قابلیت ہی لیکن مسئلہ حل طلب یہ ہی کہ یہ تمام اُن کے ذاتی فائدے کے لیے ہونا چاہیئے یا ایسی ہو جس سے تمام ملک جرمنی کو نفع پہنچے۔

وہی ڈاکٹر صاحب ایک جگہ پھر لکھتے ہین:۔

اس مین توشبہہ کی کوئی گنجایش نہین کہ عورتین بھی دماغی ترقی مین مردون کے برابر برابر پہنچ سکتی ہیں۔ البتہ یہ ایک دوسرا سوال ہی کہ اس سے اُنھین کوئی نفع بھی ہوتا ہے یا نہین۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہی کہ بہت سی عورتین اپنی دماغی تربیت سے جان بوجھکر غفلت کرتی ہین۔ اس سے خیال ہوتا ہی کہ شاید وہ خود اپنی ترقی کو اپنے لیے فائدہ مند نہین سمجھتین ڈاکٹر ولیسی اپنے شک کی کوئی وجہ نہین بتاتے، شاید ان کا یہ خیال ہو کہ عورتین تعلیم و تربیت مین پڑکر اپنے اصلی فرائض خانہ داری اور پرورش اطفال کے قابل نہ رہ جائین گی۔ اس مین توشبہہ نہین کہ جرمن عورتین خانہ داری کے کام، اگرچہ کچھ بے دلی سے، لیکن عمدگی اور کفایت کے ساتھ کرتی ہین۔ کام کرنے کی یہ صفت مزدوری پیشہ عورتون مین خاص کر پائی جاتی ہے۔ شہر برمنگھم سے تانبے کے کارخانے کے کچھ لوگ سنہ ۱۹۰۶ء مین گئے تھے، وہ وہان کی حالت بیان کرتے ہین:۔

لڑکے جو ادھر اُدھر گلیون، میدانون، اور احاطون مین کھیل رہے تھے اُن کی صفائی اور پھرتی دیکھکر ہم بہت خوش ہوئے۔ ہماری نظر سے ہزارون لڑکے گذرے لیکن کوئی

بھی ایسا نہ تھا جو صاف صورت ؤ تربیت چالاک نہ رہا ہو۔

وہی لوگ وہاں کے ایک چھوٹے سے ضلع میں ایک ابتدائی مدرسے کو دیکھنے گئے۔ اُس کے متعلق کہتے ہیں:۔

راستے میں یا اسکول کے اندر ہمیں کوئی لڑکا ایسا نہیں دکھائی دیا جو کمزور رہا ہو جس کے کپڑے پھٹے پُرانے رہے ہوں۔ یا جس میں پھرتی اور مستعدی نہ پائی جاتی ہو۔ مکان کی حالت بہت اچھی تھی۔ باورچی خانہ صاف ستھرا اور سب چیزیں قرینے سے رکھی تھیں اور باوجود اس کے کہ بعض چیزیں گران تھیں لیکن وہاں کے مزدوروں کو انگلستان والوں سے زیادہ کھانے کو مل جاتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ برلن میں مزدوروں کی کثرت بہت زیادہ ہے' اس پر بھی بعض آدمی خیال کرتے ہیں کہ جہاں کہیں آدمیوں کی کثرت ہوتی ہے وہاں بے آرامی اور بدانتظامی بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ اب اگر جرمن عورتوں کا یہ سلیقہ اور سگھڑپن دیکھکر وہاں کے مردوں جن کے آرام اور آسایش کا دارومدار انھیں عورتوں کی ذات پر ہے کسی ایسی چیز کا نام سُنکر جھجکیں جس سے یہ شبہہ ہوتا ہو کہ عورتوں کی حالت کچھ سے کچھ ہو جائیگی تو حقیقت میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ہمارے یہاں کا حال آدھا تیتر آدھی بٹیر کا سا ہے۔ امور خانہ داری بھی ہم اچھی طرح نہیں جانتے۔ خراج بھی ہم بہت ہیں اور کام کاج کرنے کی مستعدی ذرا بھی نہیں عمومًا مردوں کے برابر ہمیں تعلیم و تربیت بھی نہیں دلائی جاتی۔ جب حالت ایسی ہو تو یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ ہم کو کرنا کیا چاہیئے؟ کیا اس لیے کہ گھر بار کے کاموں میں زیادہ توجہ کریں اور جرمن عورتوں کی طرح اچھی عادتیں سیکھیں' ہمیں تعلیم و تربیت کی طرف خیال کم کرنا چاہیے؟ یا تعلیم و تربیت کو اور وسیع کردیں کہ اُس کی مدد سے گھر کے کام کاج بھی ہوں' لڑکوں کی نگہداشت بھی ہو' اور تھوڑا بہت وقت کسی اور مشغلے کے لیے بھی ملے۔ میری راے میں پیچھے ہٹنے سے آگے بڑھنا ہی اچھا ہوگا۔ خانہ داری کا علم' بجز اُن عورتوں کے جو ماما گیری کا پیشہ کرتی ہوں' فی نفسہ

کوئی چیز نہیں، یہ صرف ایک ذریعہ ہے جس سے خاندان کی یکجائی زندگی کو خوشی بہت آرام بخش بناتے ہیں۔ کھانا پکانا کپڑوں کی دیکھ بھال کرنا، مکان کی صفائی، ان کاموں کے علاوہ بھی اور بہت سی باتیں زندگی میں کرنی پڑتی ہیں۔ بچوں کی ابتدائی تربیت کے لیے ماں کو دس پانچ برس صرف کرنے ہوتے ہیں۔ اب اُس کی زندگی کا اور حصّہ بھی ہے جو کسی اور شغل میں کٹنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ لڑکوں کی سچی تربیت کے لیے خود اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ تعلیم ایک ایسی چیز ہے جس سے آدمی کو اپنی زندگی پر حکومت کرنی آتی ہے اور عورت کے لیے اپنی زندگی پر حاکم بنکر رہنا جتنا ضروری ہے اُس سے زیادہ شاید ہی کوئی چیز ضروری ہے۔ اب اگر عورتوں میں اس صفت کے پیدا ہونے کی ضرورت تسلیم کر لی گئی ہے تو پھر اُنھیں کچھ چیز ہی سمجھنا چاہیئے اور ملنے جلنے، رہنے سہنے، کام کاج کرنے کی، تھوڑی بہت آزادی اُنھیں ملنا چاہیئے۔

پاسکال صاحب نے اپنی ایک کتاب میں "انسان کی مصیبت" کے مضمون پر ایک عجیب خیال ظاہر کیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ آدمی کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ تنہا ہو اور اپنی ہی اُدھیڑبن میں لگا رہے۔ اس مصیبت سے بچنے کے لیے اُس کو یہ چاہیئے کہ اپنے آپ کو بھول جائے اور اپنے وقت کو، جو کم بھی ہوتا ہے اور قیمتی بھی، اور کاموں میں کاٹے کہ سوچنے اور فکر میں پڑنے کا موقع ہی نہ ملے۔ سیر و تفریح کی ابتدا بھی اسی خیال سے ہوئی ہے۔ یہ بات ثابت کرنے کے بعد کہ آدمی کے ہر قسم کے کام کرنے کا منشاء یہی ہے کہ سوچ بچار سے بچے، وہ کہتے ہیں۔

> میں اکثر بیان کر چکا ہوں کہ انسان کے رنج و فکر کی زیادہ تر وجہ یہی ہے کہ وہ تنہا ایک منٹ بھی رہنا نہیں چاہتا۔

اس کا سبب وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آدمی جب بیکار بیٹھتا ہے اور اپنے آپ کو اکیلا پاتا ہے تو اپنی فکر میں پڑجاتا ہے اور اُسے اس سے بچنے کی ترکیب نہیں آتی۔ یہ باتیں

تم کو مبالغہ معلوم ہوتی ہوں گی۔ اکثر تو یہ کہہ اُٹھیں گے کہ اس سے زیادہ خوشگوار اور کونسی حالت ہو گی کہ بے فکری کے ساتھ جوان آدمی اپنی آنے والی زندگی کا خواب دیکھیں اور بوڑھے اپنی گذری ہوئی عمر کا خیال باندھیں۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وقت گذاری کے سوائے اس سے اور بھی کچھ حاصل ہوتا ہے۔ کیا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ تم صرف اپنے متعلق سوچنا شروع کرو اور ادھر اُدھر کی فضول باتیں ذہن میں نہ آنے پائیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آدمی آتنی دیر تک بیکار بیٹھا رہے اور سستی نہ پیدا ہو؟ اور کیا واقعی کوئی نڈر ہو کر اپنی ذات اور اپنی زندگی کے آنے والے واقعات پر غور بھی کر سکتا ہے؟ سب سے پہلی چیز جو تمھیں اس کے لیے تیار کر سکتی ہے وہ "توجہ الی اللہ" ہے لیکن اس جگہ ایسی بڑی بڑی باتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے، اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ہماری زندگی کے ساتھ یہ لازم ملزوم ہیں۔ ہمیں یہاں اُن باتوں کو دیکھنا ہے کہ تعلیم یعنی دماغی تربیت سے ہم کس طرح اپنی زندگی کے مالک بن سکتے ہیں۔ عادت کی درستی، عقلی تربیت کا دوسرا درجہ ہے، تعلیم کی سب سے بڑی غرض یہی ہے۔ حالانکہ بعض آدمیوں کے اطوار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بقدر ضرورت لکھ پڑھ لینے کو، جس سے کہ زندگی کٹ جائے، تعلیم کا مقصد جانتے ہیں۔ تعلیم ایک قسم کی کل ہے جس سے علم حاصل ہوتا ہے اور یہ کل ہمیشہ صاف اور تیز رہنی چاہیئے۔ مدرسے جانے کی عمر ہی سے دماغی کاموں کی عادت ڈالنی چاہئے، کیونکہ اس کے بعد پھر یہ عادت بہت مشکل سے پڑتی ہے۔ اکثر بچوں کو اس طرح تعلیم دیجاتی ہے کہ وہ گویا دنیا میں رہتے ہی نہیں، یہ بہت خراب بات ہے۔ دُنیا اُن کی نظر میں بھول بھلیاں کی طرح ہوتی ہے جس میں انھیں گذرنا پڑتا ہے۔ بڑوں سے اُن کو کوئی سہارا نہیں ملتا۔ بہت سے آدمی تو تعلیم کو لڑکوں کی شرارت کے روکنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ تعلیم کے متعلق یہ غلط رویہ بھی چھوٹ سکتا ہے کہ سب اُستاد اور والدین سمجھ لیں کہ زندگی کے لیے تیار ہونے کا نام تعلیم ہے اُن کو چاہیئے کہ لڑکوں کو سمجھائیں کہ تعلیم زندگی کے واسطے کیونکر اور کس طرح تیار کرتی ہے۔ اگر لڑکے یہ دیکھنے کا

موقع پائین کہ بڑے بوڑھے تعلیم سے کیا فائدہ اُٹھا رہے ہین تو وہ بھی کچھ سمجھین گے کہ لکھنا پڑھنا کیسی اچھی چیز ہو اور جو لڑکے یہ دیکھین گے کہ خود اُن کے والدین، اُن کے بڑے بھائی، بڑی بہنین، سب کے سب اب تک علم حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہین اور لکھنا پڑھنا چھوڑا نہین، تو اُن پر بہت اچھا اثر پڑیگا۔

اچھی تعلیم سے جو جو دماغی صفتین پیدا ہوتی ہین، اُنھین مین "ذہانت" بھی ہو۔ جو لڑکیان اپنی زندگی مین کچھ کر کے دکھانا چاہتی ہین، اُن کے واسطے تو یہ ازبس ضروری ہو کہ ذہین ہون، سمجھدار ہون، اور طبیعت کی تیز ہون۔ اب یہان یہ سوچنا چاہیے کہ آدمی کو کاہل کون بنا دیتا ہو؟ فی الحقیقت یہ کوئی اور چیز نہین، بلکہ وہ اُس کی طبیعت ہو۔ اگر آنکھون پر پردہ پڑا نہو، تو آدمی سب کچھ دیکھ سکتا ہو کہ فلانی چیز اچھی ہو یا بُری، یا فلان آدمی کیسے ہین اور اُن مین کیا کیا خوبیان ہین۔ لیکن ہمیشہ یہ نہین ہوتا کہ آدمی جتنا دیکھنے مین تیز ہو اُتنا ہی ذہین بھی ہو۔

اُوپری تیزی اور چالاکی، کسی کام مین دل سے ہاتھ نہین لگانے دیتی۔ ایک لائق آدمی کا بیان ہو کہ بے اعتدالی ایک بڑا بھاری نقص سا ہو۔ بہت سے آدمی دنیا مین ایسے بھی موجود ہین جو بالکل مُردہ بدست زندہ رہتے ہین۔ اُن کے صرف چند مشغلے ہوتے ہین اور اُنھین کو وہ اپنی زندگی سمجھتے ہین۔ جس دن تعطیل ہوتی ہو، اور اُنھین کچھ کام نہین ہوتا یا جس وقت اُنھین بھوک پیاس نہین ہوتی، تو دُنیا اُن کے لیے مُردہ ہوتی ہو۔ گویا یہی دو ایک اُن کے کام ہین اور جب یہ کام بھی نہین ہوتے تو پھر اُنھین دُنیا سے کچھ مطلب نہین رہتا۔ یہ ضرور ہو کہ ہر شخص کی طبیعت یکسان نہین ہوتی۔ کچھ تو انسان دوست ہوتے ہین، کچھ قدرت کے عجائبات کے دیکھنے بھالنے کا شوق رکھتے ہین اور کچھ کتابون کے پڑھنے پڑھانے کو سب سے اچھی چیز سمجھتے ہین۔ اگر اسی طرح تم کو بھی کسی بات کا زیادہ شوق ہو تو بُری بات نہین لیکن اسی کے بالکل پابند نہ بن بیٹھو۔ بلکہ آگے بھی بڑھو، جو چیزین نگاہ سے گذرین اُن پر غور کرو۔ اکثر سنا ہو کہ سفر کرنے، کتابون کے دیکھنے بھرنے پھرانے مین کبھی کبھی تو ایک ذراسی بات سے بھی آدمی کو

بڑی بڑی باتین معلوم ہوجاتی ہین۔ نئی نئی باتین جانتے رہنے سے شوق بھی بڑھتا جاتا ہے اور پھر اس مین عجیب لطف ملتا ہے۔

گرد و پیش کی چیزون پر غور کرنے کی عادت اُستادون کو اپنے شاگردون مین پیدا کرنی چاہیئے لیکن طبیعت کا لگاؤ شرط ہے۔ بعض والدین اور مدرسون کا شیوہ ہے کہ لڑکون پر جبر کرتے ہین۔ ایسا نکرنا چاہیئے۔ انھین ضرورت سے زیادہ مت سمجھاؤ اور اُن سے اس قسم کی باتین بھی مت کرو جو کم سن لڑکون کی سمجھ سے باہر ہون۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جن چیزون کا ہم کچھ دھیان نہین کرتے لڑکے اُن پر خیال دوڑاتے ہین اور جن چیزون کو ہم معمولی سمجھتے ہین اُن کے متعلق لڑکے دریافت کرتے رہتے ہین۔ جب کبھی ایسا ہو تو ہمین اُن کا شوق اور بڑھانا چاہیئے اور باتون باتون مین مطلب کی بات بھی کہہ دینا چاہیئے۔ لیکن دوسرون کو جتانے کے ساتھ ہمین خود بھی اپنے دماغ اور ذہن کو تازہ رکھنا چاہیئے۔ ایسا کبھی نہو کہ قناعت کرکے دماغی ترقی کا راستہ ہی بند کردیا جاے۔

ذہن کی تیزی کے ساتھ سوال کرنے کی عادت بھی پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم کوئی چیز دیکھتے ہین تو یہ بھی معلوم کرنا چاہتے ہین کہ یہ کیا ہے؟ لڑکے اکثر اس طرح کے سوال کرنے سے اس واسطے روک دیئے جاتے ہین کہ یا تو بڑے بوڑھے خود جاہل اور ان پڑھ ہوتے ہین کہ جواب نہین دے سکتے اور یا یہ ہے کہ وہ ان کے سوال کو ایک مصیبت کی چیز سمجھتے ہین۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ جب لڑکے بے عقلی سے کوئی سوال کرین جو موقع و محل کے خلاف ہو، تو روک دو لیکن انھین یہ بھی جتلا دو کہ فضول باتون کا جواب نہین دیا جاتا۔ سوال کرنے کے معنی یہی نہین ہین کہ کوئی نہ کوئی آدمی اُن کا جواب ضرور ہی دے۔ ہم خود اپنی طبیعت سے سوال کرسکتے ہین اور پھر آپ ہی آپ جواب بھی دے سکتے ہین۔ کسی معاملہ کا جھوٹ سچ دریافت کرنے کے لیے بھی سوال کرنے پڑتے ہین۔ ہمین اس بات کی عادت ڈالنی چاہیئے کہ کوئی چیز بھی، جسے ہم نہین جانتے نگاہ سے سرسری نہ گذرنے پائے۔ پڑھنے کی کتاب مین بھی کوئی لفظ ایسا آجائے جو ٹھیک

نظر سے نہین گذرا تو جبتک اس کے معنی دریافت نہ کرلو آگے نہ بڑھو۔ کسی شہر یا دریا
کا نام دیکھو تو یہ بھی پتہ چلاؤ کہ یہ کہان اور کس ملک مین ہی۔ اِس طرح تمھارے علم مین
بھی ترقی ہوگی اور حافظے مین بھی۔

دو باتین ضروری ہین۔ پہلے یہ کہ جس چیز کی بابت سوال کرنا ہو اُس کا ٹھیک
طرح سے اندازہ کرلو اور پھر سوچکر اسے دریافت کیسے کرنا چاہیے۔ اس سے مطلب
یہ ہو کہ سوال بھی کیا جائے تو سلیقے سے۔ دنیا کی بڑی بڑی چیزین اُنھین لوگون نے نکالی
ہین جو باتون کو قاعدے اور قرینے سے پوچھنا جانتے تھے۔ وہ اپنی مشکلون سے بھی
ناواقف نہ ہوتے تھے اِس لیے وہ ایک ایسا جامع سوال کرسکتے کہ اس کے جواب
مین مطلب بالکل صاف ہوجاتا تھا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سوال ایسے بیہودہ
نہون کہ سُننے والے کو اُلجھن ہو۔ کسی عجیب چیز کا کھوج لگانا اور بات ہی اور فضول باتین پوچھتے
رہنے کی عادت اور ہی۔

چیزون کے دیکھ لینے اور تعجب کرنے سے کچھ نہین ہوتا۔ یہین تو کچھ کرنا چاہیے
اور جو کچھ دیکھین یا سنین اس کی اصلی حالت بھی دریافت کرنا چاہیے اور اپنی طبیعت
سے بھی نکالنا چاہیے۔ سوال کرنا اور جواب پر کان نہ لگانا بھی کچھ کام کا نہین۔ روزمرہ
جو کچھ ہماری نظر سے گذرتا ہی اگر ہم اُسی پر دھیان رکھین تو وقت کی بہت بچت
ہوسکتی ہی۔ متوجہ ہونے کی پہلی شرط یہ ہی کہ اُس کام سے دلچسپی اور لگاؤ بھی ہو۔ لیکن بہت
سے آدمی ایسے بھی ہین جو کسی چیز پر دھیان رکھنا جانتے ہی نہین۔ کوئی وعظ ہو رہا ہو
یا لکچر، یا کوئی کتاب پڑھی جا رہی ہو، اُن کا خیال کہین اور ہوتا ہی۔ وہ سمجھتے ہین کہ ہم
تمام باتین سُن رہے ہین۔ لیکن جو کچھ سُنتے یا دیکھتے ہین اُس کا مطلب اُن کے ذہن
مین نہین آتا۔ اُن کا خیال اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہی۔ طبیعت منتشر ہوتی ہی اور وہ اسے
قابو مین نہین رکھ سکتے۔

آدمی کو دماغ کے یکسو رکھنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔ پھر جب کوئی کام آپڑیگا
تو اس سے بہت فائدہ پہنچیگا۔ جو کام کرو محنت سے کرو۔ اور کام کرتے وقت دھیان نہ بٹاؤ

یہ عادت پیدا کرنے کے لیے حساب کی مشق کرنا بہت فائدہ مند ہی۔ طبیعت ٹھکانے نہ ہو تو حساب کا ایک معمولی سوال بھی کوئی نہین کر سکتا۔ تعلیم کا زمانہ ختم ہونے کے بعد بھی مشق جاری رہے تو اچھا ہی کہ آدمی کو مصروفیت اور یکسوئی کے ساتھ کام کرنے کی عادت پڑی رہے۔ کسی نئی زبان کا سیکھنا، یا کسی نئی کتاب کا اس طرح پڑھنا کہ اُس کے ایک ایک نقطہ اور ایک ایک فقرے کا مطلب سمجھ مین آ جاے، دماغی تربیت کے لیے بہت مفید ہی۔ اِس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ کام کرنے کی عادت بھی پڑ جائے گی اور پھر جس چیز کا علم ہوگا وہ بالکل صحیح اور سچا ہوگا۔ حساب، یا کسی دوسری زبان کے ترجمے مین غلطی کی کوئی گنجائش ہی نہین رہتی۔ جب ہم دو آدمیون کو دیکھتے ہین کہ ایک کی راے بہت درست اور سچی ہوتی ہی اور دوسرے کی کم، تو تعجب ہوتا ہی۔ اور اس مین جھوٹ بھی نہین کہ بعض آدمیون کا قیاس اورون سے اچھا ہوتا ہی، لیکن حقیقت مین یہ بات، تربیت، پر منحصر ہوتی ہی۔ جن آدمیون کی طبیعت مین غور کرنے کا مادہ نہین ہوتا اُنھین سے غلطیان بھی ہوتی ہین۔ جو لوگ توجہ کے ساتھ کچھ سنتے نہین اور ہر وقت خیالی قلعے بنایا کرتے ہین جو کسی چیز کی نسبت صحیح راے نہین قایم کر سکتے۔ اِسی طرح جن لوگون کو بات چیت بھی ٹھیک طرح سے کرنا نہین آتی وہ اپنا مطلب ٹھیک ٹھیک کیسے بتا سکتے ہین۔ یہ تو بہت اچھی بات ہی کہ آدمی اپنے اس نقص کو معلوم کرکے اُس کے دُور کرنے کی کوشش کرے لیکن ایسا بہت کم کیا جاتا ہی۔ بلکہ اصلاح کرنے کے عوض یہ ثابت کرنے مین ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہی کہ ہم مین نقص ہی نہین، اور اگر ہی بھی تو اتنا، جتنا اورون مین بھی ہوتا ہی۔ ہر وقت اور ہر موقع پر اپنی ہر ایک بات کی ترجیح کرنا اور لوگون کو اُس کے صحیح ماننے پر مجبور کرنا بہت بُری بات ہی بلکہ ایک طرح کی دُھوکہ بازی ہی۔

صحیح الراے ہونے کے یہ معنی بھی نہین کہ بے شرمی کے ساتھ ہم دوسرون کے خیال اور راے کو ٹھکرا دین بلکہ ہر چیز کی نسبت ہمین اپنی ذاتی راے قائم کرنی

چاہئیے۔ شاذ و نادر کوئی ہوگا جو اپنی قوت خیال کو ٹھیک کرتا اور اُس سے کبھی کام لیتا ہو
لوگ خود تو اپنی طبیعت مین غور کرنے کی عادت نہین کرتے اور ہمیشہ ادھر اُدھر
دھیان دوڑایا کرتے ہین۔ تمھارا کام ہو کہ جو بات کسی سے سُنو یا کتاب مین پڑھو
اُس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور پھر جب سمجھ لو تو اُسی بنیاد پر اپنی ذاتی راے قایم کرو۔
ہان اس کی کوئی ضرورت نہین کہ دُنیا بھر کی چیزون کے متعلق تمھاری کچھ نہ کچھ راے
ہونی چاہئیے۔ جو راے تجربہ، علم اور عقل کی بنا پر ہوئی ہو وہ کچھ چیز ہوتی ہو بہت
سی باتین ایسی بھی ہوتی ہین جن مین قابل اعتبار آدمیون کی راے تسلیم کرنی پڑتی
ہو۔ بعض باتین ایسی ہوتی ہین جن مین آدمی کو کچھ دخل ہی نہین ہوتا۔ اُن کی بابت
راے قایم نہ کرنا ہی اچھا ہوتا ہو۔ ہان تھوڑے بہت اور ایسے ضرور ہوتے ہین،
جن کے متعلق ہمین اپنی ذاتی راے قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے! اور یہ
راے ایسی ہو کہ جب تک کوئی خاص بات اُس کے بدلنے پر مجبور نہ کرے اس پر
مضبوطی سے جمے رہین۔

غور و فکر کرنے کی عادت قوت متخیلہ پر جاکر ختم ہوتی ہو۔ صرف یہی جاننا کافی نہین
ہوتا کہ فلان بات ایسی تھی۔ بلکہ اُسے اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہئیے۔ ہم تاریخ مین
پُرانے واقعات پڑھا کرتے ہین اور اپنے زمانے مین بھی جو کچھ گذرتا رہتا ہو دیکھتے
رہتے ہین لیکن کوئی اس کا خیال نہین کرتا کہ یہ کچھ کام کی بھی چیز ہین یا نہین۔ سائنس
کے عجائبات کا حال اکثر پڑھنے مین آتا ہو لیکن دل پر کوئی اثر نہین ہوتا۔ گویا اُنھین
ہم سے کوئی علاقہ نہین۔ ہم خیر سے بسم اللہ کے گنبد مین ہین وہان سے باہر آتے
نہین اور صرف اُن چیزون کا دھیان کرتے ہین جو اُسی دائرے کے اندر ہی اندر
ہوتی ہین۔ تم چھوٹے بچون کی عادت سے واقف ہوگی کہ وہ کس طرح اپنے واسطے
ایک نئی دُنیا بناکر اپنی دلچسپی کا سامان اکھٹا کرلیتا ہو اُس کے آس پاس مٹی
کے جو کھلونے پڑے رہتے ہین اُن مین بھی وہ گویا جان ڈالدیتا ہو۔ بعض لوگ اس
صفت سے ایسے عاری ہوتے ہین کہ نہ اُنھین اپنے آمنے سامنے کی چیزون

علم ہوتا ہو نہ اُن چیزون کی حقیقت جانتے ہین '' اور نہ اپنے ساتھیون کے
حالات سے آگاہی ہوتی ہو - عقلمند اُستاد اپنے شاگردون کے سامنے ہر واقعہ
کی حقیقت کھول کر رکھ دیتا ہو کہ پُرانے زمانے کے آدمی بھی ایسے ہی تھے
جیسے ہم تم '' اور تاریخی واقعات کا سلسلہ اب تک قایم ہو - جو اخبار نویس یہ
بتاتا ہو کہ نئے واقعات کے سمجھانے کے واسطے اُسے بھی ایک طرح سے اُستاد
بننا پڑتا ہو وہ بھی یہی کہے گا کہ غریب لوگ ' مزدور ' سپاہی '' اور یہان تک کہ
بادشاہ و وزیر بھی جن کی خبرین اُس کے اخبار مین آئے دن نکلتی رہتی ہین '
ہمارے جیسے آدمی ہین - یہ سچ ہو کہ شروع شروع مین اُستاد ہی سب کچھ سکھاتا
ہو لیکن قوت متخیلہ ایک ایسی چیز ہو جسے ہم خود پیدا کر سکتے اور قایم رکھ سکتے ہین -
خودغرضی سے بچنے اور اس عظیم الشان دُنیا مین رہتے ہُئے کا یہ سب سے
بڑا سہارا ہو -

تمھین تعجب ہوگا کہ مین نے قوتِ حافظہ کا ذکر پہلے نہین کیا - یہ اُس دماغی طاقت
کا نام ہو جس کو ہر کس و ناکس سب سے زیادہ کارآمد سمجھتا ہو - لیکن میرا خیال ہو کہ
اُس کی تعریف مین مبالغہ بہت کیا جاتا ہو - حافظہ کئی قسم کا ہوتا ہو - اِن مین سے
زبانی حافظہ سب سے زیادہ مشہور ہو - بے شک یہ ایک کارآمد اور خوشگوار نعمت
ہو - لیکن کبھی کبھی اس سے تکلیف بھی پہنچتی ہو - زبانی یادداشت جب اعلےٰ درجہ
کی ہوتی ہو تو آدمی کا دماغ ٹھُوس ہو جاتا ہو اور اُس مین تازگی اور جدّت باقی
نہین رہجاتی - جو خوش نصیب اس نعمت کا مالک ہوتا ہو وہ اسی کو سب کچھ
سمجھتا ہو اور اس طرح اس مین کاہلی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہو اور اس کی دوسری
دماغی قوتین بڑھنے سے رہ جاتی ہین - یہ ہرگز نہ سمجھو کہ اس قسم کی یادداشت قوتِ
حافظہ کی سب سے اچھی اور سب سے کارآمد قسم ہو - حافظہ بڑھانے کے لیے
یہ اُمید فضول ہو کہ رٹنے سے مطلب حاصل ہو جائیگا - پروفیسر ولیم جیمس کو اسکا
یقین تک نہین ہو تا کہ طوطے کی طرح رٹ لینے سے حافظے کو کچھ قوت بھی پہنچتی ہو -

اُن کا بیان ہے کہ یہ خیال نہایت غلط ہے کہ "رٹنے سے حافظے مین ترقی ہوتی ہے"۔ زبانی یاد کر لینے کی عادت ڈالنے سے یہ ضرور ہوتا ہے کہ اشعار اور نظمین کسی قدر آسانی سے ازبر ہو جاتی ہین اور بس۔ یہی حال اور چیزون کا ہے۔ بے شک بانی یاد کرنے کی عادت اچھی ہے لیکن جس لڑکی کو اتنا بھی یاد نہین رہتا کہ اس کو کیا کرنا ہے، یا ماں نے کس کام کے لیے کہا ہے، یا جس کو کتاب پڑھتے ہی پڑھتے اصل مضمون بھی بھول جاتا ہو، اُس کا خالی رٹنے سے کیا کام نکل سکتا ہے۔

(باقی آیندہ)

زندگی

زندگی سے ہے بہارِ زندگی — رات دن ہے انتظارِ زندگی
سیر کر گلہائے رنگا رنگ کی — پُر فضا ہے لالہ زارِ زندگی
جان صدقے، دل تصدق، جی نثار — جلوہ گستر ہے نگارِ زندگی
کارکن شاکر سا ہو تو کیون نہ ہو — ٹھیک سارا کاروبارِ زندگی
بعض ہین مایوس اِسکی زیست سے — بعض کو ہے اعتبارِ زندگی
جبتک اُسکی ہو رضا زندہ رہے — ہے خدا کو اختیارِ زندگی
حُبِ قومی کی بھڑک اُٹھیگی آگ — ہے اگر باقی شرارِ زندگی
رُوح ہو روحانیت کی، جان دین — زندگی ہے اشتہارِ زندگی
مردگی سے جس کو ہو نفرت کمال — کیون نہ ہو وہ جان نثارِ زندگی
آؤ رکھین زندگی کو برقرار — تن مین ہے جب تک قرارِ زندگی

ہو ہمیشہ ذات جی دلایوت
یا ورو والی دیارِ زندگی

برائی کی جڑ

یا ڈراما جس مین ہندوستانی مسیحی جماعت کے رسوم و طریق معاشرت کا نقشہ کھینچا گیا ہی

دوسرا ایکٹ

چوتھا سین - پادری کرشن راؤ کے مکان کا ایک کمرہ۔

مس ڈیزی کرشن راؤ آرام کرسی پر بیٹھی ناول خوانی مین
معروف ہی۔ پڑھتے پڑھتے ناول کو نیچے رکھدیتی ہے۔

ڈیزی (خود بخود) کچھ شک نہین کہ ناول نویس انتہائی درجہ کے دلچسپ ہوتے ہین۔ اُن کے ہیرو اور ہیروئن ایسی نادر الوجود ہستیان ہوتی ہین، جو روے زمین پر کہین ڈھونڈھے نظر نہ آئین گی۔ مین نہین سمجھ سکتی کہ ان بے وقوف ناول نویسون کے دماغ و تخیلات کے سوا کہین اور بھی ایسی ہستیونکا وجود ہی۔ "شادی دو روحون کے درمیان ایک روحانی رشتہ ہی" بھلا کون کہہ سکتا ہی کہ یہ نظریہ صحیح و درست ہی۔ روح کو شادی سے کوئی تعلق نہین۔ تاہلانہ زندگی کو لوگ محض اپنی آسایش کے لیے اختیار کرتے ہین۔ آسمان مین نہ بیاہ ہوتا ہی اور نہ بیاہے جاتے ہین۔ بائبل کی یہی تعلیم ہی، اور اس پر بھی ہمارے مذہبی پیشوا شادی کو دو روحون کے درمیان روحانی رشتہ قرار دیتے ہین۔ یہ وہ دقیانوسی فلاسفی ہی جس کو آج کل کے ترقی یافتہ زمانہ مین کسی طرح قبول نہین کیا جا سکتا۔ (مس ڈیزی کرشن راؤ اٹھکر ادھر اُدھر ٹہلتی ہی) ہماری جماعت مین کس قدر لوگ ایسے موجود ہین جنھون نے محض روپیہ پیسہ کے لحاظ سے شادیان کی ہین۔ کیا اُنھون نے کبھی کسی "روحانی رشتہ" کا خیال کیا؟ ہرگز نہین روپیہ مین بڑی طاقت ہی لیکن اگر کسی حد تک مجھے روپیہ کی طاقت کا اندازہ ہوتا تو مین کہہ سکتی ہون کہ مسٹر رام کرشن آئر کو ابھی کئی ہفتون تک کسی محبت کرنے والی

بیوی کی ضرورت نہیں - اور اس کے بعد؟ .... ذرا للی کی طرف ہی دیکھو-
وہ کہتی تھی کہ ای ایم سی کا سکرٹری اس سے شادی کرنے پر آمادہ ہے - مگر اُس کا
کہیں پتہ نہیں - اب جس قدر مجھے اپنے مسٹر رام کرشن آئر بننے کا یقین ہے اسی قدر اس
بات کا بھی یقین ہے کہ وہ مسز ناکم پلائی بنے گی -

[ارنسٹ ایک کھلی ہوئی چٹھی لیے کمرہ میں داخل ہوتا ہے]

ارنسٹ - ڈیرسی! جوئی نے لکھا ہے کہ وہ آیندہ ماہ میں بھی نہ آئیگا - وہ اپنے امتحان کے نتیجہ کے
لیے ابھی وہاں ہی قیام کریگا -

ڈیزی - اس کو گئے ہوئے نو مہینے گزر گئے - میں نہیں کہہ سکتی کہ اس کا واپس آنے کا ارادہ
ہے بھی کہ نہیں - تم جانتے ہو کہ وہ ایک یوریشین خاندان میں ٹھہرا ہوا ہے -

ارنسٹ - نہایت شرم کی بات ہے کہ والدہ کے انتقال کی خبر کے بعد بھی وہ نہیں آیا - وہ کہتا ہے
کہ اُس کو چھٹی نہیں ملی - یہ عذر لنگ ہے - کچھ تعجب نہیں کہ وہ ان دنوں کسی یوریشین بیوی
کے ساتھ رہتا سہتا ہو -

ڈیزی - تو اس میں کون برائی ہے - ہماری جماعت متفرق اور مختلف ملتوں اور گروہوں
کا مجموعہ ہے، اگر جوئی بھی ایک اور یوریشین لڑکی کو ہماری جماعت میں لے آئے گا تو
اس سے کوئی نقص پیدا نہ ہوگا - میں آج ہی اُس کو ایک چٹھی لکھکر مشورہ دونگی - کیا گذشتہ
شام مسٹر رام کرشن آئر سے تمھاری ملاقات ہوئی؟

ارنسٹ - ہاں - وہ کہتے تھے کہ اُن کے تبادلہ کی تجویز ہو رہی ہے - تاہم غالباً وہ جلدی
مدراس کو نہ چھوڑیں گے - ڈیزی! مجھے تعجب ہے کہ تم نے کیونکر اُس شخص سے محبت کی - وہ
نہایت عجیب آدمی معلوم ہوتا ہے -

ڈیزی - اور گویا تم تو نہایت حسین ہو - ذرا آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھو، تب تمھیں اپنی
اچھائی معلوم ہوگی - "جو شخص شیشے کے مکان میں رہتا ہو، اُس کو دوسروں پر
پتھر نہ پھینکنا چاہیے"

ارنسٹ - میں اس سے بدرجہا بہتر ہوں - ذرا اس کا سر دیکھو، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا نصف

پونڈ کی ایک بد وضع ڈبل روٹی ہے اور ....

ڈیزی۔ مگر وہ سر دماغ سے پُر ہے۔ اور تمھارا سر بالکل خالی ہے۔

ارنسٹ۔ اُس کے ساتھ شادی کرنے سے تمھاری اولاد بھی ایسی ہی خوبصورت ہوگی۔

ڈیزی۔ بس، خاموش۔ گدھا کہین کا۔ مین پاپا سے کہون گی کہ تو سگرٹ پیتا ہے۔ یاد رکھ میرے پاس وہ خط محفوظ ہے جو تو نے فلان لڑکی کو لکھا تھا۔ یہ بھی مین پاپا کو دکھاؤنگی۔

ارنسٹ۔ نہین ڈیزی بوا۔ مین تو مذاق کر رہا ہون۔ افسوس ہے کہ تم لڑکیان مذاق کو نہین سمجھتی ہو۔ مین تمھارے لیے ایک بہت عمدہ چیز لاؤنگا جسکو تم ضرور پسند کرو گی۔ (سگرٹ سلگا کر باہر نکل جاتا ہے)

[مسٹر مانکم پلائی کمرے مین داخل ہوتے ہین]

مسٹر پلائی۔ کیا پادری صاحب مکان پر ہین۔

ڈیزی۔ جی ہان، وہ غسل کر رہے ہین۔ آپ تشریف رکھئے۔

مسٹر پلائی۔ امید ہے کہ مسٹر رام کرشن آئر مزے مین ہونگے۔

ڈیزی۔ جی ہان، شکریہ۔ للی بھی یقیناً خوش ہوگی۔

مسٹر پلائی۔ کیا آپ کو للی کے معاملات سے زیادہ دلچسپی ہے؟

ڈیزی۔ اسیقدر جتنی آپ کو مسٹر رام کرشن آئر سے ہے۔

مسٹر پلائی۔ خیر، آپ خفا نہون۔

ڈیزی۔ جی نہین، آہین خفگی کی کون بات ہے۔ (دوسری طرف مخاطب ہو کر) بیچاری للی ایسے بدتہذیب آدمی کی بیوی بننے والی ہے۔ افسوس (کمرے سے باہر نکل جاتی ہے)۔

[مسٹر پلائی ایک اخبار اُٹھا کر پڑھنے لگتے ہین کہ اتنے ہی مین پادری صاحب آجاتے ہین]

پادری صاحب۔ آہا، سلام۔ کہئے، اتنے دن تک آپ کہان غائب رہے؟

مسٹر پلائی۔ اول تو مین بخار مین مبتلا رہا۔ مزید برآن مین نے آپکو تکلیف دینا بھی نامناسب خیال کیا کہ حال ہی مین مسز کرشن راؤ نے انتقال کیا ہے۔

پادری صاحب۔ ہان۔ مگر کیا کیا جائے جس کا کچھ چارہ نہین اُسکو برداشت ہی کرنا چاہیے۔ بیشک ایک اچھی بیوی جدا ہوگئی۔ مگر اسکے لیے رونے سے اب کیا حاصل ہے مجھے امید ہے کہ اپنے خاص معاملات مین آپکو بہت کچھ کامیابی ہوگی

مسٹر پلائی۔ کوئی خاص کامیابی تو نہیں ہوئی۔ دو تین مرتبہ مین نے مس نادر کو گرجہ مین دیکھا ہے۔ وہ ایسی نظرون سے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے کسی جنگلی اور وحشی کو دیکھتے مین۔ بہر حال مین نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو مین اُس سے شادی کرونگا

پادری صاحب۔ مین نے سنا ہے کہ وہ وائی ایم سی اے کے جوان سکرٹری پر مرتی ہے کیا یہ درست ہے؟

مسٹر پلائی۔ ہان کسی قدر سچائی تو ہمین ہے۔ مین نے خود ان دونون کو مسٹر نادر کے خانہ باغ مین دیکھا اُن دونون کی ملاقات ہونیوالی ہی تھی کہ مین درمیان مین آگیا اور اُنکا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔

پادری صاحب۔ مین سمجھتا ہون کہ شاید وہ رومیو اور جولیٹ کیطرح خود ہی اپنا راستہ صاف کرلیجاتے ہین

مسٹر پلائی۔ کیسی رومیو اور جولیٹ کو تو مین نے وہان دیکھا نہیں۔ البتہ دو مضبوط آدمیون کو ضرور دیکھا جنھون نے نہایت بیدردی کے ساتھ مجھپر ہاتھ ڈالا تھا۔

پادری صاحب۔ (ہنسکر) اچھا۔ آپ پر وہان کیا گزری؟

مسٹر پلائی۔ کوئی خطرناک واقعہ پیش نہین آیا۔ ہان یہ ضرور ہوا کہ اتنی جلدی مین گیا نہین تھا، جتنی جلدی واپس کیا گیا۔ مسٹر کرشن راؤ آپ جانتے ہین کہ مین ایک شریف آدمی ہون۔ مجھے امید ہے کہ اگر وائی ایم سی اے کا سکرٹری اپنی ہڈی پسلی کی خیر منا تا ہے تو میرے مُنھ نہ لگیگا۔ آپ کی دانست مین کیا اُن لوگون نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا؟

پادری صاحب۔ ہرگز نہین۔ مگر آپ وہان گئے ہی کیون؟

مسٹر پلائی۔ کیا آپکا یہ مطلب ہے کہ میرا وہان جانا بد تہذیبی مین داخل ہے؟

پادری صاحب۔ نہین نہین۔ بلکہ اُن لوگون کا آپ کو اس طرح سے واپس کرنا!

مسٹر پلائی۔ ہان۔ دو آدمی مجھ سے لپٹ گئے اور دیوار پر سے مجھے اسطرح پھینکا گویا مین میلے کپڑون کا ایک بقچہ ہون۔ خیر میرا نام پلائی ہے تو مین بھی اس کا مزا ان لوگون کو چکھادونگا۔ مسٹر کرشن راؤ اب خواہ کچھ ہی ہو مین اُس مغرور لڑکی کو اپنی بیوی بنا کر چھوڑونگا۔

پادری صاحب۔ شاباش مسٹر پلائی! شاباش! مین صدق دلی کیساتھ آپ کی کامیابی کے لیے دست بدعا ہون۔ آپ نہین جانتے ہین کہ ذاتی طور پر مجھے بھی اس معاملہ سے کسقدر دلچسپی ہے اگر مسٹر نادر کی لڑکی سے آپکی شادی ہوگئی تو اُن لوگونکے مقابلہ کیلیے ایک بات میرے ہاتھ آجاےگی۔

مسٹر بلائی۔ کیونکر؟

پادری صاحب۔ آپ جانتے ہین کہ مسٹر نادر کی لڑکی ایک طرح پر ہماری ڈیزی کی رقیب ہے۔ چونکہ مسٹر رام کرشن آنند میری لڑکی سے شادی کرنیوالے ہین اسوجہ سے آجکل وہ لوگ بیحد رشک و رقابت سے ڈیزی کو دیکھتے ہین۔ ان لوگونکی اب یہ کوشش ہے کہ للی کیلیے رام کرشن آنند سے بہتر کوئی شخص ملے لیکن مین چاہتا ہون کہ اُن کی کوششونکا فوراً خاتمہ ہو جائے۔ اسمین شک نہین کہ روپے پیسے کے لحاظ سے آپ بہت اچھے ہین لیکن تعلیم کے لحاظ سے رام کرشن آنند کو آپ پر فوقیت ہے۔ یہی وہ سالہ ہے کہ مین ان لوگونکے خلاف جمع کرنا چاہتا ہون۔ اب آپ کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اس شادی کیلیے جو کچھ میرے امکان مین ہے اس سے مجھے ہرگز دریغ نہوگا۔

مسٹر بلائی۔ مجھے آپ کے ذاتی مقاصد سے کوئی واسطہ نہین ہین صرف یہ چاہتا ہوں کہ مس نادر بہت جلد مسز مانکم بلائی بنجائے۔ اس سے غرض نہین کہ وہ اس رشتہ کو پسند کرتی ہے کہ نہین۔

پادری صاحب۔ خیر، جو کچھ مجھ سے ہوسکیگا، مین ضرور کرونگا۔ ابتک مین بہت کچھ کوشش کرچکا ہون مسز نادر، بلکہ مسٹر نادر بھی اس انتظام سے اب خوش معلوم ہوتے ہین۔ مجھے امید ہے کہ مین بہت جلد آپ دونون کی رسم نکاح کو ادا کرونگا۔

مسٹر بلائی۔ اس کیلیے مین آپکا شکریہ ادا کرتا ہون۔ کاش یہ اُمید جلد پوری ہو۔ کیا اس اثناء مین کوئی اور کام بھی میرے کرنیکا ہے

پادری صاحب نہین۔ ابھی نہین۔ میرے اشارہ کے منتظر رہو۔ جو کچھ آپکو کرنا ہے، وہ آپکو بتا دیا جائیگا۔

مسٹر بلائی۔ بہتر۔ مین انتظار کرونگا۔

پادری صاحب۔ یقیناً تم فتحیاب ہوگے۔ یاد رکھو، دنیا مین کوئی ایسی عورت نہین جسکا دل کسی آدمی کے ضبط و تحمل سے نہ پگھل گیا ہو۔

مسٹر بلائی۔ اوہ! اگر آپ فرمائین تو مین برسون تک انتظار کرسکتا ہون لیکن اس معاملہ مین زیادہ دیر نہونی چاہیئے مبادا کوئی اور شکاری اسکو چانس سے جائے۔

پادری صاحب۔ مین ایک دو دن مین اُن لوگون سے ملونگا۔ تب دیکھونگا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اسوقت مین ایک میٹنگ مین جانے والا ہون۔ آپ بھی اُدھر ہی جاتے ہون تو آیئے، تھوڑی دور کا ساتھ ہی سہی۔

[دونون جاتے ہین]

(باقی آئندہ)

"بلشم"

فیلڈ مین کام کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔شاباش!

بمبئی کی ویسلیئن میتھوڈسٹ کلیسیا ہو نے انیس ہزار روپیہ کی لاگت سے ایک عمارت فوجی سپاہ کے لیے تعمیر کرائی ہے۔حال مین لارڈ و لیڈی ولنگڈن نے اس کی رسم افتتاح ادا کی +

امریکہ کی ینگ ومینس کرسچن ایسوسی ایشن نے جنگی امداد کے لیے چالیس لاکھ ڈالر جمع کرنے کا تصفیہ کیا ہے - اس مین سے دس لاکھ ڈالر یورپ مین صرف ہون گے اِس وقت ۴۹ مقامات مین ۷۰ زنانہ سکرٹری کام کر رہی ہین - روس، فرانس اور انگلستان مین مزید ۲۰ سکریٹریون کی ضرورت ہے +

خوشی کی خبر ہے کہ اے صاحب مسٹر اے سی کرجی بی اے کو سرکار کی طرف سے رائے بہادر کا خطاب عطا کیا گیا ہے - رائے بہادر مسٹر کرجی ایک ممتاز ہندوستانی مسیحی اور بنارس مین اگزکٹو انجنیر ہین - مبارک!

بنارس کے ریورنڈ جے جے جانسن ایم اے (متعلقہ سی ایم ایس) کے انتقال کی خبر ہے - ۴۵ - برس تک آپ نے اِس مُلک مین خداوند کی خدمت کی - متعدد کتابون کے آپ مصنف تھے اور زبان سنسکرت کے ایسے ماہر تھے کہ عام طور پر آپ پنڈت جانسن کے نام سے مشہور تھے - اللہ تعالےٰ آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے +

مسٹر ایم جے فاضل مسیح (مقیم گوجرہ ضلع لائلپور) مشنری صاحبان کی توجہ کو غریب منادون کی طرف منعطف کراتے ہین، جو اس گرانی کے زمانہ مین سخت صعوبات برداشت کر رہے ہین - اُن کی رائے مین ایسے منادون کو جو کم تنخواہ پاتے ہین اِس زمانہ مین کچھ الاونس ملنا چاہیے تاکہ وہ شکم پری کی فکرون سے آزاد ہو کر اپنے مالک کی خدمت زیادہ تندہی کے ساتھ کرسکین - تجویز نہایت معقول ہے اور ہمین اُمید رکھنا چاہیے کہ مشنری صاحبان اِس پر غور فرمائین گے +

——————

میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ مین باہتمام مسٹر ای ایچ کمنز پرنٹر طبع ہوا اور پی ایل شاکر نے منیجر پریس لکھنؤ سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ۱۱۸

مارچ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء

زندگی

ایڈیٹر پی ایل شاکر

جلد ۲ — نمبر ۳ و ۴

ہندوستانی مسیحی جماعت کا مذہبی قومی و معاشرتی رسالہ

فہرست مضامین

منروا پریس لکھنؤ سے شائع ہوا

قیمت فی پرچہ ۴ر — قیمت سالانہ عہ

واقعات اور رائین

الہ آباد یونیورسٹی کے ایم اے کا امتحان کا نتیجہ شائع ہو گیا ہے۔ ذیل کے مسیحی کامیاب ہوئے ہین:۔ ڈی ایس گارڈن؛ ایس پی انڈریوز؛ لیموایل صادق؛ پی ایل عاجز؛ تھیوفلس فرنانڈیز۔ مسٹر ایل صادق، ایم اے کے امتحان مین صوبہ بھر مین اول رہے ہین۔ آپ کا مضمون "فلاسفی" تھا۔ مبارک!

بمبئی کے کپتین ہیوڈ صاحب تمباسہ کے بشپ ہو کر تشریف لیے جاتے ہین۔ اِس موقعہ پر بمبئی کی انڈین کرسچن ایسوسی ایشن نے ایک شاندار الوداعی پارٹی دی۔

افسوس کے ساتھ خبر دی جاتی ہے کہ ایڈیٹر زندگی کے والد، بابو سموایل ابراہام نے ۱۹ مئی ۱۹۱۸ء کو اِس دنیاے فانی سے کوچ کیا۔ ان کی عمر ۷۳ برس کی تھی۔ ۴۸ برس تک اُنھون نے اپنے خداوند کی خدمت کی۔ پانچ برس ہوئے کہ وہ ملازمت ترک کر کے پنجاب سے لکھنؤ آ گئے تھے۔ لکھنؤ مین ان کا تعلق کسی خاص مشن سے نہین تھا۔ سب سے یکسان میل جول رکھتے اور کلیسیائی معاملات سے بے حد دلچسپی لیتے تھے۔ انھین uraemia کی شکایت پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے خون مین زہر پھیل گیا تھا۔ صرف ۹ دن بیمار رہے ؂

لکھنؤ کا ایزبلا تھوبرن کالج اب دوسری جگہ تعمیر ہوگا۔ آیندہ اِس کے انتظامی بورڈ مین امریکن پریسبٹیرین مشن کا بھی قدرے عمل دخل ہوگا۔ یعنی آٹھ اُستادون مین سے دو اوستاد اور انتظامی بورڈ کے اکیس ممبرون مین سے پانچ ممبر پریسبٹیرین مشن کی طرف سے ہون گے۔ امریکہ مین بھی اِس کے متعلق ایک شاخ ہوگی جس کے ممبرون مین ہر دو مشن کے قائم قام ہون گے۔ پندرہ ہزار روپیہ جدید عمارت کے لیے بھی پریسبٹیرین مشن نے منظور کیا ہے۔ بہرحال یہ سوداگران نہین ہے ؂

خداوند مسیح کی دوسری آمد

مسیح اس دنیا میں ایک دفعہ آچکا ہے تمام مہذب اور تعلیم یافتہ ممالک میں لوگ عام طور پر اس بات کو مانتے ہیں کہ مسیح کی پہلی آمد ہو چکی ہے۔ مورخ جوزیفس (Josephus) اور ٹیکٹیس (Tacitus) کے زوردار قلم ان واقعات کی اطلاع دیتے ہیں جو کسی طرح ناقابل اعتبار نہیں ٹھہر سکتے۔

کیا مسیح پھر آئے گا؟

مسیح کی پہلی اور دوسری دونوں آمد کے لیے پیشین گوئیاں اور وعدے ہو چکے تھے مسیح کو اس عالم میں آئے ہوئے کوئی دو ہزار برس کے قریب ہوئے۔ اسکے بارے میں جو پیشینگوئیاں ہو چکی تھیں ان سب کو حرف بہ حرف پورا کرنے کے لیے وہ عین وقت پر آیا۔ انسان نے جب پہلے پہل گناہ کیا تو ایک شفیع اور منجی کا اس سے وعدہ کیا گیا (پیدائش ۳: ۱۵) تدبیر نجات کے متعلق یہ کا تصفیہ ہو چکا تھا کہ شفیع پہلی بار آدمیوں میں انہیں کے ہمشکل ہو کر ظاہر ہوگا اور انسانوں کی طرح انسانوں میں بسر اوقات کرے گا۔ وہ آدمیوں کے لیے جد و جہد اور جنگ جدل کریگا

تاکہ وہ نقصان اور خسارہ جو خدا کی حکم عدولی کرنے سے آدم کو نصیب ہوا اسکو دفع کرکے پہلی سی حالت کو پھر حاصل کرے مسیح کی پیدایش سے تقریباً ایک ہزار برس پہلے حضرت یشعیاہ نے پیشین گوئی کے طور پر تحریر فرمایا تھا کہ "خدا خود تم کو ایک نشان عطا فرمائیگا - دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اسکا نام عمانوایل رکھیں گے"۔ (یسعیاہ - ۷ - ۱۴) جس کا ترجمہ یہ ہے "خدا ہمارے ساتھ" (متی ۱ - ۲۵) مسیح اُس الٰہی ہستی کا اوتار تھا جس نے اپنے تئیں نہایت حلم سے آدمیوں کے درمیان رہنا گوارہ کیا۔ عمانوایل یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے - یہ الفاظ انجیلی تعلیم مین سب سے مقدم اور اول درجے کے ہین اور سب سے اول آئے ہین - اِس کے بعد سب سے آخری الفاظ یہ ہین دیکھو مین ہمیشہ تمھارے ساتھ ہون - کیسا بابرکت اور مبارک خیال ہے۔

مسیح کی پیدایش کا مقام پہلے ہی سے بتادیا گیا تھا - (میکاہ - ۵ - ۲) دانی ایل نبی نے قبل ہی سے مسیح کی آمد کے خاص وقت کی اطلاع دے دی تھی (دانی ایل ۹ - ۲۴ سے ۲۶ تک) مصائب اور تکالیف جو مسیح کو برداشت کرنا پڑے انکا ذکر بھی پہلے ہی سے کردیا تھا (یسعیاہ ۵۲) یسعیاہ نے یہ بھی قبل سے بتادیا تھا کہ مسیح سے پہلے ایک نبی آئیگا اور وہ راہ تیار کریگا - یسعیاہ - ۴۰/۵-۳ متی ۳/۳ ، ۱۰/۱۳-۱۷ -

بائبل مقدس کے پرانے عہدنامہ مین جو پیشین گوئیان مسیح کے متعلق درج ہین اگر انکا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ جو لوگ مسیح کی پیدایش کے ایام مین زندہ تھے وہ بخوبی جانتے تھے کہ یہ ایام مسیح کی پیدایش کے ہیں اور مسیح کا ظہور ان ایام مین ضرور ہونا چاہیئے اس کے لیے دیکھو لوقا - ۲ - ۲۵ سے ۳۸ تک ۔ اِس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ پیشین گوئی نے اُن لوگون پر دونون باتون کا انکشاف کردیا تھا کہ مسیح کن ایام مین اور کن لوگون مین سے پیدا ہوگا۔

جب ہم اپنے خیالات کو اس کی آمد ثانی کی پیشین گوئیون کی طرف مبذول کرتے ہین تو ہمین معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ پیشین گوئیان اسکی پہلی آمد کی پیشین گوئیوں سے کہین زیادہ روشن اور واضح ہین جب ہمارا نجات دہندہ اس عالم مین بصورت انسانی موجود تھا تو اُس نے اپنی امت

کے لیے تسلی بخش اور مسرت افزا وعدہ عطا فرمایا۔ "میں تمھارے لیے جگہ تیار کرنے جاتا ہوں۔
میں پھر آؤنگا اور تمھیں اپنے ہمراہ لیجاؤنگا تاکہ جہاں میں ہوں وہاں تم بھی ہو" یوحنا ۱۴: ۲ و ۳
پولس اپنے آقا کا ہم خیال اور متفق الرائے ہو کر امت کے بھلے لوگوں سے یوں مخاطب
ہوتا ہے اور انھیں تسلی بخش کلام سناتا ہے "مسیح دوسری بار بغیر گناہ کے نجات کے
لیے ان کو دکھائی دیگا جو اُس کی راہ دیکھتے ہیں" عبرانیوں ۹: ۲۸ پاک کلام میں ایسے ایسے
نفیس وعدے درج ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح پھر آئے گا۔

غیر مذاہب کے لوگ مسیح کی آمد اور دنیا کے اختتام کے خیال کو غیر معتبر سمجھکر کچھ عرصہ کیلیے
پس پشت ڈال دیتے ہیں مگر ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حقیقی رہنما یعنی بائبل اہل دنیا کو اپنی
پیشینگوئیوں کے ذریعے سے واضح طور پر اور بار بار مطلع کرتی ہے "صیحون میں ترہی پھونکو
میرے مقدس پہاڑ پر چھوٹی ترہی بآواز سے پھونکو۔ سرزمین کے سارے باشندے کانپیں
کیونکہ خداوند کا دن چلا آتا ہے ہاں آ ہی پہنچا ہے" یوایل ۲: ۱۔

مسیح کی دوسری آمد کب ہوگی؟

خدا نے ہمیں خاص خاص علامات اور نشانات بتا دیے ہیں جو اُس کی آمد سے پہلے عالم
پر ظاہر اور واقع ہو جائینگے۔ اُن میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) دنیا میں لوگ بہت بڑھ جائیں گے۔ ذیل کی چیزوں کی کثرت ہوگی اور تکلیف و
مصیبت ترقی کرینگی۔ سیلاب۔ قحط۔ وبا۔ بیماریاں۔ زلزلہ۔ طوفان۔ دیکھو عبرانیوں ۱۲: ۲۶-۱۱ یسعیاہ
۲۴: ۱ و ۳ یرمیاہ ۲۵: ۲۲-۲۶ (۲) علم و دانش کی ترقی ہوگی۔ دانی ایل ۱۲: ۴ سے ۱۰ تک۔
(۳) دولت میں اضافہ ہوگا۔ یعقوب ۵: ۱ سے ۳ تک۔ (۴) بڑا سخت زمانہ اور دقت کا
وقت ہوگا۔ ۲ تموتھیس ۳: ۱ سے ۴ تک (۵) شیاطین کی ارواح سے کام لیا جائیگا۔
متی ۲۴: ۲۴ مکاشفہ ۱۶: ۱۳-۱۴ (۶) آخری دن اور مسیح کی آمد پر لوگ مذاق اُڑائینگے۔
۲ پطرس ۳: ۳-۴۔ (۷) ریل گاڑی اور موٹر کار۔ ناحوم ۲: ۳-۴ (۸) لوگ دنیا میں بہت
مصروف ہونگے اور بدکاریاں ترقی کرینگی جیسے نوح کے زمانہ میں ہوا تھا۔ لوقا ۱۷: ۲۶ (۹)
آفتاب ماہتاب اور کواکب میں نشانات و علامات ظاہر ہوں گے۔ متی ۲۴: ۲۹ مکاشفہ ۶: ۱۲

(۱۰) چاروانگ عالم مین انجیل سنادی جائے گی۔ متی ۲۴/۱۴ اور ۲۸/۱۹ و ۲۰ (۱۱) جنگ عظیم کی تیاریان۔ یوایل ۳/۹-۱۲۔ مکاشفہ ۱۶/۱۴-۱۲ (۱۲) صلح اور سلامتی رد ہوگی اور چلائیگی یسعیاہ ۲/۴ پہلا تھسلنیکیون ۵/۱-۳

یہ نشانات کچھ تو پورے ہوگئے ہین اور کچھ پورے ہونا باقی ہین قبل اس کے کہ وہ وقت میین آئے سب کے سب پورے ہوجائینگے۔ یہ نشانات کسی کونے یا پردے مین پورے نہین ہوئے بلکہ بعض ان مین سے ایسے ہین جن سے تمام دُنیا باخبر ہے۔ مسیح فرماتا ہے کہ جب تم ان باتون کو ہوتے دیکھو تو جان لو کہ خدا کی بادشاہت نزدیک ہے لوقا ۲۱/۳۱

مسیح دوبارہ کیونکر آئے گا؟

مسیح کا صعود آسمانی کس طرح ہوا؟ (۱) باتین کرتے کرتے۔ (۲) اپنے شاگردون کے سامنے جبکہ وہ بخوبی دیکھ رہے تھے۔ (۳) ہوا مین ہوتا ہوا (۴) ایک ابر مین۔ (۵) مقدس فرشتون کے ساتھ (۶) اپنی جلالی ذات مین صعود کر گیا۔ اعمال ۱/۹-۱۲

پس مسیح کی دوسری آمد بھی اسی طور پر ہوگی۔ صرف فرق یہ ہوگا کہ وہ بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ آئے گا۔

مسیح کی دوسری آمد اس طرح ہوگی۔

(۱) ایک شور و غل کے ساتھ۔ پہلا تھسلنیکیون ۴/۱۶ (۲) تمام اہل عالم کی نظرون کے سامنے مکاشفہ ۱/۷ (۳) ہوا مین۔ پہلا تھسلنیکیون ۴/۱۶ و ۱۷ (۴) ایک بادل پر سوار مکاشفہ ۱۴/۱۴ (۵) تمام مقدس فرشتون کے ہمراہ۔ متی ۲۵/۳۱ (۶) اپنی ذاتی جلالی صورت مین ہوگی۔ تھسلنیکیون ۴۔ ۱۶/۱ عبرانیون ۹/۲۸

کیا ہی عمدہ منظر ہوگا جبکہ تمام منتظر لوگ جس کی بہت سی قومون کو خواہش ہے اُس کو اُس کے کامل جلال کے ساتھ آتے دیکھین گے۔ وہ چلا اٹھین گے دیکھو دیکھو یہ ہمارا خدا ہے ہم اس کی راہ تکتے تھے اور اسی نے ہمین بچایا یہ خداوند ہے اس کے انتظار مین ہم تھے ہم اسکی نجات سے خوش و خرم ہونگے۔ یسعیاہ ۲۵/۹۔ مگر جو لوگ تیار نہ ہون گے وہ چلا چلا کر کہین گے کہ اے پہاڑو اور چٹانون ہم پر گر پڑو اور ہمین اُسکی نظر سے جو تخت پر بیٹھا ہے چھپالو۔ مکاشفہ ۶/۱۶

مسیح دوبارہ کیون آئے گا ؟

دوسری آمد کا منشا یہ ہے کہ جدائی کو میل سے بدل دے - ہم باہم اس طرح ملین گے کہ پھر کبھی جدا نہون گے - اور ہماری خوشی مبدل برنج نہوگی - اس آمد کا یہ منشا ہو کہ بقا کا جامہ پہنایا جائے - علالت کو صحت سے تبدیل کر دیا جاے - موت کی بجاے حیات ہی حیات رہے جن کے پاس زمین نہین انھین زمین مرحمت ہو - بے گھرون کو مالک خانمان کیا جاے - محتاجون کو بڑے بڑے عطیہ مرحمت فرمائے جائین - بھوکون کو آسودگی بخشی جائے - پیاسون کو سیر کیا جاے - بہرون کو سماعت اور گونگون کو گویائی دی جائے - جوان کبھی بوڑھے نہون اور بوڑھے جوان کر دیے جائین - اسیرون کو رہائی عطا ہو - وہ دل شکستہ لوگون کے لیے جلالی لباس اور مصیبت زدہ اشخاص کے لیے راحت و اطمینان ماندہ خستہ اور تکلیف اٹھانے والون کے لیے شادمانی اور فرحت لائے گا - جب وہ آئے گا تب جھونپڑے محلات سے اور تاج صلیب سے تبدیل کر دیے جائین گے - تاریکی مفقود ہوکر روشنی ہو جائے گی - اتفاق نا اتفاقی کو بھگا دےگا اور صداقت گناہ کو دفع کر دے گی - جب وہ آئے گا تب ہم اپنی ابدی میراث مین داخل ہون گے - گناہ غم اور ہر طرح کی علالت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی - تاریکی، رونا دھونا، لعنت، موت، جنگ، خونریزی، فکر، تشویش، تکلیف، اور درد، پھر کبھی اپنا مُنھ نہ دکھائین گے جب وہ آئے گا تب ہمین جزا مرحمت فرمائے گا اور ہم آرام و راحت مین داخل ہون گے -

او تمام شاہون کے شاہ اپنے شاہی محل سے باہر آ اپنی اُس خلعت فاخرہ کو زیب بدن فرما جس کو ہماری آنکھین دیکھ سکین - اُس بے پایان شاہی اختیار کو کام فرما جس کو تیرے قادر مطلق باپ نے تجھے عنایت فرمایا ہے - اب تیری دلہن کی آواز تجھے پکار رہی ہے اور دنیا کی تمام مخلوقات متغیر اور مبدل ہونے کی آرزو مند ہے ٥ (ملٹن)

مبارک باد (متی ۵ ۳-۱۲)

میسحا کے کلمے ہین، کلمے خُدا کے — سنین کو وہ پر اُس نے بخشے سنا کے
جو رکھتے ہین طبعِ سلیم اِس جہان مین — مُبارک ہین۔ وارث ہون دارالبقا کے
مُبارک ہین وہ جو بنے ہین فروتن — کہ پاتے تسلی ہین بندے خدا کے
مُبارک ہین وہ عجز ہے جن کا شیوہ — زمین کو وہ خوش ہونگے وارث ہین پاکے
مُبارک ہین سچائی کے بھوکے پیاسے — وہی سیر روٹی خدا کی ہون کھا کے
مُبارک ہین وہ لوگ جو رحمدل ہین — وہ خوش ہونگے اللہ کا رحم پا کے
مُبارک ہین وہ جو کہ ہین صاف باطن — نصیب انکو دیدار ہون گے خُدا کے
مُبارک ہین وہ لوگ جو صلح کل ہین — کہ فرزند کہلائین گے وہ خُدا کے
مُبارک ہین جو راستبازی کے باعث — ستائے گئے ہین مصیبت اُٹھا کے
اُنھین کے نصیبے ہین قسمت سے اچھے — وہ وارث ہین صحرامین دار البقا کے
وہی ہین مبارک جنھین میری خاطر — شریر اور ظالم رہین خوار ستا کے
تمھین بھیجین لعنت دھرین تم پہ تہمت — وہ طوفان باندھین بہت افترا کے
مگر ہر طرح سے شاد و مُسرور رہنا — (منانا خوشی خوب تم گیت گا کے)
ملیگا فلک پر تمھین اجر اِس کا — کہ دل شاد ہونگے مسیحا کو پا کے
زمانہ وہ ہے انبیاء کو بھی جس نے — کیا قتل، اور قید بھی طیش کھا کے

نہ تو بھولنا بات عیسےٰ کی سُنا کر
گیا ہے وہ ہم سب کی بگڑی بنا کے

سلا اعسم ۱۶/۲۵ -۱۲

۱۔ کیونکہ جب اتنی تھوڑی سی مدت مین تمھارے اُسقوف سے میری اس قدر محبت ہی یعنی جسمانی نہین بلکہ روحانی رفاقت، تومین تم کو کتنا زیادہ خوش وقت نہ سمجھون گا۔ جبکہ تم اُس سے اسی طرح وابستہ رہے ہو جس طرح کلیسیا یسوع مسیح سے وابستہ ہے اور یسوع مسیح باپ سے تاکہ جملہ اشیاء اُس ہی وحدت مین متفق رہین۔

۲۔ کوئی شخص اپنے آپ کو فریب نہ دے! اگر آدمی مذبح کے قریب نہ ہو تو وہ خدا کی روٹی سے محروم رہتا ہے۔ کیونکہ جب ایک یا دو شخصوں کی دعاء مین بھی اتنا زور ہے! جیسا کہ ہم کو بتایا گیا ہے، تو اسقوف کی دعاء مع اس کی کلیسیا کے کس قدر زیادہ مؤثر نہ ہوگی! —

۳۔ پس جو شخص کسی مقام مشترک مین شریک دعاء نہین ہوتا وہ مغرور رہے، اور آپ کو از خود خطا وار ٹھہراتا ہی۔ کیونکہ لکھا ہی کہ خدا مغروروں کا مقابلہ کرتا ہے۔ لہذا ہمین ہوشیار رہنا چاہیئے کہ ہم اسقوف کی مخالفت نہ کرین، تاکہ خدا کے تابع رہ سکین۔

۴۔ جس قدر کوئی شخص اپنے اسقوف کو خاموش دیکھے اُسی قدر اُس کی زیادہ تعظیم کرے۔ کیونکہ مکان کا مالک جس کسی کو مکان پر اختیار دے کر بھیجے ہمین اس کو اسی طرح قبول کرنا چاہیئے جس طرح بھیجنے والے کو قبول کرتے۔ پس ظاہر ہے کہ ہمین اسقوف کو اُسی نظر سے دیکھنا چاہیئے جس نظر سے خود خداوند کو دیکھتے ہین۔

---

[1] یہ مکاتیب بھی مثل الکتاب کے یون ہی ابواب اور آیات پر تقسیم ہوتے ہین، اصل مین بیشتر کل عبارات مسلسل تھین۔ ہر باب مابعد کی پہلی آیت کو باب ماقبل کی آخری آیت کے سلسلے مین سمجھنا چاہیئے ۱۲۔

۵- اور فی الواقع انیسموس تمھاری راست کاری کا مداح ہے کہ تم سب صداقت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہو اور تم میں کوئی بدعت قیام پذیر نہیں ہے' نہ تم کسی کے شنوا ہوتے ہو بجز یسوع مسیح کے جو صداقت کے ساتھ تم سے کلام کرتا ہے۔

۶- کیونکہ بعض ایسے فریبی ہیں جو مسیحی کہلاتے ہیں لیکن اُن کے اعمال خدا کی شان کے خلاف ہیں' جن سے تم کو اسی طرح بھاگنا چاہیئے جیسے مختلف انواع کے وحشی جانوروں سے کیونکہ وہ پھاڑ کھانے والے کتے ہیں جو چپ چاپ کاٹ کھاتے ہیں۔ اُن سے آپ کو مثل مایوس العلاج لوگوں کے محفوظ رکھو۔

۷- کیا جسمانی اور کیا روحانی فقط ایک ہی معالج ہے' جو پیدا ہوا مگر غیر مخلوق ہے' خدا مجسم' موت میں حقیقی زندگی' جو مریم کا اور نیز خدا کا فرزند ہے' پہلے متحمّل پھر غیر متحمّل یعنی یسوع مسیح ہمارا خداوند۔

۸- لہٰذا کوئی شخص تمھیں فریب نہ دینے پائے' جیسا کہ تم نے ابھی تک فریب نہیں کھایا ہے' کیونکہ تم سراسر خدا کے بندے ہو۔ اس لیے کہ جب تم کسی باہمی قضیے یا جھگڑے کی وجہ سے پریشان نہ ہوگے تو بے شک خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کروگے کاش میری جان تمھاری جانوں کا بدلہ ہو' اور تمھاری کلیسیائے افسسیوں کی خاطر' جو عالم میں مشہور رہے' میں قربان ہو جاؤں۔

۹- جو جسمانی ہیں ان سے روحانی کام نہیں ہو سکتے اور جو روحانی ہیں وہ جسمانی کام نہیں کر سکتے جس طرح مومن کافر نہیں ہو سکتا اور نہ کافر مومن۔ لیکن جو کام تم جسم کے تعلق سے کرتے ہو وہ بھی روحانی ہیں کیونکہ تم سب کچھ یسوع مسیح میں کرتے ہو۔

۱۰- تاہم میں نے سنا ہے کہ بعض شیطانی تعلیم دینے والے تمھارے قریب سے گزرے جن کو تم نے اپنے درمیان تخم ریزی نہ کرنے دی' بلکہ تم نے اپنے کان بند کر لیے تاکہ اُن باتوں کو جن کی وہ اشاعت کرتے تھے قبول نہ کرو' کیونکہ تم خدا کی ہیکل کے پتھر ہو جو مسیح کی صلیب کے ذریعہ سے اِس طرح اُٹھائے گئے ہو جس طرح منجنیق سے۔

۱؎ احساسات کا قبول کرنے والا ۱۲

۱۱۔ اور روح پاک سے اس طرح کھینچے گئے ہو جیسے رسی سے، تمہارا ایمان تمہارا سہارا تھا، اور تمہاری محبت وہ راہ جس سے تم خدا تک پہنچ گئے۔
۱۲۔ پس تم سب اپنے کل رفیقوں کے خدا سے معمور ہو کر ایک دوسرے کے شریک سفر ہو اور مسیح اور پاکیزگی سے پُر ہو کر اس کی ہیکلین ہو، اور جملہ امور میں مسیح کے حکموں سے آراستہ ہو۔
۱۳۔ میں اس ہی میں شادمان ہوں کہ اس لائق ٹھہرا کہ اس مکتوب کے ذریعہ سے تمہاری خوشی میں شریک ہو سکوں، اور تم سے ہمکلام ہوؤں تاکہ تم، آئندہ زندگی کے لحاظ سے، بجز خدا کے اور کسی سے محبت نہ رکھو۔

تیسرا باب

۱۔ اوروں کے واسطے بھی بلاناغہ دعا مانگا کرو، کیونکہ اُمید باقی ہے کہ وہ توبہ کرینگے تاکہ خدا تک پہنچ جائیں۔ پس اگر وہ اور کسی طرح نہ مانیں تو چاہیئے کہ کم از کم تمہارے اعمال ہی سے اُن کی تعلیم ہو۔
۲۔ اگر وہ غصہ کریں تو تم حلیم ہو۔ وہ غرور کا اظہار کریں تو تم بردباری کا، اُن کے کفرآمیز کلمات کے بدلے تم دعا کرو، اُن کی بدعت کے مقابل تم ایمان میں مستحکم رہو، اگر وہ درپئے آزار ہوں تو تم نرمی اختیار کرو۔ اُن کی رفتار کی تقلید نہ کرو۔
۳۔ (آؤ کمال محبت و دانشمندی کے ساتھ ہم اُن سے برادرانہ سلوک کریں، لیکن ہمیں چاہیئے کہ خداوند کے پیرو رہیں۔ کیونکہ اُس سے زیادہ اور کس سے بدسلوکی کی گئی؟ اُس سے زیادہ کون محتاج رہا؟ اُس سے زیادہ کس سے نفرت کی گئی؟)
۴۔ تاکہ تم میں کوئی شیطنت کی جڑ[۵۷] نہ پائی جائے، بلکہ جسمانی اور روحانی دونوں طور پر کامل پاکیزگی اور سنجیدگی کے ساتھ یسوع مسیح میں قائم رہو۔
۵۔ آخری ایام ہمارے نزدیک آپہنچے، پس آؤ ہم کمال عاجزی کے ساتھ

---

[۵۷] یعنی ایسی پوشیدہ شیطانی خصلت جس کے رونما ہونے کا احتمال ہے۔

رہین کہ خدا کے اتنی مدت تک برداشت کرنے کا نتیجہ ہماری ہلاکت نہ ہو۔

۶۔ کیونکہ یا تو ہم آنے والے غضب سے خوف کھائین، یا اُس فضل کو عزیز جانین جو اس وقت ہم کو حاصل ہے، تاکہ ان مین سے ایک نہ ایک کے ذریعہ سے حقیقی زندگی تک ہم یسوع مسیح مین پائے جائین۔

۷۔ چاہیئے کہ اس کے سوا اور کچھ تمھارے شایان شان نہ ہو جس کی خاطر مین بھی بندھا بندھا پھرتا ہون؛ اور یہ قیدین میرے لیے روحانی زیور ہین جن کے ساتھ کاش تمھاری دعاؤن کے وسیلے مین روز قیامت جی اٹھون۔

۸۔ مین تمھاری منت کرتا ہون کہ اپنی دعاؤن مین مجھے شامل رکھنا تاکہ میرا حشر افسس کے مسیحیون کے ساتھ ہو جنھون نے یسوع مسیح کی قوت کے طفیل سے، رسولون کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

۹۔ مین اپنے آپ کو بھی جانتا ہون اور ان کو بھی جنھین لکھ رہا ہون؛ مین خطاوار ٹھہرایا ہوا، تم معافی یافتہ؛ مین خطا کے روبرو، تم خطرہ سے محفوظ ہو۔

۱۰۔ جو خدا کے لیے مارے گئے تم اُن کے واسطے شل راہ کے ہو، اور اسرار انجیل مین پولس کے ساتھی، مقدس، شہید، نہایت بجا طور پر خوش وقت پولس جس کے قدمون پر کاش مین پایا جاؤن جب کہ مین خدا تک پہنچون، پولس جو اپنے خط مین شروع سے آخر تک تمھارا ذکر یسوع مسیح مین کرتا ہے۔

۱۱۔ پس چاہیئے کہ خدا کے جلال و تحمید کی خاطر تم کوشش کرکے اور بھی زیادہ آپس مین متفق رہو۔ کیونکہ جب کسی جگہ کمال اتفاق کے ساتھ تم جمع ہوتے ہو تو شیطان کی قوتین برباد ہو جاتی ہین۔ اور جب اُن کے درمیان عقائد مین اتفاق ہوتا ہے تو شیطان کے لیے کچھ خطرہ نہین رہتا۔

۱۲۔ اور بے شک صلح سے بہتر کوئی شے نہین، جس کے ذریعہ سے کل جسمانی اور روحانی جنگ جاتی رہتی ہے۔

۱۳۔ اور تم پر ان مین سے کوئی بات پوشیدہ نہین بشرطیکہ تم یسوع مسیح مین کامل ایمان

اور محبت رکھتے ہو جو کہ زندگی کی ابتداء اور انتہاء ہیں۔

۱۴۔ کیونکہ ابتداء ایمان ہے اور انتہاء محبت ہے، اور یہ دونوں منجانب اللہ ہیں، لیکن اور سب امور جو روحانی زندگی سے متعلق ہیں انھیں دو کے نتائج ہیں۔

۱۵۔ جس شخص کا ایمان سچا ہے وہ گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا، اور جس میں محبت ہے وہ کسی سے نفرت نہیں رکھتا۔

۱۶۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، پس جو مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اپنے اعمال سے پہچان لیے جاتے ہیں۔

۱۷۔ کیونکہ مسیحیت کسی ظاہری اقرار کا کام نہیں، بلکہ وہ اپنے آپ کو ایمان کی قوت میں ظاہر کرتی ہے، بشرطیکہ آدمی آخر تک وفادار رہے۔

۱۸۔ اگر آدمی خاموش رہے اور مسیحی ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو مسیحی کہے لیکن نہ ہو۔

۱۹۔ تعلیم دینا اچھا ہے بشرطیکہ جو کہتا ہو اُس پر عمل بھی کرے۔

۲۰۔ پس ایک ہی معلم ہے۔ جسنے کہا اور ہوگیا اور وہ کام بھی جو اس نے بغیر کچھ کہے انجام دیے باپ کی شان کے لائق تھے۔

۲۱۔ جس کے دل میں یسوع کا کلام ہے وہ بے شک اُس کی خاموشی کا بھی شنوا ہو سکتا ہے، اور اُس کے فرمودہ پر عمل کرنے کے علاوہ، اُن اُمور سے بھی پہچانا جا سکتا ہے جن کی بابت وہ خاموش ہے۔

۲۲۔ خدا پر کچھ پوشیدہ نہیں، ہمارے راز بھی اس کے قریب ہیں۔

۲۳۔ اس لیے آؤ سب کام ہم اُسی طرح انجام دیں جس طرح اُن کو واجب ہے جن میں خدا سکونت پذیر ہے، تاکہ ہم اُس کی ہیکلیں اور وہ ہمارا خدا ہو، جیسا کہ وہ ہے بھی اور ہمارے روبرو آپ کو اُن چیزوں کے ذریعہ سے ظاہر فرمائیگا جن کی وجہ سے ہم بجا طور پر اُس سے محبت رکھتے ہیں۔

(باقی آیندہ)

ایس۔ ڈبلیو ٹیلر (بی۔ا

خداوند بیشک جی اُٹھا ہے!

جب سے یہ عالم خدا کی قدرت سے وجود پذیر ہوا، تب سے اس صفحہ دنیا پر کبھی ایسی صبح نہین ہوئی یہ وہ نرالی صبح ہے جس کی شام نہین، یہ وہ خوشی کا دن ہے جسکا اختتام نہین - ہان یہ وہ لازوال خوشی ہے جس کی انتہا نہین - سچ تو خداوند مسیح کا جی اُٹھنا مسیحی مذہب کی جان ہے ورنہ اگر ہمارا مبارک خداوند جی نہ اُٹھتا تو مسیحی مذہب بھی دیگر مذاہب کی طرح دھوکے کی ٹٹی ٹھہرتا - لیکن یہ اور یہی ایک خاص بات ہے کہ بیشک خداوند جی اُٹھا ہے جس پر تمام مومنین اور مقدسین کی امید کا انحصار اور ساری مخلوقات کی سرفرازی و بحالی موقوف ہے -

عزیز ناظرین! جب ہم بنظر عمیق اس پر غور کرتے ہین تو خاص طور پر تین پہلو نظر آتے ہین - اول یہ تعجب کا کلام ہے - دویم یہ تحقیق کلام ہے - سویم یہ نہایت خوشی کا کلام ہے *

تعجب کا کلام | یہ کیون تعجب کا کلام ہے؟ اگر مخالف اور رومی حکام (۱) تعجب کرین تو کرین مگر شاگردون کا متعجب ہونا ہم کو حیرت مین ڈالتا ہے کیونکہ خداوند نے وقتاً فوقتاً مکرر سہ کرر صاف صاف اپنی اذیت موت اور جی اُٹھنے کی پہلے ہی سے خبر دیدی تھی -

(الف) مقدس متی ۱۶/۲۱ کو دیکھئے - اُس وقت سے یسوع اپنے شاگردون پر یہ بات ظاہر کرنے لگا کہ مجھے ضرور ہے کہ یروشلم کو جاؤن اور بزرگون اور سردار کاہنون اور فقیہون کی طرف سے بہت دُکھ اُٹھاؤن اور قتل کیا جاؤن اور تیسرے دن جی اُٹھون - پھر مقدس متی ۱۷/۲۲ ملاحظہ ہو - جب وہ گلیل مین رہتے تھے تو یسوع نے اُن سے کہا کہ ابن آدم آدمیون کے حوالے کیا جائے گا اور وہ اسے قتل کرین گے اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائے گا - نیز مقدس مرقس ۱۰/۳۲ و ۳۴ کو بھی دیکھئے جہان مذکور ہے کہ جب یسوع یروشلم کو جاتا تھا تو اس نے اپنی شاگردون سے اپنے مصلوب ہونے اور تیسرے دن جی اُٹھنے کی پیشگوئی کی اس نے اُن سے کہا دیکھو ہم

یروشلم کو جاتے ہین اور ابن آدم سردار کاہنون اور فقیہون کے حوالے کیا جائے گا اور وہ اُس کے قتل کا حکم دین گے اور اُسے غیر قومون کے حوالے کرین گے تاکہ وہ اُسے ٹھٹھون مین اڑائین اور کوڑے ماربن اور صلیب پر چڑھائین اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائے گا۔ ہان اس ہیکل کو ڈھا دو اور مین اسے تین دن مین تیار کر دون گا۔ اِس زمانے کے لوگون کو کوئی نشان دیا نجائے گا سوا سے یونس نبی کے کیونکہ جس طرح یونس تین دن رات شکم ماہی مین رہا ویسا ہی ابن آدم بھی زمین کے اندر رہیگا۔

کیا شاگرد آنخداوند کے ان اقوال کو بھول گئے تھے یہودیون نے ان باتون کو خوب یاد رکھا یہان تک کہ قبر پر مہر کروا دی اور سپاہیون کو پہرے پر رکھا۔ الغرض انھون نے جو کسی مین کوئی دقیقہ باقی نرکھا۔

مگر اے ناظرین! شاگردون کی لماحقہ پوری دلی حالت کو کون بیان کر سکتا ہے جبکہ انھون نے اپنے خداوند کو اُس کے دشمنون کے ہاتھ مین دیکھا کہ وہ اس کو گرفتار کر کے لے گئے جہان موت کا فتویٰ ہر ایک کی زبان سے نکلتا تھا کہ اسے صلیب دے صلیب دے۔ اور ظاہرا رہائی کی کوئی صورت نظر نہین آتی تھی ہان زندگی کا مالک اُن کی آنکھون کے روبرو صلیب پر مصلوب کیا گیا اور قبر اُس کے لیے جیل ٹھہرائی گئی۔ دنیا اُنکی نظرون مین تاریکی تھی۔ اُن کے حواس بجا نہ تھے۔ پھر جبکہ ان کے دلون مین ابتک دنیاوی شان و شوکت اور بادشاہی کے خیال گونج رہے تھے کہ یہ اور یہی تو اسرائیل کو آزاد اور بحال کرے گا اور ہم کو بھی جو سب کچھ چھوڑ کے اُس کے پیچھے ہو لیے ہین صوبون کی گورنری یا نوابی نصیب ہوگی مگر اب ان سب آرزؤن کا خون ہوگیا اور تمام دنیاوی خواہشون پر یک لخت پانی پھر گیا بلکہ شاگردون کو اپنی حفاظت کے بھی لالے پڑ گئے۔ اُس وقت ان کی حالت نہایت ترسان و لرزان تھی۔ دشمنون کی لعنت و ندامت کی بوچھاڑ ہر چہار سو سے ہو رہی تھی۔ مخالفین مارے خوشی کے پھولے نہین سماتے تھے۔ مگر رسول بیچارے ناشاد و مغموم گوشہ گزین تھے۔

تعجب کے دو ہی سبب معلوم ہوتے ہین۔ اول تو وہ صاف طور سے جیسا کہ چاہئے تھا

اب تک خداوند کے کلام کو سمجھے نہ تھے۔ دوم رنج اور گھبراہٹ مین حواس باختہ ہو کر متعجب ہوئے۔

تحقیق کلام | یہ تحقیق اور راست ہی کہ بے شک خداوند جی اُٹھا ہے جس کو تمام دنیا کے مسیحی لوگ بدل وجان قبول کرتے ہین۔ ہان یہ وہ راستی اور سچائی کا ستون ہے جس پر کلیسیا قائم ہے اور جس پر زمانے کے بڑے بڑے انقلاب گذر گئے اور روز بروز گذرتے جاتے ہین مگر کوئی بھی اُس کو ہلا نہ سکا۔ کیونکہ نہ تو یہ کوئی فلسفہ کا مسئلہ ہے اور نہ منطقی قضیہ بلکہ خدائے قدوس کی قدرت و رحمت کا کرشمہ ہے۔ یہ ممکن تھا کہ وہ زندگی کا بانی اور سارے جہان کا نور قبر کی تاریکی کا اسیر رہے اور شاہی گارد کا پہرہ اُس کو روک سکے؟ ہرگز نہین خداوند بیشک جی اُٹھا ہے۔ خداوند اپنے جی اُٹھنے کے بعد مریم مگدلا کو دکھائی دیا۔ ای مریم مگدلا! تو مبارک ہے کہ خداوند کے دیدار کا شرف اول تجھی کو حاصل ہوا۔ (۲) بعد مین دوسری مریم اور سلومی کو۔ پھر پطرس کو۔ (۳) عماؤس کی راہ مین دو شاگردونکو۔ (۴) پھر توما کی غیر حاضری مین سب رسولون کو۔ (۵) اس کے بعد توما کی موجودگی مین سارے رسولونکو اور توما کو اپنے ہاتھ اور پاؤن اور زخمی پہلو دکھائے اور کہا بے ایمان نہ ہو۔ توما نے دیکھا اور ایمان لایا اور اقرار کیا "ای خداوند میرے خدا" اور یہ ایک قوی ثبوت ہے۔ (۶) پانچ سو بھائیون کو دکھائی دیا پس یہ چند معتبر گواہ ہین جنھون نے راستی پر اپنی جان کو بھی تصدق کر دیا اور حاکمون اور بادشاہون کے روبرو گواہی دی۔

علاوہ ازین غیر قوم بھی اس کے شاہد ہین جیسا کہ ایک تواریخ مین لکھا ہے کہ پلاطس نے شہنشاہ قیصر طبریوس کو یون لکھا کہ مسیح جو ایک عجیب شخص تھا اور جو یروشلم مین مصلوب کیا گیا تھا جی اُٹھا ہے اور شہنشاہ طبریوس نے حکم دیا کہ اس کا نام ہمارے معبودون کی فہرست مین درج کیا جاے۔ پھر پہرے دار مارے خوف کے شہر کو بھاگ گئے اور اُنھون نے اپنے افسرون کو اس ماجرے کی خبر دی کہ مسیح مبارک کس طرح جی اُٹھا اور کیا کچھ واقع ہوا۔ پس ای صاحبان! یہ تحقیق التحقیق کلام ہے کہ خداوند بیشک جی اُٹھا ہے!

ای عزیز ناظرین! نہ صرف یہ تعجب اور تحقیق کلام ہے بلکہ یہ خوشی اور نہایت خوشی کا کلام ہے -

خداوند نے یہ دن مقرر کیا ہے کہ ہم اس مین خوشی کی عید کرین گے - پرانے خمیر سے نہین اور نہ بدی و شرارت کے خمیر سے بلکہ صفائی اور سچائی کی فطیری روٹی سے لو شادمان ہونگے - آؤ ہم سب ایک دوسرے کو خلوص دلی سے بے ریا محبت سے خداوند کا شکر کرتے ہوئے بھائی بھائی دوست دوست کو یہ کہتے ہوئے مبارک باد دین کہ مبارک ایسٹر ڈے آپ کو مبارک ہو!

مسیحیون کے نزدیک اور کون زیادہ خوشی کی بات ہوسکتی ہے جس سے ہم کو بڑے بڑے فائدے اس جہان مین اور آئندہ جہان مین حاصل ہوتے ہین - (الف) یہ اُس کے منجی العالم ہونے پر آسمانی مہر ہے جیسا کہ مقدس پولوس رسول رومی ۱ باب ۴ مین فرماتا ہے کہ مردون مین سے جی اُٹھنے کے سبب قدرت کے ساتھ خدا کا بیٹا ٹھہرایا گیا - (ب) خوشی کا موجب یون بھی ہے کہ خداوند مسیح کے جی اُٹھنے سے خدا نے یہ ظاہر اور آشکارا کیا کہ مسیح کی قربانی خدا کی نگاہ مین کافی و وافی اور مقبولیت کے لائق ٹھہری کیونکہ وہ ہماری خطاؤن کے واسطے ناز آگیا اور ہماری راستبازی کے واسطے اُٹھایا گیا پس کیا ہی خوشی کی بات ہے کہ ہماری امیدین زندہ خدا پر ہین اور جیسا کہ مقدس پطرس رسول بھی فرماتے ہین کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا خدا اور باپ مبارک ہو جس نے ہم کو اپنی بڑی رحمت سے مسیح کے مردون مین سے جی اُٹھنے کے باعث زندہ امید کے لیے از سر نو پیدا کیا - ہان اب خدا کے برگزیدون پر کون نالش کرے گا - خداوند خود اُن کا راستباز ٹھہرانے والا ہے ؛

پیارے ناظرین! یہ کیا ہی خوشی کی بات ہے کہ ہمارا خداوند زندہ خداوند ہے - اب موت ہم مسیحون کے واسطے دُکھ اور پریشانی کا موجب نہین بلکہ ابدی زندگی کا دروازہ ہے - اب موت کا ڈنک یسوع کے بندون پر اثر نہ کرے گا - چنانچہ عبرانیون کے خط کا مصنف اپنے خط کے ۲ باب ۱۴ مین یون فرماتا ہی کہ اُس نے

اپنی موت کے وسیلے سے اُس کو جسے موت پر قدرت حاصل تھی یعنی ابلیس کو بیکار کر دیا اور جو عمر بھر موت کے ڈر سے غلامی مین گرفتار رہے اُنھین چھڑا لے تاکہ ہم بھی جو اُس کے بندے اور بندیان کہلاتے ہین ابدالآباد اُس کے ساتھ زندہ رہین اور بادشاہی کرین۔ پس ہمارے لیے یہ کیا ہی مبارک اور خوشی کا دن ہے۔ ایسٹر ڈے آپ سب کو مبارک ہو۔ آمین!

ایس مارٹین

غزل

ہم رگ جان سے تو ل ہارے ہین — گیسوے شاہ کتنے پیارے ہین

فرقتِ ابن ربِ اکبر مین — دل پہ رنج و محن کے آرے ہین

بسکہ راز و نیاز ہے باہم — اُن کے ہم، اور وہ ہمارے ہین

دل ہے میرا کہ آسمان کوئی؟ — داغ دل ہین کہ یہ ستارے ہین

گرمیٔ حسنِ شہ مین ہے تحریر — جتنے نقطے ہین سب شرارے ہین

دُنیا، ابلیس، نفس امّارہ — دشمنِ جانِ زار سارے ہین

رکھو، عابد جبین کو وقفِ سجود
ابروے شہ کے یہ اشارے ہین

'عابد

رباعیات عابد

عصیان سے مسیح، زیر بار آتا ہون — محشر کے تصور سے میں تھرّاتا ہون

کر منجیٔ عالم، اپنی رحمت سے معاف — خجلت سے زمین مین گڑا جاتا ہون

بے حساب ہے گنہ خطا بے حد ہے — عجب وطمع و حرص وہوا بیحد ہے

مایوسی سے مرجاتے جو ہوتی نہ ہمین — اُمید کہ رحمتِ خدا بے حد ہے

تجلئ جمال

۱

فرشتے اور تیرے نظارے کی تاب لاسکیں؟ ناممکن! تیرے خورشید جمال کی ایک شعاع صرف ایک کرن، ان کے اندھا کر دینے کو بس ہے۔ تیری ایک نگاہِ غلط انداز اُن کے دل و جگر کو ہلا دینے والی، مٹا دینے والی ہے! بجلی کی تڑپ سے وہ نہیں چوندھیاتے، لیکن تیری جلوہ گستری، تیری ضوفگنی سے وہ اپنی نظر کدھر ہٹا کرنے جائیں؟ ہر چہار طرف تیرا نور، شش جہت میں تیرے حسن کی ضیاء! کیوں نہ وہ اپنے چہروں کو اپنے پردوں سے ڈھانپ لیں، نہ مغلوبِ جمال ہو کر گھبرا جائیں؟ اور اگر کہیں تو نگاہِ خشمگیں اُن پر ڈالے، قہر آلود نظروں سے اُنھیں دیکھے۔ اف، کون بیان کر سکتا ہے کہ کیا ہو! انسانی تصوّر آدمزاد کے وہم کی گرفت سے یہ بہت بعید ہے!

۲

موسےٰ کو غش آگیا، ایک جھلک سے، نیم نگہ سے! وہ تو تیرے چہرۂ پر نور کی قسم کھایا کرتے تھے، مگر اس آتشِ حسن کی بھڑک نے اُنھیں زمین پر گرا دیا۔ بول نہیں سکتے: اب کیوں زبانِ حال سے کہتے ہیں ؎

اُس بے حجاب ماہ نے پردہ اُٹھا دیا   چلمن کے بدلے مجھکو زمیں پر گرا دیا!

کیا وہ مشتاقِ جمال نہ تھے، تیرے حسن کے دلدادہ نہ تھے؟ اب کس لیے تھراتے ہیں؟ کیوں بے تاب ہیں؟ کیوں بے ہوش ہیں؟ اے موسےٰ کے ننھے سے دل، اُس زلزلہ خیز حُسن، اُس عارض برق بار کی جھلک، بے شک تیری قوت برداشت سے لاکھوں کروڑں بے شمار درجے زیادہ ہے۔ اور جب وہ نگاہ، جلال کی ادا کے ساتھ، تجھ پر پڑے گی تو تیری حرکت بند ہو جائے گی۔ تو غارِ فنا میں مدفون ہو جائے گا: تا قیامت کوئی نہ جانیگا کہ تو کہاں ہے!

۳

حضرت شمعون، آپ کیفا ہین، پترس ہین - وہ دبدبۂ کوہ صفت، وہ شان استحکام اب کہان ہے! آپ موسیٰ اور الیاس کی طرح وقفِ سجود ہین؟ - مگر پھر بے ہوشی کیون طاری ہے؟ آپ ہوش مین آئین گے، اور خدمت بجالائین گے، لیکن اس حسن خورشید زا کا غلبہ آپ کو روم یا بابل تک نہ چھوڑے گا - حضرت یعقوب، یروشلم آپ کے مبارک قدمون کا انتظار کرے، مگر یہ نظارہ، یہ بے ہوش کر دینے والا نظارہ، آپ کو نہین بھول سکتا، نہین فراموش ہو سکتا! حضرت یوحنا محبوب حقیقی کے محبوب، انطاکیہ کو نور ایمان سے منور کرنے والے، شعلۂ حسن کی یہ بھڑک! آتش عشق بن کر، آپ کے دل و دماغ مین، اور جذبات مین، حرکات و سکنات مین داخل ہوگی - اِس طرح آخر کار، آپ کے تن نازک کو پھونک دے گی جیسے کسی کڑھائی مین کا اُبلتا ہوا روغن کسی کے جسم کو!

۴

اے سراسرحُسن، مشرق کو تو نے اپنے آفتاب جمال سے منور فرمایا، مغرب مین تیرے حسن کی شعاعین پہونچین - گو کرو بیم و سرافیم تیرے چہرۂ انور کی تاب نہ لا کر اپنے منہ کو چھپا لین؛ حضرت موسےٰ بے ہوش ہو جائین، بطاریق اولیہ غش کھا جائین، پھر بھی اے جان جانان، اے روح روان، اپنے عاشق، اپنے چاہنے والے کو، جلوہ دکھا! تیرے سر کف فدائی کے دل مین تیرے حسن جہان سوز کی ایک جھلک کی گنجائش ہے! ـــ ۵

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے میرا ہی دل ہے وہ کہ جہان تو سما سکے

ایک اشارت سے مردون کو زندہ کرنے والے اپنے کشتۂ عشق کو جلا - کل عالم تجھ پر سے تصدق، ایک نظر! ایک محبت کی نظر! تیرا شیدا تجھے ہر وضع مین پہچان لیگا، تیرا جانباز ہر لباس مین تجھکو شناخت کر لیگا - مشرقی بن کر آ، مغربی بن کر آ، مگر، جملہ ہستی تجھ پر سے قربان، ایک جھلک بس ایک الفت کی نگاہ!!

عابد

—— ✻ ✻ ✻ ——

پادری ایس ایس آلنٹ صاحب مرحوم

پادری آلنٹ صاحب جو دہلی مشن کالج کے بانی اور اول پرنسپل تھے دفعتًا حادثہ اختلاج دل سے بروز جمعہ ۳ دسمبر سنہ ۱۷ء بوقت سہ پہر راہئی ملک بقا ہوئے۔ مرحوم نہایت نیک طینت صاف باطن صلح جو امن پسند اور خلیق تھے۔ حتےکہ یوم وفات تک امور متعلقہ کو انجام دیتے رہے۔ شب پنجشنبہ کو ایک شدید قلبی دورہ مرحوم نے محسوس کیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ رفع ہو گیا۔ مرحوم کے لواحقین میں سے کسی کو اس واقعہ کی اطلاع نہ ہوئی۔ رات کو مرحوم با آرام سو گئے۔ مگر چونکہ قلبی حملے نے آپ کو بحد کمزور اور نحیف کر دیا تھا، جمعہ کی صبح کو کرنیل جیمس (سول سرجن) کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر موصوف نے قلبی حملے کو جسے اختلاج دل کہتے ہیں محسوس اور تشخیص کرنے کے بعد کامل استراحت کی تاکید کی اور نیز یہ بھی فرمایا کہ تبدیل آب و ہوا جہاں تک ممکن ہو جلد کرنی چاہیئے۔ لیکن اس کا کچھ خیال نہیں کیا گیا۔ مرحوم حسب معمول بستر پر لیٹے ہوئے اخبار بینی کرتے رہے۔ اور اسی اثنا میں مسٹر ولیسٹرن سے گفتگو بھی کرتے رہے اُسی روز بوقت تین بجے شام مرحوم نے شرکت نماز فرمائی۔

بعد الفراغ نماز سب لوگ حسب معمول کھانا کھانے چلے گئے۔ مرحوم کے واسطے بھی ملازم خفیف اور ہلکی غذا لایا۔ لیکن آپ نے کھانے سے انکار کیا۔ ملازم نے عرض کیا کہ میں قلیل اور خفیف غذا لایا ہوں۔ جونہی مرحوم نے کھانے کا ارادہ کیا دوسرا دورہ اختلاج قلب کا شروع ہوا اور مرحوم جان بحق تسلیم ہو گئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کرکے عالم فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئی۔

صبح کو مرحوم ایک پادریانہ لباس میں ملبوس کرکے اور ایک سفید بستر پر لٹا کر گرجا میں رکھے گئے۔ گرد و نواح کے مشنری اور دیگر معززین شہر و تعلیم یافتہ اصحاب اور خصوصًا سابقہ طلبائے کالج آپ کی تعزیت کے واسطے تشریف لائے۔ اس وقت

ان کا منور چہرہ اپنی زبان حال سے خود بخود ظاہر کر رہا تھا کہ یہ میت ایک نیک طینت اور با اخلاق شخص کی ہے۔

مرحوم نے مذہبی تعلیم و تلقین اور قومی خدمات کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا مگر افسوس صد افسوس کہ موت کے آگے کسی کی پیش نہین چل سکتی۔ مرحوم نے کالج کی نگاہ داشت کے لیے ایک قابل اور مہتم بالشان صاحب کو مقرر کیا۔ اور خود مذہبی فرائض مین مشغول ہوے۔ خدا کرے کہ یہ کالج ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے۔ اور اس کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہو کہ مرحوم کی عظیم الشان یادگار قائم رہے۔

مرحوم ادنٰے اعلےٰ غریب بیمار کمزورون کے معاون اور مددگار بیوہ اور یتیم و مسکین بچون کے خصوصاً سچے باپ تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور انکو راہ راست پر لانے مین دل و جان سے کوشان تھے۔ غرض کہ مرحوم کی ہر ایک خدمت ایک سے ایک بڑھی ہوئی تھی۔ راوی جس قدر بھی مبالغے کے ساتھ بیان کرے بجا و درست ہے۔

مرحوم بعمر ۲۰ سال بہمراہی پادری لسبومری کیمبرج مشن کے ممبر ہو کر دہلی مین وارد ہوے۔ دونون نے ملک ہندوستان کی خدمت کامل ۳۸ سال کی۔

پادری صاحب مرحوم کی کارگزاریان تقریبًا دو مساوی حصون مین تقسیم کی جا سکتی ہین کیونکہ تقریبًا ۲۰ سال متواتر دہلی کے اعلےٰ طبقہ کے لوگون کی تعلیم کے لیے صرف کیے اور باقی ماندہ ۱۸ سال دہلی اور بیرونجات دہلی کے گرد و نوح مین تعلیم کے متعلق کوشان رہے۔ مسیحی اور غیر مسیحی زنانہ تعلیم کے لیے بڑی بڑی تعلیم یافتہ عورتون کو تعلیم کے لیے مقرر فرمایا اور مسیحی واعظین اور معلمین کو ان کے سکھانے کے لیے مقرر فرمایا۔ مسیحیون کی روحانی ترقی اور امداد اسی مرحوم اور عالی ہمت شخص کا کام تھا۔ مرحوم کی محنت اور جان فشانی شمار سے باہر اور بعید ہے۔ جو محنت اور جانفشانی مرحوم نے نفاء عام کے واسطے کی وہ ایک ایسی طول طویل روداد ہے جس کو ہم اس وقت تحریر نہین کر سکتے۔

مرحوم ہر ایک کی حیثیت کو مد نظر رکھتے تھے اور ہر ایک کی ضرورت کو دیکھتے تھے اور ان کی ضرورتون اور حیثیتون کو مد نظر رکھتے ہوے ان کی بہتری اور بہبودی

کے لیے کوشان رہتے تھے - مرحوم جسمانی اعتبار سے توانا اور طاقتور تھے۔ باوجودیکہ ورزش کی ضرورت کبھی محسوس نہین کی اور نہ خود کو کبھی آرام دیا۔ مرحوم بالعموم جدید فلسفہ اور انگریزی افسانون کی کتب بینی سے بڑا حظ اُٹھاتے تھے۔ وہ ایسے مستعد اور اولوالعزم آدمی تھے کہ سال بھر اپنے کام مین مصروف رہتے تھے - اور ساتھ ہی مقررہ اوقات نماز و عبادت مین بھی اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے مین نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے - بے شک وہ باقاعدہ زندگی بسر کرنے والے اور قوم کے لیڈرون کا ایک سچا نمونہ تھے۔

۱۸۷۹ء مین ایس - پی - جی کا تعلیمی کام کیمبرج مشن کے ہاتھ مین آیا - اس سے کچھ پہلے دہلی گورنمنٹ کالج توڑ دیا گیا تھا - اور جب میونسپل کالج کے قیام کے ساعی ناکامیاب ہوئے تو مرحوم نے یونیورسٹی جماعتون کو مشن اسکول مین شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۸۱ء مین مرحوم نے مشن کالج کی بنیاد ڈالی - چونکہ مرحوم خود لائق اور تعلیم یافتہ تھے اس لیے انھون نے فارسی کا بھی مطالعہ کیا - مرحوم موجودہ ضروریات کے پورا ہو جانے پر قانع نہین تھے آپ نے کالج اور اسکول مین تعلیم سنسکرت کا انتظام بھی کیا اور نیز خود بھی نہایت سرگرمی سے سنسکرت کا مطالعہ کیا اور جس وقت مرحوم نے اپنے کالج کے سنسکرت طلباء کو دیکھا کہ وہ سرکاری کالج اور یونیورسٹی مین سنسکرت لکچرار کی حیثیت رکھتے ہین، تو مرحوم کو بیحد خوشی ہوتی تھی۔

پادری صاحب مرحوم کو صرف کالج اور اسکول پر اطمینان نہین ہوا - بلکہ وہ ایسے مواقع کی تلاش مین رہتے تھے جس سے طلباء اپنے خالی اوقات مین تعلیمی کام مین حصہ لین چنانچہ اسی خیال کو مدنظر رکھکر مرحوم نے کالج اور اسکول کے متعلق ایک کلب قائم کیا جس کا نام اسٹار دہلی کلب رکھا - اِس مین کتب خانہ اور سامان تفریح کا کافی سامان ہے - مرحوم ہمیشہ دہلی اسٹار کلب مین تشریف لایا کرتے تھے - حتےٰ کہ کھانے کا وقت بھی گزر جایا کرتا تھا - مگر آپ اِس کی پروا نہ کرکے اور اپنی حاکمانہ حیثیت کو بالاے طاق رکھکر اس جگہ تشریف لیجایا کرتے تھے۔

اسکول اور کالج کے تعلیمی تعلقات کے ذریعہ سے مرحوم نے یونیورسٹی کا بہت کام کیا اور بحیثیت ممتحن ہونے کے بھی اس کے کامون مین حصہ لیا۔ ۱۸۹۹ء مین مرحوم نے کالج کی ذمے واری اپنے قابل ہمعصر مسٹر رائٹ کے ہاتھون مین دی اور اس وقت جبکہ پادری لیفرائے لاہور کے بشپ ہوئے مرحوم مشن کے افسر بنے۔ اس کے بعد مرحوم کا تعلق کالج سے با لواسطہ رہا۔ مرحوم حسب موقع طلباء کو امداد دینے مین دریغ نہین کرتے تھے۔

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مرحوم ایک قسم کے مقدسہ ایجلیش تھے۔ اور کامیابی کے ساتھ ان اہم سوالات کو حل کرتے تھے جن پر آج کل ہمارے قومی اور اخلاقی اصلاح پسند اپنی توجہ مبذول کر رہے ہین۔ مرحوم کی مساعی جمیلہ کا زندہ نمونہ دہلی مین زنانہ ہسپتال وکٹوریہ زنانہ اسکول زنانہ کوئن میری اسکول۔ زنانہ صنعتی اسکول گوڑگانوہ۔ کرنال مین ہسپتال ریواڑی مین زنانہ ہسپتال وغیرہ ہین۔ مرحوم کے مذہبی شغف کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ترکمان دروازہ دہلی مین ایک گرجا بنوایا۔ مرحوم کا مواضعات اور نواح دہلی مین بالاستقلال دورہ کرنا اور نیز ہر ماہ حصار اور رہتک جیسے اضلاع مین دورہ کرنا ان کی جانفشانی کو صاف ظاہر کرتا ہے۔

مرحوم کا کمرہ بسا اوقات غریب چمار مسیحیون سے بھرا رہتا تھا۔ مرد عورت اور بچے ہر ایک اپنے رنج والم اور تکلیف کو آپ سے بیان کرتے تھے۔

ہفتے کے دن جنازہ کی نماز کے بعد مرحوم کی میت زمین کے سپرد کی گئی نماز پادری کارلین نے پڑھائی اور کالج کے پرانے طالب علم چٹرجی اور پادری گھوش نے معاونت کی۔ پادری گھوش نے ایک بہت بڑا دلچسپ اور موثر خطبہ پڑھا جس کے بعد آخری نماز پڑھی گئی۔

مرحوم کی زندگی کا نصب العین یہ تھا کہ حضرت مسیح کی زندگی کے نقش قدم پر چلین۔ خدا تعالے ہم کو بھی یہ توفیق عنایت فرمائے کہ اس کے نقش قدم پر چلین۔

فتح مسیح

ذہن اور اُسکی ترتیب

(مسز وئیس کرٹین کا لڑکیوں سے خطاب)

۲

پروفیسر جیمس لکھتے ہین کہ اچھا حافظہ پیدا کرنے کا گُر یہ ہے کہ جس بات کو تمھین یاد رکھنا منظور ہو اُس پر بار بار خیال دوڑاؤ، اور اس کے ہر پہلو پر نگاہ ڈالو۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ جہان تک تمھارے امکان مین ہو اس پر غور کرو اور سوچو۔ یہ بڑے فائدے کی چیز ہے۔ غرض کرو کہ دو آدمی ایسے ہین جن کی پچھلی زندگی ایک ہی طرح گذری ہے۔ لیکن ایک اُن مین سے اپنی پرانی باتون پر غور کیا کرتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے کہ ان واقعات مین ایک دوسرے سے کیا علاقہ ہے، تو یاد رکھو کہ اُسی کا حافظہ سب سے اچھا ہوگا ؂

ہم مین سے ہر ایک کو تھوڑی بہت قوتِ حافظہ ملی ہے اور قریب قریب ہر شخص اس کا ذکر بہت زور شور سے کیا کرتا ہے کہ فلان شخص کا حافظہ کتنا اچھا ہے۔ آدمی اپنی کسی چیز کو بُرا نہین کہتا لیکن یہی ایک ایسی چیز ہے کہ آدمی اپنے پاس رکھکر بھی اُس کے کمزور اور ناقص ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ تم نے بھی اکثر آدمیون کو یہ کہتے سنا ہوگا کہ میرا حافظہ کتنا خراب ہوگیا ہے۔ لیکن اس کو بُرا بھلا کہنا فضول ہے۔ ہمارا تو یہ کام ہے کہ جیسا کچھ ذہن ہو اُس سے کام لین، اور اسے حتی الوسع بڑھاتے رہین۔ کتابون کا مطالعہ ہو یا اِسی طرح کا کوئی اور کام، سلیقے اور قرینے سے کرو، اور پھر جو کچھ پڑھو یا اورون سے سنو اُس پر کافی وقت تک غور بھی کرو۔ اس سے ذہن بہت مضبوط ہوتا ہے۔ ہمین دوسرون کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے؟ روزمرہ کے کون کون سے کام ہمارے ذمہ ہین؟ ہم اپنی ناچیز مدد سے دوسرون کو کس طرح فائدہ پہنچا کر اُن کی زندگی کو آرام بخش بنا سکتے ہین؟ یہ اخلاقی فرائض ہین اور ان تمام باتون کی یاد داشت ویسے ہی ویسے بڑھتی

جائیگی جیسے جیسے کہ ہم مین ہمدردی کا مادہ اور دوسرون کی ضرورتون کا خیال زیادہ ہوتا جائے گا۔ ہم نے خود جو کچھ پڑھا ہے، یا جو کچھ دوسرون کی زبانی سُنا ہے، یا جو تجربہ اُٹھایا ہے اُسکا پورا پورا اثر اُسی وقت ہوگا جب ہم اُس کے متعلق باربار خیال کرتے رہین گے۔

دماغی طاقتین جن کا ذکر اُوپر ہوا ہے کم سے کم تعلیم کے شروع زمانے مین جڑ پکڑ جائین اور پھر اُن مین ساری عمر ترقی ہوتی رہے۔ ان کی ضرورت ہر کام مین پڑتی ہے نوعمر لڑکیان اپنی زندگی سے پھل پانا چاہین تو اُنھین تعلیم کے ختم ہو جانے پر بھی لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے۔ ہمین جسمانی صحت کے برقرار رکھنے اور بڑھانے کا جیسے خیال رہتا ہے اسی طرح دماغی صحت کا بھی رہنا چاہیئے۔ لیکن دماغ اس وقت تک تندرست نہین رہ سکتا تاوقتیکہ اُس سے کافی طور پر کام نہ لیا جائے۔ جن طاقتون سے کچھ کام نہین لیا جاتا وہ بیکار ہو جاتی ہین۔ چارلس ڈارون ایک بڑے عالم گذرے ہین۔ وہ کہتے ہین جوانی مین مجھے شعر و شاعری اور موسیقی کا جو شوق تھا وہ آخر عمر مین صرف اس واسطے جاتا رہا کہ لاپروائی سے مشق چھوڑ دی تھی۔ بہت سے آدمی ایسے ہین کہ کام کرنے مین تو اُنھین ڈارون کے ساتھ کوئی نسبت نہین ہے لیکن اپنی مشابہ[illegible] ضرور ہے کہ اپنی بعض دماغی طاقتون کو بالکل بیکار اور زائل کر دیتے ہین۔ اور کچھ آدمی تو ایسے ضرور نکلین گے جن کا دماغ اسی لیے بیکار ہو جاتا ہے کہ وہ اُس کی ترقی کی طرف دھیان نہین کرتے، اور جو باتین اس کی صحت کے واسطے درکار ہوتی ہین اُن کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہین دیکھتے۔

تعلیم کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے ہی تمھاری ہر قسم کی تربیت پوری ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ تمھین کیا کرنا ہے اور تمھارا فرض کیا ہے۔ علم کے بڑھانے اور چیزون کے جاننے کی دل مین خواہش ہونی چاہیئے۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ ضرورت کس چیز کے جاننے کی ہے۔ جب یہ سب ہو جائے تو پھر اپنے ہاتھ پاؤن، دل دماغ اور طبیعت سے کام لینا شروع کر دو۔ تمھین کام کے واسطے وقت نکالنے مین شاید دقت ہو

لیکن اگر تم دل سے چاہو تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ گھر والے تمھاری ہان مین ہان نہ ملائین، ممکن ہے کہ وہ تمھارے کامون کو تمھاری سمجھ کے برابر اچھا نہ سمجھین، وہ شاید اس بات کی بھی کوئی وجہ نہ سمجھ سکین کہ کام کرنے کے لیے تم کیون سب سے الگ تھلگ بیٹھی رہتی ہو لیکن جب انھین معلوم ہو جائے گا کہ تم اپنی دھن کی پکی ہو، جب وہ یہ دیکھین گے کہ جہان تم اپنے کام مین اتنا وقت صرف کرتی ہو وہان کبھی کبھی ان کا کام کرنے کو بھی خوشی خوشی تیار ہو جاتی ہو، تو وہ بھی تمھارے منصوبون کی قدر کرنے لگین گے اور تمھارے کامون مین دخل نہ دینگے۔

جو عورتین پیٹ کے دھندے مین اتنی مصروف ہون کہ سر اٹھانے کی بھی مہلت نہ ملتی ہو ان کو بھی اپنے کاروبار کے علاوہ کوئی ایسا مفید شغل ضرور پیدا کر لینا چاہیئے جس سے اُن کی دلچسپی اور تفریح ہو سکے۔ جو وقت مطالعہ مین صرف کیا جاتا ہے، اُس کی قدر و قیمت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے بشرطیکہ مطالعہ کسی خاص غرض سے ہو۔ اکثر محض وقت کاٹنے کے لیے بھی لوگ کتابین پڑھا کرتے ہین۔ اِس سے نہ نقصان ہے، نہ فائدہ ہان کتابین ناقص ہون اور ان پر زیادہ وقت صرف کیا جائے تو نقصان البتہ ہے۔

جو مستورات اپنے دماغ کو قوت دینے اور اپنا علم بڑھانے کے لیے کتابین پڑھنے کی شایق ہون وہ ضرور پڑھین۔ جب اس بات کا فیصلہ ہو جائے کہ ہمین کس قسم کی معلومات کی ضرورت ہے تو اُس مضمون پر سب سے اچھی کتابون کی تلاش کرنا چاہیئے۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ کتاب سے جو کچھ لینا ہے وہ کیسے لیا جاتا ہے۔ بہت سی کتابین معلومات کے بڑھانے کو پڑھی جاتی ہین۔ لیکن اور کتابین مثلاً ادب اور نظم، ایسی ہوتی ہین جن کا مطالعہ کچھ اور قرینے سے ہوتا ہے۔ صحیح علمی مذاق پیدا کرنا، انداز تحریر کا قدر شناس بننا، اور ادبی خوبیون سے واقف ہونا، گویا اپنے واسطے عمر بھر کو دائمی اور سچی خوشی کا راستہ کھولنا ہے۔

تحریر کے ذریعہ سے اپنے خیالات کو ظاہر کرنے کی عادت ڈالنا ہر ایک کے لیے فائدہ مند ہے چاہے پھر اس سے نفاست کے ساتھ خط خطوط لکھنے کا کام ہی

کیون نہ لیا جاے - کیونکہ بعض اوقات اچھی اچھی پڑھی لکھی عورتون کو بھی خطون کا لکھنا
مصیبت ہوجاتا ہے -

موسیقی اور نقاشی بلاشبہ اچھے شغل ہین - لیکن اگر اُن سے کچھ دماغی فائدہ
حاصل کرنا ہے تو ان کو بھی بہت پابندی اور قاعدے سے کرنا چاہئیے -

ہم کو اپنے ملک کی، اور دوسری قومون کی چیزون اور وہان کے حالات سے بھی
واقفیت حاصل کرنی چاہیئے اور بالکل معمولی باتون سے بھی بے خبر نہ رہنا چاہئیے، جیسے
کہ عموماً ہم عورتین رہا کرتی ہین - یہ تو ہر عقلمند عورت کے لیے ضروری ہے کہ اُس ملک
سے جس مین وہ رہتی ہے، تھوڑی بہت واقف ہو لیکن اسی کو ساری دُنیا تصور
کرلینا بھی ٹھیک نہین -

ایک حقیقت جو مین بہت شد و مد سے بیان کرنا چاہتی ہون، یہ ہے کہ تم جو کچھ
بھی کرو چاہے وہ خانہ داری کا نہایت چھوٹا سا کام ہی کیون نہ ہو، اگر اچھی طرح کرنا ہے
توجہ سے کرو اور اس کے لیے ضرورت ہے کہ تمھارا دماغ جیتا جاگتا، اور توانا ہو تمھین ہر
روز کوئی نہ کوئی محنت کا کام اِس سے ضرور لینا چاہیئے - یہ تمھارا ننھا سا دماغ، اگر
اُس سے کام نہ لیا جاے، یا اُسے ناموافق غذا پہنچائی جائے، تو بہت آسانی سے برباد
ہوجاتا ہے - کتابون کا مطالعہ جو ذہن کی ترقی اور تقویت کے لیے ہوتا ہے، ان لوگون
کے دماغ کو کمزور کردیتا ہے جو دن رات قصے اور رسالے دیکھا کرتے ہین - کاروباری
آدمیون کو جنھین بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہو، دماغ کو آرام دینے اور پریشان خیالون سے
بچنے کے لیے، اور طلبائے علم ادب کو، ادبی فائدے کے لیے قصے پڑھنا چاہئیے - اور
اچھے ناول اور قصے، دل بہلانے کے لیے تو ہر کوئی پڑھے - لیکن ناول خوانی کی
افراط سے وقت اور دماغ دونون کا نقصان ہوتا ہے - طبیعت مین اس سے کمزوری
پیدا ہوجاتی ہے - اور پھر جی دماغی محنت سے ہچکچانے لگتا ہے - رسالون اور ماہانہ
پرچون کا مطالعہ اس سے بھی بُرا ہے - ان مین بڑے بڑے مضامین پر مختصر تحریرین
ہوتی ہین اور نئی نئی رائین ظاہر کیجاتی ہین - ہان اور کتابون کے ساتھ اُنھین دیکھو

تو بہت مفید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا رہے گا کہ فلان فلان مسئلے کے متعلق، جس سے ہمین لگاؤ ہے، یا جس پر آج کل بحث مباحثہ ہو رہا ہے، سب سے آخری تحقیقات کیا ہوئی ہے لیکن ان کو بہترین دماغی غذا سمجھکر پڑھنا برا بلکہ نقصان رسان ہے۔ اُن مین ادھوری ادھوری باتین لکھی رہتی ہین اور ناممکل رائے ظاہر کی جاتی ہے اس لیے یہ جاننا دشوار ہوتا ہے کہ یہ بیان کس قدر قیمت کا ہے۔ اخبار پڑھنا چاہیئے۔ دُنیا مین جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے دلچسپی لینا آدمی کا کام ہے۔ صرف ایک بات کی ضرورت ہے کہ اخبارات مین خبرین نہایت خوبی اور سچائی سے درج کی جائین اور اخبار والے اپنی رائے کو مختصر طور پر لکھا کرین۔ اخبارات کو تیزی کے ساتھ دیکھنا اور اپنا مطلب نکال لینا بھی ایک ہنر ہے۔ انکو دوسرے لوگون کی رائے معلوم کرنے کے لیے نہین، بلکہ حال دیکھنے کے لیے پڑھو۔ اس کی ضرورت نہین کہ بحث طلب باتون پر تم کوئی رائے بھی جلدی سے قائم کرلو۔ لیکن جو کچھ رائے قائم کرو، وہ اپنے علم کی بنیاد پر کرو، طرفداری کو دخل نہ دو۔ یہ بھی نہونا چاہیئے کہ کسی مشہور آدمی کی رائے کو اپنی رائے بنالو۔

اب تک مین نے ذہن کی تربیت اور اس کے استعمال کا بیان کیا ہے۔ اور مین نے اپنے بیان کو ان لفظون سے شروع کیا تھا کہ دماغی تربیت کی سب سے بڑی ضرورت اِس لیے ہے کہ اس سے ہمین اپنی زندگی پر قابو ملتا ہے۔ آؤ اب غور کرین کہ وہ کونسی اچھی باتین ہین جو اس تربیت سے حاصل ہوتی ہین اور زندگی کو ہمارے اختیار مین کرتی ہین۔

جیسے جیسے ہمارا علم بڑھتا جائے گا ویسے ویسے یہ سمجھ آتی جائے گی کہ فلان فلان کام یا فلان فلان چیز مین کون زیادہ اچھی یا کون زیادہ ضروری ہے۔ جب ہم ان چیزون کی حقیقت جاننے لگین گے تو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت مین اس کی ضرورت کس قدر ہے، یا جس کام مین ہمین ہاتھ ڈالنا ہے وہ کیسا ہے۔ ہماری زندگی کا بڑا حصہ بہت معمولی معمولی باتون کی نذر ہو جاتا ہے اور یہ عادت درحقیقت عمر بھر کی مصیبت

اور تکلیف کا راستہ ہے اور وقت، محنت، اور قوت کا نقصان بھی ہے۔ لیکن ہمین اچھے برے، اور ضروری اور فضول کی سمجھ ہو تو اس نقصان سے بچ سکتے ہین۔ ہمین اپنی ذات کو، اپنے کام کو، اور اپنی زندگی کو اسی نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ لیکن یہ اس وقت تک نہوگا، جبتک کہ ہم آنکھ کو، لا، اپنے خاص کامون اور تجربون کے علاوہ، اس عظیم الشان عالم کے واقعات کو بھی غور سے نہ دیکھین۔

تجربہ، جو کام مین بھی آتا رہتا ہو اور جس پر بار بار خیال دوڑایا جا چکا ہو، انسان مین اس سے قوت فیصلہ پیدا ہوتی ہے۔ تواریخ اور سوانح عمریون کے مطالعہ سے تجربہ اس طرح وسیع ہوتا ہے جیسے اُن چیزون سے جو خود ہماری ذات پر گذرتی ہین۔ تجربہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان معاملے کی تہ تک پہنچتا اور صحیح رائے قایم کرتا ہے اور صحیح قوت فیصلہ سے بھی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ہمین کب اور کس وقت کیا کرنا، کیا کہنا اور کیا سوچنا چاہیئے۔ روزمرہ کے واقعات اور اپنے متعلقین کی حرکات و سکنات کے برے بھلے کی تمیز بھی اسی سے آتی ہے

اچھے اچھے علم و فن مین تھوڑی تھوڑی مہارت رکھنا، اپنے آپ مین صحیح مذاق کے پیدا کرنے کا پہلا زینہ ہے۔ طبیعت ہر ایک کی جُدا جُدا ہوتی ہے لیکن اس مین [illegible] اور تمیز سے بھی کام لینا چاہیئے۔ اپنی پسند کے علاوہ چیزون کی دیکھ بھال کا کوئی اور راستہ بھی نکالنا چاہیئے اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جن چیزون کو تمام پرکھنے والون نے سب سے اچھا مانا ہے، انھین برتو۔ لیکن بزرگون کی نصیحتون کی قدر کرنے کے ساتھ ہی دوسرون کی رائے کی لونڈی بھی مت بن جاؤ۔ اپنی آنکھین بھی کھول کر دیکھو اور آپ بھی اپنی رائے قائم کرو۔ تم کہوگی کہ ہم مین رائے قائم کرنے کا حوصلہ ہی نہین۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اس خیال سے کہ علم ایک وسیع چیز ہے، جو کچھ جانتا ہو جھتا ہے اُسے کم سمجھتا ہے اور کچھ اور جاننے کی دھن مین لگا رہتا ہے۔ لیکن اگر ہم مین فیصلہ کرنے کی قوت ہے اور ہمارا مذاق درست ہے تو ہم تمام چیزون کے متعلق، جو ہمارے سامنے سے گذرتی رہتی ہین، اُن کی خوبیون کے اعتبار سے اُن پر غور کر سکتے ہین اور اپنی طبیعت

سے شک و شبہہ کو نکال سکتے ہیں۔ البتہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ گھر بار، بچپن اور جوانی، تعلیم اور صحبت کی بہت سی باتیں ہمارے اوپر اپنا اثر ڈال کر طبیعت کو شکی بنا دیتی ہیں۔ اُن سے ہوشیار رہنا چاہیے اور جب یہ علم کے حاصل کرنے میں حایل ہوں تو ان کا خیال بھی دل سے نکال دینا چاہیئے۔ ہر ایک کی سنو، اور ہر آدمی سے کچھ نہ کچھ سیکھو، یہاں تک کہ تمھارے علم کی بنیاد مضبوط ہو جائے۔ جو کچھ سنو اس کو جانچو۔ اور جانچنے کے اصول مقرر کر لو۔ سچائی کی تلاش کرو اور اس سے دل میں کچھ خوف نہ لاؤ۔ اس کے بعد تم کو دوسروں کی باتوں کو اچھی طرح برداشت کرنا آجائے گا۔ اکثر عورتیں جن کے واسطے جھوٹ سچ سب برابر ہے، اس بات پر فخر کرتی ہیں کہ ہماری برداشت بہت بڑھی ہوئی ہے لیکن یہ برداشت دکھاوے کی ہوتی ہے۔ وہی آدمی دوسروں کی باتیں ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں جو سچائی کو ایک وسیع چیز جاننے پر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا پانا کچھ ایسا آسان نہیں۔ اور جب انھیں کسی چیز کی سچائی معلوم ہو جاتی ہے تو اُس کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

اپنی ذاتی رائے، اپنا مذاق اور اپنی ضرورتیں سب سے الگ تھلگ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنے بل پر کھڑے ہوں اور دوسروں کے اثر سے بچیں۔ اس وقت ہماری ذات خود ایک چیز بن جاتی ہے اور زندگی بسر کرنے کے لیے گویا ایک نئی طاقت مل جاتی ہے۔ اگر ہماری دماغی تربیت اچھی ہے تو ہم ہر ایک کام کو چاہے وہ کیسا ہی کچھ ہو جلدی سے جلدی اور اچھے سے اچھا کریں گے۔ ہمارے اور شغل بھی رہینگے لیکن اُن سے گھر کے کام کاج میں کوئی خرابی نہ آنے پائے گی۔ ہمیں معلوم رہیگا کہ یہ کس قسم کا کام ہے اور پھر وہ نہایت تیزی اور عقلمندی سے کیا جائے گا اور ہر ایک کام پر ضرورت سے زیادہ وقت نہ صرف ہونے پائے گا۔ یہی حال زندگی کے تمام کاروبار کا ہوگا۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کا دماغ تربیت یافتہ ہوتا ہے اور وہ اُس سے کام بھی لیتے رہتے ہیں۔ اُن کے علم کی ترقی کے سامان خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کسی کام سے ہمت نہ ہارنا چاہیئے چاہے وہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ پست ہمت آدمی آسان کام تلاش کرتا ہے اور اُسے پورا بھی کرلیتا ہے لیکن عالی ہمت آدمی کا مقصد بہت اعلےٰ ہوتا ہے اور وہ اکثر اِس کے پورا ہونے سے پہلے جان سے گذر جاتا ہے۔

جو لوگ علم کو علم کے لیے تلاش کرتے ہین وہ سچائی کے فدائی ہین۔ چاہے وہ آپ ہی کیون نہ سمجھین کہ ہم نے کچھ بھی نہین کیا۔ بہت سی باتین چھوٹی بڑی ایسی ہوتی ہین جن کے متعلق لکھنے پڑھنے اور تلاش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو آدمی علم کا شغل رکھتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح اپنی ذات سے دنیا کو ضرور فائدہ پہنچائیگا۔ اور علم کی تلاش مین جو بھی خوشی ہوتی ہے وہ ایک دن اُسے نصیب ہوگی۔

تعلیم و تربیت کی وجہ سے آدمی کو اپنی اور تمام طاقتون سے کام لینا آتا ہے۔ اسیواسطے اُس کا ہر ایک کام بہت خوبی سے ہوتا ہے۔ دماغ کی ہر جگہ اور ہر کام مین ضرورت ہے جیسی ضرورت اس کی امورخانہ داری مین ہے اُسی طرح بچون کے رکھ رکھاؤ مین بھی ہے اور اِسی طرح زندگی کے ہر ایک کاربار کے کرنے مین اس سے خوشی ملتی ہے۔ یہی بچون سے نجات دیکر رنج و غم سے بھی بچاتی ہے۔ اِس سے دماغی قوت ترقی پاتی ہے اور یہی ہمین اس دنیا مین رہنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ ہماری بات چیت بھی اس کی وجہ سے مزیدار بن جاتی ہے کیونکہ ہمدردی اور کسر نفسی کا مادہ اسی سے پیدا ہوتا ہے اور یہ دونون خوبیان خود بخود نہین آجاتین جب عادتین پورے طور پر سنور جاتی ہین تو یہ باتین بھی آجاتی ہین۔ جس قدر زیادہ خیال سے کام لیا جائیگا اُتنی ہی ہمدردی دل مین پیدا ہوگی اور جس قدر تمھارا علم وسیع ہوتا جائیگا تم مین انکساری بڑھتی جائے گی۔ اِسی کے ذریعہ سے تم کو حقایق الاشیاء کا پتہ چلیگا اور تم کو معلوم ہوگا کہ اس دُنیا مین تم آپ کیا ہو۔ ہم اپنے آپ کو بہت ناچیز لیکن پھر بھی کام کا آدمی پائین گے۔ کیونکہ دُنیا جہان بنانے سے خدائے پاک کا جو اعلےٰ مقصد رہا ہے اور جو صدیون سے پورا ہوتا چلا آرہا ہے اُس کے پورا کرنے مین ہمارا بھی حصہ ہے۔ یہ بات ذہن مین بیٹھ جائے گی تو ہم جاننے لگین گے کہ دوسرون کے ساتھ ملنے جلنے کی ذمہ داریان کیسی کچھ ہوتی ہین۔ اور اگر ہمین اپنے دماغ

سے کام لینا آتا ہے تو اس میل جول کی قدر اور بھی بڑھ جائے گی۔ ہم اپنے دل کی اور دن سے کہین گے اور وہ ہم سے۔ دوسرے لوگ ہم سے جو کچھ کہین گے اُس پر ہم کان دھرینگے اور اسکے سمجھنے کی دل سے خواہش ہوگی۔ ایک ایک لفظ پر غور کرنے کا موقع ملیگا کہ یہ کس موقع پر اور کس معنی مین استعمال ہوتا ہے ہم کو خود بھی خوشی ہوگی اور اور دن کو بھی ہمین خوش کرنا ہوگا۔ ہماری زندگی اصلی معنون مین زندگی ہوگی یہی حال دوسرون کا بھی ہوگا۔ زندگی حقیقت مین اسی کا نام ہے۔ ایسی بات چیت سے بھی آدمی کو بچنا چاہیے جس سے نہ اپنا کوئی فائدہ ہو نہ کسی اور کا۔

مین آخر مین یہ کہنا چاہتی ہون کہ بڑی کتابون کی سچائی سادہ لوح سے سادہ لوح کے دل پر بھی اثر کیے بغیر نہین رہتی۔ پھر بھی تعلیم مین اپنی دماغی قوتون سے کام لینا سب سے اچھا ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ آج کل بحث مباحثہ کا بازار کس قدر گرم ہے، قصون اور رسالون مین بھی مذہب کی حقانیت پر بحثین ہوا کرتی ہین۔ لیکن مذہب کی خدمت کرنے کے شوق مین ہم کو بالکل صوفی یا سادھو بنجانے کی بھی ضرورت نہین۔ البتہ اُسی کے ساتھ اس کو ایک ایسی چیز بھی نہ سمجھو کہ اسکا کوئی حق تمھارے دل و دماغ پر نہین ہے۔ اتنی واقفیت انسان کو ضرور ہونا چاہیئے کہ کبھی کوئی مذہبی بحث ہو تو دونون طرف کے بیان اور ثبوت کا موازنہ کر سکے۔ سچ یہ ہے کہ ہمین جو اچھی اچھی طاقتین عطا کی گئی ہین اُن کی مدد سے یہ دیکھنا آدمی کا فرض ہے کہ خدائے پاک کے کام دُنیا مین کیسے کچھ ہین اور انھین کے ذریعہ سے ہم اُسے پہچانتے ہین اور دیکھتے ہین کہ اُس کا پاک مقصد سیکڑون سال سے کس طرح پورا ہوتا چلا آرہا ہے۔

رباعی عابد

بدکار و خطاوار و گنہگار رہون مین — دعویٰ کرون کس منھ سے "وفادار ہون مین"

ہے عرض یہ دست بستہ تجھ سے، شانی — کر نگاہِ الفت؛ تیرا بیمار ہون مین

بُرائی کی جڑ

ایک ڈراما جس میں ہندوستانی مسیحی جماعت کے رسوم وطریق معاشرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے

تیسرا ایکٹ

پہلا سین۔ مسٹر ہنری نادر کا مکان۔ مسٹر نادر ایک شال میں لپٹے ہوئے آرام کرسی پر دراز ہیں۔ قریب ہی پادری کرشن راؤ بیٹھے ہیں۔

پادری کرشن راؤ۔ یہ سن کر مجھے افسوس ہوا کہ آپ کی صحت میں کچھ زیادہ ترقی نظر نہیں آتی۔

مسٹر نادر۔ مسٹر کرشن راؤ! بات یہ ہے کہ میری حالت دن بدن ابتر ہوتی جا رہی ہے۔ کوئی چیز میں ہضم نہیں کر سکتا حالانکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرا ہاضمہ بہت اچھا ہے۔ اگر میں ذرا سی غذا بھی کھا لیتا ہوں تو اس سے پیٹ میں ناقابل برداشت درد ہونے لگتا ہے۔

پادری صاحب۔ ڈاکٹر صاحب کیا فرماتے ہیں؟

مسٹر نادر۔ ڈاکٹر صاحب میری حالت دیکھکر خود ہی حیرت میں ہیں۔ اپنے مشیر طبی کی لیاقت وقابلیت دیکھکر تو میں یہی کہنے پر مجبور رہتا ہوں کہ ہنوز طبی سائنس نے کچھ ترقی نہیں کی۔ وہ حضرت روز ایک جدید نسخہ میرے لیے تجویز کرتے ہیں، اور اس کا نتیجہ ظاہر ہی ہے۔

پادری صاحب۔ مگر لوگوں میں تو یہ مشہور ہے کہ وہ نہایت ہشیار ڈاکٹر ہیں!

مسٹر نادر۔ ہاں، اس میں کیا شک ہے۔ وہ ایسے ہشیار ہیں کہ اپنی لاعلمی کا راز آشکار نہیں ہونے دیتے۔ مگر میں اُن کو کچھ الزام نہیں دیتا۔ حتی الامکان کوشش کا کوئی دقیقہ وہ اُٹھا نہیں رکھتے۔ ناممکن ہے کہ کوئی ڈاکٹر ان تمام امراض کی تہ کو پہنچ سکے جو جسم انسانی کو وراثت میں ملے ہیں۔ گمان غالب ہے کہ میں کسی نئے مرض کا شکار ہو رہا ہوں اور ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ تاہم میری یہ خواہش ضرور ہے کہ میں اُن

کے تجربات کی نذر ہو جاؤں۔

پادری صاحب۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ جلد تندرست ہو جائینگے۔ اطمینان رکھئے۔

مسٹر نادر۔ مجھے بھی یہی امید ہے۔ فرمائیے ڈیزی کی شادی کب ہے؟

پادری صاحب۔ ابھی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔ لڑکے کے والدین نے ابھی تک نسبت کا پیغام (proposal) بھی باقاعدہ نہیں بھیجا ہے۔ اور اس کی خواہش ہے کہ اُس کے تبادلے سے قبل ہی شادی ہو جائے۔

مسٹر نادر۔ کیا اس کی تبدیلی ہونے والی ہے؟

پادری صاحب۔ جی ہاں، اور ممکن ہے کہ بہت جلد۔ بات یہ ہے کہ موجودہ انگریز انجینیر اس کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ایک برہمن نوجوان کو یہ جگہ دینا چاہتا ہے۔ لہذا اسکی یہ خواہش ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو یہ نوجوان یہاں سے تبدیل ہو جائے۔

مسٹر نادر۔ مسٹر رام کرشنا آئر بھی تو برہمن ہیں۔ یا یُوں کہنا چاہیئے کہ برہمن تھے!

پادری صاحب۔ مگر دوسرے برہمنوں کی نظر میں تو وہ اب برہمن نہیں رہے، اور اس وجہ سے وہ کانٹے کی طرح اُن کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں۔

مسٹر نادر۔ ہوں! گویا ڈیزی بہت جلد بیوی بن جائے گی۔ کیا وہ اِس انتظام سے خوش ہے؟

پادری صاحب۔ جی ہاں۔ مگر یہ تو ناممکن ہے کہ گھر سے جدا ہونے کا اُسے خیال نہ ہو، بالخصوص جبکہ اس کی والدہ بھی دنیا میں نہیں ہیں۔

مسٹر نادر۔ یہ بھی قسمت کی خرابی ہے کہ اُس کی والدہ اپنی اکلوتی بیٹی کی خوشی نہ دیکھ سکیں۔

پادری صاحب۔ فرمائیے، آپ نے للی کی شادی کے متعلق بھی کچھ سوچا کہ نہیں؟

مسٹر نادر۔ میں نہیں جانتا کہ اِس سوال کا کیا جواب دوں۔ مجھے مسٹر مانکم پلائی کا اُتنا خیال نہیں ہے جتنا آپ کو ہے۔ یہ درست ہے کہ انھوں نے دنیا کی خوب سیر کی ہے، مگر کوئی ایسا آدمی للی کو ہرگز خوش نہیں رکھ سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ للی کی پرورش نہایت عیش و آرام میں ہوئی ہے، اور دنیا کے سرد و گرم سے وہ بالکل ناواقف ہے۔

پادری صاحب۔ افسوس ہے کہ اب تک آپ نے مانکم پلائی کو نہیں پہچانا۔ وہ نہایت سچے

رفتار اور اخلاقی اصول کا پابند شخص ہے۔ چند برس قبل وہ ایک آوارہ مزاج جوان تھا مگر اب دُنیا کے تجربون نے اُس کو پختہ اور سمجھدار بنا دیا ہے۔ اُس کا ارادہ ہے کہ اپنی بقیہ زندگی مشنری خدمت مین صرف کرے۔ اس کے پاس اس قدر روپیہ موجود ہے کہ وہ کئی خاندانون کا کفیل ہو سکتا ہے۔ لہذا اُس کی خواہش نہیں ہے کہ اب اور روپیہ پیدا کرے مین سمجھتا ہون کہ یہ اُس کے مذہبی اور بھلے مانس ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

مسٹر نادر۔ بیشک ایک جوان آدمی کے لیے اِس سے بہتر کوئی اور کام نہیں ہے کہ وہ مشنری خدمت کو اختیار کرے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ آج کل ہمارے نوجوانون مین یہ بھی ایک فیشن ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اس کام کی قدر و منزلت کو نقصان پہنچتا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ مسٹر مانکم پلائی محض فیشن برتنے کے لیے مشنری خدمت کو اختیار کرنے کا ارادہ نہین رکھتے ہین۔

پادری صاحب۔ ہرگز نہین۔ مسٹر مانکم پلائی اِس قبیل کے آدمی نہین ہین۔ انھین فیشن کا کچھ خیال نہین۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ وہ یہ بھی نہین جانتے کہ ایسی خدمت بھی فیشن مین داخل ہے۔ اور اگر اُن کی پوشش کے متعلق کہئے تو مین کہہ سکتا ہون کہ وہ موجودہ فیشن کے غلام نہین ہین۔

مسٹر نادر۔ یہ دوسری بات ہے کہ فلان شخص کیسا کپڑا پہنتا ہے اور کیسا نہین۔ مگر اِس کا یہ مطلب ہرگز نہین ہے کہ کوئی شخص بدلباس ہی ہو۔ میرے خیال مین جو شخص بدلباس ہے یا تو دُنیا مین اُس کا کوئی دوست نہین ہے اور یا وہ خود ہی اپنی اُدھیڑبُن مین اِس قدر مستغرق رہتا ہے کہ دوسرون کی راے کا خیال نہین کرتا۔ بہرحال ایسا شخص نظرانداز کرنے کے قابل نہین۔

پادری صاحب۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی مسٹر مانکم پلائی کو مشورہ دے تو وہ اپنا لباس تبدیل کر دین گے۔ اگر آپ کو یا آپ کے خاندان کے کسی اور ممبر کو ان کے لباس پر اعتراض ہے تو مین بآسانی اُن کو مجبور کر سکتا ہون کہ وہ خوش پوشی کا خیال رکھین۔

مسٹر نادر۔ لباس کے معاملہ مین یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ کسی کو کیسا لباس پہننا چاہیئے اور

کیسا نہین کسی شخص یا جماعت کے لیے کوئی لباس مخصوص نہین ہے، اور کسی کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ فلان لباس زیب تن کرنا چاہیئے - بہرحال مسٹر ہانکم پلائی کو جو لباس پسند ہے، وہ ہی ان کو استعمال کرنا چاہیئے - کسی کو یہ حق حاصل نہین ہے کہ ان کو تبدیل لباس پر مجبور کرے ◆

پادری صاحب - کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائینگے کہ مین ایک سوال سے آپ سے کرون، اور آپ اس کا جواب بھی صفائی اور عمدگی سے دینگے ؟

مسٹر نادر - قاعدہ کی رُو سے مین کسی کی آزادی کلام مین دخل نہین دیتا - جواب کے متعلق مین یہ کہہ سکتا ہون کہ مین نے آج تک کسی کو ایسا جواب نہین دیا جس کی نسبت کہا جا سکے کہ وہ صفائی اور عمدگی سے نہین دیا گیا -

پادری صاحب - اِس سے یہ مقصد ہرگز نہین ہے کہ خدانخواستہ مین آپ کی صاف گوئی پر حملہ کرتا ہون - مین جو بات آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہون وہ یہ ہے کہ کیا مسٹر ہانکم پلائی کو اپنی دامادی مین قبول کرنے کے معاملہ مین آپ کو کوئی خاص اعتراض ہے -

مسٹر نادر - ذاتی طور پر مجھے کوئی اعتراض نہین ہے - اگرچہ ایک ماہ قبل مین نے اس سوال کا کچھ خیال نہین کیا، اور آج صفائی سے اِس کا جواب دیتا ہون -

پادری صاحب - اور مسز نادر کا اس باب مین کیا خیال ہے؟

مسٹر نادر - وہ اِس معاملہ مین آپ سے زیادہ سرگرم نظر آتی ہین - اُنھون نے ہمیشہ مجھے یہی کہا کہ مین مسٹر پلائی پر خاص نظر رکھون - اُن کی بھی یہی خواہش معلوم ہوتی ہے کہ للی کی شادی مسٹر پلائی کیساتھ کر دیجائے لیکن للی اِس انتظام سے خوش نظر نہین آتی -

پادری صاحب - مجھے شک ہے کہ وائی ایم سی اے کا سکرٹری، مسٹر ولیمس، للی کی طرف آج کل زیادہ متوجہ ہے - وہ اِس معاملہ مین خاص طور پر کمزور واقع ہوا ہے - مین نے سُنا ہے کہ اُس نے دو مرتبہ منگنی کی ہے - اول بمبئی مین اور دوسری مرتبہ بنگلور مین دونون موقعہ پر اُس نے آخری وقت مین اُن لڑکیون کو جواب دیدیا - مین نہین سمجھ سکتا اب اُس نے پھر کیون اس قسم کی جرأت یہان کی ہے؟

مسٹر نادر۔ کیا وہ اِس قسم کا آدمی ہے، میرا تو یہ خیال تھا کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ جہان تک مجھے علم ہے وہ اچھا تعلیم یافتہ اور کسی ولایتی یونیورسٹی کا ڈگری یافتہ ہے۔

پادری صاحب۔ خیر خواہ کچھ ہی ہو مگر وہ وائی ایم سی اے کی خدمت کے قابل نہین ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ جلد تر وائی ایم سی اے سے قطع تعلق کرے گا۔ جو کچھ مین کہہ رہا ہون اس کے متعلق مین نے اپنا کافی اطمینان کر لیا ہے اور میرے پاس اس کے متعلق چند ثبوت بھی موجود ہین۔ بہرحال للّی کو اس سے بچانا چاہیئے!

مسٹر نادر۔ جہان تک میرا خیال ہے مسٹر ولیمس اور میری بیٹی کے درمیان کوئی خاص بات چیت نہین ہوئی ہے!

پادری صاحب۔ اگر آپ کو کچھ معلوم نہین ہے تو مجھے اجازت مرحمت فرمایئے کہ مین صفائی کے ساتھ آپ سے بیان کرون۔ وہ دونون آپ کے خانہ باغ مین بے وقت پائے گئے جہان پر باہم پیار و محبت کی باتون مین مصروف تھے۔ مگر عنایت فرما کر للّی سے اِس کا ذکر نہ کیجئے گا جس آدمی نے ان دونون کو دیکھا تھا وہ پوشیدہ چھپکر سب کچھ دیکھتا اور سُنتا رہا۔

مسٹر نادر۔ (متحیر ہو کر) واقعہ کی اصلیت کو جانچنا مجھ پر فرض ہے۔ مین نہین چاہتا کہ وہ اپنی ناتجربہ کاری کے باعث کسی شریر آدمی کی نفسانی خواہشات کا شکار ہو جائے۔ مین آپ کی موجودگی ہی مین للّی کو بلا کر اس کے متعلق اُس سے دریافت کرتا ہون۔

پادری صاحب۔ عنایت فرما کر میری موجودگی مین کوئی کارروائی نہ کیجئے۔ اگر فی الواقع آپ تحقیقات فرمانا چاہتے ہین تو میرے چلے جانے کے بعد دریافت کیجئے گا۔

مسٹر نادر۔ لیکن آپ کو وعدہ کرنا چاہیئے کہ آپ اس شخص کو لائین گے جس نے اپنی آنکھون سے سب کچھ دیکھا!

پادری صاحب۔ اگر یہی آپ کی مرضی ہے تو مین تیار ہون۔ اب مین رخصت ہوتا ہون (گھڑی دیکھ کر) بہت دیر ہو گئی۔ (کھڑے ہو کر) اب مین آداب عرض کرتا ہون۔

مسٹر نادر۔ تسلیمات عرض۔ [پادری کرشن راؤ کمرے سے باہر جاتے ہین]

مسٹر نادر۔ آپ ہی آپ کہتے ہین۔ دُنیا کا عجیب حال ہے۔ تاریخ خود بخود اپنے

واقعات کو دُہراتی ہے۔ للی نے وہی کچھ کیا جو اُس کی والدہ نے کیا تھا۔ ہم لوگ خود اُس کے والدین کے علم کے بغیر آپس میں ملتے جُلتے تھے۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف ملاقات کی جگہ میں۔ وہ مجھ سے اوّل اوّل اُس قبرستان میں مُلاقی ہوئی تھی جو اُس کے گھر کی پشت پر واقع تھا۔ مگر للی نے اُس سے زیادہ مناسب و موزون جگہ تجویز کی۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس ملاقات کے لیے میں اپنی لڑکی کو الزام دوں جبکہ کسی وقت خود میں نے اس کو بہادرانہ فعل سمجھا تھا۔ مناسب نہیں کہ میں اُس سے اس کے متعلق کچھ ذکر کروں ممکن ہے کہ اس سے یہ فعل سرزد نہ ہوا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شخص نے پادری صاحب سے یونہی حاشیہ چڑھا چڑھا کر ایک بات کہدی ہو۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ پادری صاحب نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے کی غرض سے اپنے دل سے ایک بات بنائی ہو۔

[مسٹر نادر للی کو آواز دیتے ہیں۔ للی کمرے میں داخل ہوتی ہے]

للی۔ کیا کہتے ہو پاپا؟

مسٹر نادر۔ بچی یہاں آ۔ (للی اپنے والد کے پاس پہنچ کر کرسی سے لگ کر کھڑی ہو جاتی ہے)۔ للی! میں تم سے ایک خاص اور اہم معاملہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کرسی لے کر میرے قریب ہو بیٹھو (للی بیٹھ جاتی ہے)۔ بچی! تم جانتی ہو کہ میں کس قدر بیمار ہوں۔ اب میری وہ حالت نہیں رہی جو اس سے قبل تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اب زندگی کی ذمہ داریاں بھی زیادہ سخت اور دشوار نظر آتی ہیں، کیونکہ بیماری نے مجھے بہت کمزور بنا دیا ہے۔ تمھاری آیندہ زندگی کا خیال کر کر کے مجھے اور بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ بیٹی للی! میری یہ خواہش ہے کہ میں مرنے سے قبل تمھیں تمھارے اپنے گھر میں آباد دیکھ سکوں۔ کہو کیا تم مسٹر حکم بلائی کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو؟ (للی خاموش رہتی ہے، اور اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں) کہو کہو۔ گھبراؤ نہیں۔ تمھیں اپنے دل کی بات مجھ سے نہیں چھپانا چاہیئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ سوال ایسا نہیں ہے کہ آسانی سے جواب دیا جا سکے۔ کیا کوئی اور شخص ہے جس کی طرف تمھاری طبیعت مائل ہے؟۔

للی۔ (شرماکر) جی ہان!

مسٹر نادر۔ وہ کون ہے؟ کیا ڈائی ایم سی اے کا سکرٹری مسٹر ولیمس؟

للی۔ (دبی زبان سے) جی ہان!

مسٹر نادر۔ کیا کبھی تمھین اُس کی طرف سے کوئی خط ملا؟ (للی خاموش رہتی ہے)۔ جواب دینے سے کیون گھبراتی اور شرماتی ہو؟ تم جانتی ہو کہ گزشتہ کئی سال سے مین تمھارا باپ اور مان دونون ہی رہا ہون۔ سب کچھ مجھ سے صاف صاف کہو۔ اپنے باپ سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔ کیا تم نے کبھی ولیمس سے اپنے خانہ باغ مین ملاقات کی ہے؟

للی۔ جی ہان۔ ایک دفعہ مین اُنسے اپنے خانہ باغ مین ملی ہون مگر اس مین اُن کی کچھ خطا نہ تھی۔ اُنھون نے مجھ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی تو مین نے یہ مقام تجویز کیا۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ اُنھون نے کوئی ایسا سلوک مجھ سے نہین کیا اور نہ کچھ کہا جس کی وجہ سے وہ یا مین اپنے خداوند کی نظرون سے گر جائین۔

مسٹر نادر۔ اس واقعہ کو کتنے دن گزرے۔

للی۔ چھ ہفتے۔

مسٹر نادر۔ میرا خیال ہے کہ اُس نے تم سے شادی کی درخواست کی ہوگی؟

للی۔ جی ہان۔

مسٹر نادر۔ کیا تم نے اُس درخواست کو منظور کر لیا؟

للی۔ ہان پاپا (للی اپنے والد کے قدمون مین گر جاتی ہے)۔ پاپا! مجھ کو یا اُن کو کچھ الزام نہ دیجئے۔ جو کچھ میرے دل نے گواہی دی، وہی مین نے کیا۔ مجھے اُن سے ایسی محبت ہے کہ آج تک کسی مرد یا عورت سے نہین ہوئی۔ لیکن مین اُن سے آپ کی اجازت کے بغیر شادی نہین کرونگی۔ وہ جانے سے قبل آپ سے درخواست کرنے والے تھے، مگر سوء اتفاق سے آپ سے مُلاقات نہو سکی۔

مسٹر نادر۔ وہ کہان گیا ہے؟

للی۔ جس روز ہم لوگون کی خانہ باغ مین مُلاقات ہوئی تھی، اُس کی دوسری صبح

وہ تو نہ چلے گئے۔

مسٹر نادر۔ کیا اُس نے کوئی خط بھیجا؟

للی۔ ہاں، ایک خط بھیجا ہے جس روز وہاں پہنچے ہیں، اسی دن اُنھوں نے خط لکھا تھا۔

مسٹر نادر۔ اور تم نے جواب دیا؟

للی۔ جی ہاں۔

مسٹر نادر۔ میں کہتا ہوں کہ اُس نے دوبارہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں محسوس کی ہوگی۔ آوارہ آدمی۔ للی! وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔ مجھے نہایت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اُس نے کئی معصوم دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔

للی۔ پاپا! یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اتہام ہے۔ میں ہرگز اس کو یقین نہیں کرسکتی۔ ایسے افعال اُن سے سرزد ہی نہیں ہوسکتے!

مسٹر نادر۔ مجھے اُس کے حالات کی زیادہ خبر نہیں لیکن جو کچھ اُس کی ذات سے اب تک ظہور میں آیا ہے، دیگر نے بیان کیا ہے۔ اگر وہ وفادار ہوتا تو اب تک کبھی کا شادی کرچکا ہوتا۔ اُس نے بمبئی میں ایک لڑکی کو دھوکا دیا۔ پھر بنگلور میں اسی قسم کا فعل اُس سے سرزد ہوا۔ اور اب وہ تم کو پریشان کرنا چاہتا ہے۔ خیر، اچھا ہوا کہ مجھے وقت پر اطلاع ہوگئی۔

للی۔ پاپا! اُن کی غیر حاضری میں آپ اُن پر ظلم نہ کیجئے۔ (رونے لگتی ہے) ۔ اُن سے ہرگز یہ افعال سرزد نہیں ہوئے جن کا الزام اُنھیں دیا جاتا ہے۔ اُنھوں نے قسم کھا کر مجھ سے بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے کبھی کسی عورت سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔ مجھے اُن کی زبان اور اُن کی سچائی کا اُتنا ہی یقین ہے، جتنا کہ میں اپنی نسبت رکھتی ہوں۔

مسٹر نادر۔ (کچھ دیر خاموش رہکر) اُس کی اِتنے دن کی خاموشی کے متعلق تم کیا تاویل کروگی؟

للی۔ ممکن ہے کہ وہ بیمار ہوگئے ہوں۔

مسٹر نادر۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہان جاکر اُس نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ آدمی بادی النظر مین جیسا نظر آتا ہے، دراصل ویسا نہین ہوتا۔ وہ اِس قابل ہرگز نہین ہے کہ تم اس کا کوئی خیال کرو۔ میری صلاح مانو اور اُس کے خیال کو اپنے دل و دماغ سے نکال ڈالو۔

للی۔ بابا! مین کیونکر کر سکتی ہون؛ وہی صرف ایک شخص ہے جس سے مجھے محبت ہے۔ مین کسی اور سے محبت نہین کر سکتی۔

مسٹر نادر۔ اِس قسم کی باتین مین نے بہت سی لڑکیون کی بابت سنی ہین۔ مگر تمھین چند برس بعد افسوس ہوگا کہ تم نے کیون اِس قسم کے خیالات ظاہر کیے تھے۔ کوشش کرو اور اپنے تئین سمجھاؤ اور یقین رکھو کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو، اِس مین تمھارا سراسر نقصان ہے۔ اِس خیال کو ترک کرو۔ جاؤ، اور اِس پر دوراندیشی سے غور کرو اور تب مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ (للی روتی ہوئی کمرے سے باہر نکلتی ہے)۔ غریب لڑکی! کاش مین اُس انتظام مین دخل نہ دون جو میری بیٹی کے راحت و آرام کے لیے خدا کی طرف سے مقرر ہے۔

[مسٹر نادر کسی سوچ مین مستغرق ہو جاتے ہین]

(باقی آیندہ)

"ایلیشم"

ضرورت

سی۔ ایم۔ ایس ورناکیولر مڈل اسکول بلند شہر کے لیے ایک ایسے مسیحی ہیڈ ماسٹر کی ضرورت ہے جو اُردو مڈل اور نارمل پاس ہو۔ یا انگریزی میٹرک ہو اور اُردو مین خاص لیاقت رکھتا ہو۔ تنخواہ حسب لیاقت معقول دی جائے گی۔ اپنی درخواست معہ نقول اسناد ذیل کے پتہ پر بھیجدی جاوے۔

المشتہر

پادری جان ایس سی چٹرجی سی۔ ایم۔ ایس۔ بلند شہر

ناظرین کو یہ پڑھ کر ضرور افسوس ہوگا کہ زندگی مین جو سلسلہ سبعہ مکاتیب کے نام سے شروع ہوا تھا وہ آیندہ جاری نہ رہ سکے گا۔ جس کتاب سے یہ خطوط ترجمہ ہو رہے تھے وہ کتاب ہی کسی نے اُڑا لی۔ اور کتاب کا دوسرا نسخہ دستیاب ہونا غیر ممکن نظر آتا ہے کیونکہ اس کا سنہ طباعۃ ۱۸۲۰ء تھا۔ بہرحال ہم خوش ہین کہ پہلا خط ختم ہو گیا ہے ۔

اپنی موجودہ پریشانیون کے باعث ہم کچھ نہین کر سکے۔ آیندہ پرچہ بھی تقریبًا تیار ہے۔ یہ دونون پرچے اگرچہ ہر لحاظ سے کمزور رہین۔ مگر معاونین کرام کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ آیندہ سب کام ٹھیک ہوگا۔ چنانچہ جون ۱۸ء کا پرچہ خود ہی اِس کی شہادت دے گا ۔

پادری ایس ایس آلنٹ نے ۲۷ برس تک دہلی اور اُس کی نواح مین نہایت جانفشانی سے مسیحی خدمات انجام دین۔ اب جبکہ وہ اس دُنیا سے کوچ کر گئے ہین، وہ لوگ جن کو ان کے ایثار اور جوش سے روحانی فوائد حاصل ہوئے ہین، ان کے نام پر کوئی مناسب یادگار قائم کرنا چاہتے ہین۔ یقین ہے کہ مرحوم کے دوسرے دوست بھی اِس مفید کام مین شریک ہون گے۔ یادگار کی دو صورتین زیر تجویز ہین۔ اول یہ کہ سنیٹ اسٹفین چرچ دہلی کی عمارت بڑھائی جائے۔ دوسری یہ کہ قطب (مہرولی) مین ایک گرجہ گھر تعمیر کیا جائے۔ روپیہ فراہم ہونے پر تصفیہ ہو سکے گا کہ کونسی یادگار قائم کی جائے۔ یادگار قائم کرنے کے لیے ایک باقاعدہ کمیٹی نامزد ہوئی ہے۔ پادری ایس گھوش بی اے (کشمیری دروازہ۔ دہلی) اس کمیٹی کے سکرٹری اور پادری الیف جی ولیسٹرن (کیمبرج مشن دہلی) خزانچی ہین۔ چندہ خزانچی کے نام بھیجنا چاہیئے ۔

مخزن مسیحی راوی ہے کہ فتحگڈھ کے بابو کیدار ناتھ صاحب منت جو سابق مین اے پی مشن مین پادری تھے، اور مدت ہوئی کہ آریہ سماج مین شریک ہو گئے تھے، اب مع خاندان پھر مسیحی جماعت مین شامل ہو گئے ہین۔ خدا استقامت بخشے!

تیج پبلشنگ ہوس لکھنؤ میں باہتمام مسٹر ایچ ایچ کول پرنٹر طبع ہوا اور پی ایل شکر نے نیر پریس لکھنؤ سے شائع کیا

فہرست مضامین

منروا پریس لکھنؤ (اودھ) سے شایع ہوا

قیمت سالانہ عـہ

قیمت فی پرچہ ۳

واقعات و رائیں

حضور شہنشاہ معظم کی سالگرہ کے موقعہ پر امسال بھی بعض ہندوستانی مسیحیوں کو خطابات سے ممتاز فرمایا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ فہرست خطابات میں ہمارے صوبہ کے کسی مسیحی کا نام نہیں ہے۔ صوبجات متحدہ میں مسٹر ایچ ڈیوڈ بی اے نے جو خدمات اپنی جماعت کی انجام دی ہیں وہ اس قابل ہیں کہ سرکاری طور پر ان کا اعتراف کیا جائے۔ صوبۂ دہلی میں پروفیسر ایس کے رودرا ایم اے اور ڈاکٹر ساڈل ڈیوڈ اور صوبۂ پنجاب میں مسٹر ایم ایل ریلیا رام بی۔ اے اور پروفیسر آر سراج الدین بی اے وغیرہ کی خدمات بھی قابل اعتراف ہیں۔ کاش ہماری نام نہاد انڈین کرسچن ایسوسی ایشن ایسے مواقع پر خواب غفلت سے بیدار ہو جایا کرے۔

یونیورسٹی کے امتحانات میں امسال بھی اگرچہ مشن اسکولوں اور کالجوں کا نتیجہ اچھا رہا مگر افسوس ہے کہ بعض اسکولوں نے لٹیا ڈبو دی۔ سال گزشتہ میں گرلز ہائی اسکول دہرہ دون سے کوئی لڑکی میٹرکولیشن کے امتحان میں پاس نہیں ہوئی تھی۔ امسال وانا میکر گرلز ہائی اسکول الہ آباد نے یہ شرف حاصل کیا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر طریقہ تعلیم میں کوئی نقص ہے تو اس کو دور کرنا چاہیئے

مسیحی سادھو سوامی سندر سنگھ نے جنوبی ہند میں بہت اچھا کام کیا ہے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اُن کے پند و نصائح کے ذریعہ سے بہتوں نے اپنی حالت کو پہچانا اور توبہ و استغفار کر کے اپنے منجی کے قدموں میں حاضر ہوئے۔ ہماری دلی دُعا ہے کہ خداوند تعالےٰ سوامی سندر سنگھ کے ساتھ ہو اور اُن کے کام پر برکت بخشے۔

ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد مسرت حاصل ہوئی کہ لودیانہ (پنجاب) کے کرسچن بوائز ہائی اسکول کے سابق طلبا نے جنگی خدمات میں خاص حصہ لیا ہے۔ اِس وقت چھیالیس مسیحی جوان فوج میں شامل ہیں۔ منجملہ ان کے چھ صوبیدار، سات حوالدار اور دوسرے سپاہی ہیں۔ پنجاب کے سرکاری اخبار میں اسکول مذکور کی بہت تعریف کی گئی ہے اور کچھ شک نہیں کہ وہ اِس کا اہل بھی ہے۔

کولمبو میں سوامی سندر سنگھ کے ذریعہ سے نیشنل مشنری سوسائٹی نے بارہ سو روپیہ چندہ جمع کیا۔ اب ایک ماہ تک سوامی سندر سنگھ تلنگو اضلاع میں مقیم رہیں گے بعد ازاں جرمنی کی طرف تشریف لے جائیں گے۔

شمالی ٹراونکور میں مسیحیت خوب ترقی کر رہی ہے۔ وہاں کے مزارعین کے ایک فرقہ کا نام "ازہوا" ہے، جس کے بہت سے افراد تعلیم یافتہ اور متمول ہیں۔ اس فرقہ کے کئی پردھت

شذرات

ایک امریکن خادم الدین نے جائز تفریح کی پہچان کے لیے چار قاعدے ٹھہرائے ہین۔ اول یہ کہ اس تفریح سے جسمانی طور پر فائدہ ہو۔ دوئم دل کو اِس سے تقویت ہو۔ سوئم وہ روحانیت کے خلاف نہ ہو اور چہارم یہ کہ نیک تاثیر کو زائل کرنے والی نہ ہو اس سے بڑھکر ایک مسیحی ہمعصر نے ہر ایک تفریح کے لیے بعض ایسے سوالات تجویز کیے ہین جو نہایت کار آمد ہین مثلاً اس قسم کی تفریح امتحان پر غالب آنے مین مددگار ہے یا نہین کیا اس سے ہم مسیح کے پاس کھینچ جاتے ہین یا دور ہٹائے جاتے ہین۔ اس زمانہ مین جبکہ بُری قسم کے کھیل تماشے فیشن سمجھے جاتے ہین ضرور ہے کہ مسیحی لوگ دیکھ بھال کر چلین۔

گناہ اکثر اوقات انسان کی نظرون سے چھپا رہتا ہے لیکن خدا کے سامنے روشن ہوتا ہے۔ کہتے ہین کہ ایک چور بہت ہی قیمتی اشیا چرا کر لے گیا لیکن اس کی نیت سیر نہ ہوئی اور اُس نے سوچا ایک بوری اناج کی بھی لیتے چلین۔ اتفاقاً بوری کی تہ مین ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جسمین سے ایک ایک دانہ کبھی کبھی زمین پر گر پڑتا تھا یہی گرے ہوئے دانے اُس چور کا سراغ دینے اور اُس کو پکڑوانے مین کارگر ہوئے ۔ یقین ہو کہ ہمارے گناہون کا سراغ باقی رہیگا تو

ہم گناہ سے باز رہنے مین کیسی خبرداری کرینگے۔

حساب کیا گیا ہے کہ شہد کی مکھی کے پر ایک منٹ مین پندرہ ہزار پانچسو چالیس دفعہ حرکت کرتے ہین اِس قسم کی مکھی کے پر اڑنے والے کیڑون مین سب سے چھوٹے ہین اور اِس کمی کو پورا کرنے کے لیے ضرور ہے کہ پرون کی حرکات کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہو پھر برعکس اور قسم کی مکھیون کے ان کے ڈ ڈ ڈ پر دونون طرف ہوتے ہین اور ان مین اکیس انکڑے ایسے انداز سے جڑے ہوئے ہین کہ دونون پر مل کر ایک پر کی طرح حرکت کرسکتے ہین اگر انسان کو اس قسم کی باریک تحقیقات کے لیے اعلےٰ درجہ کے دماغ اور اوزار درکار ہین تو جو شخص اپنے دل مین کہے کہ "خدا نہین" وہ احمق نہین تو اور کون ہے؟

فلیمون کے نام کے خط مین پولوس رسول فرماتا ہے کہ "مین شریعت کی راستبازی مین بےعیب تھا" (۳ باب ۶ آیت) اِس پر روب پیلو صاحب فرماتے ہین کہ کوئی شخص یہ دعوے نہین کرسکتا تھا سوائے اُس جوان کے جس نے خداوند یسوع مسیح کے پاس آکر دریافت کیا کہ "مین کیا کرون کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤن" اس نے کہا کہ "مین نے جوانی سے اِن سب کو مانا ہے" صاحب موصوف کے خیال مین یہ شخص مُقدس پولوس تھا جس نے مشہور اُستاد گملیل کے قدمون مین پرورش اور تعلیم پائی تھی یہی شخص شرع کی راستبازی پر عمل کر کے کسی درجہ بےعیب ہونے کا دعوےٰ کرسکتا تھا۔ لیکن آخرکار اُس کو معلوم ہوگیا کہ مین اپنی کسی کوشش سے مُقدس خدا کو خوش نہین کرسکتا (چنانچہ اُس کے خطوط سے ظاہر ہے) خواہ یہ درست ہو یا نہو لیکن صاحب موصوف کا خیال نہایت دلچسپ ہے۔

چند روز کا ذکر ہے کہ کسی مسیحی شخص نے اثناء گفتگو مین کہا کہ ہمارے خادم الدین کی آواز گرجے مین جا کر کیسی بدل جاتی ہے بجائے آواز کے معمولی نشیب و فراز کے ایک خاص لمبی سی سُر شروع کی جاتی ہے شاید یہی باعث [illegible] گرجے مین عبادت کے وقت نیند کا زور

ہوتا ہے۔ چنانچہ ریل گاڑی میں اور چکی کی آواز کے شور میں ایک قسم کی غنودگی طاری ہوجاتی ہے جس کو انسان مشکل روک سکتا ہے لیٹیمر صاحب ایک عورت کا ذکر کرتے ہیں جس کو مطلق نیند نہ آیا کرتی تھی۔ آخر جب سب خواب آور ادویات استعمال کی گئیں اور کچھ فائدہ نظر نہ آیا تو اس کو ایک گرجے میں لے گئے جہاں وہ فوراً شیرین خواب استراحت میں غوطہ زن ہوگئی۔ اسی طرح ہمارے گرجوں کی عبادت اور خصوصاً وعظ مسمریزم کا اثر رکھتی ہے سنہ ۱۶۲۶ء میں ملک ڈنمارک کے دربار میں نے پی میس نام ایک چیلپن تھا ایک روز گرجے میں وعظ کرتے وقت اس نے دیکھا کہ جماعت کا بہت سا حصہ سو رہا ہے۔ اس نے فوراً جیب سے ایک کھلونا نکالکر کھیلنا شروع کر دیا سب سونے والے بیدار ہوگئے۔

فرموزلیس فرماتا ہے کہ "اپنا بوجھ خداوند پر ڈال کہ وہ تجھے تھام لیگا" شاید ہمارے خیال میں یہ وعدہ یوں ہونا چاہیئے تھا کہ اپنا بوجھ خداوند پر ڈال اور وہ اسکو اُٹھالیگا" لیکن لکھا ہے کہ "وہ تجھے تھام لیگا" خدا ہمارے بوجھ اس طور پر نہیں اُٹھالیتا کہ ہمیں کچھ کرنا ہی نہ پڑے یا ہمیں اُس کی ضرورت ہی نہ رہے بلکہ وہ اپنی رُوح سے ہم کو ایسی طاقت دیتا ہے کہ ہم بھاری ذمہ داریوں کا بوجھ سر پر لیے ہوئے خوشی اور چستی سے گیت گاتے ہوئے آگے بڑھے چلے جاتے ہیں گویا ہم ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ہماری طاقت نہیں بلکہ خدا ہی کی ہے جو ہم کو تھامے لیے جاتی ہے۔ خدا میں موتی پڑانے بندوں کی حمایت کرتا ہے۔ لوتھر نے کسی جگہ یوں کہا کہ میں نے بعض اوقات مسیحیوں کو لنگڑاتے ہوئے اور کمزوری کی حالت میں چلتے دیکھا ہے لیکن جب دُنیا کے مقابلہ پر کھڑے ہونے کا وقت آیا تو یکدفعتاً اُن کے اندر تحریک ہوا اور وہ ایسے مضبوط ہوگئے کہ شیطان، جو اُس سے باختہ اُن کے سامنے سے بھاگ گیا۔

کلیسیا کے ابتدائی زمانہ میں صلیب محض ایک نشان اور یادگار سمجھی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ روحانی اور معجزانہ تاثیریں اس سے منسوب کی گئیں چھٹویں صدی میں رومی کلیسیا نے اس کی پرستش کو جائز ٹھہرایا۔ اس بُت پرستی کا بقایا ابتک بعض گرجوں میں پایا جاتا ہے بسا اوقات جاتی ہے

مینار پر صلیب کا نشان کھڑا کرنا چنداں قابل اعتراض نہیں لیکن گرجا کے اندر "مقدس میز" کے اوپر یا اُس کے سامنے صلیب کو بنانا یا قائم کرنا ہمارے ملک میں نہایت نامناسب ہے۔ مسیح کی صلیب ہم کو گناہ کا مکروہ ہونا اور خدا کی محبت کا کمال یاد دلاتی ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بغیر لکڑی یا پتھر کی صلیب کے اِس صداقت کو ہم خیال میں نہیں لا سکتے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ ظاہری صورتیں ہمارے ایمان کے لیے مددگار ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ مسیح کی قبر بھی گرجا میں بنا کر نہ رکھی جائے اور خود مسیح کی تصویریں یادگاری کے لیے بنا کر کیوں اُن کی عزت اور تعظیم نہ کی جائے۔ یہ سلسلہ آخر ہم کو بہت دُور لے جائے گا ہم کو ضرور ہے کہ "بدی کی صورت" ہی سے بھاگیں۔

ہم دیسی کلیسیا کی ترقی کو دیکھکر خدا کا شکر کرتے ہیں۔ لیکن مسیحیوں کی بعض نیم انگریزی عادات کو دیکھکر افسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ خالص انگریزیت اپنی جگہ پر بُری نہیں لیکن ایک نہایت مہنگی جنس ہے اور یہاں اب تک کچھ اور ہی معاملہ ہے۔ ہم بارہا اِس کا ذکر کر چکے ہیں کہ ترقی کی لائن پر نیم انگریزیت بھی ایک اسٹیشن ہے۔ تو بھی منجدھار میں پڑ کر کشتی کو چھوڑ دینا مردانگی نہیں۔ کنارہ کا رُخ کرتے جانا چاہیئے ـ اور آخر وہ دن ضرور آئے گا جب ہمارا بیڑا پار ہوگا۔

بہت سے مسیحی اُس طاقت کے لیے جو بیماری سے حاصل ہوئی خدا شکر کر سکتے ہیں ہم نے آج کے دن اپنے درمیان ایک ایسا شخص دیکھا ہے جس نے بستر مرگ پر اپنی زندگی خدا کے لیے دے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اب اُس کو خُدا ہی کی مدد سے پورا کر رہا ہے۔ اُس مسیحی کو ہم نے یہ کہتے سُنا کہ اگر ہم کو انسان کے ساتھ وعدہ کر کے پورا کرنا ضرور ہے تو کیا خدا کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور حقیقت میں خدا اُس کی کمزوری میں اپنی طاقت کو ظاہر کر رہا ہے۔

ہندوستانی مسیحیت اور تصورِ الہام

(مرقومہ پروفیسر برکت اللہ ایم اے مشن کالج پشاور)

پچھلے مضمون میں ہم نے یہ تحقیق کیا تھا کہ مغربی کلیسیا کی تواریخ میں الہام کے متعلق کوئی خاص نظریہ رائج نہیں ہوا۔ اگر ایک صدی میں "وحی باللفظ" کا عقیدہ مروّج ہے تو دوسری صدی میں اس کا متضاد مقبول خلائق ہے۔ بعض دفعہ ایک ہی صدی میں مختلف عقائد مانے گئے ہیں جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کلیسیا نے کبھی کسی خاص نظریہ کو تمام ممالک اور ازمنہ کے لیے معیارِ صداقت مقرر نہیں کیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں کلیسیا سے کوئی معیار ہم کو ایسا نہیں ملا جس سے ہم تمام عقائد کی صداقت اور کذب کو جانچ سکیں۔ انشا اللہ کسی اور مضمون میں آئندہ ہم اس بات پر بحث کریں گے۔ اس وقت ہمارے لیے یہ واضح حقیقت کافی ہے کہ الہام کے متعلق ایسا معیار ہم کو نہیں ملا جو زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہو اور ہمارے لیے سند بھی ہو۔ پس اگر کوئی مسیحی یہ دعوے کرے کہ مسیحیت کے لیے لازمی امر ہے کہ "وحی باللفظ" کے نظریہ پر ایمان رکھے تو وہ صریحاً غلطی پر ہوگا۔ کیونکہ نہ انجیل جلیل سے اور نہ کلیسیائی تواریخ سے وہ اپنا دعوے قائم کر سکتا ہے۔

ہندوستانی کلیسیا کا الہام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ نہایت افسوس سے ہم کو یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہم میں ایسے عالمان کلام ابھی تک پیدا نہیں ہوئے جو خود مختارانہ اور آزادانہ تحقیق کرکے اپنی رائے کو بے خوف و خطر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ ہم محض لکیر کے فقیر ہیں اور حضرت نوح کے وقت کے بزرگوں کے خیالات کو ماننا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ تقلید ہمارا دین و ایمان ہے۔ ہم وہ آئینہ ہیں

جس مین مغربی متروک دمردود خیالات نہایت صفائی سے معکوس ہین۔ ہم مغربی قرون وسطی کے عقائد کو اپنے ذہن درروح کی خوراک قرار دیتے ہین۔ ہمارے ہندو اور مسلمان برادران وطن ہم سے اس بارے مین گوئے سبقت لے گئے جو کام ہم کو کرنا چاہیئے تھا وہ ہمارے بجائے انھون نے انجام دیا۔ لازم تو یہ تھا کہ ہم مسیحیت کو مشرقی خیالات کا جامہ پہناتے اور مغربی اغراض سے عیسویت کو آزاد کرتے لیکن اس کام کا بیڑا ہمارے غیر مسیحی ہموطنون نے اُٹھایا۔ چنانچہ اہل اسلام مین مولوی چراغ دین جموی نے اور ہنود مین بابو کیشب چندر سین نے "ایشیائی مسیح" اور دیگر کتب تصنیف کین۔

جب پچھلی صدی مین پادری صاحبان اس ملک مین انجیل جلیل کی بشارت سنانے آئے تو یورپ مین عام پادریون کے طبقہ مین "وحی باللفظ" کا عقیدہ مروج تھا پس جب وہ یہان آئے تو طبعاً وحی باللفظ کی تعلیم دینے لگے۔ ہندوستان مین پیشتر ہی سے عوام اس عقیدہ کے پیرو تھے مسلمان قرآن شریف کو اور ہندو وید مقدس کو اسی طور پر الہامی مانتے تھے پس جب پردیسی پادری صاحبان نے بھی انجیل جلیل کی نسبت یہی تعلیم دینی شروع کی تو الہام کی ذات سے جو سوالات مخصوص تھے وہ کسی نے نہ اٹھائے۔ صرف یہ سوال رہا کہ کونسی کتاب الہامی ہے؟ یہ سوال کہ الہام خود کیا ہے؟ اٹھ گیا۔ کتب مناظرہ مین فریقین اس بات پر متفق ہو گئے کہ الہام سے مطلب "الہام باللفظ" ہے۔ متنازعہ فیہ بات یہ تھی کہ کونسی کتاب الہامی ہے۔ مثلاً کتاب موسوم بہ "اختتام دینی مباحثہ" مصنفہ پادری فانڈر صاحب (مطبوعہ اکبرآباد ۱۸۵۵ء) مین مرقوم ہے۔ "نبی اور حواری اگرچہ اور امور مین قابل سہو ونسیان ہین لیکن پیغام کی تبلیغ اور تحریر مین معصوم ہین۔ اس جہت سے انبیا اور حواریون کا لکھا سہو ونسیان سے مبرا ہے۔ پس اگر ان کی کتابون مین کسی کو کہین اختلاف یا محال عقل معلوم ہو تو یہ اس کے عقل وفہم کے نقص کی دلیل ہوگی نہ کہ کلام کی" (صفحہ ۲۵)۔ اگر ہم اس اقتباس کا مقابلہ اظہار الحق کے مصنف کے الفاظ سے کرین جو انھے سورۃ الحجر کی آیت

آیت "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون" کے متعلق تحریر کیے ہیں تو ہم دیکھیں گے کہ فریقین الہام کی ذات کے بارے میں متفق الرائے ہیں۔ وہ لکھتا ہے "کفار و قرامطہ میں سے بھی آج تک کسی سے یہ نہ ہو سکا کہ اس کے (قرآن شریف کے) اصلی حروف میں سے ایک حرف یا معنی یا کوئی حرکت کو بھی بدل ڈالے"۔ مسیحی مناظرین اور متکلمین قرآن شریف کے الفاظ کی سند پر ثابت کرتے تھے کہ مسیحی کتب مقدسہ ہی معنے میں الہامی اور منزل من اللہ ہیں۔ مثلاً امام المناظرین پادری ڈاکٹر ٹسڈل صاحب سورہ آل عمران کی دوسری آیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نزل علیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیہ وانزل التوراۃ والانجیل من قبل ہدی للناس و انزل الفرقان میں"۔ جو لفظ (انزل نزول) قرآن کے بیان میں استعمال ہوا ہے وہی کتب قدیم (یعنی کتب مقدسہ، تورات شریف۔ انجیل جلیل) کے متعلق استعمال کیا گیا ہے۔ لہٰذا چونکہ جو چیزیں ایک ہی چیز کے برابر ہوں وہ باہم برابر ہیں ہم نہایت صفائی سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قرآن شریف خود ہم کو تعلیم دیتا ہے کہ عہد عتیق اور عہد جدید ایسے ہی حقیقتہً وحی الٰہی ہیں جیسا ہونے کا خود قرآن شریف دعویدار ہے" (میزان الحق مطبوعہ لاہور ۱۹۱۴ء صفحہ ۴۸) اور چونکہ قرآن شریف کا یہ دعوے ہے کہ وہ لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے (سورہ بروج آیت بائیس) اور خدا تعالیٰ اس کا خود حافظ ہے لہٰذا یہ مسیحی عالم اہل اسلام کو کہتا ہے کہ "عہد عتیق اور عہد جدید ایسے ہی حقیقتہ وحی الٰہی ہیں جیسا ہونے کا قرآن دعویدار ہے" یعنی خدا ان کا ایسا ہی حافظ ہے جیسا قرآن کا اور کتب مقدسہ میں کوئی کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا اور اس کے معنے اور الفاظ اور حروف اور حرکات و سکنات بعینہ وہی ہیں جو انبیا اور دیگر حواریین نے تحریر فرمائے تھے۔

پس جب ہندوستانی مشرف بہ مسیحیت ہوئے تو اور عقائد کے ساتھ یہ عقیدہ بھی جزو ایمان بن گیا کہ کتب مقدسہ ہر قسم کی لفظی اور معنوی سہو و خطا کی پابیشی، تغیر و تبدل سے مصون ہیں۔ الہام کی نسبت جو نظریہ پہلے مروج تھا وہ

اب بھی رائج رہا۔ صرف فرق یہ ہوا کہ وید مقدس یا قرآن شریف کی جگہ مسیحی کتب مقدسہ اور انجیل جلیل الہامی مانی گئیں۔ کسی کے وہم وخیال میں بھی نہ آیا کہ "وحی بالفاظ" کے عقیدہ کی تنقیح وتنقید کرے۔

(باقی آئندہ)

برکت اللہ

ایک چھوٹی سی لڑکی کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ اُس کی ماں کے پاس روٹی نہ تھی سو اُس لڑکی نے اپنے پلنگ کے پاس گھٹنے ٹیک کر نہایت آہستگی کے ساتھ خدا سے یہ دعا کی کہ "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے" دعا مانگ کر وہ باہر کے کوچہ میں نکل گئی اور تلاش کرنے لگی کہ خدا اپنی روٹی کہاں رکھتا ہے۔ گلی کے ایک کونے پر ایک نان بائی کی دُکان تھی جس میں بہت سی روٹیاں قرینہ سے چُنی رکھی تھیں۔ اس لڑکی نے دیکھکر خیال کیا کہ بس یہی وہ جگہ ہے۔ اور اندر جاکر نان بائی سے کہا کہ میں لینے آئی ہوں۔ اُس نے پوچھا کہ کیا لینے آئی ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ اپنی روز کی روٹی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک اپنے لیے اور ایک اپنی ماں کے لیے لے جاؤں۔ نان بائی نے دو روٹیاں ایک تھیلی میں رکھ کر اس لڑکی کے حوالہ کردیں جب وہ اُن کو لیکر ایک گلی میں جانے لگی تو نان بائی نے پکار کر کہا کہ او لڑکی! روٹیوں کی قیمت کہاں ہے؟ اُس نے کہا کہ قیمت تو میرے پاس ہی نہیں۔ نان بائی نے غصہ ہو کر کہا کہ اگر قیمت نہیں تو پھر یہاں کیوں آئی تھی۔ اس بیچاری چھوٹی لڑکی نے خوف زدہ ہو کر رونا شروع کردیا اور کہا کہ اماں بیمار ہے۔ اور مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ میں نے دعا مانگی تھی کہ "ہمارے روز کی روٹی آج ہمیں دے" اور میں نے سمجھا کہ خدا کا مطلب ہے کہ میں کہیں سے جاکر روٹی لے آؤں سو میں یہاں آگئی۔ اُس نان بائی کے دل میں اُس لڑکی کے سچے بیان کو سُن کر ترس آگیا اور ایک ٹوکری روٹیوں سے بھر کر اُس کی ماں کے پاس بھیجدی۔

اس کی کا ایمان خدا پر تھا۔ اور دعا مانگ کر جواب کی اُمید رکھتی تھی۔ خدا اپنے وعدے پورا کرنے کو تیار ہے۔ چاہیئے کہ ہماری آنکھیں خدا کے انتظار میں لگی رہیں۔

مین الوہیت مسیح کا کیون معتقد ہون؟

اِس مضمون کے رقم کرنے سے میری مراد محض اپنے شخصی اعتقاد کا اقرار کرنا ہے۔ خداوند یسوع مسیح کی الوہیت سے مین یہ سمجھتا ہون کہ ہمارے خداوند کی شخصیت مین خدا کے ادراک، مرضی اور اوصاف کا بلحاظ اس تعلق اور رشتہ کے جو خدا اور انسان کے درمیان ہے انکشاف و اظہار ہوتا ہے۔ بہت سے مسیحی کہتے ہین کہ خداوند مسیح خدا کی مانند ہے۔ لیکن مین تمام راسخ الاعتقاد مسیحیون کے ساتھ ہم آواز ہوکر یون کہونگا کہ خدا ہمارے خداوند یسوع مسیح کی مانند ہے۔ مین اپنے خداوند مسیح کے کیرکٹر کی کمالیت مین خدا کا اظہار پاتا ہون۔ یہ ممکن تھا کہ خداوند یسوع مسیح کے بغیر مین بہت کچھ خدا کی نسبت معلوم کر سکتا اور سمجھ سکتا۔ لیکن جس خدا پر میرا اعتقاد ہے اور جسے مین جانتا ہون وہ ایسا خدا ہے جس کا اظہار خداوند یسوع مسیح کے نہ محض کلام اور تعلیم سے بلکہ اس کی زندگی اور اس کی خدمت کے ہر شعبہ سے ہوتا ہے اور جس کا اختتام اس کے اعلےٰ ترین فدیہ پر ہوا۔ مین خدا اور انسان کا تعلق اور خدا کی منشا انسان کی نسبت اپنے خداوند یسوع مسیح کی کامل صداقت، صدق دلی، ہر قسم کی ناراستی سے حذر، اُس کے انسان کی کمزوری اور گری ہوئی حالت پر ترس کھانے اور زندگی اور موت مین انسان کی نجات کے لیے اس کی کمال خود انکاری مین کامل وضاحت سے پاتا ہون۔ لہذا مین اس کے اس کلام پر اعتقاد رکھتا ہون کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا۔ یہی باعث ہے کہ مین اپنے خداوند یسوع مسیح کا پرستار ہون۔ یعنی اس صورت مین کہ خداوند یسوع مسیح انسان کی شکل مین خدا کا اظہار یا اوتار ہے یعنی خدائے مجسم ہے مین اُس کو اپنا منجی جانتا ہون اور اپنا خداوند جان کر اس کی پیروی کا آرزومند ہون میرے لیے اس کا کلام خدا کا کلام ہے۔ اور مین اس کا تصور بغیر خداوند یسوع مسیح کے نہین کر سکتا۔ اب مین اپنے اعتقاد کے ثبوت مین ذیل کی تین صداقتین پیش کرنا چاہتا ہون

اوّلاً - اگر ہم خداوندِ مسیح میں الوہیت نہ مانیں تو نئے عہد نامہ کے تمام واقعات کو سمجھنا، این خیال است و محال است و جنون کا مصداق ہوگا۔ قطع نظر غیر معمولی واقعات اور ادق مسائل کے نئے عہد نامہ میں ہم کو ایک بے عدیل اور کامل انسانی زندگی کا بیان ملتا ہے۔ فضل اور صداقت اس کے چہرہ پر نمایاں اور اس کے ہونٹوں سے رواں تھی۔ مصیبت زدوں اور گنہگاروں کے لیے دردمندی اور دلسوزی حتےٰ کہ بے ایمان حریفوں کے لیے بھی معافی مانگنا اور دل بھر آنا انجیل کی ہر ہر سطر سے عیاں ہے۔ خدا کے ساتھ یگانگت کا علم اور لاتغیر صحبت اور شراکت اس کے پیغام کی صداقت کے چند پختہ یقین، اور اسرائیل کے مسیح ہونے کی نسبت اس کی خدمت کا اظہار انجیل کے ہر لفظ سے ہوتا ہے۔ اس میں سے وہ قوت نکلتی تھی جو جسمانی صحت بخش اور دماغی اور اخلاقی بیماریوں کی چارہ ساز تھی۔ اس کی موت اس کی خود انکاری کی زندگی کی سرتاج تھی۔ اس کا جی اٹھنا جس پر میرا اعتقاد مسلم الثبوت دلائل کے باعث ہے ایک ایسی قدرت کا اظہار ہے، جو فوق الفطرت ہے۔ ان تمام صداقتوں کی تسلی بخش تشریح محض اسی یقین سے ہو سکتی ہے کہ خداوند یسوع مسیح میں الوہیت تھی۔

ثانیاً - شاگردوں کے زمانے سے لے کر زمانۂ حال تک کی مسیحی کلیسا کے اعتقاد اور تجربے کی لاتبدل شہادت اس امر کا ثبوت ہے کہ مسیحی اعتقاد کا یہ شعبہ بے بنیاد نہیں۔ باوجود اختلاف رائے اور مسیحیوں کے باہمی مناقشات کے جو بسا اوقات ان جملوں اور معنی کی بنیاد پر ہوتے ہیں جو خداوند کی زبان سے نکلے اور شاید کچھ اور ہی معنی رکھتے تھے، اور باوجود متفحصانہ نکتہ چینیوں اور ان تھک سعی کوششوں کے جن کا مدعا خداوند کی شان کی تصغیر تھا، یہ ایمان قائم رہا اور آج تک قوت اور زور میں ترقی کرتا جاتا ہے کیونکہ آج تمام دنیا میں لوگ اپنی نجات کے ہادی پر اپنی جان تصدق کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس صداقت (الوہیت مسیح) کے

اور پر لوگ اپنی جان نثار کرتے اور مصائب برداشت کرتے رہے ہیں اور ہزارہا
نے اس کی بدولت زندگی پائی ہے۔ ہزاروں کی گناہ آلودہ، خودی اور دنیاوی
تعیش کی ذلیل زندگیاں اس ہی صداقت کی بدولت پاکیزگی صلح قوت،
صدق دلی، خود نثاری اور خدا اور مسیح کے ساتھ حقیقی شراکت کی زندگیوں میں
مبدل ہو گئیں۔ اب یہ ممکن ہے کہ یہ سب کے سب اپنے یقین کے جزوی امور
میں غلطی کر گئے ہوں تاہم یہ پختہ صداقت کہ خداوند یسوع مسیح اُن کی نجات کے لیے
خدا کی زندہ قوت ہے اور ان انیس صدیوں میں لاتعداد افراد نے اس کا تجربہ کیا ہے
اُن کے ایمان کی یہ شہادت لازوال ہے اور رہے گی۔

خداوند مسیح کی شخصیت کی نسبت بہت سے ایسے سوالات ہیں جن کا جواب
ہم زمانہ حال کی تواریخ علم الاذہان اور علم الابدان سے بھی نہیں دے سکتے۔
اس کی پیدائش کا راز اس کی دانش کا کمال، اس کی خدمت کا منشا، اس
کے جی اٹھنے کے واقعہ کی کامل تشریح اور فلسفہ کی رو سے انسان دنیا اور خدا
کے ساتھ اس کی تمام شخصیت کے تعلقات کے معنی، ایسے اہم سوالات ہیں جن کا
کافی جواب اب تک نہیں دیا جا سکتا ہے، لیکن باوجود ان تمام مشکلات کے اس
لازوال صداقت کا نور روشن ہے جو اس امر کا پختہ یقین ہے کہ خدا نے جہان کو ایسا
پیار کیا کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک
نہ ہو بلکہ حیات ابدی پائے۔ اس یقین پر تمام کلیسیا کی بنیاد ہے

ثالثاً۔ خداوند مسیح کی الوہیت پر میرا یقین محض تاریخ اور [illegible]ن کے تجربات
کی شہادت پر مبنی نہیں ہے بلکہ ان سب سے زیادہ میرے ذاتی تجربہ پر ہے۔ میں نے
[illegible] خداوند کی نسبت اپنی زندگی میں حاصل کیا۔ میرا شخصی تجربہ ہے کہ خداوند مسیح
[illegible] منجی ہے۔ میں اپنی زندگی کے لیے اس کی زندگی اور تعلیمات سے معیار قائم کرتا
[illegible]ں اور ان کو پوری طرح سے سمجھنے کے لیے میں اس قوت کا استعمال کرتا ہوں جو
[illegible] سے نکلتی ہے میں اس کی مانند [illegible] ہی قوت سے دوسری زندگیوں کی

محبت کا رشتہ خدا کے ساتھ قائم کرانے کی کوشش کرتا ہوں - میں اپنی ساری قوت سے اس کی بادشاہت کے پھیلانے میں جان لڑاتا ہوں - میں اس امر کا معترف ہوں کہ چند امور کی نسبت جن کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں میں کامل طور سے واقف نہیں تاہم یہ امر میرے اس دلی یقین کا مانع نہیں کہ خداوند مسیح میرا دوست نمونہ منجی اور خداوند ہے اور میں اُس کا بندہ ہوں - میں اپنے ذاتی تجربہ اور دوسروں کی شہادت سے اُس کی نسبت کافی جانتا ہوں تاکہ میں اپنے آپ کو اُس کا شاگرد سمجھوں اور اُس کو خدا کا اوتار مانوں جو میری روح پر منکشف ہوا ہے -

لہذا میں انجیل کے واقعات کی بنا پر خداوند مسیح کی الوہیت کا قائل ہوں اور اُن تمام شہادتوں کے باعث جو ہر صدی کے مسیحیوں نے اپنے تجربے سے دیں اور ان سب سے زیادہ میں اُس کی قوت او محبت کے ذاتی تجربات کے سبب الوہیت مسیح کو مانتا ہوں -

(ترجمہ)

کاہن سنگھ غنی

قطعہ

ممکن ہو جتنی طاعت رب کریم کر — غافل ہی مقتضی یہ زمانہ شباب کا
فضل خدا سے فصل جوانی کا ہی شروع — باب دوم ہی عمر رواں کی کتاب کا
جذبات بھی قوی ہیں بدن میں بھی زور ہی — ہی اعتبار اس خطا و صواب کا
ایسے ہی میں تو بندگی حق کا لطف ہی — موقع ہی کسب خیر و حصول ثواب کا
غفلت شعار راہ نہ پیری کی دیکھ تو — وہ وقت ہی تردد و رنج و عذاب کا

موجود آب جو دم ہی غنیمت سمجھ اُسے
اس دار بے بقا میں ہی عالم حباب کا

عابد

گناہگاروں کو مسیح کی ضرورت ہے!

قدرت نے انسان کو فضائل حمیدہ اور نیک مزاجی کی صفتوں سے مزین کیا تھا۔
انسان بالکل کامل خلق کیا گیا تھا اور اسے تقرب الٰہی بھی حاصل تھا۔ اُس کے ارادے
خیالات اور مقاصد بالکل پاک نیک اور متبرک تھے مگر چونکہ اس نے نافرمانی کی
اس لیے اُس کے تمام حمیدہ فضائل غارت ہو گئے اور محبت کے بجائے خودغرضی
اُس کے دل میں جاگزین ہوئی۔ نافرمانی کی بدولت وہ فطرتاً ایسا کمزور ہو گیا کہ
بدی کی طاقت (یعنی شیطان) کا مقابلہ اس کی قوت سے دشوار بلکہ محال ہو گیا۔
شیطان نے اُسے اپنا اسیر اور گرویدہ بنا لیا اور اگر اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے اُس
کی خلاصی کی تدبیر نہ کرتا تو وہ ہمیشہ شیطان کا غلام بنا رہتا۔ شیطان کی یہ خواہش
تھی کہ انسان سے خلق کیے جانے میں جو الٰہی انتظام تھا اس میں رخنہ اندازی کرے اور
دنیا کو غم و آزار تباہی و بربادی سے بھر دے۔

جب انسان گناہ سے ناآشنا تھا اس وقت اُسے تقرب پروردگار حاصل تھا۔
پروردگار وہی پروردگار ہے جس میں حکمت اور معرفت کے سارے خزانے پوشیدہ
ہیں (کلسیوں ۲: ۳) اور اسی کے تقرب سے انسان خوش و خرم تھا لیکن جب وہ
نافرمانی کر کے گناہگار بن بیٹھا تو اسے قربت بُری لگنے لگی اور وہ خدا کی حضوری
سے روپوشی کرنے لگا۔ یہی پرانی بات انسان میں اب بھی نظر آتی ہے۔ جو دل
نئی پیدائش سے [illegible] تقرب الٰہی کے مزے
[illegible] پروردگار [illegible] سے کنارہ [illegible]
تو پریشان و لرزاں ہوتا ہے۔ بفرضِ محال اگر ایک عاصی انسان کو بہشت میں داخل
کر بھی دیا جائے تو اسے نہ تو کچھ مزہ آئے گا اور نہ مسرت ہو گی کیونکہ وہاں تو بے لوث
اور غیر محدود محبت ہے جسے خودغرضی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ باتیں اس خودغرضی

اور ناپاک دل کے لیے مسرت اور دلبستگی کا باعث نہوں گی۔ کیونکہ اس کے خیالات
اس کی دلچسپی اس کے اخلاق روش اور خصائل اُن پاکباز ساکنان ارم سے بالکل
مختلف ہوں گے اس لیے وہاں کی خوشگوار مسرت میں بے لطفی پیدا ہو جائے گی۔
بہشت اس کے لیے بجائے مسرت کے پریشانی کی جگہ بنجائے گی۔ یہ شخص اُس وجود پاک
سے جو اس مقام کا نور اور وہاں کے باشندوں کی شادمانی کا مرکز ہے روپوشی کا خواہاں
ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ شریر بہشت سے دور رکھے جائیں بیکار اور بیفائدہ نہیں
ہے۔ کیونکہ شریر تو خود بھی پاک لوگوں کی جماعت سے متنفر و متوحش ہوں گے اور اس وحشت
کا سبب یہی ہے کہ ان کی اور اُن کی ہر ایک بات جدا جدا ہے۔ خدا کا جلال انہیں
ایک بھسم کرنے والی آگ معلوم ہوگا۔ وہ تمنا کریں گے کہ کسی طرح وہ نیست و نابود
کر دیے جائیں تاکہ اُس کے سامنے نہ پڑیں جو ان کی مخلصی کے لیے مصلوب ہوا تھا۔

یہ بات انسان کے امکان سے باہر ہے کہ وہ اپنی قوت بازو سے گناہ کی اُس
دلدل کے باہر نکل آئے جس میں وہ پھنسا ہوا ہے یا پھنس رہا ہے۔ چونکہ انسان کا دل
بد ہے اور اُس میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ وہ اپنے دل کو تبدیل کر سکے اس لیے یہ اس
کے لیے اور بھی محال ہے۔ حضرت ایوب کا قول ہے کہ کون ہے جو ناپاک سے پاک
نکالے۔ کوئی نہیں اس لیے کہ جسمانی نیت خدا کی دشمنی ہے کیونکہ وہ نہ تو خدا کی شریعت
کے تابع ہے نہ ہو سکتی ہے۔ (ایوب ۱۴: ۴ + رومیوں ۸: ۷) تعلیم، تربیت، مرضی، سعی
انسانی، منشا اور ارادہ یہ سب اپنی اپنی حد میں محدود ہیں لیکن اس مقام پر سب کے
سب محو اور لاچار ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ان چیزوں سے انسان اپنی وضع طرز اور بیرونی
حالت کو سدھارے لیکن قلب کی اصلاح ان سے محال ہے۔ ان میں یہ مقدرت
نہیں ہے کہ انسان کے دل کی تبدیلی کر سکیں یا اس کے حیات کے چشمہ کو مصفی
کر دیں قبل اس کے کہ انسان ناپاکی کی حالت سے پاکیزگی کی حالت میں تبدیل ہو اس
بات کی ضرورت ہے کہ کوئی قوت اندرونی ذرائع میں سے ایسی ہو جو انسان کے باطن
میں اپنا اثر ڈالے اور نئی زندگی اوپر سے عطا ہو۔ وہ قوت جس سے یہ سب کچھ ہو سکتا ہے

مسیح ہے۔ صرف اُس کا فضل انسان کی روح کے مردہ صفات میں جان ڈالنے اور خدا اور پاکبازی کا گرویدہ اور شیدا بنانے کے لیے کافی ہے۔ ہمارے شفیع (مسیح) کا قول ہے کہ جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہو یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں گے کہ جبتک انسان کو نیا دل نہ ملجائے اُس کی خواہشات افعال مقاصد وارادے سب کے سب بالکل نئے ہوکر نئی زندگی کی طرف راغب نہ ہو جائیں وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا ہے (یوحنا ۳: ۳) یہ خیال اچھا نہیں ہے کہ وہ خوبی جو انسان میں فطرتاً موجود ہے صرف اُسی کو جلا دینا چاہیئے۔ نفسانی آدمی خدا کی روح کی باتیں قبول نہیں کرتا ہے کیونکہ وہ اُس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں ... نہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ روحانی طور پر کی جاتی ہیں (پہلا کرنتھیوں ۲: ۱۴) تعجب نہ کر جو میں نے تجھ سے کہا کہ تجھے نئے سرے سے پیدا ہو ضرور ہے۔ مسیح کی بابت لکھا ہے کہ اُس میں زندگی تھی اور وہ زندگی انسان کا نور تھی کیونکہ آسمان کے تلے کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں (یوحنا ۳: ۷ + ۱: ۴ + اعمال ۴: ۱۲) اللہ تعالےٰ کی عنایات مہربانی محبت اور پدرانہ شفقت ہی پر غور و فکر کرنا کافی نہیں ہے اور نہ یہ سودمند ہے کہ انسان خدا کی عقل و دانش عدل و انصاف پر غور کرکے یہ دیکھ لے کہ یہ سب کچھ خدا کی بے پایان محبت کے حصار میں محصور ہے۔ پولس رسول نے جب ان سب باتوں پر غور کر لیا تب کہا کہ میں مانتا ہوں کہ شریعت خوب ہے۔ شریعت پاک ہے اور حکم بھی پاک اور راست اور اچھا ہے لیکن جب پولس کی روح کو اس سے کچھ سیری اور تشفی حاصل نہ ہوئی تو وہ بیتاب ہو کر کہتا ہے کہ میں جسمانی اور گناہ کے ہاتھ بکا ہوا ہوں۔ پولس پاکیزگی اور راستبازی کا دل سے خواہان تھا لیکن جب وہ دیکھ لیتا ہے کہ میں اپنی قوت بازو سے اُسے حاصل نہیں کر سکتا تو وہ کہتا ہے کہ ہائے میں کیسا کمبخت آدمی ہوں۔ اس موت کے بدن سے مجھے کون چھڑائے گا۔ یہی کیفیت ہر ملک اور ہر زمانہ میں ان حق شناس لوگوں کی ہوتی ہے جن کے دل گناہ کے ناقابل برداشت بوجھ سے دبے ہوتے ہیں اور تمام ایسے لوگوں کے سینے ... ہے کہ دیکھو خدا کا برہ جو دنیا کا گناہ اٹھا لیجاتا ہے ...

طرح طرح کی تدابیر سے اللہ تعالیٰ کی روح نے اس صداقت کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا چاہا اور ان لوگوں پر آشکارا کرنا چاہا جو باوجود عصیان سے خلاصی اور چھٹکارا چاہتے ہیں۔ یعقوب نے اپنے بھائی عیسو کو فریب دیا اور اس گناہ کا مرتکب ہو کر وہ اپنے والد کے مکان سے فرار ہو گیا۔ اسی گناہ کے باعث اس کے دل پر غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ تنہا بے یار و غمگسار رہ گیا۔ ظلمت زندگی اور سب تعلقات حیات اس سے منقطع ہو گئے اس کو ہر لحظہ یہ تصور کھائے جاتا تھا کہ بد بخت میں نے گناہ کیا ہے اور میں خدا سے الگ ہو گیا ہوں۔ بہشت سے میں محروم ہو چکا ہوں۔ الغرض ان ہی تصورات میں وہ پتھریلی زمین پر لیٹ جاتا ہے اس کے اردگرد سوائے ویران پہاڑیوں کے اور کچھ نہ تھا اس کے سر پر سوائے نیلگوں آسمان کے جس میں تارے جگمگا رہے تھے اور کوئی شے نہ تھی۔ جوں ہی آنکھ لگی اس نے دیکھا کہ ایک عظیم نور اور اجالا پیدا ہوا ادھر جہاں وہ پڑا تھا وہاں سے آسمان تک معلوم ہوا کہ ایک زینہ لگا دیا گیا ہے اور ملائک اس پر سے آجا رہے ہیں۔ اس زینہ کی انتہا پر ایک عالم نورانی اسے نظر آیا اور اس نورانی عالم سے ایک محبت بھری آواز سنائی دی جو امید اور تشفی کا پیغام تھی۔ یوں یعقوب پر منکشف ہوا کہ میری روح کی حاجت روائی اور کار برآری کے لیے ایک شفیع موجود ہے۔ شادمانی اور شکرگزاری سے یعقوب نے سجدے کیے اور اس راہ پر نظر کی جس سے وہ عاصی پروردگار عالم کی قربت از سر نو حاصل کر سکتا تھا۔ پر معانی بعید از فہم زینہ خداوند مسیح کی تشبیہ تھا کیوں کہ وہی انسان اور خدا کے درمیان قربت اور تعلق پیدا کرنے والا ذریعہ ہے یہی وہ معما تھا جسے خداوند یسوع مسیح نے نتن ایل سے کلام کرتے وقت بیان کیا تھا کہ تم آسمان کو کھلا اور خدا کے فرشتوں کو اوپر جاتے اور ابن آدم پر اترتے دیکھو گے (یوحنا ۱:۵۱) ہم انسان نے منحرف ہو کر خدا سے اپنا تعلق قطع کر لیا ہے زمین کے جو تعلقات آسمان سے تھے وہ بھی منقطع ہو گئے اس لیے خدا اور انسان کے مابین ایک بحر مفارقت پیدا ہو گیا اور اس کی وجہ سے انسان کو تقرب الٰہی نصیب ہونے میں مشکلات پیدا ہو گئیں مگر مسیح کے ذریعہ زمین کا الحاق پھر آسمان سے ہو گیا اور مسیح نے اس سمندر پر جو گناہ کی بدولت

پیدا ہو گیا تھا ایک پل اپنی قدرت کاملہ سے بنا دیا تاکہ مقرب فرشتے بنی آدم سے اتحاد روا رکھ سکین۔ اگرچہ انسان ناتوان ولاچار ہے لیکن مسیح اسے اپنی لامحدود قدرت سے قدیم تعلق تک پہنچا دیتا ہے۔ نسل انسانی جو اپنے اصلی مرتبہ و منصب سے گر چکی ہے اُس کی ترقی کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور اگر اس ذریعہ کو جو امید و امداد کا چشمہ ہی ترک کر دیا جائے تو پھر ترقی اور معراج کمال کا خیال خام خیالی ہی۔ ہر ایک اچھی بخشش اور کامل انعام خدا سے ہی۔ اُس سے الگ ہو کر خصائل کی حقیقی اصلاح ناممکن ہی اور خدا تک رسائی کا صرف ایک ہی طریقہ ہی یعنی مسیح۔ مسیح نے خود بھی اس کی بابت یون فرمایا ہے کہ راہ حق اور زندگی مین ہون کوئی میرے بغیر خدا باپ کے پاس نہین جا سکتا ہی۔ خداوند تم اپنے دنیوی فرزندون (یعنی انسان) سے بے انتہا محبت کرتا ہی جس کا ثبوت یہ ہی کہ اُس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو ہمارے بدلے دیدیا اور اُس ایک شخص کے دینے مین گویا اُس نے ہمین بہشت کی تمام نعمتین مرحمت فرمائین۔ مسیح کی پیدایش، موت، شفاعت مقرب فرشتون کی سعی روح القدس کی التجا، خدا جو تمام عالمون کا انتظام کرتا ہی اُس کا نظام آسمانی مخلوقات کی بے پایان دلچسپی یہ سب کچھ اسی مقصد سے ہی تاکہ انسان نجات پائے۔ ذرا اُس عجیب و غریب قربانی پر غور کرو جو ہم لوگون کے لیے کی گئی ہے اور اُس محبت و جانفشانی کو پہچانو جو اُس نے ہم گمرا ہون کو راہ راست پر لانے اور ہم بچھڑے ہوئے لوگون کو دوبارہ خدا کے گھر تک پہنچانے کے لیے برداشت کی ہے۔ اس سے بڑھ کر معقول اسباب اور قوی ذرایع آج تک دیکھنے مین نہین آئے ہین۔ نیک اعمال کے معاوضہ مین بیش بہا انعامات آسمانی شادمانی، ملایک کی صحبت و قربت، خدا اور اُس کے بیٹے کی نزدیکی اور محبت ہمیشہ کے لیے ہمارے اختیارات کی بیحد سرفرازی اور کشادگی، کیا یہ تمام بیش بہا عنایات انسان کے دل کو اُس کے خالق اور شفیع کی طرف متوجہ ہونے کے لیے کافی ترغیب نہین دیتی ہین کیا ان سے انسان کے دل مطمئن نہین ہوتے کہ وہ ایسے خالق کی طرف راغب ہون۔ علاوہ اس کے خدا کے کے کلام مین یہ بھی بیان ہو چکا ہی کہ اگر ہم شیطان کی پیروی کرین تو ہمارے گناہون کے

لیے اُس عادل کی عدالت مین سزا و قہر موجود ہے اور لاعلاج مکافات، خصائل کی بربادی حالت کی تذلیل اور آخرکار ابدی ہلاکت کا سامنا ہی۔

کیا خدا کا رحم قابل قدر نہین ہے؟ کیا ہم اُس کی عظمت نہ کرین؟ اس سے زیادہ اور وہ کیا کر سکتا تھا۔ پس ہمین لازم ہے کہ ضرور ہم اُس سے جس نے ہم سے ایسی محبت کی بیدریغ محبت کرین اور گہرا تعلق پیدا کرلین۔ جتنے ذرایع ہمارے لیے مہیا کیے گئے ہین ہم اُن سب سے فائدہ اُٹھائین تاکہ ہم اُس کے رنگ مین رنگ جائین اور اُس کی مشابہت ہم مین پیدا ہونے لگے اور مقرب فرشتون سے ہمین تعارف اور صحبت کا موقعہ ملے اور خدا اور اُس کے بیٹے کی نزدیکی حاصل ہو۔

غزل

حال جو الفت عیسی مین ہو حال اچھا ہے ۔۔۔ دل جو وصف مین ہو اُسکے وہ قال اچھا ہی

وصف کو ضائع کرین صف مین کیون غیر کے ہم ۔۔۔ مدح عیسی کرین بیشک یہ خیال اچھا ہی

سیم و زر پر نہ لگا دل کہ یہ جاتا نہین ساتھ ۔۔۔ جمع کر دولت دین کیونکہ یہ مال اچھا ہی

حسن حق صورت انسان مین ہوا جلوہ نما ۔۔۔ بُت پرستو ذرا دیکھو یہ جمال اچھا ہی

شب تولید مین عیسی کے فرشتے بولے ۔۔۔ مجد اللہ کو رضا۔ دُنیا کا سال اچھا ہی

جبکہ اندھے نے کہا مجھکو تو بینائی دے ۔۔۔ تب مسیحا نے کہا تیرا سوال اچھا ہی

شربت کبر سے ہے ظرف زری گرم مدام ۔۔۔ سرد پانی کے لیے جام سفال اچھا ہی

گل و گلزار چمن دنیا کے دیکھے تسکین
پر دو عالم مین مسیح تازہ نہال اچھا ہی

دُنیا کی بلا سر سے ہٹی جاتی ہے ۔۔۔ میعاد اسیری کی گھٹی جاتی ہے
ہونے کو ہے قطع سلسلہ ہستی کا ۔۔۔ جو پاؤن کی بیڑی ہے کٹی جاتی ہے

خوبصورتی

(مسز وئیس کرین کا خطاب لڑکیون سے)

پاسکال صاحب کا تو یہ کہنا ہے کہ جہان کہین صفائی کے معنی بیان کرنے ہون، وہان خوبصورتی کا لفظ استعمال کرو، لیکن ایسا ہمیشہ نہین ہو سکتا۔ بہت سے لفظ ایسے ہوتے ہین جو اکثر اپنے اصلی معنون ہی مین استعمال کیے جاتے ہین لیکن اُن کی تعریف ایسے لفظون مین ہوتی ہے جو بالکل مبہم ہوتے ہین اور اس واسطے کچھ مطلب نہین کھلتا بلکہ اور خبط ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ خوبصورتی بھی اسی قسم کا ایک لفظ ہے کہ اگر اُس کے معنے سمجھانے کی کوشش کی جائے تو بجائے اِس کے کہ وہ صاف صاف سمجھ مین آجائے ایک اور اُلجھن پڑ جاتی ہے حالانکہ دُنیا مین ایسا کون بشر ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ خوبصورتی کیا چیز ہے۔ ہان مین شروع ہی مین ایک عام غلطی کو دور کر دینا چاہتی ہون اور وہ یہ ہے کہ اکثر یہ سمجھا جاتا ہے کہ خوبصورتی کا دارو مدار پسند پر ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ ہر ایک آدمی کی پسند جُدا جُدا ہے اور اُسے اختیار ہے کہ کسی چیز کو وہ پسند کرے یا نہ کرے لیکن یہ کوئی عقل کی بات نہین ہے کہ فلان چیز صرف اِس وجہ سے خوبصورت ہے کہ ہمین وہ اچھی لگتی ہے۔ خوبصورتی کی کوئی حد اور قسم نہین ہے۔ جو چیز کسی ایک کے خیال مین معمولی سی ہوتی ہے، ہم اُسی کو خوبصورت سمجھتے ہین۔ لیکن ہماری پسند کا دارو مدار خوبصورتی کے علاوہ اور بھی کئی باتون پر ہوتا ہے مثلاً موقع و محل، جدّت پسندی، صفائی، نیز ہماری جہالت اور ان سب سے زیادہ فیشن کا خبط۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ ہم مین سے ہر ایک کو اپنی پسند جُدا جُدا رکھنا چاہیئے اور ایسا کرنے مین کوئی شرم بھی نہین، لیکن اپنی پسند کو بمنزلہ ایک قانون کے سمجھنا اور دوسرون کو اُس کے اختیار کرنے پر مجبور کرنا ایک دوسری بات ہے۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی چیز پسند کی جاتی ہے تو اس کی خوبصورتی کا نہین بلکہ آسائش، کفایت، وضع اور تراش اور دوسرون کی ریس کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے۔ ہان، کاروباری آدمی جس چیز سے کام لینا چاہتا ہے اس مین خوبصورتی کا خیال تک نہین آنے دیتا۔ مثلاً کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ میرا جو یہ بڑا سا مکان ہے، اگر اس کے عوض کم کرائے کے چھوٹے چھوٹے گھر بنا دئے جائین تو اچھا ہو۔ لیکن اُسی کے ساتھ اُسے۔اس کی پروا نہین ہوتی کہ یہ گھر خوبصورت نہین۔اسی طرح لڑکیان جب اپنے لیے لباس پسند کرتی ہین تو اس کا تو خیال نہین کرتین کہ خوبصورت کون ہے، بلکہ اس فکر مین محو رہتی ہین کہ آج کل وضع کس کی زیادہ ہے مین سمجھتی ہون کہ خوبصورتی کی تلاش مین لا پروائی کرنے سے ہماری بہت سی مسرتین خاک مین مل جاتی ہین۔خوبصورتی ایک پسندیدہ شے ہے۔اسے ڈھونڈھو، اور اس کا عمل دخل تمھاری ہر چیز مین ہونا چاہیئے۔بہت کم چیزین ایسی ہونگی جو ضروری اور مفید ہونے کے ساتھ خوبصورت نہ ہون۔

لیکن سب سے پہلے خوبصورتی کے وسیع معنون پر غور کرنا چاہیئے۔خوبصورتی آخر کیا چیز ہے؟ میرا خیال تو یہ ہے اور شاید یہ صحیح بھی ہو، کہ خوبصورتی سلیقہ اور مناسبت کا نام ہے۔ کوئی چیز اپنی ذات سے خوبصورت نہین ہوتی بلکہ اور بہت سی باتین مثلاً رنگت، نقش ونگار وغیرہ، جو سلیقے کے ساتھ، ٹھیک ٹھیک اپنی جگہ پر مناسبت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتی ہین، یہ سب مل کر خوبصورتی پیدا کردیتی ہین۔ دنیا کی خوبصورتی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کی ضرورتون کے لحاظ سے اس مین رتی برابر کا نقص نہین ہے۔ آنکھ، کان، اور حواس، جو خدا نے اپنے بندون کو مرحمت فرمائے ہین، اُن کی آسائش کا سامان خدا کے بنائے ہوئے عالم مین موجود ہے۔یہ اور بات ہے کہ اپنے گناہون سے ہم خود اس آسایش مین خلل ڈال دین۔

جب کوئی یہ کہتا ہے کہ فلان آدمی کا چال چلن بہت اچھا ہے تو اس کے یہ معنے

ہوتے ہین کہ اُس کے چال چلن مین کوئی ایسی باتین نہین ہین جو ایک دوسرے کے خلاف سمجھی جسائین۔ اکثر آدمیون کو اپنے فرائض کے ادا کرنے مین بھی مشکل و مصیبت ہوتی ہے ایک لائق ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین کہ جب کوئی فرض خلاف مرضی ادا کیا جاتا ہے تو وہ ایک مصیبت معلوم ہونے لگتا ہے اور اس سے بددلی سی ہوجاتی ہے۔ لیکن جب ہمین اُس سے لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے تو پھر وہ بہت آسانی سے ہوتا ہے۔ اس سے صرف یہی فائدہ نہین ہوتا کہ وہ کام نہایت خوبصورتی سے ہونے لگتا ہے بلکہ اورون کو بھی اچھا اور بھلا معلوم ہوتا ہے اور اس مین پیاری شان پیدا ہوجاتی ہے کہ دوسرون کی طبیعت للچانے لگتی ہے۔

تم اس بات کا خیال نہ کرو کہ ہمارے تمام نیک کام بھلے ہی معلوم ہون۔ ایثار اور فرض شناسی کا کوئی کام اُس وقت تک بھلا نہ معلوم ہوگا جب تک کہ وہ دل سے نہ کیا جائے یعنی جب تک تم یہ نہ سمجھ لو کہ ہم نیکی کو جی سے چاہتے ہین اور اسی واسطے یہ کام بھی کرتے ہین۔ سب سے ضروری چیز دل کی رضامندی ہے جس سے نیک کام کرنے کی خواہش اتنی مضبوط ہوجاتی ہے کہ پھر بلا اس کے اور کسی چیز سے تسکین نہین ہوتی۔ جب ہمین یہ مرتبہ حاصل ہوجائے گا تو ہماری عادتین اور ہمارے قول و فعل بھی یکسان ہوجائین گے اور اسی کا نام خوبصورتی ہے۔

چال چلن کو مجموعی حیثیت سے خوشنما بنانے کے لیے چاہیئے کہ ہماری ہر ایک عادت نیک اور بھلی ہو۔ یہ سمجھ لینا حماقت ہے اگر ایک کام کر لیا جائے اور پھر دوسرا چھوڑ دیا جائے تو کوئی ہرج نہین۔ بیمارون کی عیادت، غریبون کی دستگیری اور مصیبت زدہ ساتھی کی مدد کرنے کے یہ معنی نہین ہین کہ پھر اپنے گھر مین تم کسی کی بات بھی نہ پوچھو۔ ذرا سوچو، تو تمھین معلوم ہوگا کہ تمھاری عادتین گویا ایک دوسرے کی ضد ہین کہ ایک کام لے کر بیٹھتی ہو تو چھوڑنے کا نام نہین لیتین اور دوسرے کام مین ہاتھ تک نہین لگاتین۔ یہ سچ ہے کہ آدمی اگر اپنی حالت پر غور کیا کرے تو فائدے سے

خالی نہین، لیکن عادتین اس سے سنورتی نہین ہین۔ اسکے واسطے تو دل کی بھی خواہش درکار ہے۔ بہت سے آدمی واقعی نیک اور خدمتگذار ہوتے ہین لیکن اور لوگ یہی سمجھتے ہین کہ یہ جو کچھ کرتے ہین مجبوری سے کرتے ہین، گویا نیکی کو وہ بوجھ جانتے ہین۔ اِس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ابھی تک اُنھون نے نیک کام کرنے کا فیصلہ آپ اپنی طبیعت سے نہین کیا اور اُن کا انکسار صرف دکھاوے کا ہے اور اُن کا ایثار ابھی تک ادھورا ہے۔ زبان کو سخت کلامی سے روکو، اور بُری عادتون سے بچو۔ اس طرح بھی اگر شروعات کی جائے تو بُرا نہین ہے لیکن یہ علاج اُس وقت تک کارگر نہوگا جب تک جی سے نہ کیا جائے اور اندر سے کام کرنے کی خواہش نہ پیدا ہو۔ اور جب ایسا ہو جائے گا تو خود پسندی کی بدنما عادت طبیعت مین پیدا ہونے سے پہلے ہی مَر جائے گی۔

چال چلن کی اچھائی پر، جو ہر ایک خوبصورتی پر فضل ہے، مین زیادہ نہ کہونگی لیکن ایک اور اچھی سی بات ہے، اُس کا ذکر ضرور کرونگی۔ یہی ہماری زندگی کے تمام کام کاج اور کاروبار کی اصلی مقصود ہے۔ میرا مطلب خداشناسی سے ہے۔ یہ صفت جیسے جیسے ہم مین پیدا ہوتی جائے گی ہمارے دلون مین آپ ہی آپ یہ خواہش ہوگی کہ اُس معبود مطلق کے حکم پر چلین۔ اُس کی بندگی کرنے سے ہماری صفتین بہت بھلی ہوتی جائین گی۔ ایسے ہی جب ہم یہ جان لین گے کہ خوبصورتی کیا چیز ہے اور پھر اُس پر خیال دوڑائین گے، غور کرین گے اور اسے دل سے چاہین گے بھی، تو ہماری زندگی سرتاپا بھلی بن جائے گی۔ اِسی واسطے خوبصورتی حاصل کرنے کے لیے ہمین چاہیے کہ اُسے جانین اور دل سے قدر کرین۔ شاید ہی کوئی آدمی ہو جسے خوبصورتی کا دھیان نہ ہو۔ لیکن سوچو کہ اِدھر اُدھر کی چیزون کے دیکھنے سے جیسی کچھ اور جتنی کچھ خوشی پیدا ہوتی ہے اور قدرتی طور پر جو خیالات دل مین آتے ہین ان کے اعتبار سے ایک، ایک سے نہین ملتا۔ لیکن اس خوشی کا سامان پیدا کرنا اور اُسے بڑھانا اور مشاہدہ کی قوت کو ترقی دینا کچھ

مشکل نہین۔ یہی نہین ہے کہ عجیب عجیب اور نفیس نفیس چیزون کے دیکھنے سے خوبصورتی
کی پہچان آتی ہے بلکہ معمولی چیزون پر بھی غور کرنے اور اس مین خوبصورتی
کے تلاش کرنے سے بھی یہ مادہ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً آسمان، سبزہ زار، ندی،
پہاڑ، روشنی، سایہ، یہ چیزین ایسی ہین کہ خود بھی خوبصورت ہوتی ہین اور
ان کی وجہ سے اور چیزون مین بھی خوشنمائی آجاتی ہے۔ جو لوگ قدرتی چیزون
سے مس نہین رکھتے وہ بھی چاہتے ہین کہ قدرت کے عجائبات کا نظارہ کرکے
خوش ہون، لیکن جب وہ قدرت کو اُس کے معمولی لباس مین نہین پہچان
سکتے تو آراستہ پیراستہ دیکھکر اُن پر کیا خاک اثر ہوگا۔

خوبصورتی کا دوسرا جزو میری راے مین، موزونیت ہے۔ خدا نے ہر شے ٹھیک
ٹھیک اُسی کی جگہ پر رکھا ہے ؎

جو چیز خدا نے ہے بنائی ۔ اُس سے ظاہر ہے خوشنمائی
کیا خوب ہو رنگ ڈھنگ سب کا ۔ چھوٹی بڑی جس قدر ہین اشیا
ہر چیز ہی ٹھیک ٹھیک لاریب ۔ ہین اُس کے تمام کام بےعیب
ہر شئے اُس نے بنائی نادر
بےشک ہے خدا قوی و قادر

سمجھ دار آدمی مین سلیقہ سے موزونیت کا مادّہ پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ چیز آتی
ہے جسے پسندیدگی اور نفاست کہتے ہین۔ مختلف قسم کی دستکاریان جو اس قدر
خوشنما ہوتی ہین اُس کا یہی سبب ہے۔ اور جو لوگ کسی چیز کے قدردان بنکر اُس
کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہون اُن کو یہ صفت اپنے آپ مین پیدا کرنا ضرور ہے۔ انہین
دیکھنا چاہیے کہ اُس چیز کے ایک حصہ کو دوسرے سے کیا نسبت ہے اور بحیثیت
مجموعی کیا حالت ہے۔

اگر ہمین علوم و فنون کی خوبیون سے فائدہ اُٹھاکر خوش ہونا ہے تو مطالعہ کے ذریعہ
سے اپنا مذاق درست کرنا چاہیئے۔ وہی کتابین دیکھو جو بڑے بڑے لوگون کی راے

مین سب سے اچھی سمجھ لیگئی ہین - یہ بھی سوچو کہ ان لوگون نے انھین سب سے اچھا کیون ٹھیرایا ہے - اس سے تمھین یہ بھی اندازہ ہو جائےگا کہ رائے کس طرح قائم کی جاتی ہے غور و فکر کی عادت ڈالو، لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ ہمین ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے، اور سیکھنے کی کوشش کرو - تمھارے مذاق اور تمھاری پسند کو بالکل محدود ہونا چاہیئے فرض کرو کوئی ایسی چیز ہے جس کے اور لوگ تو مداح ہین لیکن تمھاری رائے مین اس مین کوئی اچھائی نہین، تو خواہی نخواہی اورون کی ہان مین ہان نہ ملاؤ اور پھر اسے ہاتھ تک نہ لگاؤ - البتہ یہ ہے کہ اسے بُرا بھی نہ سمجھو، کیونکہ یہ بات ذرا سمجھنے کی ہے کہ اسی چیز کو دوسرے آدمی، جنھین تم بھی عقلمند اور سوانا سمجھتی ہو، اچھا جانتے ہین، اب اگر تم اسے بُرا خیال کرو گی تو گویا یہ تمھارا آپ نقصان ہے -

خوبصورتی اور خوشنمائی بھی، سچائی کی طرح، ایک بھاری چیز ہے اور بہت مشکل سے، پورے طور پر کسی کے ذہن مین سماتی ہے - اس کی حد نہین ہوتی، ہم چاہین بھی تو یہ بالکل قابو مین نہین آتی - اور بات تو یہ ہے کہ آدمی اسے کیا کچھ نہ سمجھ جائے پھر بھی تھوڑا بہت حاصل کرنے کے لیے باقی رہ جاتا ہے -

خوبصورتی کے پہچاننے کی صفت تم اپنے آپ مین بڑھانا چاہتی ہو تو کوئی ایسا ہنر اختیار کرو جس سے تمھین قدرتی طور پر لگاؤ ہو اور پھر اسے قاعدے اور قرینے سے سیکھو - اُس کے کچھ پچھلے حالات بھی پوچھو، اور یہ دیکھو کہ اس کی جڑ بنیاد کن باتون پر ہے اور اس کی ترقی کے اسباب کیا ہین -

آدمی کے لیے یہی بس نہین ہے کہ خوبصورت چیز کو دیکھکر خوش ہولے بلکہ اُسے اپنے کام کاج مین بھی خوبصورتی پیدا کرنا چاہیئے - اس کی زندگی خوشنما ہو، وہ خود مثل ایک خوبصورت چیز کے ہو، کہ اُس کا سایہ بھی کسی چیز پر پڑ جائے تو وہ بھی خوبصورت نظر آنے لگے - آؤ اب اپنی ذات، اور اپنے لباس پر غور کرین - یہ صحیح ہے کہ لباس کے واسطے ہمین تھوڑے سے سوچ بچار کی ضرورت پڑتی ہے، پھر اُس کے لیے وقت بھی چاہیئے، لیکن اکثر مستورات اس مین اپنا بھاری وقت

کو تی رہتی ہین اور یہ بُری بات ہے۔ خوبصورت بننا اور دوسرے کی آنکھون کو بھلا نظر آنا ضرور اچھا ہے، سلیقہ البتہ شرط ہے کہ وقت بھی رائیگان نہ جائے اور مطلب بھی حاصل ہو۔

جس طرح خوش سلیقگی، موزونی، اور موقع کی مناسبت کے اعتبار سے اور تمام چیزون کی خوبصورتی جانچی جاتی ہے، اِسی طرح لباس کے اِنتخاب مین بھی کام لینا چاہیئے۔ میرے خیال مین عمدہ لباس اُس کو نہ کہین گے جو دیکھنے مین بھڑک دار معلوم ہو، بلکہ ایسا لباس جس کو دیکھکر لوگ تمھاری تعریف کرین۔ یعنی موقع کے لحاظ سے جب تم اُسے پہنو تو تم آپ بھلی نظر آؤ۔ اِس کے واسطے بہت کچھ سیکھنا پڑے گا۔ لڑکیون کے لباس کی سب سے ضروری چیزین یہ ہین صفائی و پاکیزگی، سادگی، صوفیانہ رنگ۔ جنھین خدا نے اتنا نہین دیا کہ اچھے اچھے کپڑے پہن سکین اُنھین ایسے کپڑے پسند کرنا چاہیئے جو مضبوط ہون۔ لیکن اس قسم کے نہ ہون کہ وہ ایک دفعہ کے استعمال کے بعد بُرے معلوم ہونے لگین۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ پہلے اپنی حیثیت کو دیکھو اور پھر ویسے ہی چلو۔ جو کپڑا پسند کرو اُسے دیکھو کہ یہ ہمارے واسطے موزون ہے یا نہین، یا یہ کہ ہماری حیثیت اور ضرورت کے خلاف تو نہین ہے۔

بھلے کپڑون کے ساتھ عادتین بھی بھلی ہونی چاہئین۔ اور سچ یہ ہے کہ عادتون ہی سے آدمی کے چال چلن کا حال کھلتا ہے۔ بہت سی عورتین شاید کہین گی کہ ہم جو عادتین لے کر مان کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہین وہی سب سے بھلی ہین۔ لیکن بہت سی چھوٹی چھوٹی باتین بھی سیکھنا پڑتی ہین اور یہ بڑی بُری عادتون کے سنوارنے کے لیے سیکھی جاتی ہین۔ اس واسطے یہ بھی ہمارے چال چلن کے لیے گویا ایک آئینہ بن جاتی ہین۔ اکثر غلطی سے ہم اپنی بعض عادتون کو قدرتی سمجھنے لگتے ہین گو یا وہ بلا کسی کوشش اور محنت کے آگئی ہین۔ مثلاً جب کوئی لڑکی سالہا سال کی تعلیم کے بعد اچھے اچھے بیل بوٹے نکالنے لگتی ہے تو اُس وقت سب یہی کہتے ہین کہ یہ مان کے پیٹ سے سیکھکر آئی ہے۔ اسی طرح اور بھی ہُنرمندیان ہین جو اچھی خاصی محنت سے آتی ہین

ایسا کہنے کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی ہنر کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ آدمی کی طبیعت کا ایک جزو بن جاتا ہے - اسی طرح ہماری نیک عادتیں بھی رفتہ رفتہ ہماری سرشت مین داخل ہوجاتی ہین - نیکی اور بھلائی کی محبت جب پیدا ہو جائے گی تو پھر تنہائی کی حالت مین بھی بُری باتین اور بُرے خیالات دل مین نہ آنے پائین گے - یہ ہونا چاہیئے کہ ملنے جلنے والون سے اور برتاؤ ہو، گھر مین اور اور تنہائی مین کچھ اور نہ بلکہ اس بات کی طلب ہونی چاہیئے کہ گھر والے اور باہر والے سب ہمین یکسان اچھا سمجھین - ہمین اپنے بھائیون اور بہنون کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہیئے اور ایسے ہی اپنی ہجولیون سے -

امریکہ کی لڑکیان باوجود آزادی رکھنے کے ہر دلعزیز بننے کی کوشش کرتی ہین - وہان کے ایک آدمی کا بیان ہے کہ لڑکیون کو اس بات کی تعلیم دی جاتی ہے کہ اورون کے ساتھ تہذیب اور سلیقے سے بات چیت کرنا اور انھین خوش ہونے کا موقع دینا گویا اُن کا فرض ہے - جرمنی اور فرانس کی لڑکیان بڑے بوڑھون کے ساتھ بہت ادب اور تعظیم سے پیش آتی ہین - لیکن ادب اور تعظیم کے یہ معنی نہین ہین کہ بڑون کے پاس جاکر بالکل خاموش اور گم سُم بیٹھی رہو - اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ حد سے باہر بھی نہ ہو جانا چاہیئے - اکثر لڑکیان جب کہین جاتی ہین یا جب اُن کے یہان آپ کوئی تقریب ہوتی ہے تو گفتگو اور چال ڈھال مین بناوٹ سے بہت کام لیتی ہین گویا یہ دکھانا چاہتی کہ ہم بہت لائق ہین -

لڑکیون کے واسطے سب سے اچھی نصیحت یہ ہے کہ وہ شرم و حیا کا پاس رکھین بڑون سے ادب کے ساتھ ملین، برابر والیون سے محبت آمیز برتاؤ کرین، اور چھوٹون پر شفقت دکھائین - ان کو عام مجلسون اور تقریبون مین جانے کا کم موقع ملتا ہے لیکن اگر کبھی ایسا ہو، تو وہان اُنھین اس طرح رہنا چاہیئے کہ جو کوئی دیکھے تعریف کرے -

بات چیت ہمیشہ ایسی ہونی چاہیئے جو سب کو بھلی معلوم ہو - جو کچھ کہو سلیقے

سے کہو کہ جو لفظ تمھاری زبان سے نکلے خوشنما معلوم ہو - تھوڑی بہت مشق سے بات
کرنے کا ڈھنگ پیدا کر لیا جائے تو اور اچھا ہے - لہجہ ایسا ہونا چاہیے کہ سننے والا
بات کو سمجھ جائے - نہ چیخ کر بولو، نہ بالکل آہستہ، مطلب جو کچھ ہو، چاہے خوشی
کا ہو چاہے رنج کا، سلجھے ہوئے لفظون مین بیان کرو - ایک کی جگہ کئی کئی لفظ نہ
استعمال کرو، لیکن مطلب بھی خبط نہونے پائے - نہ صرف گفتگو مین، بلکہ کوئی خط یا
پرچہ لکھو تو اس مین بھی خوبصورتی کے ساتھ تحریر کی خوشخطی اور نفاست کا خیال رکھو -
اور جو کچھ لکھو تمیز اور سلیقے کے ساتھ لکھو -

جب اپنی اور ضرورت کی چیزون کا انتخاب کرنا ہو تو اُس مین بھی اوپر کے بیان کیے
ہوئے اُصول سے کام لیا جائے - مکان کو، یا مکان کے کسی کمرے کو آراستہ کرنا ہو
تو صفائی، نفاست، وضع، موزونی اور مناسبت کا خیال زیادہ رکھو - ولیم مارس
کے بنائے ہوئے قاعدے پر سب کو غور کرنا چاہیے کہ اپنے گھر مین کوئی ایسی چیز
نرکھو جو خوبصورت اور کار آمد نہو - جب کوئی چیز لو، اچھی لو - اچھی چیزین چلتی
بھی بہت ہین اور جتنی کام مین آتی ہین اُتنی ہی عزیز ہوتی ہین - لڑکیون کو،
جب تک وہ اپنے گھر کی مختار نہون، ان ہدایتون کی ضرورت نہین ہے، ہان اُنھین
یہ چاہیئے کہ خود اُن کے برتنے کی چیزین پاک، صاف اور قرینے سے رہین اور میلی
نہونے پائین - انگلستان کی لڑکیون کی طرح ہندوستانی لڑکیون کے رہنے سہنے
کے کمرے علیحدہ نہین ہوتے، ہان صندوقچے اور بکس اُن کے ہوتے ہین جن مین کپڑے
یا سینے پرونے کا سامان رہتا ہے - ان مین چیزین قاعدے سے رکھی جائین - اکثر لڑکیون
کو اِدھر اُدھر کی چیزین، جو بالکل بیکار ہوتی ہین، جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے - ولیم مارس
کے قول پر عملدرآمد کرکے، اچھی اور کام کی چیزین رکھکر باقی نکالی جائین تو خدا جانے
ان لڑکیون کے صندوقچون سے اور اسی طرح بہت سے مکانات سے کتنا کاٹھ کباڑ
نکلے - میرا یہ مطلب نہین ہے کہ قاعدہ کی حد درجہ پابندی کیجائے، کیونکہ اکثر چیزین
گھر گرہستی کی ضرورت سے رکھنی پڑتی ہین، لیکن کاٹھ کباڑ کے جمع کرنے سے مکان کو جو میلا

اور گندہ کر دیا جاتا ہے اُس سے بھی کوئی فائدہ نہین - ڈاکٹر مارشل کا قول ہی کہ گھرگرہستی مین جب تمام ضرورت کی چیزین اکٹھا ہو جائین تو انھین بڑھانے کے عوض یا شاندار بنانے کی جگہ اُن سے کام لینا سیکھو"۔ یہ نصیحت لڑکیون کے لیے بہت مفید ہے اور اس پر تمام لوگ عمل کرین تو بیکار چیزون کی زیادتی گھر مین نہونے پائے گی اور پھر روپیہ اور وقت دونون صرف اُن چیزون پر خرچ ہوگا جو حقیقت مین کام کی ہونگی -

لڑکیان اگر چاہین تو اس طرح اپنے گھر کو بہت خوبصورت بنا سکتی ہین کہ تمام چیزین ایک قرینے سے رہین، گھر کے کامون مین وہ خود بھی ہاتھ بٹائین - اکثر لڑکیان ایسی بھی ہوتی ہین جو سیکھے ہین تو کام سے جی چراتی ہین اور معمولی سی معمولی خرابیون کیطرف بھی، جو ذرا سی توجہ سے دور ہوسکتی ہین، آنکھ اُٹھاکر نہین دیکھتین لیکن بیاہی جانے کے بعد اپنے گھر کی دیکھ بھال بڑے شوق سے کرتی ہین - اگر اسی طرح جان و دل سے اپنے ماں باپ کے گھر کا بھی دھیان کرین تو کیا کوئی تعجب کی بات ہے؟

غزل

از طبعِ وقادِ کپتان آزاد (مرحوم)

غلام خاص ہون، آزاد شاہ دین و دنیا کا — سرِ اپرادے رحمت ہے لقب میرے مسیحا کا

ہی اُس کا آستانہ، اے فلک کعبہ تصدّق کا — رجا کا، آرزو کا، دل کی خواہش کا، تمنا کا

بہشتِ جاودان معمور ہی اُسکے حبیّا سے — نہین ملتا بجز دوزخ ٹھکانا اُسکے اعدا کا

رجائے شادی کونین جس سے مجھکو حاصل ہی — تصور اُس کا دافع ہے غم امروز و فردا کا

اُڑا پھرتا ہون مین ہر سو ہوائے شوق مین اُسکے — پر پروانہ سے برتر ہی عالم میرے عنقا کا

نہے وحدت وہی دیر و حرم مین جلوہ آرا ہے — ازل سے محو ہون جسکے جمالِ حیرت افزا کا

دوئی کو ترک کر، آزاد، بس مشغول وحدت رہ
اِسی پر منحصر ہے فیصلہ دُنیا و عقبیٰ کا +

موسم بہار

ایک دن بادِ بہاری کا باغ پر سے گذر ہوا - اور زندگی جو عرصہ تک درختوں کی ٹہنیوں اور پژمردہ لکڑی کے کندوں میں چھپی پڑی ہوئی تھی اُن کے رگ و ریشہ میں سے پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگی - انسان کا دل بھی اُمید سے لبریز ہونے لگا - خداوند اپنے باغ کی سیر کو نکلا - اور نرم نرم کونپلوں کو دیکھ کے خوش و خرم ہونے لگا - وہ ان کی خوشبو سے محظوظ ہوا - کیونکہ اُس کو بھی اُن سے بڑی بڑی اُمیدیں تھیں - اس لیے کہ سردی ہو چکی اور پرندوں کی رنگینیوں کا وقت آ پہنچا - مگر اُس کے بچوں میں سے ایک بول اُٹھا لیکن ابا جان یہ شگوفے تو بہت ہی کڑوے سے ہیں - مگر خداوند نے جواب دیا: "ہاں یہ سچ ہے لیکن پھول اور پھل کیسا میٹھا ہوگا"

کئی دن اور کئی ہفتے تک دن کو سورج اور رات کو اوس اپنے اپنے کام میں لگے رہے جس سے خداوند کے باغ میں کچھ اور ہی حسن اور رونق نظر آنے لگی صبح کو گلابی شفق موتیوں سے لدے ہوئے درختوں پر چمکتی تھی جہاں بیر کی ٹہنیاں خوشبودار سفید برفانی چادر اوڑھے ہوئے معلوم ہوتی تھیں - وہاں بادام اُجلے کپڑے پہنے کھڑا تھا اور اُس کی بھینی بھینی میٹھی مہک سے ہوا معطر ہو رہی تھی یہ سماں دیکھ کر بچوں کا دل باغ باغ ہو گیا' اور وہ بول اُٹھے - ہاں ابا جان - یہ فی الحقیقت بہار کا وقت ہے - اب ہم سمجھے کہ آپ کی نظر میں وہ شگوفے کیوں ایسے قیمتی تھے - اِن دل کش اور خوبصورت پھولوں کے لیے اگر اس سے بھی زیادہ انتظار کرنا پڑے تو بھی نفع ہے خداوند مسکرایا ایک چھوٹے سے بچے کے سر پر جو اس کے پاس کھڑا تھا ہاتھ رکھ کے بولا - ہاں میرے بیٹو - یہ سچ ہے - لیکن ابھی اور انتظار کرو - کیونکہ ابھی وقت نہیں آیا کہ میرا دل بالکل شادمان ہو - یہ خوبصورتی جو آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے اس کامل حسن کی جو ابھی آنے والا ہے' اُمید دلاتی ہے -

دن لمبے ہوتے گئے - سورج کی کرنیں اپنی پوری آب و تاب سے زمین پر پڑنے

لگین - یہان تک کہ تمام ہریالی چیزین جل گیین - پھول ایک ایک کرکے ٹوٹ کر گر پڑے
اور پتے مُرجھا گئے - درخت ماتم زدہ کی مانند خاک آلودہ لباس پہنے نظر آتے تھے
گویا کہ وہ مزار رفتگان پر یادگار کے طور پر کھڑے ہین - بچون کے دل بھی اُداس
ہوگئے - کیونکہ اب حسن وخوبی کے وہ دل کش سمان ان کی نظر سے اوجھل ہوگئے
اور ان کے ساتھ ہی اُمید وخوشی کا بھی خاتمہ ہوگیا - خداوند اُن کی صورت دیکھکر بڑی
نرمی اور ملائمت سے ہمکلام ہوا، اور اُن سے کہنے لگا کہ " ہان - ذرا اوپر کو نظر اٹھاؤ "
اور یہ کہکر اُس نے جھکی ہوئی ڈالی سے ایک بزم بزم پھل توڑا اور اُنھین کھانے
کو دیا، اور یون گویا ہوا " اب امن وسلامتی کا زمانہ آپہنچا - کیونکہ درختون نے اپنا
پھل لانے کا کام جو اُن کے سپرد تھا، پورا کر دیا - اُن کے لیے تو موت کا وقت ہے -
کیونکہ ضرور ہے کہ سب کچھ حوالے کر دیا جائے، اور سوختہ ہو جائے - تھوڑے ہین جو
اُسے دیکھتے ہین - اور سراہتے ہین کیونکہ اب اس کی لذت فقط کھانے ہی سے معلوم ہوتی
ہے - لیکن اب میرا دل مسرور ہے "

کیا اس تمثیل سے ہمارے لیے بھی ایک اچھا سبق نہین نکلتا ؟ ہمین بھی خدا نے
اپنے باغ مین لگایا ہے - ایک وہ وقت ہوتا ہے جبکہ فقط خداوند ہی کو ہم مین
کوئی خوبی نظر آتی ہے - کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہم کیا کچھ بننے والے ہین - ایک نوجوان
شاگرد کے اقوال وافعال اورون کو تلخ اور کرھیہ معلوم ہون تو ہون مگر خداوند
کا صبر اور برداشت دور تک نظر کرتا ہے - اور وہ نوجوان کی سرگرمی اور اُس کی
دلی آرزوؤن کی خوشبودار نذرون سے محظوظ ہوتا ہے گو کہ وہ ابھی اس لائق نہ ہون
کہ ان کو شیرین یا مزہ دار کہہ سکین - (غزل الغزلات ۲: ۱۳) اس لیے اے نوجوان !
خداوند کی قربت مین رہ - وہ کبھی تیری ہمت کو نہین ڈھائے گا - شائد اس کے بعد
حُسن وجوانی کا زمانہ آئے جسے خداوند دیکھ کر سراہتا ہے - کیونکہ وہ اس مین اُس کی پختگی
کے زمانے کا وعدہ دیکھتا ہے - اور لوگ بھی اُسے دیکھتے اور اس کی تعریف کرتے ہین
شائد خداوند نے اُسے اچھی اچھی قابلیتین اور لیاقتین بخشی ہین جو سب کی نظرون

مین بھلی معلوم ہوتی ہین اور اُن پر قبولیت عام کی مُہر لگی ہے۔ شائد اِس کے ارادون اور کامون پر برکت اور کامیابی کا نور چمکتا ہے۔ اور دُنیا تو آپ جانتے ہین ایسی ہی باتون کی دلدادہ ہے۔ خداوند سب کچھ دیکھتا ہے۔ اور اِن تمام فضائل کو جو آنے والی بہتر چیزون کا نقطہ بیش خیمہ ہین' اپنی مہر سے قبول کرتا ہے۔ مگر اُن سب پر اپنی صلیب کی مہر لگا دیتا ہے۔ تاکہ آدمیون کی تعریفون سے اُن پر داغ نہ لگنے پائے۔ اے خدا کے مقبول فرزند! اپنے مالک کے پاس رہ۔ اور اُن تمام باتون کا جن سے تو اپنے بھائیون اور دُنیا کی نظر مین مقبول ہے شیدا نہ ہو۔ اِس وقت تو خوف و خطر سے گھرا ہے۔ مگر وہ تیری جان کو ضرر پہنچنے نہ دیگا۔ اور یہ دُنیا کی تحسین و آفرین بھی تیرے دل کو برگشتہ ہونے نہ دے گی۔

مگر دکھ کی گھڑی۔ ہان وہ بھی سر پر کھڑی ہے۔ تکلیف کی دھوپ اور آزمائش کی لوئین اور ماتم کی راکھ کم و بیش ہم سب پر آنے والی ہین تاکہ ہم اُن کے ذریعے سے کامل بنتے جائین۔ اِن کا ذکر کرنا کوئی پسند نہین کرتا۔ حالانکہ یہی وقت ہے جب ہم خدا کے پوشیدہ فرزند بن جاتے ہین۔ ہماری زندگی کا ہر ایک وقت اُسی کے ہاتھون مین ہے۔ ہان یہی وقت ہے جس کو وہ فقط اپنے لیے مخصوص کرتا ہے۔ اِسی وقت اُس کا بیش قیمت پھل پختگی کو پہنچتا ہے۔ اور وہ اپنی جان ہی کا دُکھ اُٹھا کے اُسے دیکھتا ہے اور سیر ہوتا ہے۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد خداوند اپنے فرزندون کو اپنے وطن مین بلائے گا۔ اور اپنے داہنے ہاتھ والون سے کہے گا کہ او ربھی میرے قریب آؤ اور اُس خوشی کو جو دُنیا کے شروع سے تمھارے لیے تیار کی گئی ہے حاصل کرو۔

جھڑ گئے سب پھول پتے جنسے تھا یہ سنگار ــــ پھل لگا گر تو بھی کتنا کرنا ہوگا انتظار
بخشدے گر پھل کے لانے مین مرا دل سر نہ ہو ــــ پھول پتون سے بھی خالی۔ اور سر بر گر دہو

کر قبول اے میرے مولا! میرے دل کی نذر تو
نیک پھل لاؤن۔ یہی تھی میرے دل کی آرزو

تیئسوان (۲۳) زبور

خداوند میرا چوپان ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ملکیت

مجھ کو کچھ کمی نہین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جائداد

وہ مجھے ہریالی چراگاہون مین بٹھاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جگہ

وہ راحت کے چشمون مین مجھے لے پہنچاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ترقی

وہ میری جان پھیلاتا ہون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شخص

اور اپنے نام کی خاطر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مقصد

مجھے صداقت کی راہون پر لیے پھرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ترقی پر ترقی باقاعدہ

بلکہ جب مین موت کے سایہ کی وادی مین پھرون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جدا

تو مجھے کچھ خوف و خطر نہ ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اطمینان

کیونکہ تو میرے ساتھ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حفاظت

تیری چھڑی اور تیری لاٹھی وہ بھی
میری تسلی کے باعث ہین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مسافرت

تو میرے دشمنون کے روبرو
میرے آگے دسترخوان بچھاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شریک

تو میرے سر پر تیل ملتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیاری

میرا پیالہ لبریز ہو کے چھلکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ افراط

لاکلام مہربانی اور رحمت عمر بھر
میرے ساتھ ساتھ رہین گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سلامتی

اور مین ہمیشہ خداوند کے گھر مین رہون گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکان

مسیحی ہو گئے ہیں۔

خوشی کی خبر ہے کہ مسٹر منی لال پارکھ بی۔ اے، سکنہ بمبئی نے حال میں مسیحی مذہب اختیار کیا۔ آپ برہمو سماج کے ایک لائق اور نہایت پرجوش ممبر تھے اور بمبئی کے ایک اعلےٰ اور معزز خاندان کے فرد ہیں۔

وزیبل آرچ ڈیکن ٹی ایس سنگھ علاقۂ چین کے بشپ مقرر ہوئے ہیں۔ اِس کے قبل آپ ہنگ چاؤ کی کلیسیا کے پاسبان تھے۔ یہ دوسرا موقعہ ہے کہ ایک دیسی کو بشپ کے عہدہ پر ممتاز کیا گیا ہے۔ غنیمت ہے کہ اب دیسیوں کو اِس قابل تو سمجھا گیا!

چین میں مسیحیت نے جو ترقی کی ہے وہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے ظاہر ہے:۔ وہاں (۶۱۸) مرکزی مقامات ہیں جن میں مشنری صاحبان مقیم ہیں، مگر اُن مقامات کی تعداد جہاں باقاعدہ عبادت ہوتی ہے (۸۷۰۷) ہے۔ غیر ملکی مشنریوں کی تعداد (۵۵۱۷) ہے اور ملکی کارندوں کا شمار (۲۰۴۶۰) ہے۔ مشن اسکولوں میں (۱۵۴۹۰) طلبا زیر تعلیم ہیں (۳۲۰) شفاخانے ہیں جن میں (۳۸۲) مشنری اور (۱۱۸) دیسی ڈاکٹر وغیرہ کام کرتے ہیں۔ چینی پاسبانوں کا شمار (۱۰۱۷) ہے؛ دس سال قبل یہ تعداد اِس کی نصف تھی۔ اِن اعداد و شمار میں رومن کیتھولک کلیسیائیں شامل نہیں ہیں۔ رومن کیتھولک کلیساؤں کا کام بھی وہاں ترقی پذیر ہے۔ چین میں پراٹسٹنٹ مسیحیوں کا شمار نصف لاکھ سے زیادہ ہو۔

مسٹر اے فارنس (لکھنؤ) سے ہمارے بہت سے ناظرین واقف ہونگے۔ افسوس ہے کہ ماہ گزشتہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی تقریباً تمام عمر لکھنؤ ہی میں بسر ہوئی۔ نہایت ملنسار اور نیک طینت بزرگ تھے۔ تصنیف و تالیف کا بھی ان کو شوق تھا، چنانچہ اُنھوں نے اپنا بہت سا روپیہ اِس شوق کی نذر کیا۔ خدا ان کے پسماندگان کو تسلی بخشے۔

زندگی کی باقاعدہ اشاعت کا اب انتظام ہو گیا ہے۔ آیندہ پرچہ، جو زندگی کے اول سال کا آخری پرچہ ہوگا، ایک ہفتہ کے اندر ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ اُس کے بعد آٹھ دس دن کے اندر جولائی کا پرچہ حاضر ہوگا۔ بہرحال ہمارے معاونین کو بددل نہ ہونا چاہیئے۔ چند خاص وجوہ اور ناگزیر اسباب کے باعث اشاعت میں تعویق ہو گئی تھی مگر اب زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑے گا۔

تیج پرست پبلشنگ ہوس لکھنؤ میں باہتمام مسٹر ایچ ایچ سمتھ۔ طبع ہوا اور پی ایل شاکر نے منشی دہرم پریس لکھنؤ سے شایع کیا۔